جدید وقدیم تفاسیر اور دیگر علومِ اسلامیہ پر مشتمل
ذخیرۂ کتب کی روشنی میں قرآن مجید کی آیات کے مطالب ومعانی اور ان سے حاصل ہونے والے
درس ومسائل کا موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق انتہائی سہل بیان، نیز مسلمانوں کے عقائد، دینِ اسلام
کے اوصاف وخصوصیات، اہلسنّت کے نظریات ومعمولات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، باطنی امراض اور
معاشرتی برائیوں سے متعلق قرآن وحدیث، اقوالِ صحابہ وتابعین اور دیگر بزرگانِ دین کے ارشادات کی روشنی میں ایک جامع تفسیر
مع دو ترجموں کے

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

از: اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن

اور

کنز العرفان فی ترجمۃ القرآن

مع

صراط الجنان فی تفسیر القرآن

از: شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

نام کتاب : صِرَاطُ الْجِنَان فی تفسیرِ القرآن (جلد پنجم)

مصنف : شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابوالصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

پہلی بار :

تعداد :

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

شہر		پتہ	فون
❁……کراچی	:	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی	021-34250168
❁……لاهور	:	داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	042-37311679
❁……سردار آباد (فیصل آباد)	:	امین پور بازار	041-2632625
❁……کشمیر	:	چوک شہیداں، میرپور	058274-37212
❁……حیدر آباد	:	فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	022-2620122
❁……ملتان	:	نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	061-4511192
❁……اوکاڑه	:	کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال	044-2550767
❁……راولپنڈی	:	فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ	051-5553765
❁……خان پور	:	دُرانی چوک، نہر کنارہ	068-5571686
❁……نواب شاه	:	چکرا بازار، نزد MCB	024-44362145
❁……سکھر	:	فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ	071-5619195
❁……گوجرانواله	:	فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ	055-4225653
❁……پشاور	:	فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر	

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر ''صِرَاطُ الْجِنَان فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْآن'' کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ: ''نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ'' مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ۶/۱۸۵ حدیث: ۵۹۴۲)

دو مَدَنی پھول

بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(1) ہر بار تَعَوُّذ و (2) تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔ (6) قرآنی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حَقّہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ''اپنی رائے سے تفسیر کرنے'' کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت و عقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں ''اللّٰہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین و مصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

(شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

کچھ صراط الجنان کے بارے میں......

۱۴۲۲ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیِ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مَدَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی ''چل مدینہ'' کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیزگار شخصیت کی عظمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مکّۃُ المکرّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی اِس بابَرَکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہوگئے۔ مُجَوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الْجِنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تبرُّکاً مکّۃُ المکرّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کردیا گیا، افسوس! مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ) پردہ فرماگئے۔

اللہ ربُّ العزّت کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیثِ والتَّفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو صالح **محمد قاسم** قادری مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی نے اس کام کا ازسرِ نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیِ دعوتِ اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جاسکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی مکّۃُ المکرّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً کی پُر بہار

فَضاؤں میں ہوا تھا اور ''صِراطُ الْجنان'' نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا اُصُولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔

کنزالایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فصیح ترجمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اَب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اِسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحِب مدّ ظلہٗ نے مَاشَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجَمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کنزُ الْعِرفان** رکھا ہے۔ اِس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس **المدینۃُ العلمیہ** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقَرنَین مَدَنی** سلّمہُ الغنی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صِراطُ الجِنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد (دوسری، تیسری اور چوتھی جلد کے بعد اب پارہ نمبر 13، 14 اور 15 پر مبنی پانچویں جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ **اللّٰہ تعالیٰ** الحاج مفتی محمد قاسم صاحِب مدّظلہٗ سمیت اِس **کَنْزُ الْاِیْمَانِ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰنِ وَصِرَاطُ الْجِنَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ** کے مبارَک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا وآخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

طالبِ غمِ مدینہ و بقیع و مغفرت و بے حساب جنّت الفردوس میں آقا کا پڑوس
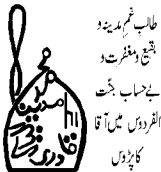
۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ
20-04-2013

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قرآن سیکھو پھر اسے پڑھا کرو کیونکہ جو قرآن سیکھے اور اس کی قراءت کرے اور اس پر عمل کرے اس کی مثال اس تھیلے کی سی ہے جس میں مشک بھرا ہو جس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہو جبکہ جو اسے سیکھے پھر سو یا رہے (یعنی نہ اس کی تلاوت کرے اور نہ اس کے احکام پر عمل کرے) حالانکہ اس کے سینے میں قرآن ہو تو وہ اس تھیلے کی طرح ہے جس میں مشک ہو اور اس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔ (ترمذی، کتاب فضائل القرآن عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، باب ماجاء فی فضل سورة البقرة وآية الكرسی، ۴/۴۰۱، الحدیث: ۲۸۸۵)

تیرہواں پارہ

(وَمَآ اُبَرِّئُ)

پارہ نمبر...... 13

وَ مَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بیشک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بیشک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿**وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ: اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا۔**﴾ زلیخا کے اقرار اور اعتراف کے بعد حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب یہ فرمایا کہ میں نے اپنی برأت کا اظہار اس لئے چاہا تھا تاکہ عزیز کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں خیانت نہیں کی اور اس کے اہلِ خانہ کی حرمت خراب کرنے سے بچا رہا ہوں اور جو الزام مجھ پر لگائے گئے ہیں میں اُن سے پاک ہوں تو اس کے بعد حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا خیال مبارک اس طرف گیا کہ میری ان باتوں میں اپنی طرف پاکی کی نسبت اور اپنی نیکی کا بیان ہے، ایسا نہ ہو کہ اس میں کسی قسم کی خود پسندی کا شائبہ آنے کی کوشش کرے، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ ’’اے میرے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں اپنے نفس کو بے قصور بتاتا ہوں نہ مجھے اپنی بے گناہی پر ناز ہے اور نہ میں گناہ سے بچنے کو اپنے نفس کی خوبی قرار دیتا ہوں، نفس کی جنس کا تو یہ حال ہے کہ وہ برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے، لیکن میرا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے جس مخصوص بندے کو اپنے فضل و کرم سے معصوم کر دے تو اس کا برائیوں سے بچنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے اور معصوم کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کرم ہے، بیشک میرا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔[1]

1 ......مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۳، ص۵۳۴، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۳، ۳/۲۵-۲۶، ملتقطاً۔

نیک اعمال پر نازاں نہیں ہونا چاہئے

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی بندہ اپنے نیک اعمال پر نازاں نہ ہو بلکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا کی ہے اور اس کی بارگاہ میں اپنی عاجزی اور بے بسی کا اظہار کرے اور گناہوں سے بچنے کو اپنا ہنر و کمال سمجھنے کی بجائے یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے اسے گناہ سے بچالیا ہے۔ یاد رہے کہ اپنے اعمال پر ناز کرنا اور خود پسندی میں مبتلا ہونا بہت ساری آفات کا مجموعہ ہے، ان آفات کو بیان کرتے ہوئے امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''خود پسندی گناہوں کو بھول جانے اور نظر انداز کرنے کی دعوت دیتی ہے، چنانچہ وہ بعض گناہوں کو بالکل ہی بھول جاتا ہے کیوں کہ وہ ان کی تلاش سے بے نیاز ہو جاتا ہے لہٰذا وہ بھلا دیئے جاتے ہیں اور جن گناہوں کو یاد رکھتا ہے ان کو بھی معمولی جانتا ہے اور انہیں کوئی اہمیت نہ دینے کی وجہ سے ان کے تدارُک کی کوشش نہیں کرتا بلکہ اسے یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ بخش دیئے جائیں گے جبکہ اس کے برعکس عبادات اور اعمالِ صالحہ کو بہت بڑا سمجھتا، ان پر خوش ہوتا اور ان کی بجا آوری کو اللہ تعالیٰ پر ایک قسم کا احسان جانتا ہے اور توفیقِ عمل کی صورت میں ملنے والی نعمتِ خداوندی کو بھول جاتا ہے، پھر جب خود پسندی کا شکار ہوتا ہے تو اس کی آفات سے اندھا ہو جاتا ہے اور جو آدمی اعمال کی آفات سے غافل ہوتا ہے اس کی زیادہ محنت ضائع ہو جاتی ہے کیوں کہ ظاہری اعمال جب تک خالص اور آمیزش سے پاک نہ ہوں، نفع بخش نہیں ہوتے اور آفات کی جستجو وہ آدمی کرتا ہے جس پر خود پسندی کی بجائے خوف غالب ہوتا ہے اور خود پسند آدمی اپنے آپ پر اور اپنی رائے پر مغرور ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر اور اس کے عذاب سے بے خوف ہوتا ہے اور اس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مقام حاصل ہے، نیز وہ اپنے اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ پر احسان جتاتا ہے حالانکہ یہ اعمال کی توفیق ملنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت اور اس کے عطیات میں سے ایک عطیہ ہے لیکن خود پسندی کی وجہ سے وہ اپنی ذات کی تعریف کرتا اور اس کی پاکیزگی ظاہر کرتا ہے اور جب وہ اپنی رائے، عمل اور عقل پر اتراتا ہے تو فائدہ حاصل کرنے، مشورہ لینے اور پوچھنے سے باز رہتا ہے اور یوں اپنے آپ پر اور اپنی رائے پر بھروسہ کرتا ہے، وہ کسی بڑے عالم سے پوچھنا اچھا نہیں سمجھتا اور بعض اوقات اپنی غلط رائے پر اتراتا ہے جو اس کے دل میں گزرتی ہے اور اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ اس کے دل میں یہ خیال آیا اور دوسرے کی آراء کو پسند نہیں کرتا اسی لیے اپنی رائے پر اصرار

کرتا ہے، کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت نہیں سنتا اور نہ ہی کسی واعظ کا وعظ سنتا ہے بلکہ دوسروں کو یوں دیکھتا ہے کہ گویا وہ جاہل ہیں اور اپنی خطا پر ڈٹ جاتا ہے اگر اس کی رائے کسی دنیوی معاملے میں ہو تو اسے اس پر یقین ہوتا ہے اور اگر اُخروی معاملے بالخصوص عقائد سے متعلق ہو تو اس کے باعث تباہ ہو جاتا ہے جبکہ اگر ایسا شخص اپنے نفس پر تہمت لگاتا، اپنی رائے پر اعتماد نہ کرتا، نورِ قرآن سے روشنی حاصل کرتا، علماءِ دین سے مدد لیتا، علم کے پڑھنے پڑھانے میں مصروف رہتا اور اہلِ بصیرت سے مسلسل پوچھتا رہتا تو یہ بات اسے حق تک پہنچا دیتی۔ [1]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں خود پسندی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ (۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بادشاہ بولا انہیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انہیں خاص اپنے لیے چن لوں پھر جب اس سے بات کی کہا بیشک آج آپ ہمارے یہاں معزز معتمد ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بادشاہ نے کہا: انہیں میرے پاس لے آؤ تا کہ میں انہیں اپنے لیے منتخب کرلوں پھر جب بادشاہ نے یوسف سے بات کی تو کہا۔ بیشک آج آپ ہمارے یہاں معزز، امانتدار ہیں۔

﴿وَقَالَ الْمَلِكُ: اور بادشاہ نے کہا۔﴾ جب بادشاہ کو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علم اور آپ کی امانت کا حال معلوم ہوا اور وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حُسنِ صبر، حُسنِ ادب، قید خانے والوں کے ساتھ احسان، مشقتوں اور تکلیفوں پر ثابت قدمی اور استقلال رکھنے پر مُطّلع ہوا تو اس کے دل میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں بہت ہی عظمت پیدا ہوئی اور اس نے کہا: حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو میرے پاس لے آؤ تا کہ میں انہیں اپنے لیے منتخب کرلوں، چنانچہ بادشاہ نے معززین کی ایک جماعت بہترین سواریاں، شاہانہ ساز وسامان اور نفیس لباس دے کر قید

1 ......احیاء العلوم، کتاب ذمّ الکبر والعجب، الشطر الثانی، بیان آفة العجب، ۴۵۳/۳.

خانے میں بھیجی تاکہ وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو انتہائی تعظیم اور تکریم کے ساتھ ایوانِ شاہی میں لائیں۔ ان لوگوں نے جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں حاضر ہوکر بادشاہ کا پیام عرض کیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قبول فرمالیا اور قید خانہ سے نکلتے وقت قیدیوں کے لئے دعا فرمائی۔ جب قید خانے سے باہر تشریف لائے تو اس کے دروازے پر لکھا ''یہ بلا کا گھر، زندوں کی قبر، دشمنوں کی بدگوئی اور سچوں کے امتحان کی جگہ ہے۔ پھر غسل فرمایا اور پوشاک پہن کر ایوانِ شاہی کی طرف روانہ ہوئے، جب قلعہ کے دروازے پر پہنچے تو فرمایا ''میرا رب عَزَّوَجَلَّ مجھے کافی ہے، اس کی پناہ بڑی اور اس کی ثنا برتر اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ پھر قلعہ میں داخل ہوئے اور جب بادشاہ کے سامنے پہنچے تو یہ دعا کی کہ ''یارب! عَزَّوَجَلَّ، میں تیرے فضل سے بادشاہ کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور اس کی اور دوسروں کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ جب بادشاہ سے نظر ملی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عربی میں سلام فرمایا۔ بادشاہ نے دریافت کیا ''یہ کون سی زبان ہے؟ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''یہ میرے چچا حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان ہے۔ پھر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بادشاہ کے سامنے عبرانی زبان میں دعا کی تو اُس نے دریافت کیا ''یہ کون سی زبان ہے؟ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''یہ میرے والدِ محترم کی زبان ہے۔ بادشاہ یہ دونوں زبانیں نہ سمجھ سکا حالانکہ وہ **70** زبانیں جانتا تھا، پھر اُس نے جس زبان میں حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے گفتگو کی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُسی زبان میں بادشاہ کو جواب دیا۔ اُس وقت حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر شریف تیس سال کی تھی، اس عمر میں علوم کی ایسی وسعت دیکھ کر بادشاہ کو بہت حیرت ہوئی اور اُس نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے برابر جگہ دی۔ بادشاہ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے درخواست کی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کے خواب کی تعبیر اپنی زبانِ مبارک سے سنائیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس خواب کی پوری تفصیل بھی سنادی کہ اس اس طرح سے اس نے خواب دیکھا تھا حالانکہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے یہ خواب اس سے پہلے تفصیل سے بیان نہ کیا گیا تھا۔ اس پر بادشاہ کو بہت تعجب ہوا اور وہ کہنے لگا ''آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تو میرا خواب جیسے میں نے دیکھا تھا ویسے ہی بیان فرمادیا، خواب کا عجیب ہونا تو اپنی جگہ لیکن آپ کا اس طرح بیان فرمادینا اس سے بھی زیادہ عجیب تر ہے، اب اس خواب کی تعبیر بھی ارشاد فرمادیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تعبیر بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا ''اب لازم یہ ہے کہ غلّے جمع کئے جائیں اور ان فراخی کے سالوں میں کثرت سے کاشت کرائی جائے اور غلّے

بالیوں کے ساتھ محفوظ رکھے جائیں اور رعایا کی پیداوار میں سے خُمس لیا جائے، اس سے جو جمع ہوگا وہ مصر اور اس کے اَطراف کے باشندوں کے لئے کافی ہوگا اور پھر خلقِ خدا ہر طرف سے تیرے پاس غلہ خریدنے آئے گی اور تیرے یہاں اتنے خزانے اور مال جمع ہو جائیں گے جو تجھ سے پہلوں کے لئے جمع نہ ہوئے۔ بادشاہ نے کہا یہ انتظام کون کرے گا؟[1] حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بادشاہ کے اس سوال کا جو جواب دیا وہ اگلی آیت میں مذکور ہے۔

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآىٕنِ الْاَرْضِۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کردے بیشک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یوسف نے فرمایا: مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردو، بیشک میں حفاظت والا، علم والا ہوں۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بادشاہ سے فرمایا: اپنی سلطنت کے تمام خزانے میرے سپرد کردے، بے شک میں خزانے کی حفاظت کرنے والا اور ان کے مَصارف کو جاننے والا ہوں۔ بادشاہ نے کہا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے زیادہ اس کا مستحق اور کون ہوسکتا ہے؟ چنانچہ بادشاہ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس مطالبے کو منظور کرلیا۔

عہدہ اور امارت کا مطالبہ کب جائز ہے؟

یاد رہے کہ احادیث میں مذکور مسائل میں جو امارت یعنی حکومت یا بڑا عہدہ طلب کرنے کی ممانعت آئی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ملک میں اہلیت رکھنے والے موجود ہوں اور اللہ تعالیٰ کے اَحکام نافذ کرنا کسی ایک شخص کے ساتھ خاص نہ ہو تو اس وقت امارت طلب کرنا مکروہ ہے لیکن جب ایک ہی شخص اہلیت رکھتا ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے کے لئے امارت طلب کرنا جائز بلکہ اسے تاکید ہے۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہی حال تھا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رسول تھے، اُمت کی ضروریات سے واقف تھے، یہ جانتے تھے کہ شدید قحط ہونے والا ہے جس میں مخلوق کو راحت اور آسائش پہنچانے کی یہی صورت ہے کہ عنانِ حکومت کو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے ہاتھ میں لیں اس لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے امارت طلب فرمائی۔

[1] ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ٥٤، ٣/٢٦-٢٧، مدارك، یوسف، تحت الآیۃ: ٥٤، ص٥٣٤-٥٣٥، ملتقطاً.

امارت سے متعلق 3 اَہم مسائل

یہاں امارت سے متعلق 3 اَہم مسائل یاد رکھئے :

(1)......عدل قائم کرنے کی نیت سے ظالم بادشاہ کی طرف سے عہدے قبول کرنا جائز ہے۔

(2)......اگر دین کے احکام کو جاری کرنا کافر یا فاسق بادشاہ کی طرف سے عہدہ لئے بغیر نہ ہوسکے گا تو اس میں اس سے مدد لینا جائز ہے۔

(3)......فخر اور تکبر کے لئے اپنی خوبیوں کو بیان کرنا ناجائز ہے لیکن دوسروں کو نفع پہنچانے یا مخلوق کے حقوق کی حفاظت کرنے کے لئے اگر اپنی خوبیوں کے اظہار کی ضرورت پیش آئے تو ممنوع نہیں اسی لئے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بادشاہ سے فرمایا کہ میں حفاظت وعلم والا ہوں۔ (1)

عہدہ قبول نہ کرنے میں عافیت کی صورت

یاد رہے کہ عدل قائم کرنے کی نیت سے ظالم بادشاہ کی طرف سے عہدے کو قبول کرنا جائز ہے اور اگر عہدہ ملنے کے باوجود عدل قائم کرسکنا ممکن نہ ہو تو ظالم بادشاہ کی طرف سے عہدہ قبول نہ کرنے میں ہی عافیت ہے اور یہی ہمارے بزرگانِ دین کا طرزِ عمل رہا ہے، چنانچہ حضرت ربیع بن عاصم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''یزید بن عمر امام اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بیتُ المال کا نگران مقرر کرنا چاہتا تھا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے انکار کر دیا تو اس نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بیس کوڑے مارے۔'' اسی طرح آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی امانت داری کی وجہ سے بادشاہ نے اپنے خزانے کی چابیاں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حوالے کرنے کا ارادہ کیا اور دھمکی دی کہ اگر انکار کیا تو وہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی پیٹھ پر کوڑے برسائے گا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اللہ تعالٰی کے عذاب پر بادشاہ کی سزا کو ترجیح دی (اور خزانے کی چابیاں نہ لیں) اسی طرح ایک مرتبہ امام اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو قاضی بننے کی دعوت دی گئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''میں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا ''اگر میں سچا ہوں تو واقعی اس کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اگر جھوٹا ہوں تو جھوٹا شخص بھی قاضی بننے کا اہل نہیں ہے۔ (2)

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۵، ۳/۲۷، مدارك، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۵، ص۵۳۵، ملتقطاً.

2 ......احیاء العلوم، کتاب العلم، الباب الثانی فی العلم المحمود والمذموم... الخ، ۱/۴۸-۴۹.

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یونہی ہم نے یوسف کو اس ملک پر قدرت بخشی اس میں جہاں چاہے رہے ہم اپنی رحمت جسے چاہیں پہنچائیں اور ہم نیکوں کا نیگ ضائع نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین میں اقتدار عطا فرمایا، اس میں جہاں چاہے رہائش اختیار کرے، ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں اور ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ: اور ایسے ہی۔﴾ یعنی جس طرح ہم نے اندھیرے کنویں سے نجات دے کر، قید خانے سے رہائی عطا فرما کر اور بادشاہ کی نگاہوں میں معزز بنا کر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر انعام فرمایا اسی طرح ہم نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مصر کی سرزمین میں اقتدار عطا فرمایا اور سب کچھ اُن کے تحتِ تَصَرُّف ہے۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بادشاہت

امارت یعنی حکومت طلب کرنے کے ایک سال بعد بادشاہ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بلا کر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تاج پوشی کی، تلوار اور مُہر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے پیش کی، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جواہرات لگے ہوئے سونے کے تخت پر تخت نشین کیا، اپنا ملک آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سپرد کیا، قطفیر یعنی عزیزِ مصر کو معزول کر کے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس کی جگہ، والی بنایا اور تمام خزانے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حوالے کر دیئے، سلطنت کے تمام اُمور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہاتھ میں دے دیئے اور خود اس طرح فرمانبردار ہو گیا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رائے میں دخل نہ دیتا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہر حکم کو مانتا۔ اسی زمانہ میں عزیزِ مصر کا انتقال ہو گیا تو بادشاہ نے زلیخا کا نکاح حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ کر دیا۔ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زلیخا کے پاس پہنچے تو اس سے فرمایا ''کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے جو تو چاہتی تھی؟ زلیخا نے عرض کی: اے صدیق! مجھے ملامت نہ کیجئے،

میں خوبرو تھی، جوان تھی، عیش میں تھی اور عزیزِ مصر عورتوں سے کوئی سروکار ہی نہ رکھتا تھا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے یہ حسن و جمال عطا کیا ہے، بس میرا دل اختیار سے باہر ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو معصوم کیا ہے اس لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام محفوظ رہے۔ مروی ہے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے زلیخا کو کنواری پایا اور اس سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دو فرزند پیدا ہوئے، ایک کا نام اِفراثیم اور دوسرے کا مِیشا تھا، یوں مصر میں آپ کی حکومت مضبوط ہوئی۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مصر میں عدل کی بنیادیں قائم کیں جس سے ہر مرد و عورت کے دل میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی محبت پیدا ہوئی۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قحط سالی کے دنوں کے لئے غلوں کے ذخیرے جمع کرنے کی تدبیر فرمائی، اس کے لئے بہت وسیع اور عالی شان گودام تعمیر فرمائے اور بہت کثیر ذخائر جمع کئے۔ جب فراخی کے سال گزر گئے اور قحط کا زمانہ آیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بادشاہ اور اس کے خادموں کے لئے روزانہ صرف ایک وقت کا کھانا مقرر فرما دیا۔ ایک روز دوپہر کے وقت بادشاہ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بھوک کی شکایت کی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''یہ قحط کی ابتدا کا وقت ہے۔ پہلے سال میں لوگوں کے پاس جو ذخیرے تھے سب ختم ہوگئے اور بازار خالی رہ گئے۔ اہلِ مصر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اپنے درہم و دینار کے بدلے میں غلے خریدنے لگے، یوں اُن کے تمام درہم و دینار حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آ گئے۔ دوسرے سال مصریوں نے زیور اور جواہرات کے بدلے میں غلوں کی خریداری کی، یوں ان کے تمام زیورات اور جواہرات حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آ گئے۔ جب لوگوں کے پاس زیور اور جواہرات میں سے کوئی چیز نہ رہی تو انہوں نے تیسرے سال چوپائے اور جانور دے کر غلہ خریدا اور یوں پورے ملک میں کوئی شخص کسی جانور کا مالک نہ رہا۔ چوتھے سال انہوں نے غلے کے لئے اپنے تمام غلام اور باندیاں بیچ ڈالیں۔ پانچویں سال اپنی تمام اَراضی، عملہ اور جاگیریں فروخت کر کے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے غلہ خریدا، اس طرح یہ تمام چیزیں حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس پہنچ گئیں۔ چھٹے سال جب ان کے پاس کوئی چیز باقی نہ رہی تو انہوں نے اپنی اولادیں بیچ دیں اور اس طرح غلے خرید کر اپنا وقت گزارا۔ ساتویں سال وہ لوگ خود بک گئے اور غلام بن گئے اس طرح مصر میں کوئی آزاد مرد باقی رہا نہ عورت، جو مرد تھا وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا غلام تھا اور جو عورت تھی وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کنیز تھی۔ اس وقت لوگوں کی زبان پر

یہ تھا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سی عظمت وجلالت کبھی کسی بادشاہ کو مُیَسَّر نہ آئی۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بادشاہ سے فرمایا ’’تم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کیسا کرم ہے اور اُس نے مجھ پر کیسا عظیم احسان فرمایا ہے؟ اب اِن لوگوں کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ بادشاہ نے عرض کی ’’جو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رائے ہو وہ ہمیں منظور ہے، ہم سب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تابع ہیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں اور تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں نے تمام اہلِ مصر کو آزاد کردیا اور اُن کے تمام اَملاک اور کل جاگیریں واپس کردیں۔ اس زمانہ میں حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کبھی شکم سیر ہوکر کھانا نہیں کھایا۔ ایک مرتبہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی گئی کہ اتنے عظیم خزانوں کے مالک ہوکر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھوکے رہتے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’میں اس اندیشے سے بھوکا رہتا ہوں کہ سیر ہوکر کہیں بھوکوں کو بھول نہ جاؤں۔ سُبْحَانَ اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ کیا پاکیزہ اَخلاق ہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ مصر کے تمام مرد وعورت کو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خریدے ہوئے غلام اور کنیزیں بنانے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام غلام کی شان میں آئے تھے اور مصر کے ایک شخص کے خریدے ہوئے ہیں بلکہ سب مصری اُن کے خریدے اور آزاد کئے ہوئے غلام ہوں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو اس حالت میں صبر کیا تھا اس کی یہ جزا دی گئی۔ [1]

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ۠(۵۷)

ع ۸ ۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک آخرت کا ثواب ان کے لیے بہتر جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک آخرت کا ثواب ان کے لیے بہتر ہے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔

﴿وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ: اور بیشک آخرت کا ثواب۔﴾ یعنی آخرت کا اجر وثواب ان کے لئے دنیا کے اجر سے بہتر ہے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے آخرت کا اجر وثواب اس سے بہت زیادہ افضل واعلیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دُنیا میں عطا فرمایا۔ [2]

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۵۶، ۳/۲۸، روح البیان، یوسف، تحت الآیة: ۵۶، ۴/۲۸۳-۲۸۴، ملتقطاً.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۵۷، ۳/۲۹.

دنیاوآخرت میں اجر

اس سے معلوم ہوا کہ مومن کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اجر عطا فرماتا ہے اور آخرت میں دنیوی اجر سے بہتر اجر عطا فرمائے گا۔ حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ مومن اپنی نیکیوں کا پھل دنیا وآخرت دونوں میں پاتا ہے اور کافر جو کچھ پاتا ہے دنیا ہی میں پاتا ہے آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ (1)

اخروی ثواب حاصل کرنے کیلئے ایمان اور نیک اعمال دونوں ضروری ہیں

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اخروی اجر وثواب حاصل کرنے کے لئے ایمان کے ساتھ ساتھ نیک اعمال ہونا بھی ضروری ہیں اس لئے فقط ایمان پر بھروسہ کر کے خود کو نیک اعمال سے بے نیاز جاننا درست نہیں، ہمارے بزرگانِ دین جن کا ایک ایک پل اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نیک اعمال میں مصروف گزرتا تھا، اس سلسلے میں ان کے حال کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ایک مرتبہ حمام میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو حمام کے مالک نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ وہ اجرت کے بغیر حمام میں داخل نہیں ہونے دے گا، یہ سن کر حضرت ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ رونے لگے اور فرمایا ''جب شیطان کے گھر میں مجھے عِوض کے بغیر داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی تو (اخلاص کے ساتھ کئے ہوئے نیک اعمال کے بغیر) مجھے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور صدیقین کے گھر (یعنی جنت) میں کس طرح داخل ہونے دیا جائے گا۔ (2)

وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یوسف کے بھائی آئے تو اس کے پاس حاضر ہوئے تو یوسف نے انہیں پہچان لیا اور وہ اس سے انجان رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یوسف کے بھائی آئے تو ان کے پاس حاضر ہوئے پس یوسف نے تو انہیں پہچان لیا اور وہ

1 ......مدارك، یوسف، تحت الآیة: ۵۷، ص۵۳۵.

2 ......روح البیان، یوسف، تحت الآیة: ۵۷، ۲۸۴/۴.

بھائی ان سے انجان رہے۔

﴾وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ : اور یوسف کے بھائی آئے۔﴿ مفسرین فرماتے ہیں کہ جب قحط کی شدت ہوئی اور بلائے عظیم عام ہوگئی، تمام شہر قحط کی سخت تر مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور ہر جانب سے لوگ غلہ خریدنے کے لئے مصر پہنچنے لگے تو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کسی کو ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ غلہ نہیں دیتے تھے تا کہ مساوات رہے اور سب کی مصیبت دور ہو۔ قحط کی جیسی مصیبت مصر اور دیگر ملکوں میں آئی، ایسی ہی کنعان میں بھی آئی اُس وقت حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنیامین کے سوا اپنے دسوں بیٹوں کو غلہ خریدنے مصر بھیجا۔ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی مصر میں حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس حاضر ہوئے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نہ پہچان سکے کیونکہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کنوئیں میں ڈالنے سے اب تک چالیس سال کا طویل زمانہ گزر چکا تھا اور ان کا خیال یہ تھا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا انتقال ہو چکا ہوگا جبکہ یہاں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تختِ سلطنت پر، شاہانہ لباس میں شوکت وشان کے ساتھ جلوہ فرما تھے اس لئے انہوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نہ پہچانا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عبرانی زبان میں گفتگو کی۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی اسی زبان میں جواب دیا، پھر فرمایا ’’تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کی ’’ہم شام کے رہنے والے ہیں، جس مصیبت میں دنیا مبتلا ہے اسی میں ہم بھی ہیں اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے غلہ خریدنے آئے ہیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’کہیں تم جاسوس تو نہیں ہو۔ انہوں نے کہا ’’ہم اللہ تعالٰی کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم جاسوس نہیں ہیں، ہم سب بھائی ہیں، ایک باپ کی اولاد ہیں، ہمارے والد بہت بزرگ، زیادہ عمر والے اور صدیق ہیں، ان کا نامِ نامی حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے اور وہ اللہ تعالٰی کے نبی ہیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’تم کتنے بھائی ہو؟ انہوں نے جواب دیا ’’ہم بارہ بھائی تھے لیکن ایک بھائی ہمارے ساتھ جنگل گیا تو وہ ہلاک ہو گیا تھا، وہ والد صاحب کو ہم سب سے زیادہ پیارا تھا۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’اب تم کتنے ہو؟ عرض کی ’’دس۔ پھر فرمایا ’’گیارہواں کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا ’’وہ والد صاحب کے پاس ہے کیونکہ ہمارا جو بھائی ہلاک ہو گیا تھا وہ اسی کا حقیقی بھائی ہے، اب والد صاحب کی اسی سے کچھ تسلی ہوتی ہے۔[1]

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۵۸، ۳/۲۹.

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِیْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْۤ اُوْفِی الْكَیْلَ وَ اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَ لَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَ اِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان کا سامان مہیا کردیا کہا اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لے آ ؤ کیا نہیں دیکھتے کہ میں پورا ماپتا ہوں اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں۔ پھر اگر اسے لے کر میرے پاس نہ آ ؤ تو تمہارے لیے میرے یہاں ماپ نہیں اور میرے پاس نہ پھٹکنا۔ بولے ہم اس کی خواہش کریں گے اس کے باپ سے اور ہمیں یہ ضرور کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب یوسف نے ان کا سامان انہیں مہیا کردیا تو فرمایا کہ اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لے آ ؤ، کیا تم یہ بات نہیں دیکھتے کہ میں ناپ مکمل کرتا ہوں اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں۔ تو اگر تم اس بھائی کو میرے پاس نہیں لاؤ گے تو تمہارے لیے میرے پاس کوئی ماپ نہیں اور نہ تم میرے قریب پھٹکنا۔ انہوں نے کہا: ہم اس کے باپ سے اس کے متعلق ضرور مطالبہ کریں گے اور بیشک ہم ضرور یہ کریں گے۔

﴿ **وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ : اور جب ان کا سامان انہیں مہیا کردیا۔** ﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُن بھائیوں کی بہت عزت کی اور بڑی خاطر ومُدارات سے اُن کی میزبانی فرمائی، ان میں سے ہر ایک کا اونٹ غلے سے بھر دیا اور سفر کے دوران جس چیز کی ضرورت درپیش ہوسکتی تھی وہ بھی عطا کردی۔‘‘ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کا سامان انہیں مہیا کردیا تو ان سے فرمایا ’’تم اپنے جس بھائی کو والدِ محترم کے پاس چھوڑ آئے ہو اسے میرے پاس لے آ ؤ، کیا تم یہ بات نہیں دیکھتے کہ میں ناپ مکمل کرتا ہوں اور اس میں کوئی کمی نہیں کرتا، اگر تم اس کو لے آ ؤ گے تو ایک اونٹ غلہ اس کے حصہ کا اور زیادہ دوں گا اور کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں، اور اگر تم اس بھائی کو میرے پاس نہیں لاؤ گے جو تمہارے والد کے پاس موجود ہے تو

تمہارے لیے میرے پاس کوئی غلہ نہیں اور نہ تم غلہ حاصل کرنے کے لئے میرے قریب پھٹکنا۔[1]

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے کہا: ہم اس کے باپ سے اس کے متعلق ضرور مطالبہ کریں گے اور خوب کوشش کریں گے یہاں تک کہ ہم اسے لے آئیں اور بیشک ہم ضرور یہ کام کریں گے جس کا آپ نے ہمیں حکم دیا ہے۔[2]

وَ قَالَ لِفِتْیٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یوسف نے اپنے غلاموں سے کہا ان کی پونجی ان کی خرجیوں میں رکھ دو شاید وہ اسے پہچانیں جب اپنے گھر کی طرف لوٹ کر جائیں شاید وہ واپس آئیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یوسف نے اپنے غلاموں سے فرمایا: ان کی رقم (بھی) ان کی بوریوں میں واپس رکھ دو تاکہ جب یہ اپنے گھر واپس لوٹ کر جائیں تو اسے پہچان لیں تاکہ یہ واپس آئیں۔

﴿وَقَالَ لِفِتْیٰنِهِ: اور اپنے غلاموں سے فرمایا۔﴾ یعنی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ ان لوگوں نے غلے کی جو قیمت دی ہے، غلے کے ساتھ ساتھ وہ رقم بھی ان کی بوریوں میں واپس رکھ دو تاکہ جب وہ اپنا سامان کھولیں تو اپنی جمع شدہ رقم انہیں مل جائے اور قحط کے زمانے میں کام آئے، نیز یہ رقم پوشیدہ طور پر اُن کے پاس پہنچے تاکہ اُنہیں لینے میں شرم بھی نہ آئے اور یہ کرم و احسان دوبارہ آنے کے لئے اُن کی رغبت کا باعث بھی ہو۔[3]

ضرورت کے وقت رشتہ داروں کی مدد کرنے کی ترغیب

اس سے معلوم ہوا کہ جب رشتہ داروں کو کسی چیز کی حاجت اور ضرورت ہو تو اس میں ان کی مدد کرنی چاہئے، قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں باقاعدہ اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے، چنانچہ رشتہ داروں کو دینے سے متعلق اللہ تعالٰی

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۹-۶۰، ۳/۲۹-۳۰.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۶۱، ۳/۳۰.

3 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۶۲، ۳/۳۰، ملخصاً.

ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ ۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک اللہ عدل اوراحسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو دینار تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے اور جو دینار تو (غلام کی) گردن آزاد کرنے میں خرچ کرے اور جو دینار تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور جو دینار تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے ان سب میں زیادہ ثواب اس کا ہے جو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے۔ [2]

حضرت سلمان بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''عام مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور وہ ہی صدقہ اپنے رشتہ دار پر کرنا دو صدقے ہیں ایک صدقہ اور دوسرا صلہ رحمی۔ [3]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے اُمتِ محمد! قسم ہے اُس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا، اللہ تعالیٰ اس شخص کے صدقہ کو قبول نہیں فرماتا، جس کے رشتہ دار اس کے سلوک کرنے کے محتاج ہوں اور یہ غیروں کو دے، قسم ہے اُس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر نہ فرمائے گا۔ [4]

اللہ تعالیٰ ہمیں ضرورت مند رشتہ داروں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

رشتہ داروں کی مدد کرنے کا بہترین طریقہ

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی رشتہ دار کی مالی یا کوئی اور مدد کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس انداز میں اس

1 ......نحل: ۹۰.

2 ......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک... الخ، ص۴۹۹، الحدیث: ۳۹(۹۹۵).

3 ......ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ، ۲/۱۴۲، الحدیث: ۶۵۸.

4 ......معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ مقدام، ۶/۲۹۶، الحدیث: ۸۸۲۸.

تک رقم یا کوئی اور چیز پہنچائی جائے جس میں اسے لیتے ہوئے شرم بھی محسوس نہ ہو اور اس کی غیرت وخودداری پر بھی کوئی حرف نہ آئے۔حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''سات شخص ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ اس دن سایہ کرے گا جس دن اُس کے (عرش کے) سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔(ان میں سے ایک) وہ شخص ہے جس نے کچھ صدقہ کیا اور اسے اتنا چھپایا کہ بائیں کو بھی خبر نہ ہوئی کہ دائیں نے کیا خرچ کیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن مبارک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اپنے شاگرد پر خفیہ احسان

ہمارے بزرگانِ دین اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں کی امداد کس طرح کیا کرتے تھے اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مبارک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اکثر ''طَرَسُوْس'' کی طرف جاتے اور وہاں ایک مسافر خانے میں ٹھہرتے، ایک نوجوان آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث سنا کرتا، جب بھی آپ ''رِقَّہ'' (نامی شہر میں) تشریف لاتے تو وہ نوجوان حاضرِ خدمت ہو جاتا۔ایک مرتبہ جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ''رِقَّہ'' پہنچے تو اس نوجوان کو نہ پایا۔اس وقت آپ جلدی میں تھے کیونکہ مسلمانوں کا ایک لشکر جہاد کے لئے گیا ہوا تھا اور آپ بھی اس میں شرکت کے لئے آئے تھے۔چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (اس کی معلومات کرنے کی بجائے) لشکر میں شامل ہو گئے۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ غازی بن کر واپس طَرَسُوْس آئے اور ''رِقَّہ'' پہنچ کر اپنے اس نوجوان شاگرد کے بارے میں پوچھا تو پتا چلا کہ نوجوان مقروض تھا اور اس کے پاس اتنی رقم نہ تھی کہ وہ قرض ادا کرتا لہٰذا قرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔جب آپ کو یہ معلوم ہوا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: ''میرے اس نوجوان شاگرد پر کتنا قرض تھا؟ کہا گیا کہ ''دس ہزار درہم۔آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پوچھتے پوچھتے قرض خواہ کے گھر پہنچے، اسے دس ہزار درہم دے کر اپنے شاگرد کی رہائی کا مطالبہ کیا اور کہا ''**جب تک میں زندہ رہوں اس وقت تک کسی کو بھی اس واقعہ کی خبر نہ دینا۔**پھر راتوں رات آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہاں سے رخصت ہو گئے۔قرض خواہ نے صبح ہوتے ہی مقروض نوجوان کو رہا کر دیا۔نوجوان جب باہر آیا تو لوگوں نے اس سے کہا: حضرت عبداللہ بن مبارک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ کے متعلق پوچھ رہے تھے، اور اب وہ واپس جا چکے ہیں۔یہ سن کر نوجوان آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تلاش میں نکل پڑا اور تین دن کی مسافت طے کر کے آپ کے پاس پہنچا۔آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے دیکھا تو پوچھا: ''اے نوجوان! تم کہاں تھے؟ میں

1 ......بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ... الخ، ۱/۲۳۶، الحدیث: ٦٦٠.

نے تمہیں مسافر خانے میں نہیں پایا۔نوجوان نے کہا: ’’اے ابوعبدالرحمٰن! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، مجھے قرض کے عوض قید کرلیا گیا تھا۔آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا ’’ پھر تمہاری رہائی کا کیا سبب بنا؟ نوجوان نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی نیک بندے نے میرا قرض ادا کردیا، اس طرح مجھے رہائی مل گئی۔آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ’’اے نوجوان! اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرو کہ اس نے کسی کو تیرا قرض ادا کرنے کی توفیق دی اور تجھے رہائی عطا فرمائی۔راوی کہتے ہیں: جب تک حضرت عبداللہ بن مبارک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ زندہ رہے تب تک اس قرض خواہ نے کسی کو بھی خبر نہ دی کہ نوجوان کا قرض کس نے ادا کیا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے وصال کے بعد اس نے سارا واقعہ لوگوں کو بتا دیا۔ (1)

فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ کر گئے بولے اے ہمارے باپ ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے تو ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ غلہ لائیں اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ کر گئے تو کہنے لگے: اے ہمارے باپ! ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے لہٰذا ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تا کہ ہم غلہ لاسکیں اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے۔

﴿ **فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْهِمْ: پھر جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ کر گئے۔** ﴾ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی اپنے والدِ محترم حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس لوٹ کر گئے تو بادشاہ کے حسنِ سلوک اور اس کے احسان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اُس نے ہماری وہ عزت وتکریم کی کہ اگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے کوئی ہوتا تو وہ بھی ایسا نہ کرسکتا۔حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’اب اگر تم بادشاہِ مصر کے پاس جاؤ تو میری طرف سے سلام پہنچانا اور کہنا کہ ہمارے والد تیرے حق میں تیرے اس سلوک کی وجہ سے دعا کرتے ہیں۔انہوں نے عرض کی

1 ......عیون الحکایات، الحکایة الرابعة والسبعون بعد المائتین، ص۲۵۴-۲۵۵.

’’اے ہمارے باپ! شاہِ مصر نے ہم سے کہہ دیا ہے کہ اگر ہم بنیامین کو نہ لے کر آئے تو آئندہ ہمیں غلہ نہیں ملے گا اس لئے اب بنیامین کا جانا ضروری ہے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تا کہ ہم غلہ لاسکیں، ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے اور انہیں بخیریت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس واپس لائیں گے۔[1]

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنْتُكُمْ عَلٰۤى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا کیا اس کے بارے میں تم پر ویسا ہی اعتبار کرلوں جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یعقوب نے فرمایا: کیا اس کے بارے میں تم پر ویسا ہی اعتبار کرلوں جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا تو اللہ سب سے بہتر حفاظت فرمانے والا ہے اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں کی یہ بات سن کر حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’میں اپنے بیٹے بنیامین کے بارے میں تمہارا اعتبار کیسے کرلوں حالانکہ اس کے بھائی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ تم نے جو کچھ کیا وہ جانتے ہو اور اب بنیامین کے بارے میں بھی ویسی ہی بات کر رہے ہو، تمہارے بنیامین کی حفاظت کرنے کے مقابلے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت سب سے بہتر ہے اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے۔[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت سب سے بہتر ہے

مخلوق کے مقابلے میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہی سب سے بہتر ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی جان، مال، اولاد اور دین وایمان وغیرہ کی حفاظت سے متعلق حقیقی اعتماد اور بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہی کرے کیونکہ دیگر لوگ

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ٦٣، ٣/ ٣٠.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ٦٤، ٣/ ٣٠.

حفاظت کے معاملے میں آلات اور اسباب کے محتاج ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ تمام اُمور اور ہر طرح کے حالات میں اسباب وآلات سے غنی اور بے نیاز ہے اور جن کی حفاظت اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ کرم پر لے لے،، یا،، جنہیں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دیا جائے ان کی حفاظت سے متعلق دو حیرت انگیز واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب قضاءِ حاجت کا ارادہ فرماتے تو (آبادی سے کافی) دور تشریف لے جاتے، ایک دن آپ قضاءِ حاجت کے لئے تشریف لائے، پھر وضو فرمایا اور ایک موزہ پہن لیا تو اچانک ایک سبز رنگ کا پرندہ آیا اور دوسرے موزے کو لے کر بلند ہوگیا، پھر اس نے موزے کو پھینکا تو اس میں سے ایک سیاہ رنگ کا سانپ نکلا، (یہ دیکھ کر) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''یہ وہ اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ پھر آپ نے کہا'' **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَنْ یَمْشِیْ عَلٰی بَطْنِہٖ وَمِنْ شَرِّ مَنْ یَمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ وَمِنْ شَرِّ مَنْ یَمْشِیْ عَلٰی اَرْبَعٍ** '' اے اللہ! میں اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو اپنے پیٹ پر چلتا ہے اور اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو دو ٹانگوں پر چلتا ہے اور اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو چار ٹانگوں پر چلتا ہے۔ [1]

(2)......حضرت زید بن اسلم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میرے والد نے بتایا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لوگوں کے درمیان جلوہ فرما تھے کہ اچانک ہمارے قریب سے ایک شخص گزرا جس نے اپنے بچے کو کندھوں پر بٹھا رکھا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جب ان باپ بیٹے کو دیکھا تو فرمایا ''جتنی مشابہت ان دونوں میں پائی جارہی ہے میں نے آج تک ایسی مشابہت اور کسی میں نہیں دیکھی۔ یہ سن کر اس شخص نے عرض کی: 'اے امیر المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، میرے اس بچے کا واقعہ بہت عجیب وغریب ہے، اس کی ماں کے فوت ہونے کے بعد اس کی ولادت ہوئی ہے۔ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''پورا واقعہ بیان کرو۔ وہ شخص عرض کرنے لگا: اے امیر المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، میں جہاد کے لئے جانے لگا تو اس کی والدہ حاملہ تھی، میں نے جاتے وقت دعا کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میری زوجہ کے پیٹ میں جو حمل ہے میں اُسے تیرے حوالے کرتا ہوں، تو ہی اس کی حفاظت فرمانا۔ یہ دعا کر کے میں جہاد کے لئے روانہ ہوگیا، جب میں واپس آیا تو مجھے بتایا گیا کہ میری زوجہ کا انتقال ہوگیا ہے، مجھے بہت افسوس ہوا۔ ایک رات میں نے

1......معجم الاوسط، باب الهاء، ذكر من اسمه هاشم، ٦/٤٣٢، الحديث: ٩٣٠٤.

اپنے چچازاد بھائی سے کہا: مجھے میری بیوی کی قبر پر لے چلو۔ چنانچہ ہم جنت البقیع میں پہنچے اور اس نے میری بیوی کی قبر کی نشاندہی کی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ قبر سے روشنی کی کرنیں باہر آرہی ہیں۔ میں نے اپنے چچازاد بھائی سے کہا: یہ روشنی کیسی ہے؟ اس نے جواب دیا: اس قبر سے ہر رات اسی طرح روشنی ظاہر ہوتی ہے، نہ جانے اس میں کیا راز ہے؟ جب میں نے یہ سنا تو ارادہ کیا کہ میں ضرور اس قبر کو کھود کر دیکھوں گا۔ چنانچہ میں نے پھاوڑا منگوایا اور ابھی قبر کھودنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ قبر خود بخود کھل گئی۔ جب میں نے اس میں جھانکا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی **قدرت کا کرشمہ** نظر آیا کہ یہ میرا بچہ اپنی ماں کی گود میں بیٹھا کھیل رہا تھا، جب میں قبر میں اترا تو کسی ندا دینے والے نے ندا دی "**تو نے جو امانت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس رکھی تھی وہ تجھے واپس کی جاتی ہے، جا! اپنے بچے کو لے جا، اگر تو اس کی ماں کو بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر جاتا تو اسے بھی صحیح و سلامت پاتا۔**" پس میں نے اپنے بچے کو اٹھایا اور قبر سے باہر نکالا، جیسے ہی میں قبر سے باہر نکلا تو قبر پہلے کی طرح دوبارہ بند ہوگئی۔ (1)

یہاں یہ بات یاد رہے کہ جان و مال کی حفاظت کے ظاہری اسباب اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسہ کرنے کے خلاف نہیں کیونکہ تَوَکُّل نام ہی اسی چیز کا ہے کہ اسباب اختیار کر کے نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے، لہٰذا جن لوگوں نے اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے سیکیورٹی گارڈز رکھے یا دیگر اسباب اختیار کئے تو ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسہ نہیں۔

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا اپنی پونجی پائی کہ ان کو پھیر دی گئی ہے بولے اے ہمارے باپ اب ہم اور کیا چاہیں یہ ہے ہماری پونجی کہ ہمیں واپس کردی گئی اور ہم اپنے گھر کے لیے غلہ لائیں اور اپنے بھائی کی

(1)......عیون الحکایات، الحکایة الثانیة والسبعون، ص۹۵.

حفاظت کریں اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں یہ دینا بادشاہ کے سامنے کچھ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو اپنی رقم کو بھی موجود پایا کہ انہیں وہ رقم بھی واپس کردی گئی ہے۔ کہنے لگے: اے ہمارے باپ! اب ہمیں اور کیا چاہیے۔ یہ ہماری رقم ہے جو ہمیں واپس کردی گئی ہے اور ہم اپنے گھر کے لیے غلہ لائیں اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں ، یہ بہت آسان بوجھ ہے۔

﴿**وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ: اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا۔**﴾ یعنی جب انہوں نے اپنا وہ سامان کھولا جو مصر سے لائے تھے تو اس میں اپنی رقم کو بھی موجود پایا جو انہیں واپس کردی گئی تھی، رقم دیکھ کر کہنے لگے ''اے ہمارے والد محترم! اس سے زیادہ کرم واحسان اور کیا ہوگا کہ بادشاہ نے سامان کے ساتھ وہ رقم بھی ہمیں واپس کردی ہے جو ہم نے سامان کی قیمت کے طور پر دی تھی لہٰذا آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ہمارے بھائی کو ساتھ جانے کی اجازت دے دیں تاکہ ہم جائیں اور اپنے گھر والوں کے لیے غلہ خرید کر لائیں اور ہم اپنے بھائی بنیامین کی حفاظت کریں گے اور ہم اپنے بھائی کی وجہ سے اس کے حصے کا، ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں ، یہ اونٹ کے بوجھ کا غلہ دینا بادشاہ کے لئے بہت آسان بوجھ ہے کیونکہ اس نے ہم پر اس سے زیادہ کرم واحسان فرمایا ہے۔ (1)

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللّٰہ کا یہ عہد نہ دے دو کہ ضرور اسے لے کر آؤ گے مگر یہ کہ تم گھر جاؤ پھر جب انہوں نے یعقوب کو عہد دے دیا کہا اللّٰہ کا ذمہ ہے ان باتوں پر جو ہم کہہ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یعقوب نے فرمایا: میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللّٰہ کا یہ عہد نہ دیدو کہ تم ضرور اسے (واپس) لے کر آؤ گے سوائے اس کے کہ تم (کسی بڑی مصیبت میں) گھر جاؤ پھر انہوں نے یعقوب کو عہد

(1)......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۶۵، ۳/ ۳۱.

دیدیا تو یعقوب نے فرمایا: جو ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا ''میں اس وقت تک ہرگز بنیامین کو تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ عہد نہ دو کہ تم ضرور اسے واپس بھی لے کر آؤ گے سوائے اس کے کہ تمہارا انتقال ہو جائے یا تم مغلوب ہو جاؤ اور بنیامین کو لے کر آنا تمہاری طاقت سے باہر ہو جائے۔ جب انہوں نے حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر عہد دے دیا تو حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''جو ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نگہبان ہے۔[1]

ظاہری اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس سے معلوم ہوا کہ ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا توکل کے خلاف نہیں لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اس عالَم میں موجود معتبر اسباب اختیار کرے اور صرف ان اسباب کو اختیار کرنے اور ان ہی پر بھروسہ کرنے کو کافی نہ سمجھے بلکہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ اور اس کی تقدیر کی طرف متوجہ رکھے، اللہ تعالیٰ پر اور اس کی تدبیر پر اعتماد رکھے اور اس کے سوا ہر چیز سے اپنی امید ختم کر دے۔[2]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اسباب ترک کر دینا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف اور اس کے طریقے سے جہالت ہے اور جب آدمی اسباب کی بجائے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کے طریقے کے مطابق عمل کرے تو یہ بات توکل کے خلاف نہیں۔[3]

وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾

---

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ٦٦، ٣١/٣.

2 ......روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ٦٦، ٢٩١/٤-٢٩٢.

3 ......احیاء العلوم، کتاب التوحید والتوکل، الفن الاول فی جلب النافع، الدرجۃ الثانیۃ، ٣٢٩/٤.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہا اے میرے بیٹو ایک دروازے سے نہ داخل ہونا اور جدا جدا دروازوں سے جانا اور میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا حکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ چاہیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرمایا: اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے نہ داخل ہونا اور جدا جدا دروازوں سے جانا، میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا، حکم تو اللہ ہی کا چلتا ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

﴿وَقَالَ: اور فرمایا۔﴾ جب حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹے مصر جانے کے ارادے سے نکلے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سب بیٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اے میرے بیٹو! مصر میں ایک دروازے سے نہ داخل ہونا بلکہ جدا جدا دروازوں سے جانا تاکہ بری نظر لگنے سے محفوظ رہو۔ [1]

یاد رہے کہ پہلی مرتبہ جب یہ لوگ مصر گئے تھے تو اس وقت حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ نہیں فرمایا تھا کیونکہ اس وقت تک کوئی یہ نہ جانتا تھا کہ یہ سب بھائی اور ایک باپ کی اولاد ہیں لیکن اب چونکہ جان چکے تھے اس لئے بری نظر لگ جانے کا اِحتمال تھا اس وجہ سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سب کو علیحدہ علیحدہ ہو کر داخل ہونے کا حکم دیا۔ [2]

مصیبتوں سے بچنے کی تدبیریں اختیار کرنا انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا طریقہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ آفتوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کی تدبیر کرنا اور مناسب احتیاطیں اختیار کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا طریقہ ہے، سیِّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آفتوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لئے خود بھی مناسب تدبیریں فرمایا کرتے اور دوسروں کو بھی بتایا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ امام حسن اور امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا پر یہ کلمات پڑھ کر پھونکا کرتے اور فرماتے ''تمہارے جدِ امجد بھی حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر یہ کلمات (پڑھ کر) دم کیا کرتے تھے ''اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَھَامَّۃٍ ، وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ''۔ [3]

اور حضرت عابس جُہنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

---

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ٦٧، ٣/٣١.

2 ......صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ٦٧، ٣/٩٦٨-٩٦٩.

3 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ١١-باب، ٢/٤٢٩، الحدیث: ٣٣٧١.

فرمایا ’’میں تمہیں وہ کلمات نہ بتاؤں جو (شریر جنّات اور نظرِ بد سے) اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے میں سب سے افضل ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیوں نہیں (آپ ضرور بتائیے) ارشاد فرمایا ’’وہ کلمات یہ دونوں سورتیں ہیں (1) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ (2) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔[1]

بری نظر سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بری نظر سے بچنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے کیونکہ اس سے نقصان پہنچ سکتا ہے، بری نظر سے متعلق حدیث پاک میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’نظر حق ہے، اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کرسکتی ہے تو وہ نظر ہے اور جب تم سے (نظر کے علاج کے لئے) غسل کرنے کا کہا جائے تو غسل کرلو۔[2]

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، بے شک بری نظر مرد کو قبر میں اور اونٹ کو ہنڈیا میں پہنچا دیتی ہے۔[3]

بری نظر کا علاج

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جنّات اور انسانوں کی بری نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ سورۂ فلق اور سورۂ ناس نازل ہوئیں، جب یہ سورتیں نازل ہوئیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان دونوں کو اختیار فرمالیا اور دیگر دعاؤں کو چھوڑ دیا۔[4]

مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ارشاد فرماتے ہیں کہ بدنظری سے بچنے کے لئے یہ آیتِ کریمہ (بھی) اکسیر ہے ’’وَ اِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ‘‘[5]

---

1 ......سنن نسائی، کتاب الاستعاذة، ۱-باب، ص۸۶۲، الحدیث: ۵۴۴۲.

2 ......مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، ص۱۲۰۲، الحدیث: ۴۲(۲۱۸۸).

3 ......مسند الشهاب، ۶۷۸- انّ العین لتدخل الرجل القبر، ۲/۱۴۰، الحدیث: ۱۰۵۹.

4 ......ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی الرقیة بالمعوّذتین، ۴/۱۳، الحدیث: ۲۰۶۵.

5 ......القلم ۵۱، مراٰۃ المناجیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الاول، ۶/۱۹۵، تحت الحدیث: ۴۳۲۶۔

﴿وَمَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ: اور میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا۔﴾ یعنی جس چیز کی طرف میں نے تمہیں اشارہ دیا وہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر فرما دی ہے تو میں تمہیں اس سے بچا نہیں سکتا کیونکہ تدبیر تقدیر کو نہیں ٹال سکتی، میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے، میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اپنی اس بات پر بھروسہ نہیں کرتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے کیونکہ توکل کے ساتھ اسباب اختیار کرنا اسباب چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔ (1)

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کے ساتھ اسباب اختیار کرنے سے توکل میں کوئی فرق نہیں پڑتا وہ اپنی جگہ برقرار رہتا ہے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾

ع ۸ / ۱۱ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے حکم دیا تھا وہ کچھ انہیں اللہ سے بچا نہ سکتا ہاں یعقوب کے جی کی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کر لی اور بیشک وہ صاحبِ علم ہے ہمارے سکھائے سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب وہ وہیں سے داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے حکم دیا تھا، وہ انہیں اللہ سے کچھ بچا نہ سکتے تھے البتہ یعقوب کے دل میں ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کر لی اور بیشک وہ صاحب علم تھا کیونکہ ہم نے اسے تعلیم دی تھی مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

﴿وَلَمَّا دَخَلُوْا: اور جب وہ داخل ہوئے۔﴾ آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بیٹوں کا مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہونا ان سے وہ چیز دور نہیں کر سکتا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقدر فرما دی ہے، اللہ تعالیٰ کی

1 ......بیضاوی، یوسف، تحت الآیة: ۶۷، ۳/۲۹۹، صاوی، یوسف، تحت الآیة: ۶۷، ۳/۹۶۹، ملتقطاً.

تقدیر کو دیکھا جائے تو ان کا ایک ہی دروازے سے داخل ہونا یا مختلف دروازوں سے داخل ہونا دونوں برابر ہے، ان کا مختلف دروازوں سے جانا اگرچہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو نہیں ٹال سکتا لیکن بدنظری سے بچنے کی یہ تدبیر اختیار کرنا حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دل کی ایک تمنا تھی جو انہوں نے پوری کر لی۔ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صاحبِ علم تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تعلیم دی تھی مگر اکثر لوگ وہ علم نہیں جانتے جو اللہ تعالیٰ اپنے چنے ہوئے بندوں کو دیتا ہے۔ [1]

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب وہ یوسف کے پاس گئے اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی کہا یقین جان میں ہی تیرا بھائی ہوں تو یہ جو کچھ کرتے ہیں اس کا غم نہ کھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب وہ سب بھائی یوسف کے پاس گئے تو یوسف نے اپنے سگے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی (اور) فرمایا: بیشک میں تیرا حقیقی بھائی ہوں تو اس پر غمگین نہ ہونا جو یہ کررہے ہیں۔

﴿وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ: اور جب وہ یوسف کے پاس گئے۔﴾ یعنی جب وہ سارے بھائی حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس گئے اور اُنہوں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس اپنے بھائی بنیامین کو لے آئے ہیں تو حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ”تم نے بہت اچھا کیا، پھر انہیں عزت کے ساتھ مہمان بنایا اور جابجا دسترخوان لگائے گئے اور ہر دسترخوان پر دو دو بھائیوں کو بٹھایا گیا۔ بنیامین اکیلے رہ گئے تو وہ رو پڑے اور کہنے لگے ”اگر میرے بھائی حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زندہ ہوتے تو وہ مجھے اپنے ساتھ بٹھاتے۔ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ ”تمہارا ایک بھائی اکیلا رہ گیا ہے، یہ فرما کر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنیامین کو اپنے دسترخوان پر بٹھالیا اور اس سے فرمایا ”تمہارے فوت شدہ بھائی کی جگہ میں تمہارا بھائی ہو جاؤں تو کیا تم پسند کرو گے؟ بنیامین نے کہا ”آپ جیسا بھائی کس کو مُیَسَّر آئے گا! لیکن

1 ......جلالین مع صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ٦٨، ٣/٩٦٩.

حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا فرزند اور (حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ) راحیل کا نورِ نظر ہونا آپ کو کیسے حاصل ہوسکتا ہے! یہ سن کر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رو پڑے اور بنیامین کو گلے سے لگایا اور فرمایا: بیشک میں تیرا حقیقی بھائی یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہوں، تم اس پر غمگین نہ ہونا جو یہ کررہے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں بھلائی کے ساتھ جمع فرمادیا اور ابھی اس راز کی اپنے بھائیوں کو اطلاع نہ دینا۔ یہ سن کر بنیامین فرطِ مُسرّت سے بے خود ہوگئے اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہنے لگے ’’اب میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’والد صاحب کو میری جدائی کا بہت غم پہنچ چکا ہے، اگر میں نے تمہیں بھی روک لیا تو انہیں اور زیادہ غم ہوگا اور آپ کو روکنے کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت بھی نہیں کہ آپ کی طرف کوئی غیر پسندیدہ بات منسوب کر دی جائے۔ بنیامین نے کہا ’’اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (1)

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ان کا سامان مہیا کردیا پیالہ اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا پھر ایک منادی نے ندا کی اے قافلہ والو! بیشک تم چور ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب انہیں ان کا سامان مہیا کردیا تو اپنے بھائی کی بوری میں پیالہ رکھ دیا پھر ایک منادی نے ندا کی: اے قافلے والو! بیشک تم چور ہو۔

﴿فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ: پھر جب انہیں ان کا سامان مہیا کردیا۔﴾ یعنی پھر جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں ان کا سامان مہیا کردیا اور ان میں سے ہر ایک کو ایک اونٹ کا بوجھ غلہ دیدیا اور ایک اونٹ کا بوجھ بنیامین کے لئے خاص کردیا تو اپنے بھائی بنیامین کی بوری میں بادشاہ کا وہ پیالہ رکھ دیا جس میں وہ پانی پیتا تھا، وہ پیالہ سونے کا تھا اور اس میں

1 ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ٦٩، ص٥٣٨-٥٣٩.

جواہرات لگے ہوئے تھے اوراس وقت اس پیالے سے غلہ ناپنے کا کام لیا جاتا تھا۔ قافلہ کنعان جانے کے ارادے سے روانہ ہو گیا۔ جب قافلہ شہر سے باہر جا چکا تو انبار خانہ کے کارکنوں کو معلوم ہوا کہ پیالہ نہیں ہے، اُن کے خیال میں یہی آیا کہ یہ پیالہ قافلے والے لے گئے ہیں، چنانچہ اُنہوں نے اس کی جستجو کے لئے آدمی بھیجے، ان میں سے ایک مُنادی نے ندا کی: اے قافلے والو! بیشک تم چور ہو۔[1]

قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَّا ذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اوران کی طرف متوجہ ہوئے تم کیا نہیں پاتے۔ بولے بادشاہ کا پیمانہ نہیں ملتا اور جو اسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ ہے اور میں اس کا ضامن ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے پکارنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: کیا چیز تمہیں نہیں مل رہی؟ ندا کرنے والوں نے کہا: ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا اور جو اُسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ (انعام) ہے اور میں اس کا ضامن ہوں۔

﴿قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ: ندا کرنے والوں نے کہا: ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا۔﴾ ندا کرنے والوں نے انہیں جواب دیا کہ ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا اور جو ہمارے تلاشی لینے سے پہلے ہی اسے ظاہر کر دے گا یا اسے چوری کرنے والے کے بارے میں ہمیں بتائے گا تو اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ انعام ہے اور اسے دلانے کا میں ضامن ہوں۔[2]

اس آیت سے ثابت ہوا کہ کفالت جائز ہے، حدیث پاک سے بھی اس کا جواز ثابت ہے، جیسا کہ حضرت ابوامامہ باہلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کفیل بننے والا

1 ......روح البیان، یوسف، تحت الآیة: ۷۰، ۲۹۸/۴، خازن، یوسف، تحت الآیة: ۷۰، ۳۳/۳-۳۴، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، یوسف، تحت الآیة: ۷۲، ۲۹۹/۴.

قرضدار ہے۔[1] نیز اس کے جائز ہونے پر اجماع بھی منعقد ہے۔

کفالت کا معنی

شریعت کی اصطلاح میں کفالت کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص اپنے ذمہ کو دوسرے کے ذمہ کے ساتھ مطالبہ میں ضَم کر دے (یعنی مطالبہ ایک شخص کے ذمہ تھا اور دوسرے نے بھی مطالبہ اپنے ذمہ لے لیا۔)[2]

مشورہ: کفالت کے مسائل کی تفصیلی معلومات کیلئے بہارِ شریعت حصہ **12** سے **''کفالت کا بیان''** کا مطالعہ کیجئے۔

ضمانت دینے کی ترغیب

ہمیں بھی چاہئے کہ اگر کوئی مسلمان بھائی قرض یا کسی اور مصیبت میں گرفتار ہو تو ممکنہ بہتر صورت میں اس کی ضمانت دے کر اس کی مصیبت دور کرنے کی کوشش کریں اس سلسلے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی سیرت سے ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

حضرت عبداللّٰہ بن ابوقتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں ایک شخص کو لایا گیا تا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم خود اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لو کیونکہ اس پر قرض ہے۔ حضرت ابوقتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: وہ قرض (ادا کرنا) میرے ذمے ہے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے دریافت فرمایا ''تم وہ قرض ادا کرو گے؟ انہوں نے عرض کی: میں وہ قرض پورا ادا کروں گا، تب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس شخص کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔[3]

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَ مَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ

1 ......ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء انّ العاریة مؤدّاة، ۳/۳۴، الحدیث: ۱۲۶۹.

2 ......ردّ المحتار مع الدرّالمختار، کتاب الکفالة، ۷/۵۸۹.

3 ......ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الصلاة علی المدیون، ۲/۳۳۶، الحدیث: ۱۰۷۱.

وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے خدا کی قسم تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہ آئے اور نہ ہم چور۔ بولے پھر کیا سزا ہے اس کی اگر تم جھوٹے ہو۔ بولے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے اسباب میں ملے وہی اس کے بدلے میں غلام بنے ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں۔ اعلان کرنے والوں نے کہا: اگر تم جھوٹے ہوئے تو اس کی سزا کیا ہوگی؟ انہوں نے کہا: اِس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں (وہ پیالہ) ملے وہی خود اس کا بدلہ ہوگا۔ ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے۔

﴿**قَالُوْا: اعلان کرنے والوں نے کہا۔**﴾ ارشاد فرمایا کہ اعلان کرنے والوں نے کہا ''اگر تم اس بات میں جھوٹے ہوئے اور پیالہ تمہارے پاس نکلے تو اس کی سزا کیا ہوگی؟[1]

﴿**قَالُوْا: انہوں نے کہا۔**﴾ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے کہا ''اِس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں وہ پیالہ ملے تو اِس کے بدلے میں وہ اپنی گردن چیز کے مالک کے سپرد کردے اور وہ مالک ایک سال تک اسے غلام بنائے رکھے۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت میں چونکہ چوری کی یہی سزا مقرر تھی اس لئے انہوں نے کہا کہ ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے۔[2] پھر یہ قافلہ مصر لایا گیا اور ان صاحبوں کو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دربار میں حاضر کیا گیا۔

فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ

1 ……مدارك، يوسف، تحت الآية: ٧٤، ص٥٣٩.

2 ……خازن، يوسف، تحت الآية: ٧٥، ٣/٣٤-٣٥.

يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اول ان کی خرجیوں سے تلاشی شروع کی اپنے بھائی کی خرجی سے پہلے پھر اسے اپنے بھائی کی خرجی سے نکال لیا ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی بادشاہی قانون میں اسے نہیں پہنچتا تھا کہ اپنے بھائی کو لے لے مگر یہ کہ خدا چاہے ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو حضرت یوسف نے اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے دوسروں کی تلاشی لینا شروع کی پھر اس پیالے کو اپنے بھائی کے سامان سے نکال لیا۔ ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی تھی۔ بادشاہی قانون میں اس کیلئے درست نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو لے لے مگر یہ کہ اللّٰہ چاہے۔ ہم جسے چاہتے ہیں درجوں بلند کردیتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔

﴿فَبَدَاَ: تو تلاشی لینا شروع کی۔﴾ یعنی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے بھائی بنیامین کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے دوسروں کے سامان کی تلاشی لینا شروع کی، تلاشی لیتے ہوئے جب بنیامین کے سامان تک پہنچے تو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''میرا گمان ہے کہ پیالہ اس کے ہی سامان میں ہوگا۔ بھائیوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم اسے نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کے سامان کی تلاشی نہ لے لیں، اسی میں آپ کے لئے اور ہمارے لئے بہتری ہے۔ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنیامین کے سامان کی تلاشی لی تو پیالے کو اس کے سامان سے برآمد کرلیا۔[1]

شرعی حیلے درست ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ شرعی حیلے درست ہیں کیونکہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنیامین کو روکنے کا ایک حیلہ ہی اختیار فرمایا اور یہ بالکل جائز حیلہ تھا کسی پر ظلم نہ تھا۔

﴿كَذٰلِكَ: اسی طرح۔﴾ یعنی اپنے بھائی کو لینے کی ہم نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہی تدبیر بتائی تھی کہ

[1] ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ۷۶، ص۵۳۹-۵۴۰.

اس معاملہ میں بھائیوں سے اِستفسار کریں تاکہ وہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت کا حکم بتائیں جس سے بھائی مل سکے۔ بادشاہی قانون میں حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کیلئے درست نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو لے لیں کیونکہ بادشاہِ مصر کے قانون میں چوری کی سزا مارنا اور دگنا مال لے لینا مقرر تھی۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت سے ہوئی کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دل میں ڈال دیا کہ سزا بھائیوں سے دریافت کریں اور بھائیوں کے دل میں ڈال دیا کہ وہ اپنی سنت اور طریقے کے مطابق جواب دیں۔[1]

﴿ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ : اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔﴾ اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی علماء تھے اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان سے زیادہ علم والے تھے۔[2] خیال رہے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس حیلہ میں نہ تو جھوٹ بولا کیونکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خادم نے کہا تھا کہ تم چور ہو اور خادم بے خبر تھا، نہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھائی پر چوری کا بہتان لگایا، بلکہ جو کچھ کیا گیا خود بنیامین کے مشورہ سے کیا گیا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی اور فرمایا **"كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ"** یہ تدبیر یوسف کو ہم نے سکھائی۔

ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے

یاد رہے کہ مخلوق میں ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہونے کے سلسلے کی اِنتہا تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ہے اور ان سے بے انتہا زیادہ خالق و مالک کا علم ہے، جیسا کہ حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ہر عالم کے اُوپر اس سے زیادہ علم رکھنے والا عالم ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور اس کا علم سب کے علم سے برتر ہے۔[3]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''علم کے مدارج بے حد متفاوت، **''وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ''** عالَمِ امکان میں نہایت نہایات حضور سید الکائنات عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَالتَّحِیَّات۔[4] یعنی

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ٧٦، ٣/٣٥.
2 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ٧٦، ٣/٣٦.
3 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ٧٦، ٣/٣٦.
4 ......فتاوی رضویہ، ٢٢/٦١٩۔

لوگوں کے علم کے درجات میں بے حد فرق ہے کیونکہ ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے اور اس کائنات میں سب کے علم کی انتہا کائنات کے سردار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ’’بلاشبہ غیرِ خدا کا علم معلوماتِ الٰہیہ کو حاوی نہیں ہوسکتا، مساوی در کنار تمام اولین و آخرین وانبیاء ومرسلین وملائکہ ومقربین سب کے علوم مل کر علومِ الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذراسی بوند کے کروڑویں حصے کو، کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں، اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے بخلاف علومِ الٰہیہ کہ (وہ) غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں۔ اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش وفرش، شرق وغرب وجملہ کائنات از روزِ اول تا روزِ آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش وفرش دو حدیں ہیں، روزِ اول و روزِ آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔ (1)

قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بھائی بولے اگر یہ چوری کرے تو بے شک اس سے پہلے ایک بھائی چوری کر چکا ہے تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی جی میں کہا تم بدتر جگہ ہو اور اللّٰہ خوب جانتا ہے جو باتیں بناتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھائیوں نے کہا: اگر اس نے چوری کی ہے تو بیشک اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں چھپا رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی (اور دل میں) کہا تم انتہائی گھٹیا درجے کے آدمی ہو اور اللّٰہ خوب جانتا ہے جو تم باتیں کر رہے ہو۔

﴿ **قَالُوْۤا:** بھائیوں نے کہا۔﴾ جب پیالہ بنیامین کے سامان سے نکلا تو بھائی شرمندہ ہوئے، اُنہوں نے سر جھکائے اور کہا ’’سامان میں پیالہ نکلنے سے سامان والے کا چوری کرنا تو یقینی نہیں لیکن اگر یہ فعل اس کا ہو تو بیشک اس سے پہلے اس کے

1 ……فتاوی رضویہ، رسالہ: خالص الاعتقاد، ۲۹/۴۵۰۔

بھائی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی چوری کی تھی۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف منسوب ایک واقعہ

جس کو انہوں نے چوری قرار دے کر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف منسوب کیا وہ واقعہ یہ تھا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے نانا کا ایک بت تھا جسے وہ پوجتے تھے۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چپکے سے وہ بت لیا اور توڑ کر راستے میں نجاست کے اندر ڈال دیا۔ یہ حقیقت میں چوری نہ تھی بلکہ بت پرستی کا مٹانا تھا۔ بھائیوں کا اس کے ذکر سے یہ مقصد تھا کہ ہم لوگ بنیامین کے سوتیلے بھائی ہیں اور یہ فعل ہو تو شاید بنیامین کا ہو، نہ ہماری اس میں شرکت نہ ہمیں اس کی اطلاع۔ [1]

﴿فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ : تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں چھپا رکھی۔﴾ یعنی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھائیوں کی طرف سے اپنے بارے میں کہی گئی بات دل میں ایسے چھپالی جیسے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سنی ہی نہ ہو اور اپنے قول یا فعل سے کسی طرح اس کا اظہار نہ ہونے دیا اور اپنے دل میں کہا ''تم حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے بھائی کے مقابلے میں انتہائی کم درجے کے آدمی ہو کیونکہ تم نے اپنے بھائی کو اپنے والد سے چرا لیا اور اپنے بھائی پر ظلم کیا، تم اپنے بھائی کے معاملے میں جو کچھ کہہ رہے ہو اسے اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ [2]

قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع

ع ۹ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے عزیز! اس کے ایک باپ ہیں بوڑھے بڑے تو ہم میں اس کی جگہ کسی کو لے لو بے شک ہم تمہارے احسان دیکھ رہے ہیں۔ کہا خدا کی پناہ کہ ہم لیں مگر اسی کو جس کے پاس ہمارا مال ملا جب تو ہم ظالم ہوں گے۔

1 ......روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۷، ۴/۳۰۱، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۷، ۳/۳۶، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۷، ۴/۳۰۱-۳۰۲، جلالین، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۷، ص۱۹۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: اے عزیز! بیشک اس کے بہت بوڑھے والد ہیں تو آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو لے لیں، بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والا دیکھ رہے ہیں۔ یوسف نے فرمایا: اللّٰہ کی پناہ کہ جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو پکڑیں۔ (ایسا کریں) جب تو ہم ظالم ہوں گے۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت میں اگرچہ چور کی سزا یہ تھی کہ اسے غلام بنالیا جائے لیکن فدیہ لے کر معاف کر دینا بھی جائز تھا، اس لئے بھائیوں نے کہا ''اے عزیز! اس کے والد عمر میں بہت بڑے ہیں، وہ اس سے محبت رکھتے ہیں اور اسی سے ان کے دل کو تسلی ہوتی ہے۔ آپ ہم میں سے کسی ایک کو غلام بنا کر یا فدیہ ادا کرنے تک رہن کے طور پر رکھ لیں بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والا دیکھ رہے ہیں کہ آپ نے ہمیں عزت دی، کثیر مال ہمیں عطا کیا، ہمارا مطلوب اچھی طرح پورا ہوا اور ہمارے غلے کی قیمت بھی ہمیں لوٹا دی۔ [1]

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''اس بات سے اللّٰہ تعالٰی کی پناہ کہ جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو پکڑیں کیونکہ تمہارے فیصلہ کے مطابق ہم اسی کو لینے کے مستحق ہیں جس کے کجاوے میں ہمارا مال ملا ہے، اگر ہم اس کی بجائے دوسرے کو لیں تو یہ تمہارے دین میں ظلم ہے، لہٰذا تم اس چیز کا تقاضا کیوں کرتے ہو جس کے بارے میں جانتے ہو کہ وہ ظلم ہے۔ [2]

فَلَمَّا اسْتَایْــٴَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّاؕ قَالَ كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى یَاْذَنَ لِیْۤ اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۰﴾

[1] ......تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۸، ۶/۴۹۱، جلالین، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۸، ص۱۹۶، ملتقطاً۔

[2] ......مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۹، ص ۵۴۰۔

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب اس سے ناامید ہوئے الگ جا کر سرگوشی کرنے لگے ان کا بڑا بھائی بولا کیا تمہیں خبر نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لے لیا تھا اور اس سے پہلے یوسف کے حق میں تم نے کیسی تقصیر کی تو میں یہاں سے نہ ٹلوں گا یہاں تک کہ میرے باپ مجھے اجازت دیں یا اللہ مجھے حکم فرمائے اور اس کا حکم سب سے بہتر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ بھائی اس سے مایوس ہوگئے تو ایک طرف جا کر سرگوشی میں مشورہ کرنے لگے۔ ان میں بڑا بھائی کہنے لگا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لیا تھا اور اس سے پہلے تم یوسف کے حق میں کوتاہی کرچکے ہو تو میں تو یہاں سے ہرگز نہ ہٹوں گا جب تک میرے والد مجھے اجازت نہ دیدیں یا اللہ مجھے کوئی حکم فرمادے اور وہ سب سے بہتر حکم دینے والا ہے۔

﴿فَلَمَّا اسْتَایْــٴَـسُوْا مِنْهُ: پھر جب وہ بھائی اس سے مایوس ہوگئے۔﴾ یعنی جب وہ بھائی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف سے مایوس ہوگئے اور انہیں اس بات کا یقین ہوگیا کہ بنیامین واپس نہیں ملیں گے تو سب بھائی لوگوں سے ایک طرف ہو کر کھڑے ہوگئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب اپنے والد صاحب کے پاس کیا منہ لے کر جائیں گے اور اپنے بھائی بنیامین کے بارے میں کیا کہیں گے۔ ان میں سے علم و عقل یا عمر میں جو بھائی بڑا تھا وہ کہنے لگا ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تم سے اللہ تعالیٰ کا عہد لیا تھا کہ تم اپنے بھائی کو واپس لے کر جاؤ گے اور اس سے پہلے تم نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معاملے میں کوتاہی کی اور اپنے والد سے کئے ہوئے عہد کی پاسداری بھی نہ کی۔ میں تو مصر کی سرزمین سے ہرگز نہ نکلوں گا اور نہ ہی اس صورتِ حال میں مصر چھوڑوں گا یہاں تک میرے والد مجھے مصر کی سرزمین چھوڑنے کی اجازت دے دیں اور مجھے اپنے پاس بلالیں یا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو خلاصی دے کر یا اس کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ چلنے کا مجھے کوئی حکم فرمادے اور وہ سب سے بہتر حکم دینے والا ہے۔ [1]

اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَۚ-وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ(۸۱) وَ سْــٴَـلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِیْهَا

(1) ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۸۰، ۳/۳۷، مدارك، یوسف، تحت الآیۃ: ۸۰، ص ۵۴۱، ملتقطاً.

وَ الْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَاؕ-وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ(۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ پھر عرض کرو اے ہمارے باپ بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم تو اتنی ہی بات کے گواہ ہوئے تھے جتنی ہمارے علم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے۔ اور اس بستی سے پوچھ دیکھئے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے جس میں ہم آئے اور ہم بے شک سچے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ پھر عرض کرو: اے ہمارے باپ! بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم اتنی ہی بات کے گواہ ہیں جتنی ہمیں معلوم ہے اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے۔ اور اس شہر والوں سے پوچھ لیجیے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے (معلوم کرلیں) جس میں ہم واپس آئے ہیں اور بیشک ہم سچے ہیں۔

﴿اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْكُمْ: تم اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ۔﴾ جس بھائی نے مصر میں ہی ٹھہرنے کا عزم کیا تھا اس نے بقیہ بھائیوں سے کہا کہ تم اپنے والد حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس لوٹ کر جاؤ اور ان سے عرض کرو: اے ہمارے باپ! بیشک آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹے کی طرف چوری کی نسبت کی گئی اور ہم اتنی ہی بات کے گواہ ہیں جتنی ہمیں معلوم ہے کہ پیالہ اُن کے کجاوے میں سے نکلا اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے اور ہمیں خبر نہ تھی کہ یہ صورت پیش آئے گی، حقیقتِ حال اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانے کہ کیا ہے اور پیالہ کس طرح بنیامین کے سامان سے برآمد ہوا۔[1]

﴿وَسْــٴَـلِ الْقَرْیَةَ: اور شہر والوں سے پوچھ لیجیے۔﴾ بھائیوں کو یہ باتیں والد صاحب سے کہنے کا حکم دینے سے اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے ان بھائیوں پر سے تہمت اچھی طرح زائل ہو جائے کیونکہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے میں یہ تہمت کا سامنا کر چکے تھے۔ پھر یہ لوگ اپنے والد کے پاس واپس آئے اور سفر میں جو کچھ پیش آیا تھا اس کی خبر دی اور بڑے بھائی نے جو کچھ بتا دیا تھا وہ سب والد صاحب سے عرض کر دیا۔[2]

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًاؕ-فَصَبْرٌ جَمِیْلٌؕ-عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۸۱، ۳/۳۷-۳۸، مدارك، یوسف، تحت الآیة: ۸۱، ص۵۴۱، ملتقطاً.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۸۲، ۳/۳۸.

بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا تمہارے نفس نے تمہیں کچھ حیلہ بنا دیا تو اچھا صبر ہے قریب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے بیشک وہی علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یعقوب نے فرمایا: بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لئے کچھ حیلہ بنا دیا ہے تو عمدہ صبر ہے۔ عنقریب اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا بیشک وہی علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ چوری کی نسبت بنیامین کی طرف غلط ہے اور چوری کی سزا غلام بنانا، یہ بھی کوئی کیا جانے اگر تم فتویٰ نہ دیتے اور تم نہ بتاتے، تمہارے نفس نے تمہارے لئے کچھ حیلہ بنا دیا ہے تو اب بھی میرا عمل عمدہ صبر ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اور اُن کے دونوں بھائیوں کو میرے پاس لے آئے گا۔ بیشک وہی میرے افسوس اور غم کی حالت کو جانتا ہے اور اس نے کسی حکمت کی وجہ سے ہی مجھے اس میں مبتلا کیا ہے۔ (1)

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے منہ پھیرا اور کہا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں تو وہ غصہ کھاتا رہا۔ بولے خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کی یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ گور کنارے جالگیں یا جان سے گزر جائیں۔

1 ......روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ۸۳، ۴/۳۰۴-۳۰۵.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یعقوب نے ان سے منہ پھیرا اور کہا: ہائے افسوس! یوسف کی جدائی پر اور یعقوب کی آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں تو وہ (اپنا) غم برداشت کرتے رہے۔ بھائیوں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ مرنے کے قریب ہوجائیں گے یا فوت ہی ہوجائیں گے۔

﴿وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ: اور یعقوب نے ان سے منہ پھیرا۔﴾ یعنی حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنیامین کی خبر سن کر اپنے بیٹوں سے منہ پھیر لیا اور اس وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حزن وملال انتہا کو پہنچ گیا، جب بیٹوں سے منہ پھیرا تو فرمایا ''ہائے افسوس! یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جدائی پر۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے غم میں روتے رہے یہاں تک کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آنکھ کی سیاہی کا رنگ جاتا رہا اور بینائی کمزور ہوگئی۔ حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جدائی میں حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام **80** برس روتے رہے۔ [1]

یاد رہے کہ عزیزوں کے غم میں رونا اگر تکلیف اور نمائش سے نہ ہو اور اس کے ساتھ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں شکایت وبے صبری کا مظاہرہ نہ ہو تو یہ رحمت ہے، اُن غم کے دنوں میں حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبانِ مبارک پر کبھی کوئی بے صبری کا کلمہ نہ آیا تھا۔

﴿قَالُوْا: بھائیوں نے کہا۔﴾ یعنی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے اپنے والد محترم سے کہا ''اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یاد کرتے رہیں گے اور ان سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی محبت کم نہ ہوگی یہاں تک کہ شدّتِ غم کی وجہ سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مرنے کے قریب ہوجائیں گے یا فوت ہی ہوجائیں گے۔ [2]

قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

1 ……خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۸۴، ۳/۳۹۔
2 ……خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۸۵، ۳/۳۹۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یعقوب نے کہا: میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

﴿قَالَ: یعقوب نے کہا۔﴾ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بیٹوں کی بات سن کر ان سے کہا ''میری پریشانی اور غم کم ہو یا زیادہ، میں اس کی فریاد تم سے یا اور کسی سے نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور احسان سے مجھے وہاں سے آسانی عطا کرے گا جہاں سے میرا گمان بھی نہ ہوگا۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس فرمان **''میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں''** سے معلوم ہوا کہ غم اور پریشانی میں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا صبر کے خلاف نہیں، ہاں بے صبری کے کلمات منہ سے نکالنا یا لوگوں سے شکوے کرنا بے صبری ہے۔ نیز آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس فرمان **''اور میں اللہ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''** سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جانتے تھے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زندہ ہیں اور ان سے ملنے کی توقّع ہے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اُن کا خواب حق ہے اور ضرور واقع ہوگا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام سے دریافت کیا کہ تم نے میرے بیٹے یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی روح قبض کی ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا: نہیں، اس سے بھی آپ کو اُن کی زندگانی کا اِطمینان ہوا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے فرزندوں سے فرمایا۔[1]

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ وَ لَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو بے شک اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے بیٹو! تم جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک

(1) ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۸۶، ۳/ ۴۰-۴۱، ملخصاً۔

اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

﴿یٰبَنِیَّ: اے بیٹو!﴾ یعنی اے میرے بیٹو! تم مصر کی طرف جاؤ اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے بھائی بنیامین کو تلاش کرو۔ بیٹوں نے کہا ''ہم بنیامین کے معاملے میں کوشش کرنا تو نہیں چھوڑیں گے البتہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چونکہ اب زندہ نہیں اس لئے ہم انہیں تلاش نہیں کریں گے۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو نہیں جانتے اور مومن چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو جانتا ہے اس لئے وہ تنگی آسانی، غمی خوشی کسی بھی حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے

اس سے معلوم ہوا کہ زندگی میں پے در پے آنے والی مصیبتوں، مشکلوں اور دشواریوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حقیقی طور پر دنیا و آخرت کی تمام مشکلات کو دور کرنے والا اور تنگی کے بعد آسانیاں عطا کرنے والا اس کے سوا اور کوئی نہیں۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَیْنَاؕ اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے بولے اے عزیز ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت پہنچی اور ہم بے قدر پونجی لے کر آئے ہیں تو آپ ہمیں پورا ماپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے بے شک اللہ خیرات والوں کو صلہ دیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت پہنچی ہوئی ہے اور ہم حقیر سا سرمایہ لے کر آئے ہیں تو آپ ہمیں پورا ناپ دیدیجئے اور ہم پر کچھ خیرات بھی کیجئے، بیشک اللہ خیرات دینے والوں کو صلہ دیتا ہے۔

1 ......روح البیان، یوسف، تحت الآیة: ۸۷، ۴/۳۰۹، ملخصاً.

﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ: پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے۔﴾ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حکم سن کر حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی پھر مصر کی طرف روانہ ہوئے، جب وہ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تنگی، بھوک کی سختی اور جسموں کے دبلا ہوجانے کی وجہ سے مصیبت پہنچی ہوئی ہے، ہم حقیر سا سرمایہ لے کر آئے ہیں جسے کوئی سوداگر اپنے مال کی قیمت میں قبول نہ کرے۔ وہ سرمایا چند کھوٹے درہم اور گھر کی اشیاء میں سے چند پرانی بوسیدہ چیزیں تھیں، آپ ہمیں پورا ناپ دیدیجئے جیسا کھرے داموں سے دیتے تھے اور یہ ناقص پونجی قبول کر کے ہم پر کچھ خیرات کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو صلہ دیتا ہے۔[1]

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَ اَخِیْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے کچھ خبر ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم نادان تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یوسف نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا جب تم نادان تھے۔

﴿قَالَ: یوسف نے فرمایا۔﴾ بھائیوں کا یہ حال سن کر حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر گریہ طاری ہوگیا اور مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور فرمایا کیا حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مارنا، کنوئیں میں گرانا، بیچنا، والد صاحب سے جدا کرنا اور اُن کے بعد اُن کے بھائی کو تنگ رکھنا، پریشان کرنا تمہیں یاد ہے اور یہ فرماتے ہوئے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تبسم آ گیا اور اُنہوں نے آپ کے گوہرِ دندان کا حسن دیکھ کر پہچانا کہ یہ تو جمالِ یوسفی کی شان ہے۔[2]

قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ یُوْسُفُؕ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَ هٰذَاۤ اَخِیْ٘ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَاؕ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَ یَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕیْنَ ﴿۹۱﴾

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۸۸، ۳/۴۱، مدارك، یوسف، تحت الآیة: ۸۸، ص۵۴۳، ملتقطاً.

2 ......مدارك، یوسف، تحت الآیة: ۸۹، ص۵۴۳، خازن، یوسف، تحت الآیة: ۸۹-۹۰، ۳/۴۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: بولے کیا سچ مچ آپ ہی یوسف ہیں کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی بے شک اللہ نے ہم پر احسان کیا بے شک جو پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا نیگ ضائع نہیں کرتا۔ بولے خدا کی قسم بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بے شک ہم خطاوار تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ فرمایا: میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ بیشک اللہ نے ہم پر احسان کیا۔ بیشک جو پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! بیشک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بیشک ہم خطا کار تھے۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے کہا ''کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرمایا'' ہاں، میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا، ہمیں جدائی کے بعد سلامتی کے ساتھ ملایا اور دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ بے شک جو گناہوں سے بچے اور اللہ تعالیٰ کے فرائض کی بجا آوری کرے، اپنے نفس کو ہر اس بات یا عمل سے روک کر رکھے جسے اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کا ثواب اور اس کی اطاعت گزاریوں کی جزا ضائع نہیں کرتا۔ (1)

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ''خدا کی قسم! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو منتخب فرمایا اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ہم پر علم، عقل، صبر، حلم اور بادشاہت میں فضیلت دی، بے شک ہم خطا کار تھے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت دی، بادشاہ بنایا اور ہمیں مسکین بنا کر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے سامنے لایا۔ (2)

قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ٘ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

1 ......تفسیر طبری، یوسف، تحت الآیة: ۹۰، ۷/۲۹۰، ملخصاً.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۹۱، ۳/۴۳، مدارك، یوسف، تحت الآیة: ۹۱، ص۵۴۳، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا آج اگرچہ ملامت کرنے کا دن ہے، لیکن میری جانب سے تم پر آج اور آئندہ کوئی ملامت نہ ہوگی، پھر بھائیوں سے جو خطائیں سرزد ہوئی تھیں ان کی بخشش کے لئے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔[1]

حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہنے کا حکم

آج کل لوگ باہمی دھوکہ دہی میں مثال کیلئے برادرانِ یوسف کا لفظ بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں اس سے اِحتراز کرنا چاہیے۔ برادرانِ یوسف کا ادب واحترام کرنے کا حکم ہے اور ان کی توہین سخت ممنوع وناجائز ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''ان کی نسبت کلماتِ ناشائستہ لانا بہرحال حرام ہے، ایک قول ان کی نبوت کا ہے۔۔۔اور ظاہرِ قرآنِ عظیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے: قَالَ تَعَالٰی

قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَ عِیْسٰى وَ مَاۤ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ٘ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ[2]

(اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) تم کہو: ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لائے اور اس پر جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف نازل کیا گیا اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو باقی انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا۔ ہم ایمان لانے میں ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں۔ (ت)

اَسباط یہی اَبنائے یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں، اس تقدیر پر توان کی توہین کفر ہوگی ورنہ اس قدر میں شک نہیں کہ وہ اولیائے کرام سے ہیں اور جو کچھ ان سے واقع ہوا اپنے باپ کے ساتھ محبتِ شدیدہ کی غیرت سے تھا پھر وہ بھی ربُّ العزت نے معاف کردیا۔ اور یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے خود عفو فرمایا

1 ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ۹۲، ص۵۴۳.

2 ......بقره: ۱۳٦.

قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ٘ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (ت)

اور یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرمایا

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بیشک وہی بخشنے والا، مہربان ہے۔ (ت)

بہر حال ان کی توہین سخت حرام ہے اور باعثِ غضبِ ذوالجلال والاِکرام ہے، ربعَزَّوَجَلَّ نے کوئی کلمہ ان کی مذمت کا نہ فرمایا دوسرے کو کیا حق ہے، مناسب ہے کہ توہین کرنے والا تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کرے کہ جب ان کی نبوت میں اختلاف ہے اُس کے کفر میں اختلاف ہوگا اور کفرِ اختلافی کا یہی حکم ہے۔ (1)

اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ وَ اْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۳﴾

ع ۱۰ / ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: میرا یہ کُرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میرا یہ کرتا لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دیکھنے والے ہو جائیں گے اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ۔

﴿ اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا: میرا یہ کرتا لے جاؤ۔﴾ جب تعارف ہوگیا تو حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے بھائیوں سے اپنے والد ماجد کا حال دریافت کیا۔ اُنہوں نے کہا ”آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی جدائی کے غم میں روتے روتے اُن کی بینائی بحال نہیں رہی۔ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرمایا ”میرا یہ کرتا لے جاؤ جو میرے والد ماجد نے تعویذ بنا کر میرے

1 ......فتاوی رضویہ، کتاب السیر، ۱۵/۱۶۴-۱۶۵۔

گلے میں ڈال دیا تھا اور اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دیکھنے والے ہوجائیں گے اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ تا کہ جس طرح وہ میری موت کی خبر سن کر غمزدہ ہوئے اسی طرح میری بادشاہت کا نظارہ کر کے خوش ہوجائیں۔[1]

بزرگوں کے تبرکات بھی دافعِ بلا، مشکل کُشا ہوتے ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات اور ان کے مبارک جسموں سے چھوئی ہوئی چیزیں بیماریوں کی شفا، دافعِ بلا اور مشکل کشا ہوتی ہیں۔ قرآن وحدیث اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی مبارک زندگی کا مطالعہ کریں تو ایسے واقعات بکثرت مل جائیں گے جن میں بزرگانِ دین کے مبارک جسموں سے مَس ہونے والی چیزوں میں شفا کا بیان ہو۔ سرِ دست 2 واقعات یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

(1)......حضرت اُمِّ جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں ’’میں نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قربانی کے دن بطنِ وادی کی جانب سے جمرۂ عقبہ کی رَمی فرمائی، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رمی سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو خَثْعَمْ قبیلے کی ایک خاتون گود میں بچہ اٹھائے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ’’یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے گھرانے میں ایک ہی بچہ باقی رہ گیا ہے اور اس پر بھی کچھ اثر ہے جس کی وجہ سے یہ بولتا نہیں۔ یہ سن کر حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تھوڑا سا پانی لاؤ۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے پانی پیش کر دیا، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس پانی سے دونوں ہاتھوں کو دھویا، منہ میں پانی لے کر کلی کی اور اس عورت سے فرمایا ’’یہ پانی اس بچے کو پلا دیا کرو اور کچھ اس کے اوپر چھڑک دیا کرو اور اللّٰہ تعالیٰ سے اس کے لئے شفا طلب کرو۔ حضرت اُمِّ جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں ’’میں نے اس عورت سے ملاقات کی اور اس سے کہا ’’تھوڑا سا پانی مجھے بھی دے دو۔ اس عورت نے جواب دیا ’’یہ پانی بچے کے صحت کے لئے ہے اس لئے میں نہیں دے سکتی۔ حضرت ام جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں ’’دوسرے سال جب اس عورت سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے بچے کا حال پوچھا۔ اس نے جواب دیا ’’وہ بچہ بہت تندرست، ذہین اور عقل مند ہوگیا ہے۔[2]

---

1 ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ٩٣، ص ٥٤٤، ملخصاً.

2 ......ابن ماجه، كتاب الطب، باب النشرة، ١٢٩/٤، الحديث: ٣٥٣٢.

(2)......اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے پاس حضورانور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چند موئے مبارک تھے جنہیں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے چاندی کی ایک ڈبیہ میں رکھا ہوا تھا۔لوگ جب بیمار ہوتے تو وہ ان گیسوؤں سے برکت حاصل کرتے اوران کی برکت سے شفا طلب کرتے ،تاجدارِرسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گیسوؤں کو پانی کے پیالے میں رکھ کروہ پانی پی جاتے توانہیں شفامل جایا کرتی۔[1]

وَ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ﴿۹۵﴾ الربع

ترجمۂ کنزالایمان: جب قافلہ مصر سے جدا ہوا یہاں ان کے باپ نے کہا بےشک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سٹھ گیا۔ بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خودرفتگی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب قافلہ وہاں سے جدا ہوا تو ان کے باپ نے فرمادیا: بیشک میں یوسف کی خوشبو پارہا ہوں۔ اگر تم مجھے کم سمجھ نہ کہو۔ بیٹوں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ اپنی اسی پرانی محبت میں گم ہیں۔

﴿وَ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ: اور جب قافلہ وہاں سے جدا ہوا۔﴾ یعنی جب قافلہ مصر کی سرزمین سے نکلا اور کنعان کی طرف روانہ ہوا تو حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے بیٹوں اور پوتوں یا پوتوں اور پاس والوں سے فرمادیا ’’بیشک میں یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قمیص سے جنت کی خوشبو پارہا ہوں۔اگر تم مجھے کم سمجھ نہ کہو تو تم ضرور میری بات کی تصدیق کرو گے۔[2]

﴿قَالُوْا: بیٹوں نے کہا۔﴾ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سن کر حاضرین نے ان سے کہا ’’اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ اپنی اسی پرانی شدید محبت میں گم ہیں جس کی وجہ سے ایک عرصہ گزرجانے کے باوجود بھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ملنے کی امید لگی ہوئی ہے۔ یہ بات انہوں نے اس لئے کہی کیونکہ وہ اس گمان میں تھے کہ اب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کہاں زندہ ہوں گے اُن کی تو وفات بھی ہوچکی ہوگی۔[3]

1......عمدة القاری، کتاب اللباس، باب ما یذکر فی الشیب، ۱۵/۹٤، تحت الحدیث: ۵۸۹٦.

2......جلالین مع صاوی، یوسف، تحت الآیة: ۹٤، ۳/۹۷۹، مدارك، یوسف، تحت الآیة: ۹٤، ص۵٤٤ ملتقطاً.

3......جلالین مع صاوی، یوسف، تحت الآیة: ۹۵، ۳/۹۸۰، ابو سعود، یوسف، تحت الآیة: ۹۵، ۳/۱۳۸، ملتقطاً.

فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚۙ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۹۶)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کُرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں کہا میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللّٰہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب خوشخبری سنانے والا آیا تو اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈال دیا، اسی وقت وہ دیکھنے والے ہوگئے۔ یعقوب نے فرمایا: میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں اللّٰہ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

﴿فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ: پھر جب خوشخبری سنانے والا آیا۔﴾ جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ خوشخبری سنانے والے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی یہودا تھے۔ یہودا نے کہا کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس خون آلودہ قمیص بھی میں ہی لے کر گیا تھا، میں نے ہی کہا تھا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھیڑیا کھا گیا، میں نے ہی اُنہیں غمگین کیا تھا اس لئے آج کُرتا بھی میں ہی لے کر جاؤں گا اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زندگانی کی فرحت انگیز خبر بھی میں ہی سناؤں گا۔ چنانچہ یہودا برہنہ سر اور برہنہ پا کُرتا لے کر 80 فرسنگ (یعنی 240 میل) دوڑتے آئے، راستے میں کھانے کے لئے سات روٹیاں ساتھ لائے تھے، فَرطِ شوق کا یہ عالَم تھا کہ اُن کو بھی راستہ میں کھا کر تمام نہ کرسکے۔ الغرض یہودا نے جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قمیص حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چہرے پر ڈالی تو اسی وقت ان کی آنکھیں درست ہوگئیں اور کمزوری کے بعد قوت اور غم کے بعد خوشی لوٹ آئی، پھر حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زندہ ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ ہمیں آپس میں ملا دے گا۔[1]

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـٕیْنَ (۹۷) قَالَ سَوْفَ

1 ......تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۶، ۶/۵۰۸، جمل مع جلالین، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۶، ۴/۸۰، ملتقطاً.

اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے بے شک ہم خطاوار ہیں۔ کہا جلد میں تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیٹوں نے کہا: اے ہمارے باپ! ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے، بیشک ہم خطا کار ہیں۔ فرمایا: عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بیشک وہی بخشنے والا، مہربان ہے۔

﴾قَالُوْا: بیٹوں نے کہا۔﴿ یعنی جب حق بات ظاہر اور واضح ہوگئی تو بیٹوں نے حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کی ”اے ہمارے باپ! آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ سے ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے بے شک ہم خطا کار ہیں۔ (1)

﴾قَالَ: فرمایا۔﴿ مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے بیٹوں کے لئے دعا اور استغفار کو سحری کے وقت تک مؤخر فرمایا کیونکہ یہ وقت دعا کے لئے سب سے بہترین ہے اور یہی وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے ”ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں، چنانچہ جب سحری کا وقت ہوا تو حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے نماز پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالٰی کے دربار میں اپنے صاحبزادوں کے لئے دعا کی، دعا قبول ہوئی اور حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو وحی فرمائی گئی کہ صاحبزادوں کی خطا بخش دی گئی۔ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے والد ماجد کو اور اُن کے اہل و اولاد کو بلانے کے لئے اپنے بھائیوں کے ساتھ **200** سواریاں اور کثیر سامان بھیجا تھا، حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مصر کا ارادہ فرمایا اور اپنے اہلِ خانہ کو جمع کیا جو کل مرد و عورت **72** یا **73** افراد تھے۔ اللہ تعالٰی نے اُن میں یہ برکت فرمائی کہ ان کی نسل اتنی بڑھی کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو چھ لاکھ سے زیادہ تھے جبکہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا زمانہ ان سے صرف **400** سال بعد کا ہے، الحاصل جب حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مصر کے قریب پہنچے تو حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مصر کے بادشاہِ اعظم کو اپنے والد ماجد کی تشریف آوری کی اطلاع دی اور چار ہزار لشکری اور بہت سے مصری سواروں کو ہمراہ

1 ......صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۷، ۳/۹۸۰.

لے کر آپ اپنے والد صاحب کے استقبال کے لئے صد ہا ریشمی پھریرے اُڑاتے اور قطاریں باندھے روانہ ہوئے۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے فرزند یہودا کے ہاتھ پر ٹیک لگائے تشریف لا رہے تھے، جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نظر لشکر پر پڑی اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دیکھا کہ صحرا زرق برق سواروں سے پُر ہو رہا ہے تو فرمایا ’’اے یہودا! کیا یہ فرعونِ مصر ہے جس کا لشکر اس شان وشوکت سے آ رہا ہے؟ یہودا نے عرض کی ’’نہیں، یہ حضور کے فرزند حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو متعجب دیکھ کر عرض کیا ’’ہوا کی طرف نظر فرمائیے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خوشی میں شرکت کے لئے فرشتے حاضر ہوئے ہیں جو کہ مدتوں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے غم کی وجہ سے روتے رہے ہیں۔ فرشتوں کی تسبیح، گھوڑوں کے ہنہنانے اور طبل وبگل کی آوازوں نے عجیب کیفیت پیدا کر دی تھی۔ یہ محرم کی دسویں تاریخ تھی، جب دونوں حضرات یعنی حضرت یعقوب اور حضرت یوسف عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام قریب ہوئے تو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سلام عرض کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کیا کہ آپ توقف کیجئے اور والد صاحب کو پہلے سلام کا موقع دیجئے، چنانچہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’ **اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَامُذْھِبَ الْاَحْزَانِ** ‘‘ یعنی اے غم واندوہ کے دور کرنے والے سلام! اور دونوں صاحبوں نے اُتر کر معانقہ کیا اور مل کر خوب روئے، پھر اس مزین رہائش گاہ میں داخل ہوئے جو پہلے سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے استقبال کے لئے نفیس خیمے وغیرہ نصب کر کے آراستہ کی گئی تھی۔ [1] یہ داخل ہونا حدودِ مصر میں تھا اس کے بعد دوسری بار داخل ہونا خاص شہر میں ہے جس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچے اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا مصر میں داخل ہو اللّٰہ چاہے تو امان کے ساتھ۔

[1] ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۸، ۳/۴۴-۴۵، جمل مع جلالین، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۸-۹۹، ۴/۸۰-۸۱، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا: تم مصر میں داخل ہو جاؤ، اگر اللہ نے چاہا (تو) امن وامان کے ساتھ۔

﴿اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ: اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی۔﴾ ماں سے مراد خالہ ہے،[1] اور اس کے علاوہ بھی مفسرین کے اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔

﴿اُدْخُلُوْا مِصْرَ: تم مصر میں داخل ہو جاؤ۔﴾ یہاں داخل ہونے سے خاص شہر میں داخل ہونا مراد ہے یعنی شہرِ مصر میں داخل ہو جاؤ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہر ناپسندیدہ چیز سے امن وامان کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔[2]

وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۰۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور وہ سب اس کے لیے سجدے میں گرے اور یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بے شک اسے میرے رب نے سچا کیا اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرادی تھی بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لیے سجدے میں گر گئے اور یوسف نے کہا: اے میرے باپ! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے، بیشک اسے میرے رب نے سچا کر دیا اور بیشک اس نے مجھ پر

---

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۹۹، ۳/۴۵.

2 ......جلالین مع صاوی، یوسف، تحت الآیة: ۹۹، ۳/۹۸۱، ملخصاً.

احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کروادی تھی۔ بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے، بیشک وہی علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ: اور اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا۔﴾ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے والدین اور بھائیوں کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے اور دربارِ شاہی میں اپنے تخت پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے والدین کو بھی اپنے ساتھ تخت پر بٹھالیا، اس کے بعد والدین اور سب بھائیوں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کیا۔ یہ سجدہ تعظیم اور عاجزی کے اظہار کے طور تھا اور اُن کی شریعت میں جائز تھا جیسے ہماری شریعت میں کسی عظمت والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا، مصافحہ کرنا اور دست بوسی کرنا جائز ہے۔[1]

یاد رہے کہ سجدۂ عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے کبھی جائز نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا ہے کیونکہ یہ شرک ہے اور سجدۂ تعظیمی بھی ہماری شریعت میں جائز نہیں۔ سجدہ تعظیمی کی حرمت سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 22 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا رسالہ ''اَلزُّبْدَۃُ الزَّکِیَّہ فِیْ تَحْرِیْمِ سُجُوْدِ التَّحِیَّہ'' (غیر اللہ کے لئے سجدۂ تعظیمی حرام ہونے کا بیان) مطالعہ کیجئے۔

﴿وَقَالَ: اور یوسف نے کہا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب انہیں سجدہ کرتے دیکھا تو فرمایا: اے میرے باپ! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بچپن کی حالت میں دیکھا تھا۔ بیشک وہ خواب میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے بیداری کی حالت میں سچا کردیا اور بیشک اس نے قید سے نکال کر مجھ پر احسان کیا۔ اس موقع پر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کنوئیں کا ذکر نہ کیا تاکہ بھائیوں کو شرمندگی نہ ہو۔ مزید فرمایا کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں حسد کی وجہ سے ناچاقی کروادی تھی تو اس کے بعد میرا رب عَزَّوَجَلَّ آپ سب کو گاؤں سے لے آیا۔ بیشک میرا رب عَزَّوَجَلَّ جس بات کو چاہے آسان کردے، بیشک وہی اپنے تمام بندوں کی ضروریات کو جاننے والا اور اپنے ہر کام میں حکمت والا ہے۔

حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات

تاریخ بیان کرنے والے علما فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے فرزند حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس مصر میں چوبیس سال بہترین عیش و آرام میں اور خوش حالی کے ساتھ رہے، جب وفات کا وقت

1 ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ۱۰۰، ص۵۴۵.

قریب آیا تو آپ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو وصیت کی کہ آپ کا جنازہ ملکِ شام میں لے جا کر ارضِ مقدّسہ میں آپ کے والد حضرت اسحٰق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبر شریف کے پاس دفن کیا جائے۔ اس وصیت کی تعمیل کی گئی اور وفات کے بعد ساج کی لکڑی کے تابوت میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جسدِ اطہر شام میں لایا گیا، اسی وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی عیص کی وفات ہوئی، آپ دونوں بھائیوں کی ولادت بھی ساتھ ہوئی تھی اور دفن بھی ایک ہی قبر میں کئے گئے اور دونوں صاحبوں کی عمر 147 (یا 145) سال تھی۔ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے والد اور چچا کو دفن کر کے مصر کی طرف واپس روانہ ہوئے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ دعا کی جو اگلی آیت میں مذکور ہے۔[1]

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ(۱۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب بے شک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قربِ خاص کے لائق ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھا دیا۔ اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے اسلام کی حالت میں موت عطا فرما اور مجھے اپنے قرب کے لائق بندوں کے ساتھ شامل فرما۔

﴿رَبِّ: اے میرے رب!﴾ اس آیت میں حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو اسلام کی حالت میں موت عطا ہونے کی دعا مانگی، ان کی یہ دعا دراصل امت کی تعلیم کے لئے ہے کہ وہ حسنِ خاتمہ کی دعا مانگتے رہیں۔

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۳/۴۶-۴۷.

حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات اور تدفین

حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے والد ماجد کے بعد 23 سال زندہ رہے، اس کے بعد آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات ہوئی، آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقامِ دفن کے بارے میں اہلِ مصر کے اندر سخت اختلاف واقع ہوا، ہر محلّہ والے حصولِ برکت کے لئے اپنے ہی محلّہ میں دفن کرنے پر مُصر تھے، آخر یہ رائے طے پائی کہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دریائے نیل میں دفن کیا جائے تاکہ پانی آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبر سے چھوتا ہوا گزرے اور اس کی برکت سے تمام اہلِ مصر فیض یاب ہوں چنانچہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سنگِ رِخام یا سنگِ مرمر کے صندوق میں دریائے نیل کے اندر دفن کیا گیا اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وہیں رہے یہاں تک کہ 400 برس کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تابوت شریف نکالا اور آپ کو آپ کے آبائے کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس ملکِ شام میں دفن کیا۔ (1)

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَۚ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور وہ داؤں چل رہے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے پختہ ارادہ کرلیا تھا اور وہ سازش کررہے تھے۔

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ: یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جو واقعات ذکر کئے گئے یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو کہ وحی نازل ہونے سے پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو معلوم نہ تھیں کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اس وقت حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنے بھائی حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کنویں میں ڈالنے

(1)......مدارك، يوسف، تحت الآية: ١٠١، ص٥٤٦، خازن، يوسف، تحت الآية: ١٠١، ٣/٤٧، ملتقطاً.

کا پختہ ارادہ کر لیا تھا اور وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں سازش کر رہے تھے،اس کے باوجود اَنبیا کے سردار! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا ان تمام واقعات کو اس تفصیل سے بیان فرمانا غیبی خبر اور معجزہ ہے۔[1]

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور اکثر آدمی تم کتنا ہی چاہو ایمان نہ لائیں گے۔ اور تم اس پر ان سے کچھ اجرت نہیں مانگتے یہ تو نہیں مگر سارے جہان کو نصیحت۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ آپ کو کتنی ہی خواہش ہو۔ اور آپ اس (تبلیغ) پر ان سے کوئی اجرت نہیں مانگتے۔ یہ تو سارے جہان کیلئے صرف نصیحت ہے۔

﴿ اَكْثَرُ النَّاسِ: اکثر لوگ۔ ﴾ یہودیوں اور کفارِ قریش نے سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قصہ دریافت کیا تھا، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسی طرح حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قصہ ان کے سامنے بیان کر دیا جیسا تورات میں لکھا تھا تو بھی وہ ایمان نہ لائے، ان کے ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت دکھ ہوا تو اللّٰہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ آپ کو ان کے ایمان کی کتنی ہی خواہش ہو۔[2]

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

1 ......خازن، يوسف، تحت الآية: ١٠٢، ٣/٤٧-٤٨، مدارك، يوسف، تحت الآية: ١٠٢، ص٥٤٦-٥٤٧، ملتقطاً.

2 ......خازن، يوسف، تحت الآية: ١٠٣، ٣/٤٨.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔ اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین میں کتنی نشانیاں ہیں جن کے پاس سے گزر جاتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔ اور ان میں اکثر وہ ہیں جو اللہ پر یقین نہیں کرتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ: اور کتنی نشانیاں ہیں۔﴾ آسمانی نشانیوں سے مراد اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی قوت وقدرت پر دلالت کرنے والی نشانیاں یعنی آسمان کا وجود، سورج، چاند اور ستارے ہیں اور زمینی نشانیوں سے ہلاک شدہ امتوں کے آثار مراد ہیں۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان لوگوں کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے منہ موڑنے پر آپ تعجب نہ کریں کیونکہ ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے باوجود ان سے منہ پھیر لینا اور غوروفکر کر کے عبرت حاصل نہ کرنا زیادہ عجیب ہے۔[(1)]

﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ: اور ان میں اکثر وہ ہیں جو اللہ پر یقین نہیں کرتے۔﴾ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ آیت مشرکین کے رد میں نازل ہوئی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خالق اور رازق ہونے کا اقرار کرنے کے باوجود بت پرستی کر کے غیروں کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک کرتے تھے۔[(2)]

اَفَاَمِنُوْۤا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٠٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس سے نڈر ہو بیٹھے کہ اللہ کا عذاب انہیں آ کر گھیر لے یا قیامت ان پر اچانک آ جائے اور انہیں خبر نہ ہو۔

---

1 ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ١٠٥، ص٥٤٧، صاوى، يوسف، تحت الآية: ١٠٥، ٣/٩٨٤، ملتقطاً.

2 ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ١٠٦، ص٥٤٧.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر اللّٰہ کے عذاب سے چھا جانے والی مصیبت آ جائے یا ان پر اچانک قیامت آ جائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔

﴿اَفَاَمِنُوْۤا: کیا وہ اس بات سے بے خوف ہیں۔﴾ یعنی جو لوگ اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار نہیں کرتے اور غیرُ اللّٰہ کی عبادت کرنے میں مصروف ہیں کیا انہیں اس بات کا کوئی خوف نہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کی وجہ سے ان پر اللّٰہ تعالیٰ کا ایسا عذاب نازل ہو جائے جو مکمل طور پر انہیں اپنی گرفت میں لے لے یا اسی شرک اور کفر کی حالت میں اچانک ان پر قیامت آ جائے اور اللّٰہ تعالیٰ دائمی عذاب کے لئے انہیں دوزخ میں ڈال دے۔[1]

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ یہ میری راہ ہے میں اللّٰہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں اور اللّٰہ کو پاکی ہے اور میں شریک کرنے والا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ یہ میرا راستہ ہے میں اللّٰہ کی طرف بلاتا ہوں ۔ میں اور میری پیروی کرنے والے کامل بصیرت پر ہیں اور اللّٰہ ہر عیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں ہوں۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اِن مشرکین سے فرما دیں کہ اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت اور دینِ اسلام کی دعوت دینا یہ میرا راستہ ہے، میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی توحید اور اس پر ایمان لانے کی طرف بلاتا ہوں ۔ میں اور میری پیروی کرنے والے کامل یقین اور معرفت پر ہیں۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی فضیلت

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم احسن راستے اور افضل ہدایت پر ہیں، یہ علم کے معدن، ایمان کے خزانے اور رحمٰن

[1] ......تفسير طبری، يوسف، تحت الآية: ۱۰۷، ۷/ ۳۱٤.

کے لشکر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’طریقہ اختیار کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ گزرے ہوؤں کا طریقہ اختیار کریں، گزرے ہوئے حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم ہیں، ان کے دِل اُمت میں سب سے زیادہ پاک، علم میں سب سے گہرے، تکلّف میں سب سے کم ہیں، وہ ایسے حضرات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صحبت اور اُن کے دین کی اشاعت کے لئے چن لیا۔[1]

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰىؕ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْاؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے نہیں تو دیکھتے ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا اور بے شک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب شہروں کے رہنے والے مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے تو کیا یہ لوگ زمین پر نہیں چلے تاکہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ مکہ نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نبی کیوں نہ بنا کر بھیجا، اس آیت میں انہیں جواب دیا گیا کہ وہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے انسان ہونے پر حیران کیوں ہیں حالانکہ ان سے پہلے جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے رسول تشریف

[1] ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۰۸، ۳/۴۸-۴۹.

لائے سب ان کی طرح انسان اور مرد ہی تھے، کسی فرشتے، جن، عورت اور دیہات میں رہنے والے کو نبوت کا منصب نہیں دیا گیا۔ کیا یہ جھٹلانے والے مشرکین زمین پر نہیں چلتے تاکہ وہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا انہیں کس طرح ہلاک کر دیا گیا اور بے شک آخرت کا گھر یعنی جنت پرہیزگاروں کے لئے دنیا سے بہتر ہے تو کیا تم غور وفکر نہیں کرتے اور عبرت حاصل نہیں کرتے تاکہ ایمان قبول کرسکو۔[1]

حَتّٰۤى اِذَا اسْتَایْــٴَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَاۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُؕ وَ لَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا اس وقت ہماری مدد آئی تو جسے ہم نے چاہا بچالیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے پھیرا نہیں جاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا ہے تو اس وقت ہماری مدد آگئی تو جسے ہم نے چاہا اسے بچالیا گیا اور ہمارا عذاب مجرموں سے پھیرا نہیں جاتا۔

﴿حَتّٰۤى اِذَا اسْتَایْــٴَسَ الرُّسُلُ: یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی۔﴾ یعنی لوگوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں تاخیر ہونے اور عیش وآسائش کے دیر تک رہنے پر مغرور نہ ہوجائیں کیونکہ پہلی اُمتوں کو بھی بہت مہلتیں دی جاچکی ہیں یہاں تک کہ جب اُن کے عذابوں میں بہت تاخیر ہوئی اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے رسولوں کو اپنی قوموں پر دنیا میں ظاہری عذاب آنے کی اُمید نہ رہی تو قوموں نے گمان کیا کہ رسولوں نے انہیں جو عذاب کے وعدے دیئے تھے وہ پورے ہونے والے نہیں تو اس وقت اچانک انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کے لئے ہماری مدد آگئی اور ہم نے اپنے بندوں میں سے اطاعت کرنے والے ایمانداروں کو بچالیا اور مجرمین اس عذاب میں مبتلا ہوگئے۔[2]

---

1 ......صاوی، یوسف، تحت الآیة: ۱۰۹، ۹۸۵/۳، خازن، یوسف، تحت الآیة: ۱۰۹، ۴۹/۳، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، یوسف، تحت الآیة: ۱۰۹، ۱۴۲/۳-۱۴۳، مدارك، یوسف، تحت الآیة: ۱۰۹، ص۵۴۸، ملتقطاً.

لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ تَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۠ (۱۱۱)

ع۷

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ان کی خبروں سے عقل مندوں کی آنکھیں کھلتی ہیں یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لیے ہدایت ورحمت۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک ان رسولوں کی خبروں میں عقل مندوں کیلئے عبرت ہے۔ یہ (قرآن) کوئی ایسی بات نہیں جو خود بنالی جائے لیکن (یہ قرآن) ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے تھیں اور یہ ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

﴿ لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ: بیشک ان رسولوں کی خبروں میں۔﴾ یعنی بے شک انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اور ان کی قوموں کی خبروں میں عقل مندوں کیلئے عبرت ہے جیسے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعہ سے بڑے بڑے نتائج نکلتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ صبر کا نتیجہ سلامت وکرامت ہے اور ایذا رسانی و بدخواہی کا انجام ندامت ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے والا کامیاب ہوتا ہے۔ بندے کو سختیوں کے پیش آنے سے مایوس نہ ہونا چاہئے، رحمتِ الٰہی دست گیری کرے تو کسی کی بدخواہی کچھ نہیں کرسکتی۔ اس کے بعد قرآنِ پاک کے بارے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ قرآن کوئی ایسی بات نہیں کہ جسے کسی انسان نے اپنی طرف سے بنالیا ہو کیونکہ اس کا عاجز کردینے والا ہونا اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کو قطعی طور پر ثابت کرتا ہے البتہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتابوں توریت اور انجیل کی تصدیق کرنے والا ہے اور قرآن میں حلال، حرام، حدود وتعزیرات، واقعات، نصیحتوں اور مثالوں وغیرہ ہر چیز کا مفصل بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے کیونکہ وہی اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔[1]

[1]......مدارك، يوسف، تحت الآية: ۱۱۱، ص۵۴۸، خازن، يوسف، تحت الآية: ۱۱۱، ۳/۵۰-۵۱، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الرَّعْد

سورۂ رعد کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ رعد مکیہ ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک روایت یہ ہے کہ ان دو آیتوں ''لَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ'' اور ''وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا'' کے سوا اس سورت کی سب آیتیں مکی ہیں، اور دُوسرا قول یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **6** رکوع، **43** آیتیں اور **855** کلمے اور **3506** حروف ہیں۔[2]

''رعد'' نام رکھنے کی وجہ

رعد، بادلوں سے پیدا ہونے والی گرج کو کہتے ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک بادل پر مامور ایک فرشتے کا نام رعد ہے، اور اس سورت کا یہ نام آیت نمبر 13 میں مذکور لفظ ''اَلرَّعْدُ'' کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔

سورۂ رعد کی فضیلت

حضرت جابر بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جب کسی انسان کی موت کا وقت قریب آ جائے تو مستحب یہ ہے کہ اس کے پاس سورۂ رعد پڑھی جائے کیونکہ یہ مرنے والے کیلئے آسانی کا اور اس کی روح قبض ہونے میں تخفیف کا سبب ہوگی۔[3]

سورۂ رعد کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت و رسالت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کے دن اعمال کی جزاء ملنے کو ثابت کیا گیا

1 ......خازن، تفسیر سورة الرعد، ۳/۵۱.

2 ......خازن، تفسیر سورة الرعد، ۳/۵۱.

3 ......در منثور، سورة الرعد، ۴/۵۹۹.

ہے، چنانچہ اس سورت کی ابتداء میں آسمانوں اور زمین، سورج اور چاند، رات اور دن، پہاڑ اور دریا، کھیتی اور مختلف ذائقوں، خوشبوؤں اور رنگوں والے پھلوں کی پیدائش کے ذریعے تخلیق اور ایجاد میں، زندگی اور موت دینے میں، نفع اور ضرر پہنچانے میں اللّٰہ تعالیٰ کی یکتائی، اس کی قدرت، مرنے کے بعد مخلوق کو دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے پر دلائل دیئے گئے ہیں، اسی طرح اس سورت میں مشرکین کے شُبہات کا رد بھی کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں

(1)……اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے انسان کی حفاظت کے لئے فرشتوں کے موجود ہونے کی خبر دی گئی۔

(2)……حق اور باطل میں نیز بندگانِ خدا اور بتوں کے پجاریوں میں ایک مثال کے ذریعے فرق بیان کیا گیا۔

(3)……نماز ادا کرنے والے اور صبر کرنے والے سعادت مند متقی لوگوں کے حال کو دیکھنے والے سے تشبیہ دی گئی ہے اور زمین میں فساد پھیلانے والے اور عہد و پیمان توڑ دینے والے گناہگار لوگوں کے حال کو اندھے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

(4)……متقی لوگوں کو جنّاتِ عَدن کی بشارت دی گئی اور عہد توڑنے والوں اور زمین میں فساد پھیلانے والوں کو جہنم کے عذاب کی وعید سنائی گئی۔

(5)……رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذمہ داریاں بیان کی گئی۔

(6)……دنیا میں ہونے والے تغیرات کے بارے میں بتایا گیا۔

(7)……اس سورت کی آخری آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور رسالت کی گواہی دی اور یہ بتایا گیا کہ اہلِ کتاب میں سے جو مومن ہیں وہ بھی اپنی کتابوں میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نشانیاں موجود ہونے کی وجہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی گواہی دیتے ہیں۔

سورۂ یوسف کے ساتھ مناسبت

سورۂ رعد کی اپنے سے ماقبل سورت ''یوسف'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ یوسف میں اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی زمینی اور آسمانی نشانیوں کا اِجمالی ذکر ہوا اور سورۂ رعد کی ابتداء میں ان نشانیوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا اور ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ یوسف کی آخری آیت میں قرآنِ پاک کے اوصاف بیان کئے گئے اور سورۂ رعد کی پہلی آیت میں بھی قرآنِ مجید کی شان بیان کی گئی ہے۔[1]

[1]……تناسق الدرر، سورة الرعد، ص۹۵.

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓرٰ ۟ قف تِلۡكَ اٰیٰتُ الۡكِتٰبِ ؕ وَالَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ کتاب کی آیتیں ہیں اور وہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا حق ہے مگر اکثر آدمی ایمان نہیں لاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ کتاب کی آیتیں ہیں اور وہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

﴿الٓمّٓرٰ:﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿وَالَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ : اور وہ جو تمہاری طرف نازل کیا گیا۔﴾ مشرکینِ مکہ کہتے تھے کہ یہ کلام محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہے اور انہوں نے خود بنایا ہے، اس آیت میں ان کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن جو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نازل کیا گیا حق ہے، اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں لیکن اکثر اہلِ مکہ اس بات پر ایمان نہیں لاتے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔(1)

اَللّٰهُ الَّذِیۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ

(1)......خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۱، ۳/۵۱، جلالین، الرعد، تحت الآیۃ: ۱، ص۲۰۰، ملتقطاً۔

وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجۡرِيۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ يُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّكُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بے ستونوں کے کہ تم دیکھو پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے اور سورج اور چاند کو مسخر کیا ہر ایک ایک ٹھہرائے ہوئے وعدہ تک چلتا ہے اللہ کام کی تدبیر فرماتا اور مفصل نشانیاں بتاتا ہے کہیں تم اپنے رب کا ملنا یقین کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کیا جنہیں تم دیکھ سکو پھر اس نے عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا۔ ہر ایک، ایک مقرر کئے ہوئے وعدہ تک چلتا رہے گا، اللہ کام کی تدبیر فرماتا ہے، تفصیل سے نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو۔

﴿ **اَللّٰهُ الَّذِيۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ: اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا۔** ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے دلائل اور اپنی قدرت کے عجائب بیان فرمائے جو کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔

آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کرنے کے معنی

آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کرنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ **(1)** آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا جیسا کہ تم ان کو دیکھتے ہو یعنی حقیقت میں کوئی ستون ہی نہیں ہے۔ **(2)** یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہارے دیکھنے میں آنے والے ستونوں کے بغیر بلند کیا، اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ستون تو ہیں مگر تمہارے دیکھنے میں نہیں آتے۔ پہلا قول صحیح تر ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔[1]

﴿ **ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ: پھر اس نے عرش پر استوا فرمایا۔** ﴾ اللہ تعالیٰ کے اپنی شان کے مطابق عرش پر استوا فرمانے کی تفصیل سورۂ اعراف کی آیت نمبر **54** کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

[1] ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۲، ۳/۵۱-۵۲، جمل، الرعد، تحت الآية: ۲، ۴/۹۲، ملتقطاً.

﴾ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ: اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا۔﴿ یعنی اپنے بندوں کے منافع اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا اور وہ حکم کے مطابق گردش میں ہیں۔ سورج اور چاند میں سے ہر ایک، ایک مقرر کئے ہوئے وعدے یعنی دنیا کے فنا ہونے تک چلتا رہے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا نے فرمایا کہ اَجَلٍ مُّسَمًّى سے سورج اور چاند کے درجات اور منازِل مراد ہیں یعنی وہ اپنے منازل اور درجات میں ایک حد تک گردش کرتے ہیں اس سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند میں سے ہر ایک کے لئے حرکت میں تیزی اور آہستگی کی ایک مخصوص مقدار کے ساتھ خاص جہت کی طرف خاص گردش مقرر فرمائی ہے۔ [(1)]

﴾ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ: اللہ کام کی تدبیر فرماتا ہے۔﴿ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال اور اس کی رحمت کی دلیل ہے کیونکہ پوری مخلوق اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور رحمت کی محتاج ہے اور سب اللہ تعالیٰ کی قضا، قدرت اور قہر کے تحت داخل ہیں۔ [(2)]

﴾ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ: تفصیل سے نشانیاں بیان کرتا ہے۔﴿ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت اور قدرت کے کمال پر دلالت کرنے والی نشانیاں تفصیل سے بیان فرماتا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات کا یقین کر لو اور جان لو کہ جو ذات انسان کے معدوم ہونے کے بعد اسے موجود کرنے پر قادر ہے تو وہ انسان کو موت دینے کے بعد زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ [(3)]

وَهُوَ الَّذِیۡ مَدَّ الۡاَرۡضَ وَجَعَلَ فِیۡهَا رَوَاسِیَ وَاَنۡهٰرًا ؕ وَمِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیۡهَا زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ یُغۡشِی الَّیۡلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَكَّرُوۡنَ ③

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں لنگر اور نہریں بنائیں اور زمین میں ہر قسم کے پھل

---

(1)......مدارك، الرعد، تحت الآية: ٢، ص٥٤٩، خازن، الرعد، تحت الآية: ٢، ٣/٥٢، ملتقطاً.

(2)......خازن، الرعد، تحت الآية: ٢، ٣/٥٢.

(3)......خازن، الرعد، تحت الآية: ٢، ٣/٥٢.

دو دو طرح کے بنائے رات سے دن کو چھپا لیتا ہے بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں اور زمین میں ہر قسم کے پھل دو دو طرح کے بنائے ، وہ رات سے دن کو چھپا لیتا ہے ، بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ: اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت کے کمال پر آسمانی دلائل یعنی آسمانوں کے ستونوں کے بغیر بلند ہونے اور سورج و چاند کے اَحوال کا ذکر فرمایا جبکہ اس آیت میں زمینی دلائل کا ذکر فرمایا ہے۔ ان دلائل کا خلاصہ یہ ہے۔ (1) اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی کی سطح پر پھیلایا۔ (2) زمین میں مضبوط پہاڑ نصب فرمائے۔ (3) مخلوق کے فائدے کیلئے زمین میں نہریں جاری فرمائیں۔ (4) زمین میں ہر قسم کے پھل دو دو طرح کے بنائے یعنی سیاہ اور سفید ، کھٹے اور میٹھے ، چھوٹے اور بڑے ، خشکی اور باغات کے ، گرم اور سرد ، تر اور خشک وغیرہ۔ (5) اللہ تعالیٰ دن کو رات کے اندھیرے سے اور رات کو دن کی روشنی سے چھپا دیتا ہے۔ بیشک ان عجیب وغریب صنعتوں میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں جنہیں دیکھ کر وہ سمجھ جائیں گے کہ یہ تمام آثار ، بنانے والے ، حکمت والے اور قدرت والے کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ (1)

آیت ” اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ “ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے

(1)......سارا جہان سمجھدار کے لئے معرفتِ الٰہی کا دفتر ہے ،

(2)......فکر اور غور وخوض اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے ، ایک ساعت کی فکر ہزار برس کے ذکر سے افضل ہے۔

وَ فِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۙ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ④

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۳، ۳/۵۲، مدارك، الرعد، تحت الآية: ۳، ص۵٤٩، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین کے مختلف قطعے ہیں اور ہیں پاس پاس اور باغ ہیں انگوروں کے اور کھیتی اور کھجور کے پیڑ ایک تھالے سے اُگے اور الگ الگ سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر کرتے ہیں بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین کے مختلف حصے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتی اور کھجور کے درخت ہیں ایک جڑ سے اگے ہوئے اور الگ الگ اگے ہوئے، سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر بناتے ہیں، بیشک اس میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

﴿وَ فِی الْاَرْضِ قِطَعٌ: اور زمین کے مختلف حصے ہیں۔﴾ آیت کی ابتدا میں فرمایا کہ زمین کے مختلف حصے ہیں یعنی جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے، ان میں سے کوئی قابلِ زراعت ہے کوئی ناقابلِ زراعت، کوئی پتھریلا، کوئی ریتیلا، اس کے بعد ایک منفرد انداز میں قدرتِ الٰہی کا بیان فرمایا کہ ایک ہی پانی اور ایک ہی زمین سے قریب قریب ہونے کے باوجود اللہ عَزَّوَجَلَّ مختلف رنگ، خوشبو، ذائقے، سائز اور قسم کے پھل پیدا فرماتا ہے پھر ان میں سے ہر ایک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کی نشانیاں ہیں کہ ایک ہی درخت پر اُگنے والا کوئی پھل چھوٹا، کوئی بڑا، کوئی میٹھا، کوئی کھٹا اور اس کے علاوہ کیا کیا باریکیاں ایک ایک دانے میں رکھی گئی ہیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے۔

بنی آدم کے دلوں کی ایک مثال

حضرت حسن بصری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک نکتے کے طور پر فرماتے ہیں ''اس آیت میں بنی آدم کے دلوں کی ایک مثال بیان کی گئی ہے کہ جس طرح زمین ایک تھی اس کے مختلف حصے ہوئے، ان پر آسمان سے ایک ہی پانی برسا تو اس سے مختلف قسم کے پھل پھول، بیل بوٹے، اچھے اور برے پیدا ہوئے، اِسی طرح آدمی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پیدا کئے گئے، ان پر آسمان سے ہدایت اُتری، اس ہدایت سے بعض دل نرم ہوئے اور ان میں خشوع و خضوع پیدا ہوا، بعض سخت ہوگئے اور کھیل کود اور لغویات میں مبتلا ہوگئے تو جس طرح زمین کے حصے اپنے پھول پھل میں مختلف ہیں اس طرح انسانی دل اپنے آثار، انوار اور اَسرار میں مختلف ہیں۔[1]

[1] ......صاوی، الرعد، تحت الآیة: ٤، ٣/ ٩٩٠، مدارك، الرعد، تحت الآیة: ٤، ص ٥٥٠، ملتقطاً.

وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۬ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم تعجب کرو تو اچنبا تو ان کے اس کہنے کا ہے کہ کیا ہم مٹی ہو کر پھر نئے بنیں گے وہ ہیں جو اپنے رب سے منکر ہوئے اور وہ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اسی میں رہنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم تعجب کرو تو تعجب والی چیز تو ان کا یہ کہنا ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے بنائے جائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا اور یہی ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی جہنمی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿ وَ اِنْ تَعْجَبْ: اور اگر تم تعجب کرو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ صادق وامین معروف ہونے کے باوجود کفار کے جھٹلانے کی وجہ سے تعجب کر رہے ہیں تو اس سے بڑھ کر تعجب کے قابل تو ان کا یہ کہنا ہے کہ جب ہم مرنے کے بعد مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے ویسے ہی بنائے جائیں گے جیسے ہم مرنے سے پہلے تھے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ جس نے ابتداءً بغیر مثال کے پیدا کر دیا اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا انکار کیا، ان کا انجام یہ ہوگا کہ بروزِ قیامت ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے، یہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور اس سے نہ کبھی نکل سکیں گے اور نہ انہیں وہاں موت آئے گی۔ (1)

وَ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكَ

(1)......خازن، الرعد، تحت الآیة: ۵، ۳/۵۳، جلالین، الرعد، تحت الآیة: ۵، ص۲۰۰، ملتقطاً.

لَشَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں رحمت سے پہلے اور ان سے اگلوں کی سزائیں ہو چکیں اور بے شک تمہارا رب تو لوگوں کے ظلم پر بھی انہیں ایک طرح کی معافی دیتا ہے اور بے شک تمہارے رب کا عذاب سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رحمت سے پہلے تم سے عذاب کا جلدی مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے عبرتناک سزائیں گزر چکی ہیں اور بیشک تمہارا رب تو لوگوں کے ظلم کے باوجود بھی انہیں ایک قسم کی معافی دینے والا ہے اور بیشک تمہارے رب کا عذاب سخت ہے۔

﴿ وَ يَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ : اور رحمت سے پہلے تم سے عذاب کا جلدی مطالبہ کرتے ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مکہ کے مشرکین مذاق اڑاتے ہوئے آپ سے عافیت اور سلامتی کے بدلے جلدی عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلانے والی امتوں کی عبرتناک سزائیں گزر چکی ہیں، ان کا حال دیکھ کر انہیں عبرت حاصل کرنی چاہئے اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ تو لوگوں کے شرک کے باوجود بھی ایک طرح کی معافی دینے والا ہے کہ ان کے عذاب میں جلدی نہیں فرماتا اور انہیں مہلت دیتا ہے تو ان لوگوں کو تو اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے توبہ کرنی چاہیے اور کفر و شرک سے باز آ جانا چاہیے اور ہرگز ہرگز غافل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جب عذاب نازل فرماتا ہے تو اس کا عذاب بھی بڑا سخت ہوتا ہے۔[1]

اللّٰہ تعالٰی کا عَفْو دیکھ کر غافل نہیں ہونا چاہیے

اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ایک سے ایک بڑے گناہ کے باوجود اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے فوری پکڑ نہ ہونا اور جلد سزا نہ ملنا اللّٰہ تعالٰی کا عفو و درگزر اور اس کی رحمت ہے اور اس کے نتیجے میں ہونا یہ چاہئے کہ بندہ اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اللّٰہ تعالٰی کی اطاعت و فرمانبرداری والے کاموں میں مصروف ہو جائے اور اس کی رحمت دیکھ کر ہرگز غفلت کا شکار نہ ہو کیونکہ وہ رحیم و کریم ہے تو جبّار و قہّار بھی ہے، وہ عفو و درگزر کرنے والا ہے تو پکڑ و گرفت فرمانے والا بھی ہے، وہ گناہوں کو

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ٦، ٣/٥٣-٥٤.

بخشنے والا ہے تو گناہوں پر سزا اور عذاب دینے والا بھی ہے، لیکن افسوس! ہمارا حال اس کے انتہائی برعکس نظر آرہا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی طرف سے ملنے والی مہلت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اپنی نافرمانی اور سرکشی والی عادت کو مزید پختہ کئے جارہے ہیں اور اس بات کو اپنے حاشیہ خیال تک میں لانے کو تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا عذاب بھی بہت سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِؕ لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىٕلًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارا رب بڑا بخشنے والا، رحمت والا ہے۔ اگر وہ لوگوں کو ان کے اعمال کی بنا پر پکڑ لیتا تو جلد ان پر عذاب بھیج دیتا بلکہ ان کے لیے ایک وعدے کا وقت ہے جس کے سامنے کوئی پناہ نہ پائیں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میرے بندوں کو خبر دو کہ بیشک میں ہی بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور بیشک میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا مُحاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے آپ کو خواہشات کے پیچھے لگا کر رکھے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھے۔ (3)

حضرت یحییٰ بن معاذ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''میرے نزدیک سب سے بڑا دھوکہ یہ ہے کہ معافی کی امید پر ندامت کے بغیر آدمی گناہوں میں بڑھتا جائے، اطاعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کے قرب کی توقع رکھے، جہنم کا بیج ڈال کر جنت کی کھیتی کا منتظر رہے، گناہوں کے ساتھ عبادت گزار لوگوں کے گھر کا طالب ہو، عمل کے بغیر جزا کا انتظار کرے اور

1 ...... کهف: ۵۸.

2 ...... حجر ۴۹، ۵۰.

3 ...... ترمذی، کتاب صفة القیامة، ۲۵-باب، ۴/۲۰۷، الحدیث: ۲۴۶۷.

زیادتی کے باوجود اللہ تعالیٰ سے (مغفرت) تمنا کرے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عفو سے غافل نہ ہونے، اپنے عذاب سے ڈرتے رہنے اور اپنی آخرت کو بہتر بنانے کے لئے نیک اعمال کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ اٰيَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ ۝

ع ۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر کہتے ہیں ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری تم تو ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے ہادی۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور کافر کہتے ہیں: ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ (اے حبیب!) تم تو ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے ہادی ہو۔

﴿وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا: اور کافر کہتے ہیں۔﴾ یعنی کفارِ مکہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ویسی نشانی کیوں نہیں اتری جیسی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہوئی۔[2]

کافروں کا عناد اور نا انصافی

کافروں کا یہ قول نہایت بے ایمانی کا قول تھا کیونکہ جتنی آیات نازل ہو چکی تھیں اور جتنے معجزات دکھائے جا چکے تھے سب کو انہوں نے کالعدم قرار دے دیا، یہ انتہا درجہ کی نا انصافی اور حق دشمنی ہے۔ جب دلائل قائم ہو چکیں اور نا قابلِ انکار شواہد پیش کر دیئے جائیں اور ایسے دلائل سے مُدّعا ثابت کر دیا جائے جس کے جواب سے مخالفین کے تمام اہلِ علم و ہنر عاجز اور حیران رہیں اور انہیں لب ہلانا، زبان کھولنا محال ہو جائے، تو ایسے روشن دلائل، واضح شواہد اور ظاہر معجزات کو دیکھ کر یہ کہہ دینا کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اُترتی؟ روزِ روشن میں دن کا انکار کر دینے سے بھی زیادہ بدتر اور باطل تر ہے اور حقیقت

1 ......احياء العلوم، كتاب الخوف والرجاء، بيان حقيقة الرجاء، ۱۷۶/۴.

2 ......ابو سعود، الرعد، تحت الآية: ۷، ۱۴۹/۳.

میں یہ حق کو پہچان کر اس سے عناد اور فرار ہے کیونکہ کسی دعوے پر جب مضبوط دلیل قائم ہو جائے پھر اس پر دوبارہ دلیل قائم کرنی ضروری نہیں رہتی اور ایسی حالت میں دلیل طلب کرنا عناد اور مخالفت ہوتا ہے اور جب تک پہلی دلیل کو رد نہ کر دیا جائے کوئی شخص دوسری دلیل طلب کرنے کا حق نہیں رکھتا اور اگر یہ سلسلہ قائم کر دیا جائے کہ ہر شخص کے لئے نئی دلیل قائم کی جائے جس کو وہ طلب کرے اور وہی نشانی لائی جائے جو وہ مانگے تو نشانیوں کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا، اس لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایسے معجزات دیئے جاتے ہیں جن سے ہر شخص ان کی صداقت اور نبوت کا یقین کر سکے اور بہت سے معجزات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جس میں اُن کی امت اور ان کے زمانے کے لوگ زیادہ مشق ومہارت رکھتے ہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانہ میں جادو کا علم اپنے کمال کو پہنچا ہوا تھا اور اس زمانے کے لوگ جادو کے بڑے ماہرِ کامل تھے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو وہ معجزہ عطا ہوا جس نے جادو کو باطل کر دیا اور جادوگروں کو یقین دلا دیا کہ جو کمال حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دکھایا وہ ربّانی نشان ہے، جادو سے اس کا مقابلہ ممکن نہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں طب انتہائی عروج پر تھی اس لئے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شفائے اَمراض اور مردے زندہ کرنے کا وہ معجزہ عطا فرمایا جس سے طب کے ماہرین عاجز ہو گئے اور وہ اس یقین پر مجبور تھے کہ یہ کام طب سے ناممکن ہے، لہٰذا یقیناً یہ قدرتِ الٰہی کا زبردست نشان ہے۔ اسی طرح سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانۂ مبارکہ میں عرب کی فصاحت وبلاغت اَوجِ کمال پر پہنچی ہوئی تھی اور وہ لوگ خوش بیانی میں عالَم پر فائق تھے، سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے وہ معجزہ عطا فرمایا جس نے اُنہیں عاجز وحیران کر دیا اور اُن کے بڑے سے بڑے لوگ اور اُن کے اہلِ کمال کے گروہ قرآنِ کریم کے مقابل ایک چھوٹی سی عبارت پیش کرنے سے بھی عاجز وقاصر رہے اور قرآن کے اس کمال نے یہ ثابت کر دیا کہ بیشک یہ ربّانی عظیم نشان ہے اور اس کا مثل بنالانا بشری قوت کیلئے ممکن نہیں، اس کے علاوہ اور صدہا معجزات رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پیش فرمائے جنہوں نے ہر طبقہ کے انسانوں کو آپ کی رسالت کی صداقت کا یقین دلا دیا، ان معجزات کے ہوتے ہوئے یہ کہہ دینا کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اُتری کس قدر عناد اور حق سے مکرنا ہے۔ (1)

﴿اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ: تم تو ڈر سنانے والے ہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنی نبوت کے دلائل پیش

(1) ……تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیة: ۷، ۷/۱۳، ملخصاً.

کرنے اور اطمینان بخش معجزات دکھا کر اپنی رسالت ثابت کر دینے کے بعد احکامِ الٰہیہ پہنچانے اور خدا عَزَّوَجَلَّ کا خوف دلانے کے سوا آپ پر کچھ لازم نہیں اور ہر ہر شخص کے لئے اس کی طلب کردہ جدا جدا نشانیاں پیش کرنا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ضروری نہیں جیسا کہ آپ سے پہلے ہادیوں یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا طریقہ رہا ہے۔[1]

﴿وَ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ: اور ہر قوم کے ہادی ہو۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ''ہادی'' سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی ذمہ داری ڈر سنانا ہے جبکہ ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، وہ جسے چاہے ہدایت عطا فرما دے۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ ''ہادی'' سے مراد رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم تو ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے ہادی ہو۔[2]

بعض مفسرین کے نزدیک آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہر قوم کے لئے ہادی یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہوئے ہیں، وہ اپنی قوموں کو ان کی من مانی نشانیوں کی بجائے ان نشانیوں کے ساتھ دین کی طرف ہدایت دیتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے جو خصوصی طور پر انہیں عطا ہوئی تھیں۔[3]

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جانتا ہے جو کچھ کسی مادہ کے پیٹ میں ہے اور پیٹ جو کچھ گھٹتے اور بڑھتے ہیں اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔ ہر چھپے اور کھلے کا جاننے والا سب سے بڑا بلندی والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ جانتا ہے جو مادہ کے پیٹ میں ہے اور جو پیٹ کم اور زیادہ ہوتے ہیں اور ہر چیز اس کے پاس

---

1 ......ابو سعود، الرعد، تحت الآیۃ: ۷، ۳/۱۴۹-۱۵۰، ملخصاً.

2 ......خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۷، ۳/۵۴.

3 ......مدارک، الرعد، تحت الآیۃ: ۷، ص ۵۵۰.

ایک اندازے سے ہے۔ وہ ہرغیب اور ظاہر کو جاننے والا، سب سے بڑا، بلند شان والا ہے۔

﴿اَللّٰهُ یَعۡلَمُ: اللہ جانتا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفارِ مکہ نے ان نشانیوں کے علاوہ نشانی طلب کی تھی جو رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انہیں دکھا چکے تھے چنانچہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور اس کے کمالِ علم کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کسی مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ نر ہے یا مادہ، ایک ہے یا زیادہ اور اس کی تخلیق پوری ہو چکی یا نہیں اور اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ کس کے پیٹ کا بچہ جلدی پیدا ہوگا اور کس کا دیر میں۔ بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے پیٹ کے گھٹنے بڑھنے سے بچے کا مضبوط، خِلقت میں پورا اور ناقص ہونا مراد ہے۔ (1)

کیا جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے رحم میں بچے کے بارے میں جاننا قرآن کے خلاف ہے؟

اس کے بارے میں جاننے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی یہ تحریر انتہائی مفید ہے، چنانچہ ماؤں کے رحم سے متعلق چند آیات ذکر کرنے کے بعد آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’آیاتِ کریمہ میں مولیٰ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اپنے بے پایاں علوم کے بے شمار اقسام سے ایک سہل قسم کا بہت اجمالی ذکر فرماتا ہے کہ ہر مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے سب کا سارا حال (جیسے) پیٹ رہتے وقت اور اس سے پہلے اور پیدا ہوتے اور پیٹ میں رہتے اور جو کچھ اس پر گزرا اور گزرنے والا ہے، جتنی عمر پائے گا، جو کچھ کام کرے گا، جب تک پیٹ میں رہے گا، اس کا اندرونی بیرونی ایک ایک عضو، ایک ایک پرزہ جو صورت دیا گیا، جو دیا جائے گا، ہر ہر رونگٹا جو مقدار، مساحت، وزن پائے گا، بچے کی لاغری، فربہی، غذا، حرکتِ خفیفہ زائدہ، انبساط، انقباض اور زیادت وقلتِ خون، طمث وحصولِ فضلات وہوا ورطوبات وغیرہا کے باعث آن آن پر پیٹ جو سمٹتے پھیلتے ہیں، غرض ذرہ ذرہ سب اسے معلوم ہے، ان میں کہیں نہ تخصیص ذکورت وانوثت کا ذکر، نہ مطلق علم کی نفی وحصر، تو یہ مہمل ومختل اعتراض پادر ہوا کہ بعض پادریانِ پادر بند ہوا کی تازہ گھڑت ہے۔ اس کا اصل منشا معنی آیات میں بے فہمی محض یا حسبِ عادت دیدہ ودانستہ کلامِ الٰہی پر افترا وتہمت ہے۔ قرآنِ عظیم نے کس جگہ فرمایا ہے کہ کوئی کبھی کسی مادہ کے حمل کو کسی طرح تدبیر سے اتنا معلوم نہیں کر سکتا کہ نر ہے یا مادہ، اگر کہیں ایسا فرمایا ہو تو نشان دو، اور جب یہ نہیں تو بعض وقت بعض اناث کے بعض حمل کا بعض حال بعض تدابیر سے بعض اشخاص نے بعد جہل طویل وعجز مدید

1 ......خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۸، ۳/۵٤.

بعض آلات بیجان کا فقیر ومحتاج ہو کر اس فانی وزائل و بے حقیقت نام کے ایک ذرہ علم وقدرت سے (کہ وہ بھی اسی بارگاہ علیم وقدیر سے حصہ رسد چندروز سے چندروز کے لئے پائے اوراب بھی اسی کے قبضہ واقتدار میں ہیں کہ بے اس کے کچھ کام نہ دیں) اگر صحرا سے ذرہ سمندر سے قطرہ معلوم کرلیا تو یہ آیاتِ کریمہ کے کس حرف کا خلاف ہوا؟

وہ خود فرماتا ہے:

یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ ۚ وَلَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ [1] اللہ جانتا ہے جوان کے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم سے کسی چیز کو مگر جتنی وہ چاہے۔

تمام جہان میں روزِ اول سے ابدالآباد تک جس نے جو کچھ جانا یا جانے گا سب اسی **اِلَّا بِمَا شَآءَ** کے استثناء میں داخل ہے جس کے لاکھوں کروڑوں سر بفلک کشیدہ پہاڑوں سے ایک نہایت قلیل وذلیل و بے مقدار ذرہ یہ آلہ بھی ہے، ایسا ہی اعتراض کرنا ہو تو بے گنتی گزشتہ وآئندہ باتوں کا جو علم ہم کو ہے اسی سے کیوں نہ اعتراض کرے جو صیغہ ’’**یَعۡلَمُ مَا فِی الۡاَرۡحَامِ**‘‘ میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے بعینہٖ وہی صیغہ ’’**یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ**‘‘ میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ گزرا اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ جب ان بے شمار علوم تاریخی وآسمانی ملنے میں کسی عاقل منصف کے نزدیک اس آیت کا کچھ خلاف نہ ہوا، نہ تیرہ سو برس سے آج تک کسی پادری صاحب کو ان علوم کے باعث اس آیۂ کریمہ پر لب کشائی کا جنون اچھلا تو اب ایک ذرا سی آلیا نکال کر اس آیت کا کیا بگاڑ متصور ہو سکتا ہے، ہاں عقل نہ ہو تو بندہ مجبور ہے یا انصاف نہ ملے تو انکھیارا بھی کور ہے۔ **وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔** [2]

نوٹ: علومِ ارحام سے تعلق رکھنے والی آیات سے متعلق مزید تفصیل جاننے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 26 ویں جلد میں موجود رسالہ ’’اَلصَّمْصَام عَلٰی مُشَکِّكٍ فِیْ اٰیَةِ عُلُوْمِ الْاَرْحَام‘‘ (علوم ارحام سے متعلق آیات کی تفسیر) کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿ **وَكُلُّ شَیۡءٍ عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ**: **اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔** ﴾ یعنی ہر چیز کی ایک مقدار ہے اور کوئی چیز اپنی مقدار سے کم یا زیادہ نہیں ہو سکتی۔ [3] یہی مضمون قرآنِ پاک کی اور آیات میں بھی بیان ہوا ہے جیسا کہ سورۂ قمر میں ہے

---

1 ......بقرہ:۲۵۵.

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۶/۴۷۰-۴۷۱۔

3 ......مدارك، الرعد، تحت الآية: ۸، ص ۵۵۱ .

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ [1] ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔

اور سورۂ فرقان میں ہے

وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا [2] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا پھر اسے ٹھیک اندازے پر رکھا۔

﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ: وہ ہر غیب اور ظاہر کو جاننے والا۔﴾ یعنی جو چیزیں ہمارے لئے غیب ہیں اور جو چیزیں ہمارے سامنے ظاہر ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو جانتا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے لئے تو کوئی بھی چیز غیب نہیں۔ اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہر کمال سے مُتَّصِف ہے اور ہر طرح کے نقص سے پاک ہے۔ [3]

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّیْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: برابر ہیں جو تم میں بات آہستہ کہے اور جو آواز سے اور جو رات میں چھپا ہے اور جو دن میں راہ چلتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: برابر ہیں تم میں جو آہستہ بات کرے اور جو بلند آواز سے کہے اور جو رات میں چھپا ہے اور جو دن میں راستے پر چلتا ہے۔

﴿سَوَآءٌ: برابر ہیں۔﴾ یعنی دل کی چھپی اور زبان سے اعلانیہ کہی ہوئی باتیں اور رات کو چھپ کر کئے ہوئے عمل اور دن کو ظاہری طور پر کئے ہوئے کام سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے، کوئی اس کے علم سے باہر نہیں۔ [4]

عمل میں اخلاص پیدا کرنے اور دونوں جہاں کی سعادت حاصل کرنے کا طریقہ

علامہ صاوی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: جس نے بھی اس آیت میں غور و فکر کیا اور اس کے تقاضوں کے

[1] ......قمر: ۴۹۔ [2] ......فرقان: ۲۔

[3] ......صاوی، الرعد، تحت االآیة: ۹، ۳/۹۹۳۔

[4] ......جلالین، الرعد، تحت الآیة: ۱۰، ص ۲۰۱۔

مطابق عمل کیا تو اس کے عمل میں اخلاص آ ہی جائے گا، پھر وہ عبادت چاہے اعلانیہ کرے یا پوشیدہ طور پر، دن میں کرے یا رات میں سب اس کے نزدیک برابر ہوگا کیونکہ جب وہ یہ بات اپنے ذہن میں رکھے گا کہ میرا ہر حال اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں تو وہ اپنے ظاہر اور باطن میں کوئی ایسا کام کرنے کی جرأت نہ کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔[1]

اور امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''ایک دانشمند کا قول ہے کہ انسان جتنا تنگدستی سے ڈرتا ہے، اگر اتنا جہنم سے ڈرتا تو دونوں سے نجات پالیتا اور جتنی اسے دولت سے محبت ہے اگر جنت سے اسے اتنی محبت ہوتی تو دونوں کو پالیتا اور جتنا ظاہر میں لوگوں سے ڈرتا ہے اگر اتنا باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تو دونوں جہانوں میں سعید شمار ہوتا۔[2]

ترغیب کے لئے یہاں ایک حکایت ملاحظہ فرمائیں۔

میرا رب عَزَّوَجَلَّ مجھے دیکھ رہا ہے

حضرت اسلم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اکثر رات کے وقت مدینہ منورہ کا دورہ فرماتے تاکہ اگر کسی کو کوئی حاجت ہو تو اسے پورا کریں، ایک رات میں بھی ان کے ساتھ تھا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ چلتے چلتے اچانک ایک گھر کے پاس رک گئے، اندر سے ایک عورت کی آواز آرہی تھی کہ ''بیٹی دودھ میں تھوڑا سا پانی ملادو۔ لڑکی یہ سن کر بولی ''امی جان! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حکم جاری فرمایا ہے کہ کوئی بھی دودھ میں پانی نہ ملائے۔ ماں نے یہ سن کر کہا: بیٹی! اب تو تمہیں حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہیں دیکھ رہے، انہیں کیا معلوم کہ تم نے دودھ میں پانی ملایا ہے، جاؤ اور دودھ میں پانی ملادو۔ لڑکی نے یہ سن کر کہا: ''خدا کی قسم! میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتی کہ ان کے سامنے تو ان کی فرمانبرداری کروں اور ان کی غیر موجودگی میں ان کی نافرمانی کروں، اس وقت اگرچہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہیں دیکھ رہے، لیکن میرا رب عَزَّوَجَلَّ تو مجھے دیکھ رہا ہے، میں ہرگز دودھ میں پانی نہیں ملاؤں گی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ماں بیٹی کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو سن لی تھی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس لڑکی کے شادی شدہ ہونے کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس لڑکی کے گھر اپنے صاحبزادے حضرت عاصم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے شادی

---

1 ......صاوی، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۰، ۹۹۳/۳.

2 ......احیاء العلوم، کتاب الفقر والزھد، بیان فضیلۃ الفقر مطلقاً، ۲۴۵/۴.

کے لئے پیغام بھیجا تو انہوں نے بخوشی قبول کرلیا۔اس طرح حضرت عاصم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شادی اس لڑکی سے ہوگئی اور پھر ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ولادت ہوئی۔ (1)

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ (۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: آدمی کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے اور پیچھے کہ بحکمِ خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں بیشک اللّٰہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں اور جب اللّٰہ کسی قوم سے برائی چاہے تو وہ پھر نہیں سکتی اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: آدمی کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے بدل بدل کر باری باری آنے والے فرشتے ہیں جو اللّٰہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ بیشک اللّٰہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں اور جب اللّٰہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے کوئی پھیرنے والا نہیں اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔

﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ: آدمی کے لیے بدل بدل کر باری باری آنے والے فرشتے ہیں۔﴾ جمہور مفسرین کے نزدیک ان فرشتوں سے دن اور رات میں حفاظت کرنے والے فرشتے مراد ہیں، انہیں بدل بدل کر باری باری آنے والا اس لئے کہا گیا کہ جب رات کے فرشتے آتے ہیں تو دن کے فرشتے چلے جاتے ہیں اور دن کے فرشتے آتے ہیں تو رات کے فرشتے چلے جاتے ہیں۔ (2)

فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کا فائدہ

فرشتوں کی یہ تبدیلی فجر اور عصر کی نماز کے وقت ہوتی ہے اور جو لوگ یہ دونوں نمازیں ادا کرتے ہیں انہیں یہ فائدہ حاصل ہوجاتا ہے کہ فرشتوں کی تبدیلی کے وقت وہ حالتِ نماز میں ہوتے ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

---

1 ......عیون الحکایات، الحکایۃ الثانیۃ عشرۃ، ص۲۸-۲۹، ملخصاً۔

2 ......تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۱، ۷/۱۷۔

سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’رات اور دن کے فرشتے تم میں باری باری آتے رہتے ہیں اور نمازِ فجر اور نمازِ عصر میں اکٹھے ہوتے ہیں پھر جو تمہارے پاس آئے تھے وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں تو ان کا رب عَزَّوَجَلَّ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ انہیں خوب جانتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں ’’ہم نے انہیں چھوڑا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔[1]

﴿ **یَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ : اللّٰہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔** ﴾ امام مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ہر بندے کے ساتھ ایک فرشتہ حفاظت پر مامور ہے جو سوتے جاگتے جن واِنس اور موذی جانوروں سے اس کی حفاظت کرتا ہے اور ہر ستانے والی چیز کو اس سے روک دیتا ہے سوائے اس کے جس کا پہنچنا مَشِیَّت میں ہو۔[2]

اللّٰہ تعالٰی کے نیک بندے بھی حفاظت کرتے ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ جسے اللّٰہ تعالٰی حفاظت کرنے کی قدرت عطا فرمائے وہ بھی حفاظت کر سکتے ہیں اور کرتے بھی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالٰی کی عطا سے حفاظت کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود کسی کو جو اَذِیَّت یا تکلیف پہنچ جاتی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کا پہنچنا اللّٰہ تعالٰی کی مشیت میں ہوتا ہے اور جو چیز اللّٰہ تعالٰی کی مشیت میں ہو اللّٰہ تعالٰی کے نیک بندے اس کے خلاف نہیں کرتے، لہٰذا اللّٰہ تعالٰی کے نیک بندوں کو اللّٰہ تعالٰی کی عطا سے بلاؤں اور آفتوں سے حفاظت کرنے والا ماننا اور ان سے حفاظت کی اِلتجا کرنا درست ہے اور اگر التجا کے باوجود حفاظت نہ ہو تو ان کے خلاف زبانِ طعن دراز کرنا غلط و باطل ہے۔ اعلٰی حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں

تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث　　　تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

﴿ **اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ : بیشک اللّٰہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا۔** ﴾ اس آیت میں قدرت کا ایک قانون بیان کیا گیا ہے کہ اللّٰہ تعالٰی اس وقت تک کسی قوم سے اپنی عطا کردہ نعمت واپس نہیں لیتا جب تک وہ قوم خود اپنے اچھے اعمال کو برے اعمال سے تبدیل نہ کر دے۔[3]

---

1 ...... بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، ۱/۲۰۳، الحدیث: ۵۵۵، مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظۃ علیھما، ص۳۱۷، الحدیث: ۲۱۰(۶۳۲).

2 ......خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۱، ۳/۵۵.

3 ......صاوی، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۱، ۳/۹۹۴.

قوموں کے زوال سے متعلق اللہ تعالیٰ کا قانون

قدرت کا یہی اٹل قانون سورۂ انفال کی اس آیت میں بھی بیان ہو چکا ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ کسی نعمت کو ہرگز نہیں بدلتا جو اس نے کسی قوم کو عطا فرمائی ہو جب تک وہ خود ہی اپنی حالت کو نہ بدلیں۔

اسلامی تاریخ میں اس قانون کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جیسے ماضی بعید میں دنیا کے تین بِرِّ اعظموں پر نافذ مسلم حکومت کا ختم ہو جانا، 800 سال تک اسپین پر حکومت کے بعد وہاں سے سلطنتِ اسلامیہ کے سورج کا غروب ہو جانا، اَسلاف کی بے شمار قربانیوں کے بعد حاصل ہونے والے مسلمانوں کے پہلے قبلے ''بیتُ المقدس'' کا یہودیوں کے قبضے میں چلے جانا، اسلام کی متحد حکومت کا بیسیوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو جانا اور ماضی قریب میں پاکستان کے دو ٹکڑے ہو جانا، عراق اور افغانستان پر غیروں کا قبضہ ہو جانا، مسلم دنیا کا کافر حکومتوں کی دست نگر ہو جانا اس قانونِ قدرت کی واضح مثالیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے ڈر کو اور امید کو اور بھاری بدلیاں اٹھاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے اس حال میں کہ تم ڈرتے ہو یا امید کرتے ہو اور وہ بھاری بادل پیدا فرماتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ: وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرتوں میں سے ایک ایسی چیز کا بیان فرمایا ہے کہ جو ایک اعتبار سے نعمت ہے اور ایک اعتبار سے عذاب ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ربّ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جو اپنے بندوں کو بجلی دکھاتا ہے اس حال میں کہ بعض لوگ بجلی گرنے سے ڈر رہے ہوتے ہیں اور بعض لوگ

[1] ......انفال: ۵۳۔

بارش کی امید کررہے ہوتے ہیں۔[1]

دل میں خوف اور امید دونوں رکھے جائیں

یاد رہے کہ بارش مقیم اور مسافر دونوں کے لئے کبھی نقصان کا سبب ہوتی ہے کہ اس سے ان کے مال و اسباب اور ذخیرہ کی ہوئی گندم وغیرہ خراب ہو جاتی ہے اور کبھی فائدے کا باعث ہوتی ہے کہ مسافر کو اپنی ضروریات میں استعمال کے لئے پانی مل جاتا ہے اور مقیم کی فصلوں وغیرہ کی نشو ونما ہو جاتی ہے اسی طرح بجلی کا چمکنا بھی مقیم اور مسافر دونوں کے لئے فائدے اور نقصان کا باعث ہوتا ہے لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے دل میں خوف اور امید دونوں رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی وہ چیز لاتا ہے کہ جس میں ظاہری اعتبار سے تو شر ہوتا ہے لیکن در حقیقت اس میں بھلائی ہوتی ہے اور کبھی وہ چیز لاتا ہے کہ جس میں ظاہری اعتبار سے تو بھلائی ہوتی ہے لیکن در حقیقت اس میں شر ہوتا ہے۔[2]

امید اور خوف کی حقیقت

اگر مستقبل میں کسی چیز کے پائے جانے کا احتمال ہے اور وہ دل پر غالب ہے تو اسے انتظار اور توقُّع کہتے ہیں اور جس کا انتظار ہے اگر وہ ایسی ناپسندیدہ ہے جس سے دل میں دکھ اور تکلیف پیدا ہوتی ہے تو اسے خوف کہتے ہیں اور جس کا انتظار ہے اگر وہ پسندیدہ ہے اور دل کا اس سے تعلق پیدا ہو چکا ہے اور اس سے دل کو لذت و آرام پہنچ رہا ہے تو اسے رَجا یعنی امید کہتے ہیں تو گویا کہ امید دل کی راحت کا نام ہے جو محبوب چیز کے انتظار سے حاصل ہوتی ہے، لیکن یہ محبوب چیز جس کی توقع کی جارہی ہے اس کا کوئی سبب ہونا چاہئے، اب اگر اس کا انتظار اکثر اسباب کے ساتھ ہے تو اس پر امید کا لفظ صادق آتا ہے اور اگر اسباب بالکل نہ ہوں یا اِضطراب کے ساتھ ہوں تو امید کے مقابلے میں اس پر دھوکے کا لفظ زیادہ صادق آتا ہے اور اگر اسباب کا وجود بھی معلوم نہ ہو اور ان کی نفی کا علم بھی نہ ہو تو اس کے انتظار پر تمنا کا نام زیادہ صادق آتا ہے کیوں کہ یہ انتظار کسی سبب کے بغیر ہے الغرض کوئی بھی حالت ہو امید اور خوف کا نام اسی پر صادق آتا ہے جس میں تَرَدُّد ہو اور جس کے بارے میں یقین ہو اس پر صادق نہیں آتا کیوں کہ طلوعِ آفتاب کے وقت نہیں کہا جاتا کہ مجھے طلوعِ آفتاب کی امید ہے اور غروب کے وقت یہ نہیں کہا جاتا کہ مجھے غروبِ آفتاب کا خوف ہے کیوں یہ دونوں باتیں قطعی ہیں۔[3]

---

1 ……خازن، الرعد، تحت الآية: ۱۲، ۳/۵٦، روح البيان، الرعد، تحت الآية: ۱۲، ٤/۳۵۲، ملتقطاً.

2 ……صاوی، الرعد، تحت الآية: ۱۲، ۳/۹۹۵، ملخصاً.

3 ……احياء العلوم، كتاب الخوف والرجاء، ٤/۱۷٤-۱۷۵.

مغفرت کی امید کی حقیقت

امام محمد غزالی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”اَربابِ قلوب جانتے ہیں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور دل زمین کی طرح ہے، ایمان اس میں بیج کی حیثیت رکھتا ہے اور عبادات زمین کو الٹ پلٹ کرنے، صاف کرنے، نہریں کھودنے اور ان (زمینوں) کی طرف پانی جاری کرنے کی طرح ہیں اور وہ دل جو دنیا میں غرق اور ڈوبا ہوا ہے اُس بنجر زمین کی طرح ہے جس میں بیج پھل نہیں لاتا اور قیامت کا دن فصل کاٹنے کا دن ہے اور ہر شخص وہی کچھ کاٹے گا جو اس نے بویا ہوگا۔۔۔تو مناسب یہی ہے کہ بندے کی امیدِ مغفرت کو کھیتی والے پر قیاس کیا جائے کہ جو شخص اچھی زمین حاصل کرتا ہے اور اس میں عمدہ بیج ڈالتا ہے جو نہ تو خراب ہوتا ہے اور نہ ہی بدبودار، اور پھر اس کی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے اور وہ وقت پر پانی دینا پھر زمین کو کانٹوں اور گھاس پھونس نیز ان تمام خرابیوں سے پاک کرنا ہے جو بیج کو بڑھنے سے روکتی یا خراب کر دیتی ہیں، پھر وہ اللہ تعالٰی کے فضل کا منتظر ہو کر بیٹھ جائے کہ وہ زمین کو بجلی کی گرج اور دیگر مُفسد آفات سے بچائے گا یہاں تک کہ کھیتی اپنی تکمیل کو پہنچ جائے تو اس انتظار کو امید کہتے ہیں۔ اور اگر سخت زمین میں بیج ڈالے جو شور زدہ ہو اور بلندی پر ہو جس تک پانی نہیں پہنچ سکتا اور بیج کی پرواہ بھی نہ کرے، پھر اس کے کٹنے کا انتظار کرے تو اس انتظار کو امید نہیں کہتے بلکہ بیوقوفی اور دھوکہ کہتے ہیں اور اگر اچھی زمین میں بیج ڈالا لیکن اس میں پانی نہیں ہے اب وہ بارش کے انتظار میں ہے اور یہ ایسا وقت ہے جس میں عام طور پر بارش نہیں برستی اور نہ ہی اس میں کوئی رکاوٹ ہوتی ہے تو اس انتظار کو امید نہیں بلکہ تمنا کہتے ہیں تو گویا امید کا لفظ کسی ایسی محبوب چیز کے انتظار پر صادق آتا ہے جس کے لیے وہ تمام اسباب تیار کر دیئے گئے جو بندے کے اختیار میں ہیں اور صرف وہی اَسباب باقی رہ گئے جو بندے کے اختیار میں نہیں ہیں اور وہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے جس کی وجہ سے تمام نقصان دِہ اور فاسد کرنے والے اسباب کھیتی سے دور ہو جاتے ہیں، پس جب بندہ ایمان کا بیج ڈالتا ہے اور اس کو عبادات کا پانی پلاتا ہے دل کو بداَخلاقی کے کانٹوں سے پاک کرتا ہے اور اللہ تعالٰی کے فضل کا مرتے دم تک منتظر رہتا ہے، حُسنِ خاتمہ جو کہ مغفرت تک پہنچاتا ہے اس کا انتظار کرتا ہے تو یہ انتظار حقیقی امید ہے اور یہ ذاتی طور پر قابلِ تعریف ہے اور موت تک اسبابِ ایمان کے مطابق اسبابِ مغفرت کی تکمیل کے لیے قیام اور دوام کا باعث ہے، اور اگر ایمان کے بیج کو عبادات کا پانی نہ دیا جائے یا دل کو برے اَخلاق سے مُلَوَّث چھوڑ دیا جائے اور دنیاوی لذت میں مُنْہَمِک ہو جائے، پھر مغفرت کا انتظار کرے تو اس کا انتظار ایک بیوقوف اور دھوکے میں مبتلا شخص کا انتظار ہے۔ (1)

---

1 ......احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، ٤/١٧٥.

﴿ وَ یُنۡشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ: اور وہ بھاری بادل پیدا فرماتا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ پانی سے بوجھل بادلوں کو پیدا فرمانا بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہے۔ (1)

وَ یُسَبِّحُ الرَّعۡدُ بِحَمۡدِہٖ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ مِنۡ خِیۡفَتِہٖ ۚ وَ یُرۡسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیۡبُ بِہَا مَنۡ یَّشَآءُ وَ ہُمۡ یُجَادِلُوۡنَ فِی اللّٰہِ ۚ وَ ہُوَ شَدِیۡدُ الۡمِحَالِ ﴿ؕ۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور گرج اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی بولتی ہے اور فرشتے اس کے ڈر سے اور کڑک بھیجتا ہے تو اسے ڈالتا ہے جس پر چاہے اور وہ اللہ میں جھگڑتے ہوتے ہیں اور اس کی پکڑ سخت ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور رعد اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتا ہے اور اس کے خوف سے فرشتے بھی (تسبیح کرتے ہیں۔) اور وہ کڑک بھیجتا ہے تو اسے جس پر چاہتا ہے ڈال دیتا ہے حالانکہ وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ سخت پکڑنے والا ہے۔

﴿ وَ یُسَبِّحُ الرَّعۡدُ بِحَمۡدِہٖ: اور گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتی ہے۔﴾ گرج یعنی بادل سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کے تسبیح کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس آواز کا پیدا ہونا خالق، قادر، ہر نقص سے پاک ذات کے وجود کی دلیل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رَعد کی تسبیح سے یہ مراد ہے کہ اس آواز کو سن کر اللہ تعالیٰ کے بندے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ رعد ایک فرشتہ کا نام ہے جو بادل پر مامور ہے، وہ اس کو چلاتا ہے اور بادل سے جو آواز سنی جاتی ہے وہ رعد نامی فرشتے کی تسبیح ہے۔ (2)

گرج کی آواز سن کر کئے جانے والے عمل

یاد رہے کہ گرج اور کڑک کی آواز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وعید ہے لہٰذا جب اس کی آواز سنیں تو اپنی دنیوی

---

1 ...... تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۲، ۷/۲۲.

2 ...... خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۳، ۳/۵۶، مدارک، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۳، ص ۵۵۲، ملتقطاً.

گفتگو روک کر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اس کی پناہ مانگیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جب گرج کی آواز سنتے تو آپ گفتگو چھوڑ کر یہ آیت پڑھتے'' وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ '' پھر فرماتے: بے شک یہ زمین والوں کے لئے شدید وعید ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، جب نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ گرج اور کڑک کی آواز سنتے تو یہ دعا مانگتے ''اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ'' یعنی اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے نہ مارنا اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ کرنا اور ہمیں اپنا عذاب نازل ہونے سے پہلے عافیت عطا فرما۔[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' جب تم گرج کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا شروع کر دو کیونکہ یہ ذکر کرنے والے کو نہیں پہنچتی۔[3]

﴿وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ: اور فرشتے اس کے ڈر سے۔﴾ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بادلوں پر مامور فرشتے کے مددگار ہیں یا اس سے تمام ملائکہ مراد ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور اس کے جلال سے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔[4]

﴿وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ: اور وہ کڑک بھیجتا ہے۔﴾ صَاعِقَہ اس شدید آواز کو کہتے ہیں جو آسمان و زمین کے درمیان سے اترتی ہے، پھر اس میں آگ پیدا ہو جاتی ہے یا عذاب یا موت اور وہ شدید آواز اپنی ذات میں ایک ہی چیز ہے اور یہ تینوں چیزیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ **شانِ نزول:** حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عرب کے ایک نہایت سرکش کافر کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے اپنے چند صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو بھیجا، انہوں نے اس کافر کو دعوت دی تو وہ کہنے لگا'' محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کا رب کون ہے جس کی تم مجھے دعوت دیتے ہو۔ کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا، لوہے کا ہے یا تانبے کا؟ مسلمانوں کو یہ بات بہت گراں گزری اور انہوں نے واپس

---

1 ......سنن الكبرى للبيهقي، كتاب صلاة الاستسقاء، باب ما يقول اذا سمع الرعد، ۳/۵۰۵، الحديث: ٦٤٧١.

2 ......ترمذی، كتاب الدعوات، باب ما يقول اذا سمع الرعد، ۵/۲۸۰، الحديث: ۳٤٦١.

3 ......معجم الكبير، عطاء عن ابن عباس، ۱۱/۱۳۲، الحديث: ۱۱۳۷۱.

4 ......جلالين مع صاوی، الرعد، تحت الآية: ۱۳، ۳/۹۹۵.

آکر حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا کہ ایسا بڑا کافر، سیاہ دل اور سرکش دیکھنے میں نہیں آیا۔ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اس کے پاس پھر جاؤ۔ اس نے پھر وہی گفتگو کی اور اتنا مزید کہا کہ کیا محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی دعوت قبول کر کے میں ایسے رب کو مان لوں جسے نہ میں نے دیکھا نہ پہچانا؟ یہ حضرات پھر واپس ہوئے اور انہوں نے عرض کی کہ حضور! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس کی خباثت تو اور ترقی پر ہے۔ ارشاد فرمایا ''پھر جاؤ۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پھر گئے، جس وقت اس سے گفتگو کر رہے تھے اور وہ ایسی ہی سیاہ دلی کی باتیں بک رہا تھا تو ایک بادل آیا، اس سے بجلی چمکی اور کڑک پیدا ہوئی، کچھ دیر بعد بجلی گری اور اس کافر کو جلا دیا۔ یہ حضرات اس کے پاس بیٹھے رہے اور جب وہاں سے واپس ہوئے تو راستے میں انہیں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی ایک اور جماعت ملی، وہ کہنے لگے'' کہیے، وہ شخص جل گیا؟ ان حضرات نے کہا'' آپ لوگوں کو کیسے معلوم ہو گیا؟ انہوں نے فرمایا'' سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس وحی آئی ہے۔'' **وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَ هُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ**''[1]

بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت عامر بن طفیل اور اَرْبَد بن ربیعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ عامر بن طفیل نے اربد بن ربیعہ سے کہا کہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے پاس چلو، میں انہیں باتوں میں لگاؤں گا اور تم پیچھے سے تلوار سے حملہ کر دینا۔ یہ مشورہ کر کے وہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس آئے اور عامر نے حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے گفتگو شروع کی، بہت طویل گفتگو کے بعد کہنے لگا کہ اب ہم جاتے ہیں اور ایک لشکرِ جرار آپ پر لائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ چلا آیا اور باہر آکر اربد سے کہنے لگا کہ تو نے تلوار کیوں نہیں ماری؟ اُس نے کہا جب میں تلوار مارنے کا ارادہ کرتا تھا تو تو درمیان میں آ جاتا تھا۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان لوگوں کے نکلتے وقت یہ دعا فرمائی۔ ''اَللّٰھُمَّ اکْفِھِمَا بِمَا شِئْتَ'' جب یہ دونوں مدینہ شریف سے باہر آئے تو اُن پر بجلی گری، اربد جل گیا اور عامر بھی اسی راہ میں بہت بدتر حالت میں مرا۔[2]

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ

[1] ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۱۳، ۳/۵۷.

[2] ......ابو سعود، الرعد، تحت الآية: ۱۳، ۳/۱۵۳، ملتقطاً.

اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَ مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اسی کا پکارنا سچا ہے اور اُس کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا اور کافروں کی ہر دعا بھٹکتی پھرتی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اسی کا پکارنا سچا ہے اور اُس کے سوا جن کو یہ (کافر) پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے حالانکہ وہ ہرگز اس تک نہ پہنچے گا اور کافروں کا پکارنا گمراہی میں ہی ہے۔

﴿لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ: اسی کا پکارنا سچا ہے۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنا اور ’’لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه‘‘ کی گواہی دینا حق ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے اور اُسی سے دعا کرنا سزاوار ہے۔ (1)

﴿وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ: اور اُس کے سوا جن کو یہ پکارتے ہیں۔﴾ یعنی کفار جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور اُن سے مرادیں مانگتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے، ان کی مثال تو اس شخص کی طرح ہے جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے اس لئے بیٹھا ہے کہ پانی خود ہی اس کے منہ میں پہنچ جائے تو ہتھیلیاں پھیلانے اور بلانے سے پانی کنوئیں سے نکل کر اس کے منہ میں کبھی نہیں آئے گا کیونکہ پانی کو نہ علم ہے نہ شعور کہ جس کی وجہ سے وہ اس کی حاجت اور پیاس کو جان لے اور اس کے بلانے کو سمجھے اور پہچان لے، نہ پانی میں یہ قدرت ہے کہ اپنی جگہ سے حرکت کرے اور اپنے طبعی تقاضے کے خلاف اُوپر چڑھ کر بلانے والے کے منہ میں پہنچ جائے، یہی حال بتوں کا ہے کہ نہ انہیں بت پرستوں کے پکارنے کی خبر ہے نہ اُن کی حاجت کا شعور اور نہ وہ اُن کو نفع پہنچانے پر کچھ قدرت رکھتے ہیں۔ (2)

1 ……تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیة: ١٤، ٢٤/٧، ملخصاً.

2 ……روح البیان، الرعد، تحت الآیة: ١٤، ٣٥٥/٤.

﴿وَمَادُعَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِيۡ ضَلٰلٍ : اور کافروں کا پکارنا گمراہی میں ہی ہے۔﴾ یعنی کافروں کا بتوں کو پکارنا بے کار ہے کیونکہ یہ ان سے طلب کر رہے ہیں کہ جو خود نفع پہنچانے اور نقصان دور کرنے کا اختیار ہی نہیں رکھتے جبکہ اللہ تعالیٰ کو پکارنا بے کار نہیں بلکہ وہ اگر چاہے تو ان کی دعائیں قبول بھی فرمالیتا ہے، دنیوی معاملات سے متعلق مانگی ہوئی دعاؤں کا قبول کر لینا تو ظاہر ہے اور اگر وہ جنت کی دعا مانگیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ایمان کی توفیق عطا فرما سکتا ہے۔[1]

وَ لِلّٰهِ يَسۡجُدُ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّ كَرۡهًا وَّ ظِلٰلُهُمۡ بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ ﴿١٥﴾ السجدة

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے اور ان کی پرچھائیاں ہر صبح و شام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خوشی سے، خواہ مجبور ہو کر اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کے سائے ہر صبح و شام۔

﴿وَ لِلّٰهِ يَسۡجُدُ: اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔﴾ یعنی آسمانوں میں جتنے فرشتے ہیں اور زمین میں جتنے اہلِ ایمان ہیں سب خوشی سے جبکہ کافر و منافق شدت اور تنگی کی حالت میں مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔[2] اور سجدے کرنے کا ایک معنی یہاں یہ ہے کہ وہ حکمِ الٰہی کے سامنے بے بس ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جیسے چاہے ان میں تَصَرُّف فرماتا ہے اور سب اللہ تعالیٰ کے قانونِ فطرت کے پابند ہیں۔

تنبیہ: اس آیت کو پڑھنے اور سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ سجدۂ تلاوت سے متعلق مسائل کی تفصیلی معلومات کے لئے بہارِ شریعت حصہ 4 سے ''سجدۂ تلاوت کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

﴿وَظِلٰلُهُمۡ بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ : اور ان کے سائے ہر صبح و شام۔﴾ سایوں کے سجدہ کرنے سے بھی یہی مراد ہے کہ ان

❶......صاوی، الرعد، تحت الآیة: ١٤، ٣/٩٩٧.

❷......مدارك، الرعد، تحت الآیة: ١٥، ص٥٥٣.

کے سائے بھی اوّل تا آخر اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں جتنا وہ چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور جتنا چاہتا ہے گھٹا دیتا ہے۔ سائے تو سارا دن ہی ہوتے ہیں لیکن آیت میں صبح اور شام کا بطورِ خاص اس لئے ذکر فرمایا گیا کہ ان دو اَوقات میں سایوں کا چھوٹا یا بڑا ہونا واضح طور پر نظر آتا ہے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-قُلِ اللّٰهُؕ-قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّاؕ-قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ﳔ اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ ۚۛ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْؕ-قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ(۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کون رب ہے آسمانوں اور زمین کا تم خود ہی فرماؤ اللہ تم فرماؤ تو کیا اس کے سوا تم نے وہ حمایتی بنالیے ہیں جو اپنا بھلا برا نہیں کرسکتے ہیں تم فرماؤ کیا برابر ہوجائیں گے اندھا اور انکھیارا یا کیا برابر ہوجائیں گی اندھیریاں اور اجالا کیا اللہ کے لیے ایسے شریک ٹھہرائے ہیں جنھوں نے اللہ کی طرح کچھ بنایا تو انہیں ان کا اور اس کا بنانا ایک سا معلوم ہوا تم فرماؤ اللہ ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ: آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ تم خود ہی فرمادو: ''اللہ'' تم فرماؤ: تو (اے لوگو) کیا تم نے اس کے سوا مددگار بنا رکھے ہیں جو اپنے لئے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ تم فرماؤ: کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہوجائیں گے؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوجائیں گے؟ یا کیا انہوں نے اللہ کے لیے ایسے شریک ٹھہرا لئے ہیں جنہوں نے اللہ کی تخلیق کی طرح کچھ پیدا کیا ہو؟ تو ان کافروں کو پیدا کرنے کا معاملہ ایک جیسا لگا ہو۔ تم فرماؤ: اللہ ہر شے

کا خالق ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔

﴾قُلۡ: تم فرماؤ۔﴿ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرمائیں جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کا مالک کون ہے؟ ان کے معاملات کی تدبیر کون فرماتا ہے اور ان دونوں کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ اگر وہ جواب نہ دیں تو آپ خود ہی فرما دیں کہ زمین و آسمان کا رب اللہ تعالیٰ ہے، کیونکہ اس سوال کا اس کے سوا اور کوئی جواب ہی نہیں اور مشرکین بھی غیرُ اللہ کی عبادت کرنے کے باوجود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آسمان و زمین کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ جب یہ امر مُسَلَّم ہے تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مشرکین سے فرما دیں کہ کیا تم نے زمین و آسمان کے رب کے سوا بتوں کو مددگار بنا رکھا ہے حالانکہ وہ بت اپنے لئے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں؟ جب اُن کی بے قدرتی اور بیچارگی کا یہ عالم ہے تو وہ دوسرے کو کیا نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ایسوں کو معبود بنانا اور اس کے بالمقابل خالق، رازق، قوی اور قادر کو چھوڑ دینا انتہا درجے کی گمراہی ہے۔[1]

﴾قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَ الۡبَصِیۡرُ: تم فرماؤ: کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہو جائیں گے؟﴿ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے بتوں کو پوجنے والے مشرکین اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے مومنین کی ایک مثال بیان فرمائی، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہو سکتے ہیں یا اندھیرے اور روشنی برابر ہو جائیں گے؟ تو جس طرح اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح کافر اور مومن بھی برابر نہیں ہو سکتے اور جس طرح اندھیرے اور روشنی برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح کفر و شرک اور ایمان بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ کافر کو اندھے جیسا اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اندھا انسان درست راستے پر نہیں چلتا اسی طرح کافر بھی سیدھے راستے پر نہیں چلتا۔[2]

﴾اَمۡ جَعَلُوۡا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ: کیا انہوں نے اللہ کے لیے شریک ٹھہرا لئے ہیں۔﴿ آیت کے اس حصے میں ایک اور طریقے سے بت پرستوں کا رد کیا گیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مشرکین جو بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں کیا ان کے علم میں ہے کہ بتوں نے بھی کوئی مخلوق پیدا کی ہے جس کی وجہ سے انہیں یہ شبہ ہو گیا کہ بت بھی خالق ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی خالق ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے خالق ہونے کی وجہ سے عبادت کا مستحق ہے تو یہ بت بھی اس وجہ سے عبادت کے مستحق

---

1 ......خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۶، ۳/۵۹، روح البیان، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۶، ۴/۳۵۷، مدارک، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۶، ص۵۵۳، ملتقطاً.

2 ......خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۶، ۳/۶۰.

ٹھہرے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مشرکین یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ بتوں نے کسی بھی چیز کو پیدا نہیں کیا تو جب حق بات یہی ہے تو مشرکین کا بتوں کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا جہالت کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ ہر شے کا خالق اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے اور وہی سب پر غالب ہے اور سب کچھ اسی کی قدرت اور اختیار میں ہے۔ (1) دنیا و آخرت میں جو کچھ کسی کے پاس ہے یا ہوگا وہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دینے سے ہے اور ہوگا۔ جیسے فرشتوں کی عظیم قوتیں، انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کی عظیم طاقتیں، معجزات و کرامات اور یونہی دنیا میں لوگوں کی بادشاہتیں، مِلکیتیں، حکومتیں وغیرہا سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دینے سے ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ارادے کے بغیر کوئی ایک ذرے کا بھی مالک و مختار نہیں بن سکتا۔

اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِیَۃٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحۡتَمَلَ السَّیۡلُ زَبَدًا رَّابِیًا ؕ وَ مِمَّا یُوۡقِدُوۡنَ عَلَیۡهِ فِی النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡیَۃٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَ الۡبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ﴿ؕ۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے آسمان سے پانی اتارا تو نالے اپنے اپنے لائق بہہ نکلے تو پانی کی رواس پر ابھرے ہوئے جھاگ اٹھالائی اور جس پر آگ دہکاتے ہیں گہنا یا اور اسباب بنانے کو اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں اللہ بتاتا ہے کہ حق اور باطل کی یہی مثال ہے تو جھاگ تو پھک کر دور ہوجاتا ہے اور وہ جو لوگوں کے کام آئے زمین میں رہتا ہے اللہ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اس نے آسمان سے پانی اتارا تو نالے اپنی اپنی گنجائش کی بقدر بہہ نکلے تو پانی کی رَواُس پر ابھرے

1 ……تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۶، ۷/۲۶-۲۷، خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۶، ۳/۶۰، ملتقطاً۔

ہوئے جھاگ اٹھالائی اورزیور یا کوئی دوسرا سامان بنانے کیلئے جس پر وہ آگ دہکاتے ہیں اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں ۔اللہ اسی طرح حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے تو جھاگ تو ضائع ہوجاتا ہے اور وہ (پانی) جولوگوں کو فائدہ دیتا ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے۔اللہ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔

﴿ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً : اس نے آسمان سے پانی اتارا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالٰی نے مومن اور کافر کو آنکھ والے اور اندھے سے، ایمان اور کفر کو روشنی اور اندھیرے سے تشبیہ دی تھی جبکہ اس آیت میں ایمان اور کفر کی ایک اور مثال بیان فرمائی ہے۔ [1] اس مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ باطل اس جھاگ کی طرح ہوتا ہے جو ندیوں میں ان کی وسعت کے مطابق بہتے پانی کی سطح پر اور سونا، چاندی، تانبہ، پیتل وغیرہ پگھلی ہوئی معدنیات کی مائع سطح پر ظاہر ہوتی ہے جبکہ حق جھاگ کے علاوہ باقی بچ جانے والی اصل چیز کی طرح ہوتا ہے تو جس طرح بہتے پانی یا پگھلی ہوئی معدنیات کی سطح پر جھاگ ظاہر ہوکر جلدی زائل ہوجاتی ہے ایسے ہی باطل اگرچہ کتنا ہی ابھر جائے اور بعض حالتوں اور وقتوں میں جھاگ کی طرح حد سے اُونچا ہوجائے لیکن انجام کار مٹ جاتا ہے اور حق اصل چیز اور صاف جوہر کی طرح باقی وثابت رہتا ہے۔ [2]

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس آیت میں مذکور مثال کی بہت اچھی وضاحت فرمائی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’اس آیت میں پانی سے مراد قرآن پاک اور ندیوں سے مراد بندوں کے دل ہیں یعنی اللہ تعالٰی نے اپنی کبریائی، جلالت اور احسان کے آسمان سے رحمت کا پانی یعنی قرآن پاک بندوں کے دلوں کی ندیوں میں نازل فرمایا تو جس طرح ندیوں میں پانی جگہ پاتا ہے اسی طرح دلوں میں قرآنی علوم کے انوار جگہ پاتے ہیں اور جس طرح ندیوں میں ان کی گنجائش اور وسعت کے اعتبار سے پانی کم یا زیادہ ہوتا ہے اسی طرح دلوں کی پاکیزگی اور نجاست، قوتِ فہم کی زیادتی اور کمی کے اعتبار سے ان میں قرآن پاک کے انوار کم اور زیادہ ہوتے ہیں۔اور جس طرح بہتے پانی کی سطح پر ابھرنے والی جھاگ اور پگھلی ہوئی معدنیات کی سطح پر ظاہر ہونے والا میل کچیل جلدی زائل ہوجاتا ہے اسی طرح قرآن مجید کے مَضامین میں بظاہر جو شکوک وشبہات ہوتے ہیں وہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ارشادات اور علمائے کرام کے بیانات سے جلدی زائل ہوجاتے ہیں اور عقائد، شرعی احکام کی تصریحات، ہدایات اور علمی نِکات باقی رہ جاتے ہیں۔ [3]

---

1 ......تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۷، ۲۹/۷.

2 ......مدارك، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۷، ص ۵۵٤، ملخصاً.

3 ......تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۷، ۲۹/۷، ملخصاً.

لِلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّہِمُ الۡحُسۡنٰی ؕؔ وَ الَّذِیۡنَ لَمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَہٗ لَوۡ اَنَّ لَہُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا وَّ مِثۡلَہٗ مَعَہٗ لَافۡتَدَوۡا بِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ سُوۡٓءُ الۡحِسَابِ ۬ۙ وَ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمِہَادُ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور ان کی مِلک میں ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے یہی ہیں جن کا برا حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی برا بچھونا۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا (ان کا حال یہ ہوگا کہ) اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور اِس کے ساتھ ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے۔ ان کے لئے برا حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿لِلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّہِمُ الۡحُسۡنٰی: جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے تو انہیں کے لئے بھلائی یعنی جنت ہے اور جو لوگ اپنے کفر وشرک پر قائم رہے، ان کا حال یہ ہوگا کہ یہ اس قدر خوفناک اور تکلیف دِہ حالت میں ہوں گے کہ اس سے جان چھڑانے کیلئے اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور اس کے ساتھ ہوتا تو قیامت کے دن جہنم کے عذاب سے اپنی جانوں کو بچانے کے لئے فدیے کے طور پر دیدیتے لیکن ان کی جان پھر بھی نہ چھوٹتی۔

حساب کی سختی کا خوف

اس آیت میں اگرچہ کفار کے حساب میں سختی کئے جانے کا ذکر ہے لیکن جداگانہ طور پر مسلمانوں کو بھی حساب کی

سختی کے معاملے میں ڈرایا گیا ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس سے قیامت کے دن حساب لیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہو گیا۔ میں نے عرض کی ’’کیا اللّٰہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ عنقریب ان سے آسان حساب لیا جائے گا (یعنی مُطلقاً حساب پر تو پکڑ نہیں ہوگی بلکہ سخت حساب کی صورت میں ہوگی اس پر) رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’یہ (نرمی سے لیا جانے والا حساب حقیقت میں) حساب نہیں ہے بلکہ حساب کے لئے پیش ہونا ہے، (اور) جس سے قیامت کے دن حساب میں (جَرح و اعتراض کے ساتھ) سوال وکلام کیا گیا تو اسے عذاب دیا جائے گا۔ [1]

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں ’’میں نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنی بعض نمازوں میں فرماتے ہوئے سنا ’’اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا‘‘ اے اللّٰہ! مجھ سے آسان حساب لے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کی ’’یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آسان حساب کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا ’’آسان حساب یہ ہے کہ اس کے نامۂ اعمال پر نظر کرادی جائے پھر اسے معافی دیدی جائے۔ اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا، جس سے حساب میں اس دن جرح کرلی گئی وہ ہلاک ہو جائے گا۔ [2]

لہٰذا ہمیں بھی اپنے حساب کے بارے میں فکر کرنی چاہئے اور ایسے اعمال اختیار کرنے چاہئیں جن کی برکت سے اللّٰہ تعالیٰ حساب میں آسانی فرماتا ہے، ترغیب کے لئے ایک روایت ذکر کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تین اوصاف جس شخص میں ہوں گے اللّٰہ تعالیٰ اس کے حساب میں آسانی فرمائے گا اور اپنی رحمت سے اسے جنت میں داخل فرمادے گا۔ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے عرض کی ’’یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، وہ کون سے اوصاف ہیں؟ ارشاد فرمایا ’’جو تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو، جو تم سے رشتہ داری ختم کرے تم اس سے صلہ رحمی کرو اور جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کردو۔ جب تم ایسا کرو گے تو اللّٰہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تمہیں جنت میں داخل فرمادے گا۔ [3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اپنے حساب کی فکر کرنے اور نیک اعمال میں مصروف رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......مسلم، کتاب الجنّة وصفة نعیمها واهلها، باب اثبات الحساب، ص۱۵۳۷، الحدیث: ۷۹(۲۸۷۶).

2 ......مسند امام احمد، مسند السیدة عائشة رضی اللّٰه عنها، ۳۰۳/۹، الحدیث: ۲۴۲۷۰.

3 ......مسند البزار، مسند ابی هریرة، ۲۱۹/۱۵، الحدیث: ۸۶۳۵.

اَفَمَنۡ یَّعۡلَمُ اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَقُّ كَمَنۡ هُوَ اَعۡمٰی ؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿ۙ۱۹﴾ الَّذِیۡنَ یُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَ لَا یَنۡقُضُوۡنَ الۡمِیۡثَاقَ ﴿ۙ۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جو جانتا ہے جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا حق ہے وہ اس جیسا ہوگا جو اندھا ہے نصیحت وہی مانتے ہیں جنہیں عقل ہے۔ وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور قول باندھ کر پھرتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ آدمی جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے تو کیا وہ اس جیسا ہے جو اندھا ہے؟ صرف عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔ وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور معاہدے کو توڑتے نہیں۔

﴿اَفَمَنۡ یَّعۡلَمُ: تو کیا وہ جو جانتا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ آدمی جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، وہ حق ہے اور وہ اس پر ایمان لاتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو کیا وہ اس جیسا ہے جو دل کا اندھا ہے؟ جو حق کو جانتا ہے نہ قرآن پر ایمان لاتا ہے اور نہ ہی اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’یہ آیت حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ (1)

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’ان آیات میں اگرچہ حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اچھی صفات پر ان کی تعریف کی گئی اور ان صفات کے بدلے بھلائی کا وعدہ فرمایا گیا اور ابوجہل کی بری صفات کی مذمت کی گئی اور ان بری صفات کے بدلے برے انجام کی وعید سنائی گئی لیکن چونکہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ سببِ نزول کی خصوصیت کا لہٰذا حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے وعدے کی آیات میں قیامت تک آنے والے وہ تمام لوگ بھی

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ١٩، ٣/٦٢.

شامل ہیں جو حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نقشِ قدم پر چلیں گے اور ان جیسی صفات اپنائیں گے یونہی ابو جہل کے لئے وعید کی آیات میں قیامت تک آنے والے وہ تمام افراد داخل ہیں جو ابو جہل کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔ (1)

﴿ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ: صرف عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔﴾ یعنی قرآن کی نصیحتیں وہی قبول کرتے ہیں اور ان نصیحتوں پر وہی عمل کرتے ہیں جو عقلمند ہیں اور ان کی عقل وہم کے عارضے سے صاف ہے۔ (2)

﴿ اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ: وہ جو اللّٰہ کا عہد پورا کرتے ہیں۔﴾ یعنی آخرت کا اچھا انجام انہیں کے لئے ہے جو اللّٰہ تعالٰی سے کیا ہوا عہد پورا کرتے ہیں کہ اس کی ربوبیت کی گواہی دیتے ہیں اور اس کا حکم مانتے ہیں۔ اللّٰہ تعالٰی سے کئے ہوئے عہد اور ان معاہدوں کو توڑتے نہیں جو انہوں نے لوگوں کے ساتھ کئے ہوئے ہیں۔ (3)

وَ الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جوڑتے ہیں اسے جس کے جوڑنے کا اللّٰہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے اور حساب کی بُرائی سے اندیشہ رکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اسے جوڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللّٰہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے خوفزدہ ہیں۔

﴿ وَ الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ: اور وہ جو جوڑتے ہیں۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی کی تمام کتابوں اور اس کے کُل رسولوں پر ایمان لاتے ہیں، بعض کو مان کر اور بعض سے منکر ہو کر ان میں تفریق نہیں کرتے۔ یا یہ معنی ہے کہ رشتہ داری کے حقوق کی رعایت رکھتے ہیں اور رشتہ داری نہیں توڑتے۔ اسی میں رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قرابتیں اور

---

1 ......صاوی، الرعد، تحت الآیۃ: ١٩، ٣/١٠٠٠.
2 ......روح البیان، الرعد، تحت الآیۃ: ١٩، ٤/٣٦٣.
3 ......روح البیان، الرعد، تحت الآیۃ: ٢٠، ٤/٣٦٣.

ایمانی قرابتیں بھی داخل ہیں۔ سادات کرام کا احترام، مسلمانوں کے ساتھ محبت واحسان، ان کی مدد کرنا، اُن کی طرف سے مُدافعت کرنا، اُن کے ساتھ شفقت سے پیش آنا، سلام اور دعا کرنا، مسلمان مریضوں کی عیادت کرنا، اپنے دوستوں، خادموں ہمسایوں اور سفر کے ساتھیوں کے حقوق کی رعایت کرنا بھی اس میں داخل ہے۔[1]

صلہ رحمی اور حسنِ سلوک سے متعلق اَحادیث

آیت کی تفسیر کی مناسبت سے ترغیب کے لئے چند اَحادیث یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

(1)......حضرت جُبَیر بن مُطْعِم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’رشتہ داری توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔[2]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ اس کا رزق فراخ ہو اور اس کی عمر دراز ہو جائے تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کیا کرے۔[3]

(3)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بدلہ لینے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑے۔[4]

(4)......حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور اچھی باتوں کا حکم نہ کرے اور بری باتوں سے منع نہ کرے۔[5]

(5)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالٰی کے نزدیک ساتھیوں میں وہ بہتر ہے، جو اپنے ساتھی کا خیر خواہ ہو اور پڑوسیوں میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک

---

1 ......خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۲۱، ۳/۶۲-۶۳، مدارک، الرعد، تحت الآیۃ: ۲۱، ص۵۵۶، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب الادب، باب اثم القاطع، ۴/۹۷، الحدیث: ۵۹۸۴.

3 ......بخاری، کتاب الادب، باب من بسط له فی الرزق بصلة الرحم، ۴/۹۷، الحدیث: ۵۹۸۵.

4 ......بخاری، کتاب الادب، باب لیس الواصل بالمکافیء، ۴/۹۸، الحدیث: ۵۹۹۱.

5 ......ترمذی، کتاب البرّ والصلة، باب ما جاء فی رحمة الصبیان، ۳/۳۶۹، الحدیث: ۱۹۲۸.

وہ بہتر ہے، جو اپنے پڑوسی کا خیر خواہ ہو۔ [1]

(6)......حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے ظالم کے حوالے کرے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے۔ جو شخص مسلمان سے کسی ایک تکلیف کو دور کردے تو اللّٰہ تعالٰی قیامت کی تکالیف میں سے اس کی ایک تکلیف دور کردے گا۔ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللّٰہ تعالٰی قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ [2]

(7)......حضرت معاذ بن انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے کسی منافق کے مقابلے میں مومن کی حمایت کی تو اللّٰہ تعالٰی قیامت کے دن اس کی حمایت میں ایک فرشتہ کھڑا کرے گا جو اسے دوزخ کی آگ سے بچائے گا اور جو کسی مسلمان کو ذلیل کرنے کی غرض سے اس پر الزام لگائے تو اللّٰہ تعالٰی اسے جہنم کے پل پر روک لے گا یہاں تک کہ وہ اپنے کہنے کے مطابق عذاب پالے۔ [3]

﴿ **وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ: اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔** ﴾ یعنی اللّٰہ تعالٰی کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے اور صلہ رحمی وغیرہ جن چیزوں کا اللّٰہ تعالٰی نے حکم دیا ہے انہیں بجالانے کے ساتھ ساتھ اللّٰہ تعالٰی سے ڈرتے بھی ہوں۔ [4]

خوفِ خدا کے فضائل

قرآن وحدیث میں اللّٰہ تعالٰی سے ڈرنے کے فضائل بکثرت بیان کئے گئے ہیں۔ ترغیب کے لئے چند آیات اور اَحادیث بیان کی جاتی ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالٰی ہے

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ [5]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

1......ترمذی، کتاب البرّ والصلة، باب ما جاء في حقّ الجوار، ۳۷۹/۳، الحدیث: ۱۹۵۱.

2......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، ۱۲۶/۲، الحدیث: ۲۴۴۲.

3......ابو داؤد، کتاب الادب، باب من ردّ عن مسلم غیبة، ۳۵۴/۴، الحدیث: ۴۸۸۳.

4......خازن، الرعد، تحت الآیة: ۲۱، ۶۳/۳.

5......رحمن: ۴۶.

ایک مقام پر ارشاد فرمایا

وَالۡاٰخِرَةُ عِنۡدَ رَبِّكَ لِلۡمُتَّقِيۡنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا

اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ جَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس مومن بندے کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے آنسو نکلیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں، پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے چہرے پر آ جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کر دیتا ہے۔[3]

حضرت عباس بن عبدالمطلب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بندے کا بدن لرزنے لگے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے سوکھے ہوئے درخت سے اس کے پتے جھڑتے ہیں[4]۔[5]

﴿وَيَخَافُوۡنَ سُوۡٓءَ الۡحِسَابِ: اور برے حساب سے خوفزدہ ہیں۔﴾ یعنی خصوصی طور برے حساب سے خوفزدہ ہیں اور حساب کا وقت آنے سے پہلے خود اپنے نفسوں سے محاسبہ کرتے ہیں۔[6]

اعمال کا محاسبہ کرنے کی ترغیب

عقلمند انسان وہی ہے کہ جو اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے اور نفس و شیطان کے بہکاوے میں آکر اپنے اعمال کے محاسبے سے غافل نہ ہو۔ قرآن و حدیث میں اپنے اعمال کے محاسبے کی بہت ترغیب دی گئی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے

---

1 ......الزخرف:٣٥.   2 ......الحجر:٤٥.

3 ......ابن ماجه، الزهد، باب الحزن والبكاء، ٤/٤٦٧، الحديث: ٤١٩٧.

4 ......شعب الايمان، الحادى عشر من شعب الايمان... الخ، ١/٤٩١، الحديث: ٨٠٣.

5 ......اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’خوفِ خدا‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

6 ......مدارك، الرعد، تحت الآية: ٢١، ص٥٥٦.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اللّٰہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’عقلمند وہ شخص ہے جو اپنا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے، جبکہ عاجز وہ ہے جو اپنے آپ کو خواہشات کے پیچھے لگا دے اور اللّٰہ تعالیٰ سے امید رکھے۔ [2]

امام ترمذی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس حدیث میں مذکور الفاظ ’’مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ‘‘ کا مطلب قیامت کے حساب سے پہلے (دنیا ہی میں) نفس کا محاسبہ کرنا ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور بڑی پیشی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ قیامت کے دن اس آدمی کا حساب آسان ہوگا جس نے دنیا ہی میں اپنا حساب کر لیا۔ حضرت میمون بن مہران رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک پرہیزگار شمار نہیں ہوتا جب تک اپنے نفس کا ایسے محاسبہ نہ کرے جیسے اپنے شریک سے کرتا ہے کہ اس نے کہاں سے کھایا اور کہاں سے پہنا۔ [3]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’جس طرح تاجر دنیا میں ایک ایک پیسے کا حساب کر کے کمی زیادتی کے راستوں کی حفاظت کرتا ہے حتّٰی کہ اسے اس میں کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا تو اسے چاہئے کہ نفس کے معمولی سے نقصان اور مکر و فریب سے بھی بچے کیونکہ یہ بڑا دھوکے باز اور مکار ہے لہٰذا پہلے اس سے پورے دن کی گفتگو کا صحیح جواب طلب کرے اور اپنے نفس سے اس بات کا خود حساب لے جس کا قیامت کے دن دوسرے لیں گے، اسی طرح نظر بلکہ دل کے خیالات اور وسوسوں، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، سونے حتّٰی کہ خاموشی کا حساب بھی لے کہ اس نے خاموشی کیوں اختیار کی تھی اور سکون کے بارے میں پوچھ گچھ کرے کہ اس کا کیا مقصد تھا، جب ان تمام باتوں کا علم ہو جائے جو نفس پر واجب تھیں اور اس کے نزدیک صحیح طور پر ثابت ہو جائے کہ کس قدر واجب کی ادائیگی ہوئی ہے تو اس قدر کا حساب ہو گیا، اب جو باقی رہ گیا اسے نفس کے ذمہ لکھ لے اور اسے دل کے کاغذ پر بھی لکھ دے جیسے اپنے شریک کے ذمہ باقی حساب کو دل پر بھی لکھتا ہے اور حساب

---

1 ......الحشر: ۱۸.

2 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة، ۲۵-باب، ۴/۲۰۷، الحدیث: ۲۴۶۷.

3 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة، ۲۵-باب، ۴/۲۰۷.

وکتاب کے رجسٹر میں بھی۔ پھر جب نفس قرضدار ٹھہرا تو ممکن ہے کہ اس سے قرض وصول کرے، کچھ تاوان کے ذریعے، کچھ اس کی واپسی سے اور بعض کے حوالے سے اسے سزا دے اور یہ سب کچھ حساب کی تحقیق کے بعد ہی ممکن ہے تاکہ جس قدر واجب باقی ہے اس کی تمیز ہو سکے اور جب یہ بات معلوم ہو جائے تو اب اس سے مطالبہ اور تقاضا کرنا چاہئے اور اسے چاہئے کہ اپنے تمام ظاہری اور باطنی اَعضاء کے حوالے سے اپنے نفس سے ایک ایک دن کی ہر گھڑی کا حساب کرے۔ (1)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ الَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً وَّ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِۙ(۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضا چاہنے کو اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیئے سے ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر کچھ خرچ کیا اور برائی کے بدلے بھلائی کرکے ٹالتے ہیں انہیں کے لیے پچھلے گھر کا نفع ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضا کی طلب میں صبر کیا اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا اور برائی کو بھلائی کے ساتھ ٹالتے ہیں انہیں کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہے۔

﴿وَ الَّذِیْنَ صَبَرُوا: اور وہ جنہوں نے صبر کیا۔﴾ یعنی نیکیوں اور مصیبتوں پر صبر کیا اور گناہوں سے باز رہے۔

صبر کے 3 مَراتِب

علامہ صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "صبر کے تین مرتبے ہیں۔ **(1)** گناہ سے صبر کرنا یعنی گناہ سے بچنا۔ **(2)** نیکیوں پر صبر کرنا یعنی اپنی طاقت کے مطابق ہمیشہ نیک اعمال کرنا۔ **(3)** مصیبتوں پر صبر کرنا۔ ان سب سے اعلیٰ مرتبہ

1 ......احیاء العلوم، کتاب المراقبۃ والمحاسبۃ، بیان حقیقۃ المحاسبۃ بعد العمل، ۵/۱۳۹.

یہ ہے کہ شہوات یعنی نفسانی خواہشات سے صبر کرنا کیونکہ یہ اولیاء اور صدیقین کا مرتبہ ہے۔[1]

صبر کی اَقسام

آیت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں صبر کرنے کی قید لگائی گئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ صبر کی دو قسمیں ہیں۔

(1)......**مذموم صبر۔** انسان کبھی صبر اس لئے کرتا ہے تاکہ اس کے بارے میں کہا جائے کہ مصیبتیں برداشت کرنے پر اس کا صبر کتنا کامل اور مضبوط ہے اور کبھی اس لئے صبر کرتا ہے تاکہ لوگ بے صبری کا مظاہرہ کرنے پر اسے ملامت نہ کریں اور دشمن اس کی بے صبری پر نہ ہنسیں۔ ان تمام اُمور میں اگرچہ ظاہری طور پر صبر ہی کیا جا رہا ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں نہیں بلکہ غیرُ اللہ کے لئے کیا گیا ہے، اس لئے یہ صبر مذموم ہیں اور اس آیت کے تحت داخل نہیں۔

(2)......**قابلِ تعریف صبر۔** یہ وہ صبر ہے کہ جو انسان اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرے اور جو مصیبتیں نازل ہوئیں ان پر صبر کرنے کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرے۔ یہی صبر اس آیت کے تحت داخل ہے یعنی انہوں نے نازل ہونے والی مصیبتوں پر اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی وجہ سے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے صبر کیا۔[2]

رضائے الٰہی کے لئے صبر کرنے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے صبر کرنے کی بہت فضیلت ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صبر کرنے والوں کوخوشخبری سنادو۔ وہ لوگ کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں: ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’جب میں اپنے کسی بندے کو دو محبوب چیزوں (یعنی آنکھوں) کے ذریعے آزماتا ہوں، پھر وہ صبر کرے تو ان کے بدلے میں اسے جنت دیتا ہوں۔[4]

---

1 ......جلالین مع صاوی، الرعد، تحت الآیة: ۲۲، ۱۰۰۱/۳۔

2 ......خازن، الرعد، تحت الآیة: ۲۲، ۶۳/۳۔

3 ......البقرہ: ۱۵۵، ۱۵۶۔

4 ......بخاری، کتاب المرضی، باب فضل من ذهب بصره، ۶/۴، الحدیث: ۵۶۵۳۔

سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر مخلوق کو جمع فرمائے گا تو ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا کہ فضیلت والے کہاں ہیں؟ کچھ لوگ کھڑے ہوں گے اور جلدی جلدی جنت کی طرف چلنا شروع کر دیں گے۔ فرشتے ان سے ملاقات کر کے دریافت کریں گے’’ہم تمہیں جنت کی طرف تیزی سے جاتا ہوا دیکھ رہے ہیں، تم کون ہو؟ وہ کہیں گے’’ہم فضیلت والے ہیں؟ فرشتے کہیں گے’’تمہاری فضیلت کیا ہے؟ وہ کہیں گے’’ہم پر جب ظلم کیا جاتا تو ہم صبر کرتے تھے، جب ہم سے برا سلوک کیا جاتا تو ہم درگزر کرتے تھے۔ جب ہم سے جہالت کا برتاؤ کیا جاتا تو ہم برداشت کرتے تھے۔ فرشتے کہیں گے’’جنت میں داخل ہو جاؤ کہ عمل کرنے والوں کا اجر بہت اچھا ہے۔ پھر اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا کہ صبر کرنے والے کہاں ہیں؟ کچھ لوگ کھڑے ہوں گے اور جلدی جلدی جنت کی طرف چلنا شروع کر دیں گے۔ فرشتے ان سے ملاقات کر کے دریافت کریں گے’’ہم تمہیں جنت کی طرف تیزی سے جاتا ہوا دیکھ رہے ہیں، تم کون ہو؟ وہ کہیں گے’’ہم صبر کرنے والے ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے’’تمہارا صبر کیا تھا؟ وہ کہیں گے’’ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے صبر کیا کرتے تھے۔ فرشتے کہیں گے’’جنت میں داخل ہو جاؤ کہ عمل کرنے والوں کا اجر بہت اچھا ہے۔ (1)

﴿وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ: اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں خرچ کیا۔﴾ حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں’’اس سے مراد فرض زکوٰۃ دینا ہے۔ اگر زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی تہمت لگنے کا اندیشہ نہ ہو تو چھپا کر زکوٰۃ ادا کرنا بہتر ہے اور اگر زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی تہمت لگنے کا اندیشہ ہو تو بہتر یہ کہ اعلانیہ زکوٰۃ ادا کرے۔ ایک قول یہ ہے کہ چھپا کر زکوٰۃ دینے سے مراد وہ ہے جو اپنی ذاتی نکال رہا ہے اور اعلانیہ دینے سے مراد وہ ہے جو بادشاہ کو دے رہا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چھپا کر دینے سے مراد نفلی صدقات ہیں اور اعلانیہ دینے سے مراد فرض زکوٰۃ ہے۔ (2)

راہِ خدا میں خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کی نسبت لوگوں کی طرف اور رزق دینے کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا میں اس کے وکیل ہیں اور اس عطا میں تَصَرُّف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں

1 ……المطالب العاليه، كتاب الفتن، باب شفاعة المؤمنين، ۸/۲۰۷، الحديث: ۴۵۷۸.

2 ……خازن، الرعد، تحت الآية: ۲۲، ۳/۶۳.

اس لئے انہیں چاہئے کہ خرچ کرنے میں اپنی ذات یا مخلوق کا لحاظ نہ رکھیں بلکہ وکیل بنانے والی ذات رب تعالیٰ کی رضا کا لحاظ رکھیں اور لوگوں کی طرف سے شکریے اور تعریف کا لالچ نہ رکھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب ملنے کی امید رکھیں۔

﴿ وَيَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ : اور برائی کو بھلائی کے ساتھ ٹالتے ہیں۔﴾ یعنی برائی کو بھلائی سے ٹالتے ہیں اور بدکلامی کا جواب شیریں سخنی سے دیتے ہیں اور جو انہیں محروم کرتا ہے اس پر عطا کرتے ہیں جب اُن پر ظلم کیا جاتا ہے تو معاف کرتے ہیں، جب اُن سے تعلق توڑا جاتا ہے تو ملاتے ہیں اور جب گناہ کر بیٹھیں تو توبہ کرتے ہیں، جب ناجائز کام دیکھتے ہیں تو اُسے بدل دیتے ہیں، جہل کے بدلے حلم اور ایذا کے بدلے صبر کرتے ہیں۔[1] سُبۡحٰنَ اللّٰہ! یہ کتنے پیارے اوصاف ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو یہ اوصاف اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عُقۡبَى الدَّارِ : انہیں کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہے۔﴾ یعنی جو یہ نیک اعمال بجالائے گا اس کے لئے آخرت کا اچھا انجام یعنی جنت ہے۔[2]

جَنّٰتُ عَدۡنٍ يَّدۡخُلُوۡنَهَا وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّيّٰتِهِمۡ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ يَدۡخُلُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بسنے کے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو لائق ہوں ان کے باپ دادا اور بی بیوں اور اولاد میں اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہتے آئیں گے۔ سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں ان میں وہ لوگ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے جو لائق ہوں گے اور ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس یہ کہتے آئیں گے۔ تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم

1 ......مدارك، الرعد، تحت الآية: ۲۲، ص۵۵٦.

2 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۲۲، ۳/٦٤.

نے صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے۔

﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ : وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں۔﴾ یعنی اوپر والی آیات میں مذکور اوصاف کے حامل حضرات ہمیشہ قائم ودائم رہنے والے باغات میں داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا، بیویوں اور اولاد میں سے وہ لوگ بھی ان باغات میں داخل ہوں گے جو ایمان لائے اگرچہ اُن لوگوں نے اِن حضرات جیسے عمل نہ کئے ہوں جب بھی اللہ تعالیٰ اِن کے اکرام کے لئے باپ دادا وغیرہ کو اِن کے درجہ میں داخل فرمائے گا اور ان کے پاس فرشتے روزانہ دن اور رات میں تین مرتبہ تحائف اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی بشارتیں لے کر جنت کے ہر دروازے سے تعظیم وتکریم کرتے ہوئے آئیں گے اور کہیں گے ''تم پر سلامتی ہو، یہ اس کا ثواب ہے جو تم نے گناہوں سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے۔[1]

وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَ یَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِۙ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اللہ کا عہد اس کے پکے ہونے کے بعد توڑتے اور جس کے جوڑنے کو اللہ نے فرمایا اسے قطع کرتے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کا حصہ لعنت ہی ہے اور اُن کا نصیبہ بُرا گھر۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ جو اللہ کا عہد اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کیلئے لعنت ہی ہے اور اُن کیلئے برا گھر ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ : اور وہ جو اللہ کا عہد توڑ دیتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے سعادت

[1] ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۲۳، ۳/ ٦٤، مدارك، الرعد، تحت الآية: ۲۳، ص٥٥٦، جلالين، الرعد، تحت الآية: ۲۳-۲٤، ص۲۰۳، ملتقطاً.

مندوں کے احوال اور جو کرامتیں اور بھلائیاں ان کے لئے تیار فرمائی ہیں ان کا ذکر فرمایا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ بدبختوں کے احوال اور ان کے لئے جو سزائیں تیار فرمائی ہیں ان کا ذکر فرما رہا ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اعتراف کر کے اور ایمان لانے کا عہد قبول کر کے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو صلہ رحمی کرنے اور رشتہ داری جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے توڑتے ہیں، کفر اور گناہوں کا ارتکاب کر کے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے اور اُن کیلئے برا گھر یعنی جہنم ہے۔ (1)

اَللّٰهُ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ؕ وَفَرِحُوۡا بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ؕ وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جس کے لیے چاہے رزق کشادہ اور تنگ کرتا ہے اور کافر دنیا کی زندگی پر اترا گئے اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل نہیں مگر کچھ دن برت لینا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کردیتا ہے اور تنگ کردیتا ہے اور کافر دنیا کی زندگی پر خوش ہوگئے حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک حقیر سی شے ہے۔

﴿ اَللّٰهُ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ: **اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کردیتا ہے۔**﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بندوں میں سے جسے چاہے وسیع رزق دے کر غنی کردیتا ہے اور جسے چاہے اس کے رزق میں تنگی فرما کر اسے فقیر بنا دیتا ہے۔ (2)

رزق میں برابری نہ ہونے کی حکمتیں

یاد رہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک جیسا رزق عطا نہیں فرمایا، بعض لوگ غریب ہیں، بعض مُتوسِّط اور بعض امیر، اس میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں، ان میں سے دو حکمتیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

---

1 ...... خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ٢٥، ٣/٦٤-٦٥، ملخصاً.

2 ...... خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ٢٦، ٣/٦٥.

(1)......اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کیلئے رزق وسیع کر دیتا تو ضرور وہ زمین میں فساد پھیلاتے لیکن اللہ اندازہ سے جتنا چاہتا ہے اتارتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں سے خبردار (ہے، انہیں) دیکھ رہا ہے۔

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ جن کے ایمان کی بھلائی مالدار ہونے میں ہے، اگر میں انہیں مالدار نہ کروں تو وہ کفر میں مبتلا ہو جائیں گے اور میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کی بھلائی مالدار نہ ہونے میں ہے، اگر میں انہیں مالدار کر دوں تو وہ کفر میں مبتلا ہو جائیں گے۔ [2]

﴿ **وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا:** اور کافر دنیا کی زندگی پر خوش ہوگئے۔﴾ یعنی مشرکین پر جب اللہ تعالیٰ نے رزق وسیع فرمایا تو انہوں نے شر پھیلانا شروع کر دیا اور وہ تکبر میں مبتلا ہو گئے حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک حقیر سی شے ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دُنیوی نعمتوں پر فخریہ خوش ہونا کفار کا طریقہ ہے اور ناجائز ہے جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے شکر یہ کے طور پر خوش ہونا مومنوں کا طریقہ ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے۔

دُنیوی اور اُخروی زندگی میں فرق

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ دنیا کی زندگی وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غفلت میں گزرے، یہ بری ہے اور قرآن وحدیث میں اسی کی مذمت ہے اور جو زندگی آخرت کی تیاری میں گزرے وہ بفضلہٖ تعالیٰ اُخروی زندگی ہے، یہی حیاتِ طیّبہ ہے۔ امام محمد غزالی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں ’’ہر وہ چیز جو آخرت کے اعمال پر مددگار ہو جیسے ضروری غذا

[1]......الشوری:۲۷.

[2]......ابن عساکر، حرف الکاف فی آباء من اسمه ابراهیم، ابراهیم بن ابی کریمة الصیداوی، ۹۶/۷.

[3]......یونس:۵۸.

اور موٹے کپڑوں کا ایک جوڑا اور ہر وہ چیز جس کا انسان کے باقی رہنے اور اس کی صحت کے لئے ہونا ضروری ہے اور اس کے ذریعے وہ علم وعمل تک پہنچتا ہے تو یہ (چیز) دنیا نہیں ہے کیونکہ یہ علم وعمل کے لئے مددگار ہے اور اس کے لئے وسیلہ ہے تو انسان جب اسے علم وعمل پر مدد حاصل کرنے کے لئے اختیار کرتا ہے تو وہ دنیا کے لئے نہیں لیتا اور نہ ہی وہ اس وجہ سے دنیا دار کہلاتا ہے اور اگر (ان چیزوں سے) محض دنیا کا فوری فائدہ اور لذت مطلوب ہو اور تقویٰ پر مدد کا حصول مقصود نہ ہو تو اب (ان چیزوں کا حصول) دنیا میں شمار ہوگا۔[1]

مومن و کافر اور فاسق و پرہیزگار کی زندگی میں فرق

مومن و کافر اور فاسق و پرہیزگار کی زندگیوں میں بڑا فرق ہے، بعض لوگ سوتے ہوئے بھی جاگتے ہیں اور بعض جاگتے ہوئے بھی سوتے ہیں۔ بعض جیتے جی مرے ہوئے ہیں اور بعض مر کر بھی زندہ ہیں۔

وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ اٰيَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ قُلۡ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ اَنَابَ ۖۚ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر کہتے ان پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے کیوں نہ اتری تم فرماؤ بیشک اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور اپنی راہ اسے دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع لائے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کافر کہتے ہیں: ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ تم فرماؤ: بیشک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور اسے اپنی راہ دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

﴿وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا: اور کافر کہتے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے کہتے تھے کہ آپ پر ویسی نشانی کیوں نہیں اتری جیسی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَيۡهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر نازل ہوئی تاکہ وہ آپ کی صداقت پر نشانی اور دلیل ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں ''بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے کہ ایسا آدمی نشانیاں اور معجزات نازل ہونے کے

[1] ......احیاء العلوم، کتاب ذمّ الدنیا، بیان حقیقة الدنیا وماھیتها فی حق العبد، ۳/۲۷۱.

بعد بھی یہ کہتا رہتا ہے کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اُتری؟ کوئی معجزہ کیوں نہیں آیا؟ الغرض کثیر معجزات دیکھنے کے باوجود گمراہ رہتا ہے لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے تو اسے معجزات اور نشانیوں کی کثرت کوئی فائدہ نہ دے گی اور اللہ تعالیٰ اپنی راہ اسے دکھاتا ہے جو دل سے اور کامل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔[1]

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُہُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿ؕ۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے) جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں۔

﴿اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ: سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت و فضل اور اس کے احسان و کرم کو یاد کر کے بے قرار دلوں کو قرار اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یونہی اللہ تعالیٰ کی یاد محبتِ الٰہی اور قربِ الٰہی کا عظیم ذریعہ ہے اور یہ چیزیں بھی دلوں کے قرار کا سبب ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ بھی کہا جائے تو یقیناً درست ہو گا کہ ذکرِ الٰہی کی طبعی تاثیر بھی دلوں کا قرار ہے، اسی لئے پریشان حال آدمی جب پریشانی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اس کے دل کو قرار آنا شروع ہو جاتا ہے، یونہی قرآن بھی ذِکۡرُ اللہ ہے اور اس کے دلائل دلوں سے شکوک و شبہات دور کر کے چین دیتے ہیں، یونہی دعا بھی ذِکۡرُ اللہ ہے اور اس سے بھی حاجتمندوں کو سکون ملتا ہے اور اسمائے الٰہی اور عظمتِ الٰہی کا تذکرہ بھی ذِکۡرُ اللہ ہے اور اس سے بھی محبانِ خدا کے دلوں کو چین ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متعلق دو اہم باتیں

(1)......امام محمد غزالی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں: حضرت عثمان مغربی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ سے ان کے ایک مرید نے

[1]......خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۲۷، ۳/ ۶۵، روح البیان، الرعد، تحت الآیۃ: ۲۷، ۴/ ۳۷۲، ابو سعود، الرعد، تحت الآیۃ: ۲۷، ۳/ ۱۶۳، ملتقطاً۔

عرض کی: کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دل کی رغبت کے بغیر بھی میری زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا ہے، انہوں نے فرمایا: یہ بھی تو شکر کا مقام ہے کہ تمہارے ایک عُضْو (یعنی زبان) کو اللہ تعالیٰ نے ذِکر کی توفیق بخشی ہے۔''

(2)......جس کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر میں نہیں لگتا اسے بعض اوقات شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ جب تیرا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر میں نہیں لگتا تو خاموش ہو جا کہ ایسا ذکر کرنا بے ادبی ہے۔ اس شیطانی وسوسے سے بچنا چاہیے۔ امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس وسوسے کا جواب دینے والے لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو ایسے موقع پر شیطان سے کہتے ہیں: خوب توجہ دلائی، اب میں تجھے بیزار کرنے کے لئے دل کو بھی حاضر کرتا ہوں، اس طرح شیطان کے زخموں پر نمک پاشی ہو جاتی ہے۔ دوسرے وہ احمق ہیں جو شیطان سے کہتے ہیں: تو نے ٹھیک کہا جب دل ہی حاضر نہیں تو زبان ہلائے جانے سے کیا فائدہ! اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خاموش ہو جاتے ہیں۔ یہ نادان سمجھتے ہیں کہ ہم نے عقلمندی کا کام کیا حالانکہ انہوں نے شیطان کو اپنا ہمدرد سمجھ کر دھوکا کھا لیا ہے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں: اگرچہ ہم دل کو حاضر نہیں کر سکتے مگر پھر بھی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رکھنا خاموش رہنے سے بہتر ہے، اگرچہ دل لگا کر ذکر کرنا اس طرح کے ذکر سے کہیں بہتر ہے۔[1]

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوۡبٰی لَہُمۡ وَ حُسۡنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کو خوشی ہے اور اچھا انجام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کیلئے خوشی اور اچھا انجام ہے۔

﴿طُوۡبٰی لَہُمۡ وَ حُسۡنُ مَاٰبٍ: ان کیلئے خوشی اور اچھا انجام ہے۔﴾ اس آیت میں مذکور لفظ ''طوبیٰ'' کے بارے میں مختلف اَقوال ہیں، بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ طوبیٰ سے مراد راحت و نعمت اور شادمانی و خوش حالی کی بشارت ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ طوبیٰ حبشی زبان میں جنت کا نام ہے۔ حضرت ابو ہریرہ اور دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے مروی ہے کہ طوبیٰ جنت کے ایک درخت کا نام ہے جس کا سایہ تمام جنتوں میں پہنچے گا۔ حضرت عبید بن

[1] ...... کیمیائے سعادت، رکن چهارم: منجیات، اصل اول در توبہ، ۲/۷۷۱.

عمیر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''یہ درخت جنّتِ عَدن میں ہے اوراس کی جڑ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ایوانِ مُعَلّٰی میں اوراس کی شاخیں جنت کے ہر بالا خانے اور محل میں ہیں، اس میں سیاہی کے سوا ہر قسم کے رنگ اور خوش نمائیاں ہیں، ہر طرح کے پھل اور میوے اس میں پھلے ہیں، اس کی جڑ سے کافور اور سَلسبیل کی نہریں رواں ہیں۔ [(1)]

كَذٰلِكَ اَرۡسَلۡنٰكَ فِىۡۤ اُمَّةٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتۡلُوَاۡ عَلَيۡهِمُ الَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ وَهُمۡ يَكۡفُرُوۡنَ بِالرَّحۡمٰنِ‌ ؕ قُلۡ هُوَ رَبِّىۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ ۚ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ مَتَابِ ۝۳۰

ترجمۂ کنزالایمان: اسی طرح ہم نے تم کو اس امت میں بھیجا جس سے پہلے امتیں ہو گزریں کہ تم انہیں پڑھ کر سناؤ جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور وہ رحمٰن کے منکر ہورہے ہیں تم فرماؤ وہ میرا رب ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میری رجوع ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اسی طرح ہم نے تمہیں اس امت میں بھیجا جس سے پہلے کئی امتیں گزر گئیں تاکہ تم انہیں پڑھ کر سناؤ جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے حالانکہ وہ رحمٰن کے منکر ہورہے ہیں۔ تم فرماؤ: وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔

﴿ كَذٰلِكَ اَرۡسَلۡنٰكَ فِىۡۤ اُمَّةٍ : اسی طرح ہم نے تمہیں اس امت میں بھیجا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ سے پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو گزشتہ امتوں کی طرف بھیجا اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس امت کی طرف بھیجا تو آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُمت سب سے آخری اُمت ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خاتم الانبیاء ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بڑی شان سے رسالت عطا کی تاکہ آپ اپنی امت کو قرآنِ پاک اور وہ شرعی احکام پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف وحی

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۲۹، ۳/۶۵.

فرمائے ہیں حالانکہ وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں۔ **شانِ نزول:** حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور مقاتل وغیرہ کا قول ہے کہ یہ آیت صلحِ حدیبیہ میں نازل ہوئی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ سہیل بن عمرو جب صلح کے لئے آیا اور صلح نامہ لکھنے پر اتفاق ہو گیا تو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے فرمایا لکھو، **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمُ** کفار نے اس میں جھگڑا کیا اور کہا کہ آپ ہمارے دستور کے مطابق ''**بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ**'' لکھوائیے، اس کے متعلق آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ رحمٰن تو وہی ہے جس کی معرفت سے تم انکار کر رہے ہو، وہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اپنے تمام اُمور میں اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔[1]

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰىؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًاؕ اَفَلَمْ یَایْــٴَـسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِیْعًاؕ وَ لَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۠(۳۱)

ع ۱۰/۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر کوئی ایسا قرآن آتا جس سے پہاڑ ٹل جاتے یا زمین پھٹ جاتی یا مردے باتیں کرتے جب بھی یہ کافر نہ مانتے بلکہ سب کام اللّٰہ ہی کے اختیار میں ہیں تو کیا مسلمان اس سے نا امید نہ ہوئے کہ اللّٰہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کر دیتا اور کافروں کو ہمیشہ ان کے کئے پر سخت دھمک پہنچتی رہے گی یا ان کے گھروں کے نزدیک اترے گی یہاں تک کہ اللّٰہ کا وعدہ آئے بیشک اللّٰہ وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

[1]……خازن، الرعد، تحت الآية: ۳۰، ۳/۶۶، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر کوئی ایسا قرآن آتا جس سے پہاڑ ٹل جاتے یا زمین پھٹ جاتی یا مردوں سے باتیں کی جاتیں (جب بھی یہ کافر نہ مانتے) بلکہ سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں تو کیا مسلمان اس بات سے ناامید نہ ہوگئے کہ اگر اللہ چاہتا توسب آدمیوں کو ہدایت دیدیتا اور کافروں کو ان کے عمل کی وجہ سے ہمیشہ ہلا دینے والی مصیبت پہنچتی رہے گی یا آپ ان کے گھروں کے نزدیک اتریں گے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائے بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ: اور اگر کوئی ایسا قرآن آتا جس سے پہاڑ ٹل جاتے۔﴾ **شانِ نزول:** کفارِ قریش نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ اگر آپ یہ چاہیں کہ ہم آپ کی نبوت مانیں اور آپ کی پیروی کریں تو آپ قرآن شریف پڑھ کر اس کی تاثیر سے مکہ مکرمہ کے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیجئے تاکہ ہمیں کھیتی باڑی کرنے کے لئے وسیع میدان مل جائیں اور زمین پھاڑ کر چشمہ جاری کیجئے تاکہ ہم کھیتوں اور باغوں کو ان سے سیراب کریں اور قُصَی بن کلاب وغیرہ ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر دیجئے تاکہ وہ ہم سے کہہ جائیں کہ آپ نبی ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ یہ حیلے بہانے کرنے والے کسی حال میں بھی ایمان لانے والے نہیں۔ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں، تو ایمان وہی لائے گا جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے اور توفیق دے اس کے سوا اور کوئی ایمان لانے والا نہیں اگرچہ انہیں وہی نشانیاں دکھادی جائیں جو وہ طلب کررہے ہیں۔[1]

نورِ قرآن سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ

اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کے انوار کو نگاہِ بصیرت سے دیکھنا ہی حقیقی طور پر فائدہ مند ہے کیونکہ کفار قرآن کریم کے نور کو نگاہِ بصیرت سے نہیں دیکھتے تھے اسی لئے وہ اس کے برحق ہونے کی بُرہان کا مشاہدہ نہ کرسکے اور حق قبول کرنے سے محروم رہ گئے، اس لئے جو یہ چاہتا ہے کہ اس کا دل قرآن عظیم کے نور سے منور ہو جائے اور قرآنی آیات کی تاثیر اس پر اثر کرے تو وہ نگاہِ بصیرت سے قرآن شریف کی تلاوت کرے اور اسے سمجھ کر پڑھے اور اس میں دیئے گئے احکام پر عمل کرے اور ممنوعات سے باز رہے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ اس کا دل قرآن پاک کے نور سے جگمگا اٹھے گا اور وہ اس کی آیات کی تاثیر اپنے ظاہر اور باطن میں دیکھ لے گا۔

﴿اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: تو کیا مسلمان اس بات سے ناامید نہ ہوگئے۔﴾ اس آیت میں ان مسلمانوں کو جواب دیا

1 ......روح البیان، الرعد، تحت الآیۃ: ۳۱، ۴/۳۷۶، جلالین، الرعد، تحت الآیۃ: ۳۱، ص۲۰۴، ملتقطاً.

گیا جنہوں نے کفار کے نئی نئی نشانیاں طلب کرنے پر یہ چاہا تھا کہ جو کافر بھی کوئی نشانی طلب کرے وہی اس کو دکھا دی جائے، اس میں اُنہیں بتا دیا گیا کہ جب زبردست نشانیاں آ چکیں اور شکوک وشبہات کی تمام راہیں بند کر دی گئیں، دین کی حقانیت روزِ روشن سے زیادہ واضح ہو چکی، ان واضح دلائل کے باوجود لوگ مکر گئے اور حق کا اِعتراف نہ کیا تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ عناد کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں اور عناد رکھنے والا کسی دلیل سے بھی مانا نہیں کرتا تو مسلمانوں کو اب ان سے حق قبول کرنے کی کیا امید؟ کیا اب تک ان کے عناد کا مشاہدہ کر کے، واضح نشانیوں اور دلائل سے ان کا اِعراض کرنا دیکھ کر بھی ان سے قبولِ حق کی امید رکھی جا سکتی ہے؟ البتہ اب ان کے ایمان لانے اور مان جانے کی یہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مجبور کر دے اور ان کا اختیار سَلب فرما لے، لیکن اللہ تعالیٰ اس طرح کی ہدایت چاہتا تو تمام آدمیوں کو عطا فرما دیتا اور کوئی کافر نہ رہتا مگر آزمائش اور امتحان کے گھر کی حکمت اس کا تقاضا نہیں کرتی۔[1]

﴿وَلَا یَزَالُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا: اور کافروں کو ہمیشہ۔﴾ یعنی کفار اپنے کفر اور خبیث اعمال کی وجہ سے طرح طرح کے حَوادث ومَصائب اور آفتوں اور بلاؤں میں مبتلا رہیں گے، کبھی قحط میں، کبھی لٹنے میں، کبھی مارے جانے میں، کبھی قید میں، چنانچہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے کے کفار انہی چیزوں میں گرفتار ہوتے رہے۔

﴿اَوۡ تَحُلُّ قَرِیۡبًا مِّنۡ دَارِهِمۡ: یا آپ ان کے گھروں کے نزدیک اتریں گے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حدیبیہ کے دن ان کے گھروں کے نزدیک اپنے لشکر کے ساتھ اتریں گے یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے فتح ونصرت کا، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کا دین غالب ہونے کا اور مکہ مکرمہ کی فتح کا وعدہ پورا ہو جائے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا۔[2]

وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَاَمۡلَيۡتُ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثُمَّ اَخَذۡتُهُمۡ ۟ فَكَيۡفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تم سے اگلے رسولوں پر بھی ہنسی کی گئی تو میں نے کافروں کو کچھ دنوں ڈھیل دی پھر انہیں پکڑا

1 ......روح البیان، الرعد، تحت الآیة: ۳۱، ٤/۳۷۷، ملخصاً.

2 ......خازن، الرعد، تحت الآیة: ۳۱، ۳/٦۷، مدارك، الرعد، تحت الآیة: ۳۱، ص۵۵۸، ملتقطاً.

تو میرا عذاب کیسا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک آپ سے پہلے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر میں نے انہیں پکڑلیا تو میرا عذاب کیسا تھا؟

﴿وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ : اور بیشک آپ سے پہلے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا۔﴾ کفارِ مکہ نے جب ان معجزات کا مطالبہ مذاق اڑانے کے طور پر کیا تو یہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قلبِ اطہر پر بہت گراں گزرا اور ان باتوں سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت اَذِیّت اور تکلیف پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی تاکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی قوم کے ان جاہلانہ مطالبوں پر صبر فرمائیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ کی قوم نے آپ کا مذاق اڑانے کی نیت سے نشانیاں طلب کی ہیں اسی طرح باقی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوموں نے بھی ان کا مذاق اُڑایا تھا، پھر میں نے کافروں کو کچھ دنوں کیلئے ڈھیل دینے کے بعد عذاب میں گرفتار کر دیا اور دنیا میں انہیں قحط، قتل اور قید کی مصیبتوں میں مبتلا کر دیا اور آخرت میں اُن کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔(1)

علماء و مبلغین کیلئے درس

اس آیت میں علماء و مبلغین کیلئے درس ہے کہ راہِ خدا میں تکالیف برداشت کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا طریقہ ہے اس لئے اگر انہیں راہِ خدا میں کسی تکلیف اور پریشانی کا سامنا ہو تو انہیں چاہئے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حالات اور ان کی سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے صبر و تَحَمُّل کا مظاہرہ کریں، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان کی تکالیف جلد دور ہو جائیں گی۔

عظمتِ اولیاء

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کا مذاق اڑانا بدبختی کی علامت ہے۔ حدیثِ قُدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’جس نے

(1)......تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیة: ۳۲، ۷/۴٤، خازن، الرعد، تحت الآیة: ۳۲، ۳/٦۷، ملتقطاً.

میرے کسی ولی کی توہین کی تو اس نے مجھ سے جنگ کا اعلان کر دیا۔ [1] یعنی جس نے میرے اولیا میں سے کسی کو اذیت دی یا کسی کو غضب دلایا تو اس نے مجھ سے جنگ کی۔

مزید فرماتے ہیں کہ اللّٰہ تعالٰی کے اولیا سے محبت رکھنا، ان سے قلبی تعلقات قائم کرنا اور ان کی صحبت اختیار کرنا اللّٰہ تعالٰی کے نزدیک سب سے زیادہ نفع مند اعمال میں سے ہے اور اللّٰہ تعالٰی کے اولیا سے بغض وعداوت رکھنا، انہیں حقیر سمجھنا اور ان پر اعتراضات کرنا اللّٰہ تعالٰی کے نزدیک سب سے زیادہ نقصان دینے والے اعمال میں سے ہے۔ [2] اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو اللّٰہ تعالٰی کے اولیا کے بارے میں نازیبا کلمات کہتے، ان کی توہین کرتے، ان سے عداوت و دشمنی رکھتے اور ان پر اعتراضات کرتے ہیں۔ اللّٰہ تعالٰی انہیں ہدایت عطا فرمائے، امین۔

اَفَمَنْ هُوَ قَآىٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْۚ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَؕ قُلْ سَمُّوْهُمْؕ اَمْ تُنَبِّـٴُـوْنَهٗ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِؕ بَلْ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَ صُدُّوْا عَنِ السَّبِیْلِؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جو ہر جان پر اس کے اعمال کی نگہداشت رکھتا ہے اور وہ اللّٰہ کے شریک ٹھہراتے ہیں تم فرماؤ ان کا نام تو لو یا اسے وہ بتاتے ہو جو اس کے علم میں ساری زمین میں نہیں یا یونہی اوپری بات بلکہ کافروں کی نگاہ میں ان کا فریب اچھا ٹھہرا ہے اور راہ سے روکے گئے اور جسے اللّٰہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ خدا جو ہر شخص پر اس کے اعمال کی نگرانی رکھتا ہے (وہ بتوں جیسا ہے؟ ہرگز نہیں) اور وہ لوگ

[1] ......معجم الاسط، باب الالف، من اسمه احمد، ١/١٨٤، الحديث: ٦٠٩.

[2] ......روح البيان، الرعد، تحت الآية: ٣٢، ٤/٣٧٨.

اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں۔تم فرماؤ:تم ان کا نام تو لو (کہ وہ کون ہیں جو خدا کے شریک ہیں) بلکہ تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جسے وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے یا یونہی ایک اوپری بات بلکہ کافروں کیلئے ان کا فریب خوشنما بنا دیا گیا اور انہیں راستے سے روک دیا گیا اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

﴿ **اَفَمَنْ هُوَ قَآىٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ : تو کیا وہ جو ہر شخص پر اس کے اعمال کی نگرانی رکھتا ہے۔** ﴾اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مکہ کے مشرکین کا رد اور انہیں زجر و توبیخ فرمائی ہے۔آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ جو کہ ہر شخص کا محافظ اور اسے رزق دینے والا ہے، اسے جانتا اور اس کے اچھے برے اعمال کو بھی جانتا ہے، نیکیاں کرنے والے کو ثواب دینے والا اور گناہ کرنے والے کو سزا دینے والا ہے کیا وہ اُن بتوں کی مثل ہوسکتا ہے جو ایسے نہیں؟ بلکہ وہ تو اپنے آپ سے بھی عاجز ہیں اور جو خود سے عاجز ہوں وہ دوسروں کو کیا نفع یا نقصان پہنچا سکیں گے، لہٰذا عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ وہ بت جنہیں مشرکین اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔[1]

﴿ **قُلْ سَمُّوْهُمْ : تم فرماؤ: تم ان کا نام تو لو۔** ﴾یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمائیں کہ تم جن بتوں کو عبادت کا مستحق ٹھہراتے ہو ان کی حقیقت تو بیان کرو کہ ان کا تعلق کس جنس سے ہے اور وہ کس قسم سے تعلق رکھتے ہیں؟ پھر غور کرو کہ کیا وہ عبادت کے لائق ہوسکتے ہیں؟ یقیناً نہیں لہٰذا تمہارے اس شرک کا مطلب یہ نکلا کہ تم اللہ تعالیٰ کو اس کے شریک کی خبر دے رہے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ زمین میں اپنا کوئی شریک موجود نہ ہونے کی وجہ سے اسے جانتا ہی نہیں، اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہوسکتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ضرور ہوتا کیونکہ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں نہ ہو وہ محض باطل ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے شریک ہونا بھی باطل اور غلط ہے۔یاد رہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی نہیں کی گئی بلکہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہونے کی نفی کی گئی ہے۔[2]

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۳۳، ۳/۶۷.

2 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۳۳، ۳/۶۷-۶۸، صاوی، الرعد، تحت الآية: ۳۳، ۳/۱۰۰۷، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں دنیا کے جیتے عذاب ہوگا اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے سخت ہے اور انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کیلئے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور آخرت کا عذاب یقیناً زیادہ سخت ہے اور انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں۔

﴿ لَهُمۡ عَذَابٌ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا: ان کیلئے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے۔﴾ یعنی ان کیلئے دنیا کی زندگی میں قتل اور قید وغیرہ کا عذاب ہے اور آخرت کا عذاب یقیناً دنیا کے عذاب کے مقابلے میں زیادہ سخت ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں۔

جہنم کے عذاب کی سختیاں

اس آیتِ مبارکہ میں بیان کی گئی وعید اگرچہ کافروں کے بارے میں ہے لیکن اس میں ان مسلمانوں کے لئے بھی بڑی عبرت ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت سے انتہائی دور اور اس کی نافرمانی میں بہت مصروف ہیں، اگر ان کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں جہنم میں ڈال دیا تو ان کا جو حال ہوگا اس کا اندازہ لگانا انتہائی مشکل ہے، مزید عبرت حاصل کرنے کے لئے عذابِ جہنم کی سختیوں کے بیان پر مشتمل امام محمد غزالی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہ کلام بغور پڑھئے، چنانچہ آپ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اے اپنے نفس سے غافل اور اس فانی اور مٹ جانے والی دنیا پر دھوکہ کھانے والے شخص! اُس چیز کی فکر نہ کر جسے چھوڑ کر جانے والا ہے بلکہ اپنے فکر کی لگام کو اس کی طرف موڑ دے جو تیری منزل ہے، کیونکہ تجھے بتایا گیا کہ سب لوگوں کو جہنم پر سے گزرنا پڑے گا، کہا گیا ہے:

وَ اِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِیًّا ۚ﴿۷۱﴾ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِیۡنَ فِیۡهَا جِثِیًّا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے۔ یہ تمہارے رب کے ذمہ پر حتمی فیصلہ کی ہوئی بات ہے۔ پھر ہم ڈرنے والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

[1] ......مریم: ۷۱، ۷۲.

تو تجھے وہاں جانے کا یقین ہونا چاہئے اور چونکہ نجات کے بارے میں شک ہے اس لئے تو اپنے دل میں اُس مقام کے ہولناک منظر کا شعور بیدار کر کہ شاید تو اس سے نجات کے لیے تیاری کرے، نیز مخلوق کے حال میں غور و فکر کر کہ قیامت کے مَصائب میں سے ان پر جو کچھ گزرا اس کی وجہ سے وہ کرب اور پریشانیوں میں ہوں گے اور اس بات کے منتظر ہوں گے کہ انہیں سفارش کرنے والوں کی شفاعت کی خبر ملے کہ اچانک مجرموں کو شاخ در شاخ اندھیرے گھیر لیں گے اور لپٹ جانے والی آگ ان پر چھا جائے گی، وہ اس کی آواز اور جھنجھناہٹ سنیں گے جو اس کے سخت غیظ و غضب پر دلالت کر رہی ہوگی، اس وقت مجرموں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو جائے گا اور لوگ گھٹنوں کے بل گر جائیں گے حتّٰی کہ جو لوگ بچ جائیں گے ان کو برے انجام کا خوف ہوگا اور جہنم کے فرشتوں میں سے ایک آواز دیتے ہوئے کہے گا: اے فلاں بن فلاں! جو دنیا میں لمبی امید کی وجہ سے ٹال مٹول سے کام لیتا تھا اور تو نے برے اعمال میں عمر کو ضائع کر دیا، پھر وہ لوہے کے گُرز لے کر اس کی طرف دوڑیں گے اور اس کو طرح طرح کی دھمکیاں دیں گے، نیز اسے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے اور گہرے جہنم میں اوندھا پھینک دیں گے: وہ کہیں گے

ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: چکھ۔ تو تو بڑا عزت والا، کرم والا ہے۔

پس وہ اسے ایسے گھر میں قید کر دیں گے جس کے کنارے تنگ، راستے تاریک اور مقاماتِ ہلاکت پوشیدہ ہوں گے، (کافر) قیدی وہاں ہمیشہ رہے گا (جبکہ مسلمان قیدی اپنی سزا پوری ہونے تک وہاں رہے گا) اور اس میں بھڑکتی ہوئی آگ جلائی جائے گی وہاں ان کا مشروب کھولتا ہوا پانی اور ٹھکانہ جہنم ہوگا آگ کے فرشتے ان کو گرز ماریں گے اور آگ ان کو جمع کرے گی، وہاں وہ موت کی تمنا کریں گے لیکن اس سے چھوٹ نہیں سکیں گے، ان کے پاؤں پیشانی کے بالوں سے بندھے ہوں گے اور گناہوں کی تاریکی کے باعث ان کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ ہر کنارے سے پکاریں گے اور چیخیں چلائیں گے اور (جہنم کے فرشتے سے) کہیں گے اے مالک! ہم سے عذاب کا وعدہ پورا ہو چکا ہے، بیڑیاں ہم پر بھاری ہوگئی ہیں اے مالک! ہمارے چمڑے پک چکے ہیں، اے مالک! ہمیں یہاں سے نکالو ہم کبھی بھی گناہ نہیں کریں گے۔

دوزخ کے فرشتے کہیں گے: نہیں! امن کے دن چلے گئے، اب ذلت کے گھر سے نکل نہیں سکتے، اس میں پھٹکار کے ساتھ پڑے رہو اور باتیں نہ کرو اگر تمہیں یہاں سے نکال بھی دیا جائے تو جس کام سے تمہیں روکا گیا تم دوبارہ وہی کام

[1]......دخان: ٤٩.

کرو گے،اس وقت وہ نا امید ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے مقابل جو باتیں کی ہوں گی اُن پر اِنہیں افسوس ہوگا لیکن اب نہ تو ان کو ندامت نجات دے گی اور نہ ہی افسوس کا کوئی فائدہ ہوگا بلکہ انہیں طوق پہنا کر چہروں کے بل اوندھا گرا دیا جائے گا،ان کے اوپر نیچے، دائیں اور بائیں آگ ہی آگ ہوگی، وہ آگ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے،ان کا کھانا آگ ، پینا آگ ،لباس آگ اور بچھونا آگ ہوگا اور وہ آگ کے ٹکڑوں ،تارکول کے لباس ،گرزوں کے ساتھ مارے جانے اور بھاری بیڑیوں کے درمیان ہوں گے، وہ دوزخ کے تنگ راستوں میں چلیں گے اور جہنم کی سیڑھیوں سے ہجوم کے ساتھ اتریں گے اور ان کے اَطراف وجوانب میں پریشان پھر رہے ہوں گے، آگ ان پر اس طرح جوش مار رہی ہوگی جس طرح ہنڈیا میں ابال آتا ہے۔ وہ تباہی اور بربادی کے ساتھ آواز دے رہے ہوں گے، جب وہ ہلاکت کا لفظ بولیں گے تو ان کے سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کے پیٹوں کے اندر کا سب کچھ اور چمڑے پگھل جائیں گے،ان کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے جن سے ان کی پیشانیاں چور چور ہو جائیں گی اور ان کے مونہوں سے پیپ نکلنے لگے گی۔ پیاس کی وجہ سے جگر پھٹ جائیں گے اور آنکھوں کے ڈھیلے چہروں پر نکل پڑیں گے اور رخساروں کے اوپر سے گوشت گر جائے گا اور ان کے اعضا سے چمڑے اور بال بھی سب گر جائیں گے، جب ان کے چمڑے پک جائیں گے تو ان کو دوسرے چمڑوں سے بدل دیا جائے گا۔ان کی ہڈیاں گوشت سے خالی ہو جائیں گی اور اب روحوں کا مرکز صرف رگیں اور پٹھے ہوں گے اور اس آگ کی لپیٹ میں ان کی آواز آ رہی ہوگی ،اس کے ساتھ ساتھ وہ موت کی تمنا کریں گے لیکن ان کو موت نہیں آئے گی۔

(اے لوگو! ذرا) سوچو، اگر تم ان کو دیکھو تو تمہاری کیا کیفیت ہوگی حالانکہ ان کے چہرے کوئلے سے بھی زیادہ سیاہ ہو گئے، آنکھوں کی بینائی چلی گئی اور زبانیں گُنگ ہو گئیں، پٹھے اور ہڈیاں ٹوٹ پھوٹ گئیں،کان کٹے ہوئے، چمڑے پھٹے ہوئے ،ہاتھوں کو گردنوں سے باندھا ہوا اور پاؤں کو پیشانیوں کے ساتھ جمع کیا ہوا ہوگا، وہ آگ پر چہروں کے ساتھ چلتے ہوں گے اور لوہے کے کانٹے آنکھ کے ڈھیلے سے روندتے ہوں گے، آگ کا شعلہ ان کے اندر کے اجزا میں دوڑتا ہوگا اور جہنم کے سانپ اور بچھو ان کے ظاہر اَعضا سے لپٹے ہوں گے۔ یہ ان کے بعض حالات ہیں۔ [(1)] الامان والحفیظ،الامان والحفیظ۔اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ ،ہمیں شفاعت کرنے والوں کے سردار کی شفاعت نصیب فرما اور اپنے حبیب کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے امت کے غم میں بہنے والے آنسوؤں کے صدقے جہنم کے عذاب سے نجات عطا فرما،اٰمین۔

1 ......احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعده، الشطر الثانی، القول فی صفة جهنّم واهوالها وانكالها، ۵/۲۹۲-۲۹۳.

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآىٕمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: احوال اس جنت کا کہ ڈر والوں کے لیے جس کا وعدہ ہے اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس کے میوے ہمیشہ اور اس کا سایہ ڈر والوں کا تو یہ انجام ہے اور کافروں کا انجام آگ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس کے پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یہ پرہیزگاروں کا انجام ہے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔

﴾مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ: جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔﴿ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں کفار کے عذاب میں مبتلا ہونے کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں مسلمانوں کے ثواب کا ذکر فرمایا ہے۔[1]

جنت کے تین اوصاف

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنت کے تین اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

(1)...... جنت کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔ ان نہروں کی تفصیل اس آیت میں بیان گئی ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں خراب نہ ہونے والے پانی کی نہریں ہیں اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلے اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے لذت (بخش) ہے اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں۔

---

1 ......تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیۃ: ۳۵، ۴۶/۷.

2 ......سورۂ محمد: ۱۵.

(2،3)......جنت کے پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یعنی جنت کے میوے اور اس کا سایہ دائمی ہے ان میں سے کوئی ختم اور زائل ہونے والا نہیں۔ جنت کا حال عجیب ہے کہ اس میں نہ سورج ہے نہ چاند لیکن پھر بھی تاریکی نہیں نیز سورج اور چاند نہیں لیکن پھر بھی سایہ ہے۔

وَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ یَفۡرَحُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ وَ مِنَ الۡاَحۡزَابِ مَنۡ یُّنۡكِرُ بَعۡضَهٗ ؕ قُلۡ اِنَّمَاۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰهَ وَ لَاۤ اُشۡرِكَ بِهٖ ؕ اِلَیۡهِ اَدۡعُوۡا وَ اِلَیۡهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس پر خوش ہوتے جو تمہاری طرف اترا اور ان گروہوں میں کچھ وہ ہیں کہ اس کے بعض سے منکر ہیں تم فرماؤ مجھے تو یہی حکم ہے کہ اللّٰہ کی بندگی کروں اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤں میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے پھرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس پر خوش ہوتے جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان گروہوں میں کچھ وہ ہیں جو اس قرآن کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں۔ تم فرماؤ: مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں اللّٰہ کی عبادت کروں اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے پھرنا ہے۔

﴿وَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ: اور جنہیں ہم نے کتاب دی۔﴾ حضرت حسن اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فرماتے ہیں کہ اس آیت میں کتاب سے مراد قرآنِ پاک اور جنہیں کتاب دی گئی ان سے مراد صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُم ہیں۔ قرآن نازل ہونے پر خوش ہونے سے مراد یہ ہے کہ قرآن نازل ہونے سے اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے سے متعلق مزید احکام نازل ہوتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں خوشی ہوتی ہے۔ اَحزاب سے یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین کے وہ گروہ مراد ہیں جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی

عداوت میں سرشار ہیں اور اُنہوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر چڑھائیاں کی ہیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد تورات اور انجیل ہے اور جنہیں کتاب دی گئی ان سے مراد وہ یہودی اور عیسائی ہیں جو اسلام سے مشرف ہوئے جیسے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ وغیرہ اور حبشہ و نَجران کے عیسائی۔ قرآن پاک نازل ہونے پر یہ اس لئے خوش ہوتے کہ یہ قرآن پاک پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ احزاب سے ایمان لانے والوں کے علاوہ بقیہ یہودی، عیسائی اور وہ تمام مشرکین مراد ہیں جو قرآن کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو قرآن پاک کے بعض حصے کا انکار کرنے والا اس لئے کہا گیا کہ یہ قرآن پاک کے ان واقعات اور بعض احکام کو مانتے تھے جو ابھی تک ان کی کتابوں میں بھی موجود تھے البتہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت سے متعلق جن اَحکام کو انہوں نے تبدیل کر دیا تھا ان کا انکار کرتے تھے جبکہ مشرکین کو قرآن پاک کے بعض حصے کا انکار کرنے والا اس لئے کہا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے اور رحمٰن کا انکار کرتے تھے جیسا کہ صُلحِ حدیبیہ کے موقع پر انہوں نے کہا تھا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ [1]

وَكَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنٰهُ حُكۡمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾

ع ۵ / ۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم نے اسے عربی فیصلہ اتارا اور اے سننے والے اگر تو ان کی خواہشوں پر چلے گا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا نہ بچانے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی فیصلے کی صورت میں اتارا اور اے سننے والے! اگر تو ان کی خواہشوں پر چلے گا اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آچکا تو اللہ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنٰهُ حُكۡمًا عَرَبِيًّا: اور اسی طرح ہم نے اس کو عربی حکم کی صورت میں اتارا۔﴾ یعنی جس طرح پہلے انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اُن کی زبانوں میں احکام دیئے تھے اسی طرح ہم نے یہ قرآن آپ کی زبان عربی میں نازل فرمایا۔ قرآنِ کریم کو حکم اس لئے فرمایا کہ اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت، اس کی توحید، اس کے دین کی طرف دعوت، تمام

[1] ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۳۶، ۳/۶۸-۶۹، مدارك، الرعد، تحت الآية: ۳۶، ص۵۵۹، ملتقطاً.

تکالیف واحکام اور حلال وحرام کا بیان ہے۔ بعض علما نے فرمایا ’’چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر قرآن شریف کے قبول کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کا حکم فرمایا اس لئے اس کا نام حکم رکھا۔ [1]

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ: اور اے سننے والے! اگر تو ان کی خواہشوں پر چلے گا۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فرماتے ہیں اس آیت میں بظاہر خطاب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن اس سے مراد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے سننے والے! مضبوط دلائل اور قطعی حجتوں کے ذریعے حق بات کا علم آ جانے کے باوجود اگر تو نے کافروں کی پیروی کی جو اپنے دین کی طرف بلاتے ہیں (اور ان کی خواہشوں پر چلا) تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ اس سے کوئی بچانے والا۔ [2]

کفار کی خواہشوں پر چلنے والوں کو نصیحت

اس آیت میں موجودہ دور کے ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت اور نصیحت ہے جو کافروں کی خواہشات پر چلتے ہوئے اسلام کے بنیادی اور ضروری احکام کی اہمیت کو مسلمانوں کی نظر میں کم کرنے کی اور قرآن وحدیث کی غلط تشریحات کر کے مسلمانوں کے دین وایمان کو برباد کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں، یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کافروں کی خالص مذہبی تقریبات میں نہ صرف خود شرکت کرتے، انہیں تحائف اور مبارک بادیں دیتے ہیں بلکہ ان تقریبات کو میڈیا کے ذریعے اس انداز میں عوام تک پہنچاتے ہیں جیسے یہ بھی اسلام کی تعلیمات کا ایک حصہ ہو، اسی طرح ان لوگوں کے لئے بھی بڑی عبرت ہے جو کافروں کی خواہش کے مطابق مسلمانوں میں فحاشی، عُریانی، بے راہ روی، بے پردگی، عورتوں کی مادر پِدر آزادی کو عام کرنے کی تگ ودو میں لگے ہوئے ہیں۔ یونہی ان اَربابِ اقتدار کے لئے بھی بڑی عبرت ہے جو کافروں کی خواہشات کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اور ان کے اشارۂ ابرو پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے مسلمانوں کی جان و مال، عزت وآبرو اور ملک وملت کو برباد کرنے کے لئے اپنے ملک میں کافروں کو ہر طرح کی سہولت دیتے اور اپنے ہی ملک میں ہر طرح کی عیاشی کے ذرائع مہیا کرتے ہیں، انہیں غور کر لینا چاہئے کہ جب یہ اپنے اعمال کے حساب کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو وہاں اپنے کئے ہوئے جرموں کا حساب کس طرح دیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان پر

1 ...... خازن، الرعد، تحت الآية: ٣٧، ٣/٦٩.

2 ...... تفسير كبير، الرعد، تحت الآية: ٣٧، ٧/٤٩، مدارك، الرعد، تحت الآية: ٣٧، ص٥٥٩، ملتقطاً.

اپنا غضب فرمایا اور ان کے لئے عذابِ جہنم کا حکم سنا دیا تو اس وقت کون ان کی حمایت کرے گا اور کون انہیں اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب سے بچائے گا اور اس وقت دنیا کی کونسی سپر پاور ان کے کام آئے گی؟

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّیَّةًؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لیے بیبیاں اور بچے کیے اور کسی رسول کا کام نہیں کہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے حکم سے ہر وعدہ کی ایک لکھت ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور بچے بنائے اور کسی رسول کا کام نہیں کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی لے آئے۔ ہر وعدے کیلئے ایک لکھی ہوئی (مدت) ہے۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔﴾ اس آیت میں کفار کی طرف سے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر کئے گئے اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں۔

پہلا اعتراض: اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف جو بھی رسول بھیجے تو اس کا فرشتوں میں سے ہونا ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے جتنے بھی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گزرے ہیں سب انسان ہی تھے نہ کہ فرشتے، جب گزشتہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے انسان ہونے کی وجہ سے ان کی نبوت پر کوئی اعتراض نہیں تو رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے انسان ہونے کی وجہ سے ان کی نبوت پر اعتراض کیوں ہے۔

دوسرا اعتراض: اگر یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہوتے تو کثیر عورتوں سے نکاح نہ کرتے بلکہ عورتوں سے اِعراض کر کے زُہد کی حالت میں زندگی گزارتے۔ اس کا یہ جواب دیا گیا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے جتنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گزرے ہیں ان میں سے اکثر کی کثیر بیویاں اور اولاد تھی۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی **300** بیویاں اور **700** باندیاں تھیں۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی **100** بیویاں تھیں۔ جب بیویوں

کی اتنی کثیر تعداد کے باوجود ان کی نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑا تو حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی چند ازواجِ مُطہرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کی وجہ سے ان کی نبوت میں کیسے فرق آ سکتا ہے۔

تیسرا اعتراض: اگر یہ اللہ تعالٰی کے رسول ہیں تو پھر ہم ان سے جو معجزہ بھی طلب کریں تو وہ انہیں دکھانا چاہئے تھا، لہٰذا جب معاملہ اس کے برخلاف نظر آیا تو ہم نے جان لیا کہ یہ اللہ تعالٰی کے رسول نہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ دلیل دینے اور عذر زائل کرنے کے لئے ایک معجزہ دکھا دینا ہی کافی ہے، ایک یا ایک سے زیادہ معجزات دکھانا اللہ تعالٰی کی مَشِیَّت پر موقوف ہے، اگر وہ چاہے تو زیادہ معجزات ظاہر فرما دے اور چاہے تو ظاہر نہ فرمائے لہٰذا اس پر کسی کو اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں۔

چوتھا اعتراض: حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کفار کو اس بات سے ڈرایا تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے کفار پر عذاب نازل ہوگا اور مسلمانوں کی مدد کی جائے گی، لیکن جب وہ عذاب مُؤخر ہوا اور اس کی کوئی نشانی کفار کو نظر نہ آئی تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت میں طعن کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اگر یہ سچے نبی ہوتے تو ان کا جھوٹ ظاہر نہ ہوتا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ کفار پر عذاب نازل ہونا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندوں کے لئے فتح و نصرت کا ظاہر ہونا اللہ تعالٰی نے مُعَیَّن اوقات کے ساتھ خاص فرما دیا ہے اور ہر نئے ہونے والے کام کا ایک وقت معین ہے لہٰذا مخصوص وقت آنے سے پہلے وہ نیا کام ظاہر نہ ہوگا۔ جب اصل بات یہ ہے تو وعیدوں کے مؤخر ہونے کی وجہ سے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کِذب کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟[1]

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚۖ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور برقرار رکھتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔

﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ: اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔﴾ حضرت سعید بن جبیر اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس

1 ...... تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیۃ: ۳۸، ۷/۴۹-۵۰، صاوی، الرعد، تحت الآیۃ: ۳۸، ۳/۱۰۰۹-۱۰۱۰، ملتقطاً۔

آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جن احکام کو چاہتا ہے منسوخ فرماتا ہے اور جنہیں چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ بندوں کے گناہوں میں سے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مغفرت فرما کر مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ حضرت عکرمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ سے جس گناہ کو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور اس کی جگہ نیکیاں قائم فرماتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال ہیں۔[1]

﴿وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ: اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ آیت میں مذکور اُمُّ الکتاب سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے جو کہ اَزل سے ہی ہر چیز کا اِحاطہ کئے ہوئے ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اُمُّ الکتاب سے لوحِ محفوظ مراد ہے جس میں تمام کائنات اور عالَم میں ہونے والے جملہ حوادِث و واقعات اور تمام اَشیا لکھی ہوئی ہیں اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔[2]

سعادت مندی کی فکر

ہمارے بزرگانِ دین نیک اعمال کی کثرت کے باوجود اپنی سعادت مندی اور بدبختی سے متعلق بہت فکر مند رہا کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابوعثمان نہدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا ''اے اللہ! اگر تو نے مجھے سعادت مندوں میں لکھا ہے تو مجھے ان میں برقرار رکھ اور اگر مجھے بدبختوں میں لکھا ہے تو میرا نام (بدبختوں کی فہرست سے) مٹا دے اور مجھے سعادت مندوں میں لکھ دے، کیونکہ تو جو چاہے مٹاتا ہے اور جو چاہے برقرار رکھتا ہے اور اصل لکھا ہوا تیرے ہی پاس ہے۔[3]

حضرت اَعمش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے حضرت شقیق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو اس طرح کہتے ہوئے سنا کہ ''اے اللہ! اگر تو نے ہمیں اپنے پاس بدبختوں میں لکھا ہے تو ہمارا نام وہاں سے مٹا دے اور ہمیں سعادت مندوں میں لکھ دے اور اگر تو نے ہمیں سعادت مندوں میں لکھا ہے تو ہمیں اس پر برقرار رکھ کیونکہ تو جو چاہے مٹاتا ہے اور جو چاہے برقرار رکھتا ہے اور اصل لکھا ہوا تیرے ہی پاس ہے۔[4]

---

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ٣٩، ٣/٧٠-٧١.

2 ......صاوی، الرعد، تحت الآية: ٣٩، ٣/١٠١٠، مدارك، الرعد، تحت الآية: ٣٩، ص ٥٦٠، ملتقطاً.

3 ......كنز العمال، كتاب الاذكار، قسم الافعال، الادعية المطلقة، ١/٢٨٦، روايت نمبر: ٥٠٤٢.

4 ......المطالب العاليه، كتاب التفسير، سورة الرعد، ٨/٢٤٧، روايت نمبر: ٣٧٣٦.

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی سعادت مندی کی فکر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، امین۔

وَ اِنْ مَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَیْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہمیں تمہیں دکھا دیں کوئی وعدہ جو انہیں دیا جاتا ہے یا پہلے ہی اپنے پاس بلائیں تو بہر حال تم پر تو صرف پہنچانا ہے اور حساب لینا ہمارا ذمہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے حبیب!) اگر ہم تمہیں کوئی وعدہ دکھا دیں جو ہم ان سے کررہے ہیں یا ہم تمہیں پہلے ہی وفات دیدیں تو آپ پر تو بہر حال تبلیغ کرنا لازم ہے اور حساب لینا ہمارے ذمے ہے۔

﴿وَ اِنْ مَّا نُرِیَنَّكَ: اور اگر ہمیں تمہیں دکھا دیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم کافروں کو عذاب دینے کا جو وعدہ کررہے ہیں، اس میں سے کوئی وعدہ آپ کو آپ کی زندگی میں ہی دکھا دیں یا وہ وعدہ دکھانے سے پہلے ہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وفات دے دیں تو دونوں صورتیں ممکن ہیں لیکن آپ کی ذمہ داری بہر حال تبلیغ فرمانا ہے اور صرف یہی آپ کی ذمہ داری ہے، بقیہ قیامت کے دن ان کا حساب لینا اور ان کے اعمال کی جزا دینا یہ ہمارے ذمے ہے لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کافروں کے اِعراض کرنے سے رنجیدہ نہ ہوں اور ان کے عذاب کی جلدی نہ کریں۔ (1)

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَ اللّٰهُ یَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَ هُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہیں نہیں سوجھتا کہ ہم ہر طرف سے ان کی آبادی گھٹاتے آرہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے اس

(1)......خازن، الرعد، تحت الآیة: ۴۰، ۳/۷۱، مدارك، الرعد، تحت الآیة: ۴۰، ص ۵۶۰، ملتقطاً.

کا حکم پیچھے ڈالنے والا کوئی نہیں اور اسے حساب لیتے دیر نہیں لگتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا یہ کافر دیکھتے نہیں کہ ہم ہر طرف سے ان کی زمین کم کررہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے، اس کے حکم کو کوئی پیچھے کرنے والا نہیں اور وہ بہت جلد حساب لے لیتا ہے۔

﴿ اَوَلَمْ یَرَوْا: کیا یہ کافر دیکھتے نہیں۔ ﴾ یعنی جن کفارِ مکہ نے سرورِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے نشانیاں دکھانے کا مطالبہ کیا ہے، کیا وہ دیکھتے نہیں ہم ہر طرف سے ان کی آبادیاں کم کرتے آرہے ہیں اور شرک کی زمین کی وسعت مسلسل کم کررہے ہیں اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے کفار کے گردو پیش کی اَراضی یکے بعد دیگرے فتح ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد فرماتا ہے اور اُن کے لشکر کو فتح مند کرتا ہے اور اُن کے دین کو غلبہ دیتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم نافذ ہے، کسی کی مجال نہیں کہ اس میں چوں چرا، یا کوئی تبدیلی کرسکے۔ جب وہ اسلام کو غلبہ دینا اور کفر کو پست کرنا چاہے تو کس کی تاب ومجال ہے کہ اس کے حکم میں دخل دے سکے اور وہ جس کا محاسبہ کرنا چاہے تو اس سے بہت جلد حساب لے لیتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑنا بربادی کا سبب ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑنا دنیا میں بھی بربادی لاتا ہے اور نافرمانوں پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے بھی بڑی عبرت ہے کہ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری پر مضبوطی سے قائم ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین میں غلبہ واِقتدار عطا فرمایا اور مسلمان زمین کی وسعتوں پر چھا گئے اور جب مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری سے منہ موڑا تو ان کی آبادیاں بھی ہر طرف کم ہونے لگ گئیں اور اسلامی سرزمین کی وسعت رفتہ رفتہ کم ہونے لگ گئی، کفار نے مسلمانوں کی بے عملی، بے اتفاقی اور داخلی اِنتشار واِفتراق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے مفتوحہ علاقے چھین لئے اور وہاں بسنے والے مسلمانوں کو دینِ اسلام چھوڑ دینے پر مجبور کردیا اور جنہوں نے دینِ اسلام کو چھوڑنے سے انکار کیا تو انہیں طرح طرح کی اَذِیَّتیں دے کر شہید کردیا یا اس سرزمین سے ہی نکال دیا۔ افسوس! آج بھی مسلمان اسی روش پر چلتے اور اپنی سابقہ تاریخ سے عبرت پکڑنے

1 ......خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۴۱، ۳/۷۱-۷۲، مدارک، الرعد، تحت الآیۃ: ۴۱، ص ۵۶۰، ملتقطاً.

کی بجائے اسے ہی دوبارہ دہراتے نظر آرہے ہیں۔حضرت عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس امت میں پانچ مخصوص لوگوں کی طرف سے فساد آئے گا۔(1) علماء۔(2) مجاہدین۔(3) زُہاد۔(4) تُجار۔(5) حکمران۔علماء انبیاء کے وارث ہیں، زہاد زمین کے ستون ہیں، مجاہدین زمین میں اللہ تعالٰی کے لشکر ہیں، تجار امت میں اللہ تعالٰی کے امین ہیں اور حکمران چرواہے ہیں تو جب عالم، دین کو نیچے اور مال کو اوپر رکھے گا تو پھر جاہل کس کی پیروی کرے گا اور جب زاہد، دنیا کی طرف راغب ہو گا تو توبہ کرنے والا کس کی پیروی کرے گا اور جب غازی لالچ میں پڑ جائے گا تو وہ دشمن پر کامیابی کیسے حاصل کرے گا اور جب تاجر خیانت کرنے لگے گا تو امانت کیسے حاصل ہو گی اور جب چرواہا ہی بھیڑیا بن جائے گا تو چرنے والے کیسے ملیں گے۔[1]

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۖ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۖ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے اگلے فریب کر چکے ہیں تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللہ ہی ہے جانتا ہے جو کچھ کوئی جان کمائے اور اب جاننا چاہتے ہیں کافر کسے ملتا ہے پچھلا گھر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سے پہلے لوگ فریب کر چکے ہیں تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللہ ہی ہے۔وہ جانتا ہے جو کچھ کوئی جان عمل کمائے اور عنقریب کافر جان لیں گے کہ آخرت کا اچھا انجام کس کے لئے ہے؟

﴿وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: اور ان سے پہلے لوگ فریب کر چکے ہیں۔﴾ اس آیت میں رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ مشرکینِ مکہ سے پہلے گزری ہوئی اُمتوں کے کفار اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ مقابلہ کر چکے ہیں جیسے نمرود نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ، فرعون نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ اور یہودیوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ مقابلہ کیا اور

1 ......روح البيان، الرعد، تحت الآية: ٤١، ٤/٣٨٩.

ان مقابلوں میں ہر طرح کی چالیں چلیں لیکن پھر بھی ناکام ونامراد ہوئے کیونکہ اصل تدبیر کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر اس کی مشیت کے بغیر کسی کی کیا چل سکتی ہے اور جب حقیقت یہ ہے تو مخلوق کا کیا اندیشہ۔

وَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَسۡتَ مُرۡسَلًا ؕ قُلۡ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًۢا بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَکُمۡ ۙ وَمَنۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ الۡکِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع

ع ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر کہتے ہیں تم رسول نہیں تم فرماؤ اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں اور وہ جسے کتاب کا علم ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر کہتے ہیں: تم رسول نہیں ہو۔ تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے اور ہر وہ آدمی گواہ ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

﴿وَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا: اور کافر کہتے ہیں۔﴾ جب کفار نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہونے کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی نبوت کا انکار کرنے والے کافروں سے فرما دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے جس نے میرے ہاتھوں میں غالب کر دینے والے معجزات اور نشانیاں ظاہر فرمائیں اور ان کے ذریعے میرے نبی ہونے کی شہادت دی نیز میری نبوت پر ہر اُس آدمی کی گواہی کافی ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے خواہ وہ یہودیوں کے علماء میں سے توریت کا جاننے والا ہو یا عیسائیوں میں سے انجیل کا عالم، وہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کو اپنی کتابوں میں دیکھ کر جانتا ہے، اِن علماء میں سے اکثر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔ [1]

علم کی افضلیت

اللہ تعالیٰ نے علما کی گواہی اپنے ساتھ بیان فرمائی، اس سے علم کی افضلیت معلوم ہوئی، اس کے علاوہ اور آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے علم کی افضلیت کو بیان فرمایا ہے، چنانچہ ایک مقام پر ارشاد فرمایا

1......خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۴۳، ۳/۷۳.

قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡكِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡكَ طَرۡفُكَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کی بارگاہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔

اس میں بیان ہوا کہ علم کی وجہ سے انہیں (یعنی حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو) یہ قدرت حاصل ہوئی۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَقَالَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَیۡلَكُمۡ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیۡرٌ لِّمَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوۡنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہیں علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا: تمہاری خرابی ہو، اللہ کا ثواب بہتر ہے اس آدمی کے لیے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور جنت انہیں کو دی جائے گی جو صبر کرنے والے ہیں۔

اس میں بیان ہوا کہ آخرت کی عظیم قدر علم کے ذریعے معلوم ہوتی ہے۔ [3]

نیز یہاں علم دین کی عظمت اور مراتبِ علماء کے بیان پر مشتمل ایک حدیث پاک بھی ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص علم کی طلب میں کوئی راستہ چلے گا تو اللّٰہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلائے گا اور بے شک فرشتے طالب علم کی خوشی کے لئے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں اور بے شک عالم کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں اور پانی کے اندر مچھلیاں مغفرت کی دعا کرتی ہیں اور یقیناً عالم کی فضیلت عابد کے اوپر ایسی ہی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور یقین رکھو کہ علماء انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں اور ان کی میراث دینار و درہم نہیں بلکہ ان کی میراث تو علم ہی ہے تو جس نے اسے حاصل کیا اُس نے (میراث کا) بہت بڑا حصہ پالیا۔ [4]

---

1 ......نمل: ۴۰۔ 2 ......قصص: ۸۰۔

3 ......علم اور علماء کی فضیلت، اہمیت اور شان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''فیضانِ علم وعلماء'' اور ''علم وعلماء کی شان'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

4 ......سنن ابی داود، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم، ۳/۴۴۴، الحدیث: ۳۶۴۱۔

سُوْرَةُ اِبْرَاهِيْم

سورۂ ابراہیم کا تعارف

مقام نزول

سورۂ ابراہیم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی البتہ اس کی یہ آیت ''اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا'' اوراس کے بعد والی آیت مکہ مکرمہ میں نازل نہیں ہوئی۔ (1)

آیات،کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **7** رکوع، **52** آیتیں، **861** کلمے اور **3434** حروف ہیں۔ (2)

''ابراہیم'' نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی آیت نمبر 35 تا 41 میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اطاعتِ الٰہی کے حسین واقعے اور آپ کی دعاؤں کو بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ ابراہیم'' رکھا گیا۔

سورۂ ابراہیم کے مَضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسولوں پر، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے پر ایمان لانے کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا گیا اور یہ بتایا گیا ہے کہ حقیقی معبود وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور پوری کائنات میں اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں

(1)......کفار کی مذمت بیان کی گئی اور کفر کرنے پر انہیں شدید عذاب کی وعید سنائی گئی اور مسلمانوں سے ان کے نیک اعمال کے بدلے جنت دینے کا وعدہ کیا گیا۔

(2)......حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے

1......خازن، تفسير سورة ابراهيم... الخ، ۷۳/۳.

2......خازن، تفسير سورة ابراهيم... الخ، ۷۳/۳.

بعد والے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوموں کے واقعات بیان کر کے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی اور ان قوموں پر نازل ہونے والے عذابات سے کفارِ مکہ کو ڈرایا گیا۔

(3)......خانۂ کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مکہ والوں کے لئے امن اور رزق کی، لوگوں کے دل خانۂ کعبہ کی طرف مائل ہونے کی، اپنی اولاد کے بتوں کی پوجا سے بچنے کی، اپنی اولاد کو نماز قائم کرنے کی توفیق دینے کی، اپنی، اپنے والدین اور مسلمانوں کی مغفرت کی جو دعائیں مانگیں وہ بیان کی گئیں۔

(4)......ایمان اور کلمۂ حق کی مثال پاک درخت سے جبکہ گمراہی اور کلمۂ باطل کی مثال خبیث درخت سے بیان کی گئی۔

(5)......قیامت کی ہولناکیاں بیان کر کے نصیحت کی گئی اور ظالموں کے لئے مختلف قسم کے عذابات بیان کر کے انہیں ڈرایا گیا۔

(6)......قیامت کے دن تک عذاب مؤخر کرنے کی حکمت بیان کی گئی۔

سورۂ رعد کے ساتھ مناسبت

سورۂ ابراہیم کی اپنے سے ماقبل سورت ''رعد'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ رعد میں بیان کیا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اس قرآن کو عربی فیصلے کی صورت میں اتارا اور سورۂ ابراہیم کی پہلی آیت میں قرآن پاک نازل کرنے کی حکمت بیان کی گئی کہ اسے نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لوگوں کو ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے اندھیروں سے اجالے کی طرف، اس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے کی طرف نکالیں جو عزت والا اور سب خوبیوں والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ ۟ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ بِاِذْنِ

رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِۙ(۱)

ترجمۂ کنزالایمان: ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری کہ تم لوگوں کو اندھیریوں سے اجالے میں لاؤ ان کے رب کے حکم سے اس کی راہ کی طرف جو عزت والا سب خوبیوں والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تا کہ تم لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے اجالے کی طرف، اس (اللہ) کے راستے کی طرف نکالو جو عزت والا، سب خوبیوں والا ہے۔

﴿الٓرٰ:﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿كِتٰبٌ: یہ ایک کتاب ہے۔﴾ یعنی قرآنِ پاک ایک کتاب ہے جو اے حبیب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے، اس کو نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لوگوں کو ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے کفر، گمراہی اور جہالت کے اندھیروں سے ایمان کے اجالے کی طرف اور اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف لاؤ جو عزت والا، سب خوبیوں والا ہے۔[1]

دینِ حق کی راہ ایک ہے

امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ فرماتے ہیں ''ظُلُمٰتُ کو جمع اور نُوْر کو واحد کے صیغہ سے ذکر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ دینِ حق کی راہ ایک ہے اور کفر و گمراہی کے راستے کثیر ہیں۔[2]

ایمان اور ہدایت کا نور عطا کرنے والے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے لوگوں کو ظلمتِ کفر سے نکال کر ایمان کی روشنی میں داخل کرتے ہیں، کوئی شخص صرف قرآن سے بغیر حضور پُر نور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے واسطے ہدایت نہیں پا سکتا۔ نورِ ہدایت کا ذریعہ صرف حضور اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔

1 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ١، ٣/٧٣-٧٤، ملخصاً.

2 ......تفسير كبير، ابراهيم، تحت الآية: ١، ٧/٥٨.

اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ وَ وَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِۙﰁ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور کافروں کی خرابی ہے ایک سخت عذاب سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ جس کی ملکیت میں ہر وہ چیز ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور کافروں کیلئے ایک سخت عذاب کی خرابی ہے۔

﴿ اَللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ: اللّٰہ جس کی ملکیت میں ہے ﴾ یعنی اس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے کی طرف لاؤ جو عزت والا، سب خوبیوں والا ہے، ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے وہ سب کا خالق و مالک ہے، سب اس کے بندے اور مملوک ہیں تو اس کی عبادت سب پر لازم ہے اور اس کے سوا کسی کی عبادت روا نہیں اور جنہوں نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت چھوڑ کر ان بتوں کی عبادت کرنا شروع کر دی جو کسی چیز کے مالک ہی نہیں بلکہ وہ خود مملوک ہیں تو آخرت میں ان کے لئے سخت عذاب تیار کیا گیا ہے۔[1]

الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًاؕ اُولٰٓىٕكَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍﰂ

ترجمۂ کنزالایمان: جنہیں آخرت سے دنیا کی زندگی پیاری ہے اور اللّٰہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی چاہتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں ہیں۔

1 ……خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٢، ٣/٧٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں ہیں۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا : جو دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں ان کفار کے چند اوصاف بیان کئے گئے ہیں جنہیں اس سے پہلی آیت میں آخرت کے شدید عذاب کی وعید سنائی گئی، چنانچہ فرمایا گیا کہ وہ دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اسے اُخروی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرنے سے روکتے ہیں اور دین میں ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں۔

دین میں ٹیڑھا پن تلاش کرنے کی صورتیں

دین میں ٹیڑھا پن تلاش کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ لوگوں کو سیدھا راستہ اختیار کرنے سے روک دینا۔ دوسری یہ کہ حق مذہب کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈالنے کی اور جس قدر ہو سکے حیلوں وغیرہ کا سہارا لے کر حق مذہب میں برائیاں ظاہر کرنے کی کوشش کرنا۔[1]

علم کا لبادہ اوڑھ کر حق مذہب سے بھٹکانے والے عبرت پکڑیں

اس سے معلوم ہوا کہ جو آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں وہ عملی طور پر گمراہ ہیں اور جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے اور دین سے روکتے ہیں وہ گمراہ کرنے والے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’جو شخص بھی دنیا کی زیب وزینت اور اس کی رنگینیوں کو آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دے اور آخرت کی بجائے دنیا میں ہی رہنے کو پسند کرے اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لائے ہوئے دین سے لوگوں کو روکے تو وہ اس آیت کے عموم میں داخل ہے، وہ خود گمراہ اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہے۔[2]

اس آیت سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو علم کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو مذہبِ حق سے دور کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں اور دین میں نئے نئے مذہب نکال کر امت کی وحدت کا شیرازہ بکھیرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ حضرت زیاد بن حُدَیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’تم جانتے ہو کہ اسلام کو کیا

1 ......تفسیر کبیر، ابراھیم، تحت الآیة: ۳، ۶۰/۷.

2 ......قرطبی، ابراھیم، تحت الآیة: ۳، ۲۳۹/۵، الجزء التاسع.

چیز تباہ کرے گی؟ میں نے کہا:نہیں۔ارشاد فرمایا کہ ’’اسلام کو عالم کی لغزش،منافق کا قرآن میں جھگڑنا اور گمراہ کن سرداروں کی حکومت تباہ کرے گی۔[1]

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف قوم کے ان پیشواؤں اور سربراہوں سے ہے جو گمراہ کرنے والے ہیں۔[2]

علامہ عبد الرؤف مناوی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نقل کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی امت کی اصلاح پر بہت حریص اور امت کی مستقل بھلائی کی رغبت رکھتے تھے اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی امت پر قوم کے گمراہ کن سرداروں کی وجہ سے فکر مند رہتے تھے۔قوم کے پیشواؤں اور سربراہوں کی گمراہی نظام کو خراب کر دیتی ہے کیونکہ یہ لوگ قوم کے قائدین ہوتے ہیں اور جب یہ گمراہ ہوں گے تو قوم بھی گمراہی میں مبتلا ہو گی،اسی طرح جب علماء میں بھی گمراہیاں ہوں گی تو عوام کا ایک بہت بڑا حصہ گمراہی کا شکار ہو جائے گا۔[3]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں ’’ائمۂ دین فرماتے ہیں ’’اے گروہِ علماء!اگر تم مستحبات چھوڑ کر مباحات کی طرف جھکو گے تو عوام مکروہات پر گریں گے،اگر تم مکروہ کرو گے تو عوام حرام میں پڑیں گے،اگر تم حرام کے مرتکب ہو گے تو عوام کفر میں مبتلا ہوں گے۔یہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں ’’بھائیو!لِلّٰہ اپنے اوپر رحم کرو،اپنے اوپر رحم نہیں کرنا چاہتے تو اُمتِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر رحم کرو۔چرواہے کہلاتے ہو،بھیڑیئے نہ بنو۔[4]

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے پھر اللّٰہ گمراہ کرتا ہے

1 ……سنن دارمی، باب فی کراھیۃ اخذ الرأی، ۱/۸۲، الحدیث: ۲۱۴.

2 ……جامع صغیر، حرف الھمزۃ، ص۱۳۳، الحدیث: ۲۱۹۰.

3 ……فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۲/۵۳۱، تحت الحدیث: ۲۱۹۰.

4 ……فتاویٰ رضویہ، ۲۴/۱۳۲-۱۳۳، ملخصاً۔

جسے چاہے اور وہ راہ دکھاتا ہے جسے چاہے اور وہی عزت حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان کے ساتھ ہی بھیجا تاکہ وہ انہیں واضح کر کے بتادے، پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ: اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان کے ساتھ ہی بھیجا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ سے پہلے گزشتہ امتوں میں جتنے رسول بھیجے وہ ان لوگوں کی زبان میں ہی کلام کرتے تھے تاکہ انہیں جو اَحکامات دیئے گئے وہ ترجمے کے بغیر ہی آسانی سے اور جلدی سمجھ جائیں اور ان احکامات کے مطابق عمل کرسکیں۔[1]

آیت میں مذکور لفظ ''رَسُوْلٍ'' میں حضور انور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور ان کے علاوہ تمام اَنبیاء و مُرسلین عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام داخل ہیں۔ یعنی ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

قرآنِ مجید کو صرف عربی زبان میں ہی کیوں نازل کیا گیا

نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تمام مخلوق کے رسول ہیں لیکن قرآن کو ہر زبان میں نازل نہیں کیا گیا کیونکہ ہزاروں کی تعداد میں زبانیں ہر زمانے میں بولی جاتی رہی ہیں تو قرآن کو ہر زبان میں نازل کرنا کئی اور طرح کی پیچیدگیوں کا باعث ہوتا لہٰذا اس وقت کی روئے زمین کی سب سے مرکزی اور مُطلقاً فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ زبان یعنی عربی میں قرآن پاک کو نازل کیا گیا تاکہ رسولِ عربی صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قرآن پاک کی اپنے قول و عمل سے بہترین تشریح فرمادیں اور پھر آپ کی امت دنیا بھر کی زبانوں میں ان تعلیمات کو منتقل کردے۔

﴿فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ: پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔﴾ یعنی رسول کی ذمہ داری صرف تبلیغ کردینا اور احکام پہنچا دینا ہے جبکہ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہے گمراہ کرتا ہے، وہی غالب ہے اور اس پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا، وہی اپنے کاموں میں حکمت والا ہے۔[2]

1 ......ابو سعود، ابراهيم، تحت الآية: ٤، ١٧٦/٣.

2 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٤، ٧٤/٣.

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﳔ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیریوں سے اجالے میں لا اور انہیں اللہ کے دن یاد دِلا بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے شکر گزار کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے اجالے میں لاؤ اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ بیشک اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، شکر گزار کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو لوگوں کی طرف اس لئے بھیجا تاکہ آپ ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان انعامات کا ذکر فرمایا جو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کی قوم کو عطا فرمائے تھے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی قوموں کی طرف بھیجا تو ان لوگوں نے اپنے نبیوں اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تاکہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر صبر فرمائیں اور انہیں یہ بتا دیا جائے کہ سابقہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوموں کے درمیان کس قسم کا معاملہ ہوا تھا، اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے ان میں سب سے پہلے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان فرمایا۔ (1)

یاد رہے کہ آیت میں مذکور نشانیوں سے وہ معجزات مراد ہیں جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دے کر بھیجے گئے تھے جیسے عَصا کا سانپ بن جانا، ہاتھ کا روشن ہو جانا اور دریا کا پھٹ جانا وغیرہ۔ (2)

1 ......تفسیرکبیر، ابراهیم، تحت الآیة: ٥، ٧/٦٤.

2 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٥، ٣/٧٤.

﴿اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ : کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے اجالے میں لاؤ۔﴾ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بعثت کا مقصد ایک ہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو کفر کے اندھیروں سے ہدایت اور ایمان کی روشنی کی طرف لانے کی کوشش کریں۔ (1)

﴿وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ : اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔﴾ قاموس میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دنوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں مراد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت اُبی بن کعب، امام مجاہد اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے بھی اَیَّامُ اللہ کی تفسیر ''اللہ کی نعمتیں'' فرمائی ہے۔ مقاتل کا قول ہے کہ اَیَّامُ اللہ سے وہ بڑے بڑے واقعات مراد ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے واقع ہوئے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اَیَّامُ اللہ سے وہ دن مراد ہیں جن میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں پر انعام کئے جیسے کہ بنی اسرائیل کے لئے مَن وسَلویٰ اُتارنے کا دن، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے دریا میں راستہ بنانے کا دن۔ (2) بظاہر نعمتِ الٰہی ملنے کے ایّام والا معنی زیادہ قوی ہے کہ اگلی آیت میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے عمل سے اسی کو واضح فرمایا ہے۔ اسی سے مسلمانوں کا نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادتِ مبارکہ کا جشن منانا بھی ثابت ہوتا ہے کہ اَیَّامُ اللہ میں سب سے بڑی نعمت کا دن سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت کا دن ہے، لہٰذا اس کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے اسی طرح اور بزرگوں پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوئیں یا جن ایام میں عظیم واقعات پیش آئے ان کی یادگاریں قائم کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلانے میں داخل ہے۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ : بیشک اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، شکرگزار کیلئے نشانیاں ہیں۔﴾ یعنی بیشک ان اَیَّامُ اللہ میں ہر اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مصیبتوں پر بڑا صبر کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر بڑا شکرگزار ہے۔ (3)

مسلمانوں کو صبر و شکر کی نصیحت

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ زندگی میں اگر اس پر ایسا وقت آئے جو اس کی طبیعت کے مطابق اور اس کے ارادے کے موافق ہو تو وہ اللہ

1 ......تفسیر کبیر، ابراهیم، تحت الآیة: ٥، ٦٤/٧.

2 ......خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ٥، ٧٥/٣، مدارك، ابراهیم، تحت الآیة: ٥، ص٥٦٣، ملتقطاً.

3 ......روح البیان، ابراهیم، تحت الآیة: ٥، ٣٩٨/٤.

عَزَّوَجَلَّ کا شکر کرے اور اگر ایسا وقت آئے جو اس کی طبیعت کے مطابق نہ ہو تو صبر کرے۔[1] اور حضرت صہیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مسلمان مرد پر تعجب ہے کہ اس کے سارے کام خیر ہیں، یہ بات مومن مرد کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتی کہ اگر اسے راحت پہنچے تو وہ شکر ادا کرتا ہے لہٰذا اس کے لیے راحت خیر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے لہٰذا صبر اس کے لیے بہتر ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت عطا فرمائے اور اگر کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کرنے اور جب راحت ملے تو شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۠﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان جب اس نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو بری مار دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیاں زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کا بڑا فضل ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب اس نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بری سزا دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔

﴿وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنی قوم کو یہ

1 ......تفسیر کبیر، ابراھیم، تحت الآیۃ: ۵، ۷/۶۵۔

2 ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب المؤمن امرہ کلّہ خیر، ص۱۵۹۸، الحدیث: ۶۴(۲۹۹۹)۔

ارشاد فرمانا اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلانے کے حکم کی تعمیل ہے۔ (1)

نوٹ: یاد رہے کہ بنی اسرائیل کی فرعونیوں سے نجات کی تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت 49 کے تحت گزر چکی ہے۔

آیت ”وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... مسلمانوں پر کافر اور ظالم حکمرانوں کا تسلط ہونا اللہ تعالیٰ کا دنیوی عذاب اور ہمارے برے اعمال کا نتیجہ ہے جبکہ اچھے حکمران رب تعالیٰ کی رحمت اور نیک اعمال کا نتیجہ ہیں۔

(2)...... کافر و ظالم کی ہلاکت، اس کی موت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے جیسے علماء و صالحین کی وفات ہمارے لئے مصیبت ہے۔ ظالم کی موت پر خوشی کرنا اچھا ہے۔

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَ لَىٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝ وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًاۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے سنا دیا کہ اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔ اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور زمین میں جتنے ہیں سب کافر ہو جاؤ تو بیشک اللہ بے پرواہ سب خوبیوں والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرما دیا کہ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔ اور موسیٰ نے فرمایا: (اے لوگو!) اگر تم اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب ناشکرے ہو جاؤ تو بیشک اللہ بے پرواہ، خوبیوں والا ہے۔

(1)...... خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٦، ٣/٧٥.

﴿لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ : اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا ''اے بنی اسرائیل! یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرما دیا کہ اگر تم اپنی نجات اور دشمن کی ہلاکت کی نعمت پر میرا شکر ادا کرو گے اور ایمان و عملِ صالح پر ثابت قدم رہو گے تو میں تمہیں اور زیادہ نعمتیں عطا کروں گا اور اگر تم کفر و معصیت کے ذریعے میری نعمت کی ناشکری کرو گے تو میں تمہیں سخت عذاب دوں گا۔[1]

شکر کی حقیقت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ نعمت دینے والے کی نعمت کا اس کی تعظیم کے ساتھ اعتراف کرے اور نفس کو اِس چیز کا عادی بنائے۔ یہاں ایک باریک نکتہ یہ ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے طرح طرح کے فضل و کرم اور احسان کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے شکر میں مشغول ہوتا ہے، اس سے نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اور بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی چلی جاتی ہے یہ مقام بہت برتر ہے اور اس سے اعلیٰ مقام یہ ہے کہ نعمت دینے والے کی محبت یہاں تک غالب ہو جائے کہ دل کا نعمتوں کی طرف میلان باقی نہ رہے، یہ مقام صدیقوں کا ہے۔[2]

شکر کی فضیلت اور ناشکری کی مذمت

آیت کی مناسبت سے یہاں شکر اور ناشکری سے متعلق 4 اَحادیث بیان کی جاتی ہیں۔

(1)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جسے شکر کرنے کی توفیق ملی وہ نعمت کی زیادتی سے محروم نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ'' یعنی اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا۔ جسے توبہ کرنے کی توفیق عطا ہوئی وہ توبہ کی قبولیت سے محروم نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''وَهُوَ الَّذِيۡ يَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ'' یعنی اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا ہے۔[3]

(2)......حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

---

1 ......روح البیان، ابراهیم، تحت الآیۃ: ۵، ۴/۳۹۹-۴۰۰.

2 ......خازن، ابراهیم، تحت الآیۃ: ۷، ۳/۷۵-۷۶.

3 ......در منثور، ابراهیم، تحت الآیۃ: ۷، ۵/۹.

’’جوتھوڑی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ زیادہ نعمتوں کا بھی شکر ادا نہیں کرتا اور جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کرنا شکر ہے اور انہیں بیان نہ کرنا ناشکری ہے۔[1]

(3)......حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو نعمت عطا فرماتا ہے تو ان سے شکر ادا کرنے کا مطالبہ فرماتا ہے، جب وہ شکر کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی نعمت کو زیادہ کرنے پر قادر ہے اور جب وہ ناشکری کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے پر قادر ہے اور وہ ان کی نعمت کو ان پر عذاب بنا دیتا ہے۔[2]

(4)......سنن ابوداؤد میں ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگنے کی وصیت فرمائی ’’اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ‘‘ یعنی اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو اپنے ذکر، اپنے شکر اور اچھے طریقے سے اپنی عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔[3] اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں کثرت کے ساتھ اپنا ذکر اور شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی نعمتوں کی ناشکری کرنے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔[4]

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہیں ان کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے انہیں اللہ ہی جانے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے

مع

الثالثة

---

1 ......شعب الایمان، الثانی والستون من شعب الایمان... الخ، فصل فی المکافأۃ بالصنائع، ۶/۵۱۶، الحدیث: ۹۱۱۹.

2 ......رسائل ابن ابی دنیا، کتاب الشکر للّٰہ عزّوجلّ، ۱/۴۸۴، الحدیث: ۶۰.

3 ......ابو داؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، ۲/۱۲۳، الحدیث: ۱۵۲۲.

4 ......شکر کے مزید فضائل جاننے کے لئے کتاب ’’شکر کے فضائل‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

گئے اور بولے ہم منکر ہیں اس کے جوتمہارے ہاتھ بھیجا گیا اور جس راہ کی طرف ہمیں بلاتے ہو اس میں ہمیں وہ شک ہے کہ بات کھلنے نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھے (یعنی) نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے جنہیں اللہ ہی جانتا ہے۔ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے گئے اور کہنے لگے: ہم اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے اور بیشک جس راہ کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے ہم دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔

﴿اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ: کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھے۔﴾ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سابقہ قوموں کی ہلاکت و بربادی کے واقعات سے اپنی امت کو ڈرائیں تا کہ وہ عبرت حاصل کریں۔[1]

نوٹ: حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ،قومِ عاد اور ثمود کی ہلاکت و بربادی کے واقعات سورۂ اَعراف اور سورۂ ہود میں گزر چکے ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ: اور جو ان کے بعد ہوئے۔﴾ ان تینوں امتوں کے بعد کچھ امتیں ایسی گزری ہیں جن کی تعداد اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے کیونکہ اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ہمیں ان کے بارے میں اصلاً کوئی خبر نہیں پہنچی ۔[2]

﴿فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ: تو وہ اپنے ہاتھوں کو اپنے منہ میں لے گئے۔﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ غصہ میں آ کر اپنے ہاتھ کاٹنے لگے۔حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ انہوں نے کتابُ اللہ سن کر تعجب سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے۔غرض یہ کوئی نہ کوئی انکار کی ادا تھی ۔[3]

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ یَدْعُوْكُمْ

---

1 ......تفسیر کبیر، ابراهیم، تحت الآیة: ۹، ۶۸/۷، ملخصاً.

2 ......خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ۹، ۷۶/۳.

3 ......خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ۹، ۷۶/۳، ملخصاً.

لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ⑩

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ میں شک ہے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا تمہیں بلاتا ہے کہ تمہارے کچھ گناہ بخشے اور موت کے مقرر وقت تک تمہاری زندگی بے عذاب کاٹ دے بولے تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے باز رکھو جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے اب کوئی روشن سند ہمارے پاس لے آؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے رسولوں نے فرمایا: کیا اس اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔ وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو بخش دے اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے۔ انہوں نے کہا: تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو، تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان سے روک دو جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں تو تم کوئی واضح دلیل لے کر آؤ۔

﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ: ان کے رسولوں نے فرمایا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ سابقہ قوموں کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا ”کیا تم اس اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں شک کر رہے ہو جو زمین و آسمان کا خالق ہے؟ یہ شک کیسے کیا جا سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی عقلی اور نقلی دلیلیں تو انتہائی ظاہر ہیں۔ وہ تمہیں اپنی اطاعت اور ایمان کی طرف بلاتا ہے تاکہ جب تم ایمان لے آؤ تو حقوق العباد کے علاوہ تمہارے سابقہ گناہوں کو بخش دے اور تمہاری مقررہ مدت پوری ہونے تک تمہیں عذاب کے بغیر زندگی کی مہلت دے۔ قوموں نے جواب دیا ”تم تو ظاہر میں ہمیں اپنی مثل معلوم ہوتے ہو، پھر کیسے مانا جائے کہ ہم تو نبی نہ ہوئے اور تمہیں یہ فضیلت مل گئی۔ تم اپنی باتوں سے یہ چاہتے ہو کہ ہم ان بتوں کی عبادت کرنے سے رک جائیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں۔ تم کوئی واضح دلیل لے کر آؤ جس

سے تمہارے دعوے کی صحت ثابت ہو۔ ان کا یہ کلام عناد اور سرکشی کی وجہ سے تھا اور باوجود یہ کہ انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نشانیاں لا چکے تھے، معجزات دکھا چکے تھے پھر بھی انہوں نے نئی دلیل مانگی اور پیش کئے ہوئے معجزات کو کالعدم قرار دیا۔ (1)

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم ہیں تو تمہاری طرح انسان مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے اور ہمارا کام نہیں کہ ہم تمہارے پاس کچھ سند لے آئیں مگر اللہ کے حکم سے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے رسولوں نے ان سے فرمایا: ہم تمہارے جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر کوئی دلیل تمہارے پاس لے آئیں اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ: ان کے رسولوں نے ان سے فرمایا۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کافروں نے اپنے رسولوں عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے یہ کہا کہ تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو، تو رسولوں عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے انہیں جواب دیا ''اچھا یہی مانو کہ ہم واقعی تمہارے جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور نبوت و رسالت کے ساتھ اسے برگزیدہ کرتا ہے اور اِس منصبِ عظیم کے ساتھ مشرف فرماتا ہے اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہم اپنی صداقت پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل اور

(1)......جلالین مع صاوی، ابراهیم، تحت الآیة: ١٠، ١٠١٦/٣-١٠١٧، خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ١٠، ٧٦/٣-٧٧، مدارك، ابراهیم، تحت الآیة: ١٠، ص ٥٦٥، ملتقطاً.

معجزہ تمہارے پاس لے آئیں اور مسلمانوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے، وہی دشمنوں کے شر دور کرتا اور اس سے محفوظ رکھتا ہے۔[1]

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَیْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾

ع ۲ ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمیں کیا ہوا کہ اللہ پر بھروسہ نہ کریں اس نے تو ہماری راہیں ہمیں دکھادیں اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اس نے تو ہمیں ہماری راہیں دکھائی ہیں اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

﴿ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ : اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں۔﴾ یعنی ہم سے ایسا ہو نہیں سکتا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کریں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ قضائے الٰہی میں ہے وہی ہوگا، ہمیں اس پر پورا بھروسہ اور کامل اعتماد ہے۔ اس نے تو ہمیں ہماری سعادت کی راہیں دکھائیں اور رُشد و نجات کے طریقے ہم پر واضح فرما دیئے اور ہم جانتے ہیں کہ تمام اُمور اس کے قدرت و اختیار میں ہیں۔ خدا کی قسم! تم اپنی باتوں اور عملوں سے جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔[2]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ توکل کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ[3] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

1 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ١١، ٣/٧٧.

2 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ١٢، ٣/٧٧.

3 ......طلاق: ٣.

اور ارشادِ ربّانی ہے

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (1) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

تو وہ مقام کتنا عظیم ہے جس پر فائز شخص کو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفایت کی ضمان بھی حاصل ہو، تو جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کفایت فرمائے، اس سے محبت کرے اور اس کی رعایت فرمائے اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی کیونکہ جو محبوب ہوتا ہے اسے نہ تو عذاب ہوتا ہے، نہ دوری ہوتی ہے اور نہ ہی وہ پردے میں ہوتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (2) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور جو اللہ پر توکل کرے تو بیشک اللہ غالب، حکمت والا ہے۔

یعنی ایسا غالب اور عزت والا ہے کہ جو کوئی اس کی پناہ میں آجائے وہ ذلیل و رسوا نہیں ہوتا۔ جو اس کی بارگاہِ بے کس پناہ میں پناہ لیتا ہے اور اس کی حمایت میں آجاتا ہے وہ پستی کا شکار نہیں ہوتا، وہ ایسا حکیم ہے کہ جو کوئی اس کی تدبیر پر بھروسہ کرتا ہے اس کی تدبیر میں کوئی کوتاہی نہیں ہوتی۔ (3)

توکل کا ایک مفہوم

حضرت ابوتراب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ توکل بدن کو عبودیت میں ڈالنے، دل کو ربوبیّت کے ساتھ متعلق رکھنے، عطا پر شکر اور مصیبت پر صبر کرنے کا نام ہے۔ (4)

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ

❶......ال عمران:١٥٩. ❷......انفال:٤٩.

❸......احياء العلوم، كتاب التوحيد والتوكّل، بيان فضيلة التوكّل، ٤/٣٠٠-٣٠١.

❹......مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ١٢، ص٥٦٥.

مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَ خَافَ وَعِیْدِ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم ضرور تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین پر ہو جاؤ تو انہیں ان کے رب نے وحی بھیجی کہ ہم ضرور ان ظالموں کو ہلاک کریں گے۔ اور ضرور ہم تم کو ان کے بعد زمین میں بسائیں گے یہ اس لیے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میں نے جو عذاب کا حکم سنایا ہے اس سے خوف کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا: ہم ضرور تمہیں اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ تو ان رسولوں کی طرف ان کے رب نے وحی بھیجی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کردیں گے۔ اور ضرور ہم ان کے بعد تمہیں زمین میں اِقتدار دیں گے۔ یہ اس کیلئے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے خوفزدہ رہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ : اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا۔﴾ یعنی کافروں نے اپنے رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے کہا کہ ہم تمہیں اپنے شہروں اور اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ کافروں کی ان باتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ ان کے کاموں کا انجام ہلاکت و بربادی ہے لہٰذا تم ان کی وجہ سے فکرمند نہ ہو۔ (1)

﴿وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ : اور ضرور ہم ان کے بعد تمہیں زمین میں اقتدار دیں گے۔﴾ امام محمد بن جریر رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں "اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے کافروں کے خلاف مدد کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، جب رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی امتیں کفر میں حد سے بڑھ گئیں اور انہوں نے اپنے رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو اَذِیّتیں پہنچانے کی دھمکیاں دیں تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ ان کی امتوں میں سے جنہوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کردے گا اور تمہاری مدد فرمائے گا۔ درحقیقت ان آیات

1 ......خازن، ابراھیم، تحت الآیة: ۱۳، ۳/۷۷-۷۸.

میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قوم کے مشرکین کے لئے وعید ہے کہ اگر وہ اپنے کفر اور رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف جرأت کرنے سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی سابقہ امتوں کے کافروں جیسا ہوگا، اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے ان آیات میں ثابت قدمی کی ترغیب اور ان کی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر صبر کی تلقین ہے کہ جس طرح سابقہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی امتوں کے کفار کی زیادتیوں اور ظلم وستم پر صبر کیا اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی اپنی امت کے کفار کی اذیتوں پر صبر فرمائیں، انجام کار یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو ہلاک کردے گا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فتح ونصرت عطا فرمائے گا، سابقہ امتوں میں اللہ تعالیٰ کا یہی طریق کار رہا ہے۔ (1)

﴿ذٰلِكَ لِمَنْ: یہ اس کیلئے ہے جو۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو یہ وحی فرمائی ہے کہ وہ ظالموں کو ہلاک کرنے کے بعد مومنوں کو ان کی سرزمین میں آباد کردے گا، یہ بشارت اس کے لئے ثابت ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے سے ڈرتا ہو اور اللہ تعالیٰ نے آخرت میں اپنے عذاب کے بارے میں جو بتایا ہے اس سے خوفزدہ ہو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہو اور اسے ناراض کرنے والے کاموں سے بچتا ہو۔ (2)

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآىٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآىٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے فیصلہ مانگا اور ہر سرکش ہٹ دھرم نامراد ہوا۔ جہنم اس کے پیچھے لگی اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔ بمشکل اس کا تھوڑا تھوڑا گھونٹ لے گا اور گلے سے نیچے اتارنے کی امید نہ ہوگی اور اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور مرے گا نہیں اور اس کے پیچھے ایک گاڑھا عذاب۔

1 ......تفسیر طبری، ابراهیم، تحت الآیة: ۱٤، ۷/٤۲٦.

2 ......تفسیر کبیر، ابراهیم، تحت الآیة: ۱٤، ۷/۷۷، طبری، ابراهیم، تحت الآیة: ۱٤، ۷/٤۲٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا اور ہر سرکش ہٹ دھرم نا کام ہوگیا۔ جہنم اس کے پیچھے ہے اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔ بڑی مشکل سے تھوڑے تھوڑے گھونٹ لے گا اور ایسا لگے گا نہیں کہ اسے گلے سے اتار لے اور اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور وہ مرے گا نہیں اور اس کے پیچھے ایک اور سخت عذاب ہوگا۔

﴿وَاسْتَفْتَحُوْا: اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ جب انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی قوموں کے ایمان قبول کر لینے کی امید نہ رہی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی قوموں کے خلاف مدد طلب کی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ان پر عذاب نازل کر دینے کی دعا کی۔ دوسرا معنی یہ ہے کافروں نے یہ گمان رکھتے ہوئے اپنے اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان اللہ تعالیٰ سے فیصلہ طلب کیا کہ وہ حق پر ہیں اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حق پر نہیں۔ [1]

﴿وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ: اور ہر سرکش ہٹ دھرم نا کام ہوگیا۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مدد فرمائی گئی اور انہیں فتح دی گئی اور حق کے مخالف سرکش کافر نامراد ہوئے اور ان کی خلاصی کی کوئی صورت نہ رہی۔ [2]

﴿يَتَجَرَّعُهٗ: بڑی مشکل سے تھوڑے تھوڑے گھونٹ لے گا۔﴾ یعنی جب حق کے مخالف سرکش کافر کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا تو وہ اس کی کڑواہٹ کی وجہ سے بڑی مشکل سے تھوڑے تھوڑے گھونٹ لے گا اور اس کی قباحت و کراہت کی بنا پر ایسا لگے گا نہیں کہ وہ اسے گلے سے اتار لے اور مختلف عذابات کی صورت میں ہر طرف سے موت کے اسباب اس کے پاس آئیں گے لیکن وہ مرے گا نہیں کہ مر کر ہی راحت پالے اور اسے ہر عذاب کے بعد اس سے زیادہ شدید اور سخت عذاب ہوگا۔ [3]

جہنمیوں کے مشروب کی کیفیت

اس آیت میں جہنمیوں کے جس مشروب کا ذکر ہوا اس کی کیفیت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جہنمی کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا، جب وہ پانی منہ کے قریب آئے گا تو وہ اس کو بہت ناگوار معلوم ہوگا اور جب اور قریب ہوگا تو اس سے چہرہ بھُن جائے گا اور سر تک کی کھال جل کر گر پڑے گی، جب وہ پانی پئے گا تو اس کی آنتیں کٹ کر نکل جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

1 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ١٥، ٧٨/٣، مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ١٥، ص٥٦٦، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، ابراهيم، تحت الآية: ١٥، ١٨٤/٣.

3 ......جلالين مع صاوى، ابراهيم، تحت الآية: ١٧، ١٠١٨/٣، مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ١٧، ص٥٦٦، ملتقطاً.

وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا؟

اور ارشاد فرمایا

وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری کی جائے گی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے منہ کو بھون دے گا۔ کیا ہی برا پینا ہے۔ اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ [3]

اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کو کبھی موت نہ آئے گی

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہنم میں شدید ترین عذابات میں مبتلا ہونے کے باوجود جہنمیوں کو موت نہیں آئے گی، موت سے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا یہاں تک کہ اسے جنت اور جہنم کے درمیان رکھ دیا جائے گا، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، اس کے بعد ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ اے اہلِ جنت! تمہیں موت نہیں اور اے اہلِ جہنم! تمہیں موت نہیں۔ چنانچہ اہلِ جنت کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا اور اہلِ جہنم کے غم کا کوئی اندازہ نہ کر سکے گا۔ [4] ''نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ غَضَبِ الْجَبَّارِ''، یعنی ہم جہنم کے عذاب اور غضبِ جبار سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﹰ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ

1 ......سورۃ محمد: ١٥. 2 ......الکھف ٢٩.

3 ......ترمذی، کتاب صفۃ جھنّم، باب ما جاء فی صفۃ شراب اھل النار، ٤/٢٦٢، الحدیث: ٢٥٩٢.

4 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنّۃ والنار، ٤/٢٦٠، الحدیث: ٦٥٤٨.

الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے رب سے منکروں کا حال ایسا ہے کہ ان کے کام ہیں جیسے راکھ کہ اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا آندھی کے دن میں ساری کمائی میں سے کچھ ہاتھ نہ لگا یہی ہے دور کی گمراہی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے رب کا انکار کرنے والوں کے اعمال راکھ کی طرح ہوں گے جس پر آندھی کے دن میں تیز طوفان آجائے تو وہ اپنی کمائیوں میں سے کسی شے پر بھی قادر نہ رہے۔ یہی دور کی گمراہی ہے۔

﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ: اپنے رب کا انکار کرنے والوں کے اعمال کا حال۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آخرت میں کفار کے مختلف عذابات کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ کافروں کے تمام اعمال ضائع ہوگئے اور وہ آخرت میں کوئی نفع حاصل نہ کرسکیں گے اور اس وقت ان کا نقصان مکمل طور پر ظاہر ہوجائے گا کیونکہ دنیا میں انہوں نے اپنے گمان میں جو بھی نیک اعمال کئے ہوں گے جیسے محتاجوں کی امداد کرنا، صلہ رحمی کرنا، والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، مسافروں کی معاونت کرنا اور بیماروں کی خبر گیری کرنا وغیرہ وہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے آخرت میں باطل ہوجائیں گے اور یہی مکمل نقصان ہے۔ اس آیت میں کفار کے اعمال کی جو مثال بیان کی گئی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح تیز آندھی راکھ کو اڑا کر لے جاتی ہے اور اُس راکھ کے اجزاء اِس طرح مُنتشِر ہوجاتے ہیں کہ اس کا کوئی اثر، نشان اور خبر باقی نہیں رہتی اسی طرح کافروں کے تمام اعمال کو ان کے کفر نے باطل کردیا اور ان اعمال کو اس طرح ضائع کردیا کہ ان کی کوئی خبر اور نشان باقی نہ رہا۔ (1)

کافر کے نیک اعمال آخرت میں اسے فائدہ نہ دیں گے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آخرت میں وہی نیک اعمال فائدہ دیں گے جو ایمان لانے کے بعد کئے گئے ہوں گے اور جو نیک اعمال حالتِ کفر میں کئے گئے ہوں گے اور نیک اعمال کرنے والا حالتِ کفر میں ہی مرا ہوگا تو اسے اِن نیک اعمال کا آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہوگا جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

1 ......تفسیر کبیر، ابراهیم، تحت الآیة: ۱۸، ۷/۸۰-۸۱، ملخصاً.

وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورانہوں نے جوکوئی عمل کیا ہوگا ہم اس کی طرف قصد کرکے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح (بے وقعت) بنادیں گے جو روشندان کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس مومن کو دنیا میں کوئی نیکی دی جاتی ہے اللّٰہ تعالیٰ اس پر ظلم نہیں کرے گا، اسے آخرت میں بھی جزا دی جائے گی اور رہا کافر تو اس نے دنیا میں جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے نیکیاں کی ہیں ان کا اَجر اسے دنیا میں دے دیا جائے گا اور جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی ایسی نیکی نہ ہوگی جس کی اسے جزا دی جائے۔ (2)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۙ﴿۱۹﴾ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ نے آسمان و زمین حق کے ساتھ بنائے اگر چاہے تو تمہیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللّٰہ پر کچھ دشوار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے۔ وہ اگر چاہے تو اے لوگو! تمہیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللّٰہ پر کچھ دشوار نہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ: کیا تو نے نہ دیکھا۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو باطل اور بیکار پیدا نہیں فرمایا بلکہ ان کی پیدائش میں بڑی حکمتیں ہیں۔ (3)

---

1 ......فرقان:۲۳.

2 ......مسلم، کتاب صفة القیامة والجنّة والنار، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرة... الخ، ص۱۵۰۸، الحدیث: ۵۶(۲۸۰۸).

3 ......خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ۱۹، ۷۹/۳.

﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ: وہ اگر چاہے تو اے لوگو! تمہیں لے جائے۔﴾ یعنی جو آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ ایک قوم کو فنا کر دینے کے بعد نئی مخلوق پیدا کر دینے پر بدرجہ اَولیٰ قادر ہے کیونکہ جو کسی سخت اور مشکل چیز کو پیدا کرنے پر قادر ہو وہ سہل اور آسان چیز پیدا کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہوگا اور یہ ظاہری سمجھانے کے اعتبار سے کلام ہے ورنہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے اِبتدا و اِعادہ سب برابر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں ’’اس آیت میں کفارِ مکہ سے خطاب ہے کہ اے کافروں کے گروہ! میں تمہیں ختم کر کے تمہاری جگہ اور مخلوق پیدا کر دوں گا جو میری فرمانبردار اور اطاعت گزار ہوگی۔[1]

اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی پر فوراً سزا نہیں دیتا

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’یہ آیتِ مبارکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صبر کے کمال پر دلالت کرتی ہے کہ وہ گناہگاروں کی جلد پکڑ نہیں فرماتا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’کوئی شخص ایسا نہیں جو اَذِیّت ناک بات سنے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ صابر ہو۔ اُس کے ساتھ شرک کیا جاتا ہے اور اس کے لئے بیٹا ٹھہرایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ انہیں مہلت دیئے رکھتا ہے اور انہیں روزی دیتا رہتا ہے۔[2] پھر عذاب کے مؤخر ہونے میں یہ حکمت بھی ہے کہ گناہ کرنے والا توبہ کر لے اور (باطل) دلیل پر اِصرار کرنے والا اسے چھوڑ دے، اس لئے ہر عقلمند کو چاہئے کہ وہ (جلد عذاب نہ ہونے کو غنیمت سمجھتے ہوئے کفر اور گناہوں سے فوراً توبہ کر لے اور) ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے کیونکہ وہ قہر، کبریائی اور جلالت والا ہے۔[3]

﴿وَمَا ذٰلِكَ: اور یہ نہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ (یعنی نئی مخلوق لانا) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے کوئی مشکل نہیں کیونکہ جو سارے جہان کو فنا کرنے اور ایجاد کرنے پر قادر ہے اس کے لئے مخصوص لوگوں کو فنا کرنا اور پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔[4]

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا

1 ......تفسیر کبیر، ابراھیم، تحت الآیۃ: ١٩، ٨٢/٧.

2 ......مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنّۃ والنار، باب لا احد اصبر علی اذی من اللّٰہ عزّوجل... الخ، ص١٥٠٦، الحدیث: ٤٩ (٢٨٠٤).

3 ......روح البیان، ابراھیم، تحت الآیۃ: ١٩، ٤١٠/٤.

4 ......تفسیر کبیر، ابراھیم، تحت الآیۃ: ٢٠، ٨٢/٧.

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَجَزِعْنَاۤ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ ﴿۲۱﴾

ع ۳ ۹ ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور سب اللہ کے حضور علانیہ حاضر ہوں گے تو جو کمزور تھے وہ بڑائی والوں سے کہیں گے ہم تمہارے تابع تھے کیا تم سے ہوسکتا ہے کہ اللہ کے عذاب میں سے کچھ ہم پر سے ٹال دو کہیں گے اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں کرتے ہم پر ایک سا ہے چاہے بے قراری کریں یا صبر سے رہیں ہمیں کہیں پناہ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سب اللہ کے حضور اعلانیہ حاضر ہوں گے تو جو کمزور تھے بڑے لوگوں سے کہیں گے: ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم اللہ کے عذاب میں سے کچھ ہم سے دور کرسکتے ہو۔ وہ کہیں گے: اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تمہیں بھی ہدایت دیدیتے۔ (اب) ہم پر برابر ہے کہ بے قراری کا اظہار کریں یا صبر کریں۔ ہمارے لئے کہیں کوئی پناہ گاہ نہیں۔

﴿وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا: اور سب اللہ کے حضور اعلانیہ حاضر ہوں گے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کفار کے آپس میں اور شیطان کے ساتھ بحث کرنے کی خبر دی ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن سب اپنی قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے حضور اعلانیہ حاضر ہوں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے حساب لے اور ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا دے، تو اس وقت وہ لوگ جو کمزور تھے اور دولت مندوں اور بااثر لوگوں کی پیروی میں انہوں نے کفر اختیار کیا تھا، وہ بڑے لوگوں اور قائدین سے کہیں گے کہ دین اور اعتقاد میں ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم اس بات پر قادر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو عذاب ہمارے لئے مقرر فرمایا اس میں سے کچھ ہم سے دور کرسکو۔ ان کا یہ کلام توبیخ اور عناد کے طور پر ہوگا کہ دنیا میں تم نے ہمیں گمراہ کیا تھا اور راہِ حق سے روکا تھا اور بڑھ بڑھ کر باتیں کیا کرتے تھے، اب تمہارے وہ دعوے کہاں گئے، اب اس عذاب میں سے ذرا سا تو ٹال دو۔ کافروں کے سردار اس کے جواب میں کہیں گے ''اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دنیا میں ایمان کی ہدایت دیتا تو ہم تمہیں بھی ہدایت دیدیتے، جب خود ہی گمراہ ہو رہے تھے تو تمہیں کیا راہ دکھاتے، اب خلاصی کی کوئی صورت نہیں، نہ کافروں کے لئے شفاعت، آؤ، روئیں اور فریاد کریں، چنانچہ پانچ سو برس فریاد اور گریہ وزاری

کرتے رہیں گے، جب یہ ان کے کچھ نہ کام آئے گی تو کہیں گے ''اب صبر کر کے دیکھو، شاید اس سے کچھ کام نکلے، چنانچہ پانچ سو برس صبر کریں گے، جب وہ بھی ان کے کام نہ آئے گا تو کہیں گے کہ اب ہم پر برابر ہے کہ بے قراری کا اظہار کریں یا صبر کریں، ہمارے لئے کہیں کوئی پناہ گاہ نہیں۔ [1]

وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْؕ وَمَا كَانَ لِیَ عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّؕ اِنِّیْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُؕ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور شیطان کہے گا جب فیصلہ ہو چکے گا بیشک اللّٰہ نے تم کو سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے جو تم کو وعدہ دیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا اور میرا تم پر کچھ قابو نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو بلایا تم نے میری مان لی تو اب مجھ پر الزام نہ رکھو خود اپنے اوپر الزام رکھو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکوں نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکو وہ جو پہلے تم نے مجھے شریک ٹھہرایا تھا میں اس سے سخت بیزار ہوں بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب فیصلہ ہو جائے گا تو شیطان کہے گا: بیشک اللّٰہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا اور مجھے تم پر کوئی زبردستی نہیں تھی مگر یہی کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میری مان لی تو اب مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ ہی تم میری فریاد کو پہنچنے

[1] ......صاوی، ابراهيم، تحت الآية: ۲۱، ۳/۱۰۱۹، خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۲۱، ۳/۷۹-۸۰، مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ۲۱، ص۵٦۷، ملتقطاً.

والے ہو۔ وہ جو پہلے تم نے مجھے (اللہ کا) شریک بنایا تھا تو میں اس شرک سے سخت بیزار ہوں ۔ بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ : اور شیطان کہے گا۔﴾ یعنی جب مخلوق کے درمیان فیصلہ ہوجائے گا اور حساب کتاب ختم ہوجائے گا، جنتی جنت کا اور جہنمی جہنم کا حکم پا کر جنت وجہنم میں داخل ہوجائیں گے اور جہنمی شیطان پر ملامت کریں گے اور اس کو برا کہیں گے کہ بدنصیب! تو نے ہمیں گمراہ کرکے اس مصیبت میں گرفتار کیا تو وہ جواب دے گا کہ بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا ہے اور آخرت میں نیکیوں اور بدیوں کا بدلہ ملے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ سچا تھا اور سچا ثابت ہوا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا کہ نہ مرنے کے بعد اٹھنا ہے نہ جزا، نہ جنت ہے نہ دوزخ، وہ میں نے تم سے جھوٹا وعدہ کیا تھا اور مجھے تم پر کوئی زبردستی نہیں تھی نہ میں نے تمہیں اپنی پیروی کرنے پر مجبور کیا تھا یا یہ کہ میں نے اپنے وعدے پر تمہارے سامنے کوئی حجت وبُرہان پیش نہیں کی تھی، بس ہوا یہ ہے کہ میں نے تمہیں وسوسے ڈال کر گمراہی کی طرف بلایا تو تم نے میری مان لی اور حجت وبرہان کے بغیر تم میرے بہکاوے میں آ گئے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم سے فرمادیا تھا کہ شیطان کے بہکاوے میں نہ آنا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اس کی طرف سے دلائل لے کر تمہارے پاس آئے تھے اور اُنہوں نے حجتیں پیش کی تھیں اور دلائل قائم کئے تھے تو تم پر خود لازم تھا کہ تم ان کی پیروی کرتے اور اُن کے روشن دلائل اور ظاہر معجزات سے منہ نہ پھیرتے اور میری بات نہ مانتے اور میری طرف اِلتفات نہ کرتے، مگر تم نے ایسا نہ کیا، تو اب مجھے ملامت نہ کرو کیونکہ میں دشمن ہوں اور میری دشمنی ظاہر ہے اور دشمن سے خیر خواہی کی اُمید رکھنا ہی حماقت ہے، تم اپنے آپ کو ملامت کرو، میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ ہی تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو اور وہ جو تم نے مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اس کی عبادت میں شریک بنایا تھا تو میں اس شرک سے سخت بیزار ہوں۔ بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔[1]

شیطان کی پیروی کا انجام

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ موڑے ہوئے ہیں اور لعین شیطان کے بہکاوے میں آ کر کفر ومعصیت میں مبتلا ہو رہے ہیں اور شیطان

1 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۲۲، ۳/۸۰-۸۱، مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ۲۲، ص۵٦۸، ملتقطاً.

کی انسان دشمنی روزِ روشن کی طرح واضح ہونے کے باوجود اس سے خیر خواہی کی احمقانہ امید رکھے ہوئے ہیں وہ بہت بڑے دھوکے کا شکار ہیں، انہیں چاہئے کہ اس آیتِ مبارکہ سے عبرت و نصیحت حاصل کریں اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے ہوئے اپنے انجام کے بارے میں غور و فکر کریں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝۲۰۸ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور اگر تم اپنے پاس روشن دلائل آجانے کے بعد بھی لغزش کھاؤ تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٚ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۵ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو ہرگز دنیا کی زندگی تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا فریبی تمہیں اللہ کے بارے میں فریب نہ دے۔ بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تا کہ وہ بھی دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور انہیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے اور اپنے انجام کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ اُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ۝۲۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں

1 ...... بقرہ: ۲۰۸، ۲۰۹۔ 2 ...... فاطر: ۵، ۶۔

رواں ہمیشہ ان میں رہیں اپنے رب کے حکم سے اس میں ان کے ملتے وقت کا اکرام سلام ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ جنتوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ ان میں رہیں گے، وہاں اُن کی ملاقات کی دعا، سلام ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: جو ایمان لائے۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کافر اور بدکار لوگوں کے حالات تفصیل سے بیان فرمائے اور اس آیت میں مومن اور نیکوکار لوگوں کے حالات بیان فرما رہا ہے، چنانچہ اس آیت میں بیان فرمایا کہ ایمان قبول کرنے اور نیک اعمال کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے اِذن سے جنت کی دائمی نعمتیں عطا کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ کے اِذن سے انہیں نعمتیں عطا ہونا بھی ان کے حق میں ایک طرح کی تعظیم ہے اور وہ خود بھی ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں گے، فرشتے بھی ان کی تعظیم کرتے ہوئے انہیں سلام کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی انہیں سلام کہا جائے گا۔ جنت میں سلام کا معنی یہ ہے کہ وہ دنیا کی آفتوں، حسرتوں یا دنیا کی بیماریوں، دردوں، غموں اور پریشانیوں سے سلامت ہو گئے اور دنیا کے فانی جسموں سے نکل کر جنت کے دائمی جسموں میں منتقل ہو جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔[1]

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں۔ ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ سمجھیں۔

1 ......تفسیر کبیر، ابراھیم، تحت الآیۃ: ۲۳، ۷/۸۹، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ نے کلمہ پاک کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے جیسے ایک پاکیزہ درخت ہو جس کی جڑ قائم ہو اور اس کی شاخیں آسمان میں ہوں۔ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے پھل دیتا ہے اور اللّٰہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ سمجھیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ: کیا تم نے نہ دیکھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں اللّٰہ تعالیٰ نے مومنین اور کفار کی دو مثالیں بیان فرمائی ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کے ابتدائی حصے میں مذکور مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین کی گہرائی میں موجود ہوتی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور وہ اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا ہے ایسے ہی کلمۂ ایمان ہے کہ اس کی جڑ مومن کے دل کی زمین میں ثابت اور مضبوط ہوتی ہے اور اس کی شاخیں یعنی عمل آسمان میں پہنچتے ہیں اور اس کے ثمرات یعنی برکت وثواب ہر وقت حاصل ہوتے ہیں۔ [1]

پاکیزہ بات اور پاکیزہ درخت

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ (اس آیت میں) پاکیزہ بات سے ’’لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہ‘‘ کہنا مراد ہے اور پاکیزہ درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے۔ [2] پاکیزہ درخت سے متعلق اور بھی اقوال ہیں۔

مومن مرد کی مثال درخت

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’ہم سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے ارشاد فرمایا ’’مجھے اس درخت کے بارے بتاؤ جو مردِ مومن کی مثل ہے، اس کے پتے نہیں گرتے اور وہ ہر وقت پھل دیتا ہے؟ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن جب میں نے یہ دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جیسے صحابہ خاموش ہیں تو مجھے کلام کرنا مناسب نہ لگا، جب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے کوئی جواب نہ دیا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’وہ کھجور کا درخت ہے۔ مجلس برخاست ہونے کے بعد میں نے اپنے والد ماجد حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کی ’’جب حضور پُر نور صَلَّی

1 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٢٤، ٣/٨١-٨٢، ملخصاً.

2 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٢٤، ٣/٨١.

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دریافت فرمایا تھا تو میرے دل میں آیا تھا کہ یہ کھجور کا درخت ہے لیکن جب میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم تشریف فرما ہیں اور وہ کوئی جواب نہیں دے رہے تو میں بھی خاموش رہا، حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ اگر تم بتا دیتے تو مجھے بہت خوشی ہوتی۔ (1)

﴿وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ: اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالٰی لوگوں کے لئے مثالیں اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور ایمان لائیں کیونکہ مثالوں سے معنی اچھی طرح دل میں اتر جاتے ہیں۔ (2)

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور گندی بات کی مثال جیسے ایک گندہ پیڑ کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا اب اسے کوئی قیام نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور گندی بات کی مثال اس گندے درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہو تو اب اسے کوئی قرار نہیں۔

﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ: اور گندی بات کی مثال۔﴾ اس آیت میں مذکور مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ گندی بات یعنی کفریہ کلام کی مثال اندرائن جیسے کڑوے مزے اور ناگوار بو والے پھل کے درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہو تو اب اسے کوئی قرار نہیں کیونکہ اس کی جڑیں زمین میں ثابت و مستحکم نہیں اور نہ ہی اس کی شاخیں بلند ہوتیں ہیں یہی حال کفریہ کلام کا ہے کہ اس کی کوئی اصل ثابت نہیں اور وہ کوئی دلیل و حجت نہیں رکھتا جس سے اسے استحکام ملے اور نہ اس میں کوئی خیر و برکت ہے کہ وہ قبولیت کی بلندی پر پہنچ سکے۔ (3)

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة ابراھیم، باب کشجرة طیّبة اصلها ثابت... الخ، ۳/۲۵۳، الحدیث: ٤٦۹۸.

2 ......جلالین، ابراھیم، تحت الآیة: ۲۵، ص۲۰۸، خازن، ابراھیم، تحت الآیة: ۲۵، ۳/۸۲، ملتقطاً.

3 ......خازن، ابراھیم، تحت الآیة: ۲٦، ۳/۸۲، ملخصاً.

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ۫ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہے کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ثابت رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ: اللہ ثابت رکھتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں کلمۂ ایمان پر ثابت رکھتا ہے کہ وہ آزمائش اور مصیبت کے وقتوں میں بھی صبر کرتے ہیں، ایمان پر قائم رہتے ہیں اور راہِ حق اور سیدھے دین سے نہیں ہٹتے حتّٰی کہ ان کی زندگی کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے اور آخرت یعنی قبر میں بھی اللہ تعالیٰ انہیں ثابت رکھتا ہے کیونکہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے۔[1] قبر میں مومن کلمۂ ایمان پر کس طرح ثابت رہتا ہے اس کی تفصیل اس حدیثِ پاک میں ہے، چنانچہ حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مردے کے پاس دو فرشتے آکر اسے بٹھاتے ہیں، پھر اس سے کہتے ہیں ’’تیرا رب کون؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ’’میرا دین اسلام ہے، پھر وہ کہتے ہیں ’’یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے؟ وہ کہتا ہے ’’وہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں ’’تجھے یہ کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے ’’میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور اسے سچا جانا۔ یہی اس آیت ’’يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا‘‘ کی تفسیر ہے۔ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’پھر آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے لہٰذا اس کے لیے جنت کا بستر بچھاؤ، اسے جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ چنانچہ اس کے لئے

1 ……روح البیان، ابراهیم، تحت الآیة: ۲۷، ۴/۴۱۵، ملخصاً.

جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اس تک جنت کی ہوا اور وہاں کی خوشبو آتی ہے اور تاحدِ نظر قبر میں فراخی کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کافر کی موت کا ذکر فرمایا کہ اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، پھر وہ اسے بٹھا کر اس سے کہتے ہیں ''تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں ''تیرا دین کیا؟ وہ کہتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ ''یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے؟ وہ کہتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ تب پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے، لہٰذا اس کے لیے آگ کا بستر بچھاؤ، اسے آگ کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جہنم کی طرف دروازہ کھول دو، پھر اس تک وہاں کی گرمی اور بو آتی ہے اور اس پر اس کی قبر تنگ ہو جاتی ہے حتّٰی کہ قبر میں اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں۔ پھر اس پر اندھے بہرے فرشتے مُسلَّط کر دیئے جاتے ہیں جن کے پاس لوہے کے ہتھوڑے ہوتے ہیں، اگر ان سے پہاڑ کو مارا جائے تو وہ بھی مٹی ہو جائے، اس ہتھوڑے سے اسے ایسی مار مارتے ہیں جسے جن و انس کے سوا مشرق و مغرب کی ہر مخلوق سنتی ہے، اس سے وہ مٹی ہو جاتا ہے، پھر اس میں روح لوٹائی جاتی ہے۔[1] ''اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَثَبَّتَنَا عَلَی الْاِیْمَانِ ''یعنی قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائے اور اے اللہ ہمیں ایمان پر ثابت قدمی نصیب فرما، اٰمین۔

تین مجاہدین کی اسلام پر ثابت قدمی

یاد رہے کہ جو دنیا میں دینِ اسلام پر ثابت قدم رہے گا اسے ہی قبر میں اسلام پر ثابت قدمی نصیب ہو گی اور جو دنیا میں اسلام پر ثابت قدم نہ رہا اور مَصائب و مشکلات سے گھبرا کر یا کسی اور وجہ سے دینِ اسلام سے مُنحرف ہو گیا اور اسی حال میں مر گیا تو اسے قبر میں کسی صورت اسلام پر ثابت قدمی نصیب نہ ہو گی۔ ہمارے بزرگانِ دین کا حال یہ تھا کہ وہ دنیا کی سخت ترین تکالیف برداشت کرنا تو گوارا کر لیتے لیکن دینِ اسلام سے مُنحرف ہونا انہیں کسی صورت منظور نہ تھا، اسی سے متعلق علامہ ابنِ جوزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی کتاب ''عیون الحکایات'' میں تین بہادر بھائیوں کی ایک طویل حکایت ذکر کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تین سگے بھائی روم کے عیسائیوں سے جہاد کی غرض سے جانے والے لشکر میں شامل ہوئے، دورانِ جہاد انہیں گرفتار کر کے روم کے بادشاہ کے دربار میں لے جایا گیا تو اس نے منصب و مرتبے اور عیش و عشرت کا لالچ دے کر انہیں نصرانی ہو جانے کی دعوت دی۔ بادشاہ کی دعوت سن کر انہوں نے جواب دیا ''ہم اپنے دین کو کبھی بھی نہیں چھوڑ

[1] ......ابو داؤد، کتاب السنّۃ، باب فی المسألۃ فی القبر وعذاب القبر، ۴/۳۱۶، الحدیث: ۴۷۵۳۔

سکتے ،اس دین کی خاطر سر کٹانا ہمارے لئے بہت بڑی سعادت ہے۔تم ہمارے ساتھ جو چاہے کرو،اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ ہمارے پائے اِستقلال میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آئے گا۔ یہ کہہ کر تینوں بھائی بیک وقت شاہِ روم کے دربار میں کھڑے ہو کر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں اِستغاثہ کرتے ہوئے ''**یا محمداہ! یا محمداہ! یا محمداہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ!'' کی صدائیں بلند کرنے لگے۔

جب بادشاہ نے یہ دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا اور اس نے انہیں دردناک سزا دینے کی دھمکی دے کر دینِ اسلام چھوڑنے کا کہا،لیکن ان بھائیوں نے اس کی دھمکی کی پرواہ نہ کی تو بادشاہ نے اپنے جلادوں کو حکم دیا کہ تین بڑی بڑی دیگوں میں تیل ڈال کر ان کے نیچے آگ جلا دو۔ جب تیل خوب گرم ہو جائے اور کھولنے لگے تو مجھے اطلاع کر دینا۔جلاد حکم پاتے ہی دوڑے اور تین دیگوں میں تیل ڈال کر ان کے نیچے آگ لگا دی۔ مسلسل تین دن تک وہ دیگیں آگ پر رکھی رہیں اور ان مجاہدین کو روزانہ نصرانیت کی دعوت دی جاتی اور لالچ دیا جاتا رہا لیکن ان کے قدم بالکل نہ ڈگمگائے۔چوتھے دن بادشاہ نے پھر انہیں لالچ اور دھمکی دی لیکن وہ اپنے مذموم ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا تو اس نے بڑے بھائی کو جلتے ہوئے تیل میں ڈلوا دیا، پھر اس سے چھوٹے بھائی کو بھی نصرانیت قبول نہ کرنے پر جلتے ہوئے تیل میں ڈلوا دیا،اب سب سے چھوٹے بھائی کی باری تھی جو کہ بڑے سکون واطمینان کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے تھے،ایک گورنر نے آگے بڑھ کر بادشاہ سے کہا کہ اسے اسلام سے منحرف کرنے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں،آپ مجھے چند دن کی مہلت دے دیں۔بادشاہ کے پوچھنے پر اس نے اپنا ناپاک منصوبہ بیان کیا تو بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس مجاہد کو گورنر کے حوالے کر دیا۔چنانچہ گورنر نے گھر آ کر اپنی خوبصورت بیٹی کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ اپنے حسن وشباب کے ذریعے اس نوجوان کو اپنے دامِ فریب میں پھنسانے اور نصرانیت قبول کروانے کی کوشش کرے۔بیٹی نے اس کی حامی بھر لی اور وہ خوب سج سنور کر اس مجاہد کے پاس گئی اور اسے بہکانے کی خوب کوشش کرنے لگی،لیکن ہوا یوں کہ وہ نوجوان ساری رات نماز اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہا اور دن میں بھی ذکرِ الٰہی کرتا رہا اور اس نے لڑکی کے حسن وشباب کی طرف آنکھ تک اٹھا کر نہ دیکھا۔کئی دن کی مسلسل کوشش کے باوجود بھی جب وہ مجاہد گورنر کی بیٹی کی طرف مائل نہ ہوا تو اس لڑکی نے اپنے باپ سے کہا: یہ تو ہر وقت گُم سُم رہتا ہے۔شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شہر میں اس کے دو بھائیوں کو مار دیا گیا ہے، یہ ان کی یاد میں غمگین رہتا ہے اور میری طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتا۔اگر ایسا ہو جائے کہ ہمیں اس شہر سے کسی دوسرے شہر میں منتقل کر دیا جائے اور بادشاہ سے مزید کچھ دنوں کی

مہلت لے لی جائے تو نئے شہر میں جانے سے اس نوجوان کا غم کم ہو جائے گا، پھر میں اسے ضرور اپنی طرف مائل کرلوں گی۔ چنانچہ جب گورنر نے بادشاہ سے صورتِ حال بیان کی تو اس نے دونوں باتیں منظور کرلیں اور انہیں دوسرے شہر میں بھیج دیا گیا۔ وہاں وہ لڑکی روزانہ نئے انداز سے بناؤ سنگھار کرکے نوجوان کو مائل کرنے کی کوشش کرتی رہی لیکن اس مجاہد کے معمول میں ذرہ برابر فرق نہ آیا، حتّٰی کہ ایک رات یوں ہوا کہ وہ اس نوجوان کے پاس آئی اور کہنے لگی: میں تمہاری عبادت وریاضت اور پاکدامنی سے بہت متاثر ہوئی ہوں اور اب میں تمہارے دین سے محبت کرنے لگی ہوں کہ جس کی تعلیمات میں یہاں تک اچھائی ہے کہ کسی غیر عورت کو نہ دیکھا جائے تو یقیناً وہی دین حق ہے۔ میں آج اور ابھی عیسائیت سے توبہ کرکے تمہارے دین میں داخل ہوتی ہوں۔ مجھے کلمہ پڑھا کر اپنے دین میں داخل کرلیجئے۔ پھر اس لڑکی نے سچے دل سے عیسائیت سے توبہ کی اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئی۔ [1]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ؕ وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہوں نے اللّٰہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر لا اتارا۔ وہ جو دوزخ ہے اس کے اندر جائیں گے اور کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہوں نے اللّٰہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر اتار ڈالا۔ جو دوزخ ہے اس میں داخل ہوں گے اور وہ کیا ہی ٹھہرنے کی بری جگہ ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا: جنہوں نے اللّٰہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا۔﴾ اس آیت سے اللّٰہ تعالٰی نے کفار کے برے احوال کا ذکر فرمایا ہے۔ [2] بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ جن لوگوں نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا ان سے مراد کفارِ مکہ ہیں اور وہ نعمت جس کی انہوں نے شکرگزاری نہ کی وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

1 ......عيون الحكايات، الحكاية التسعون بعد المائة، ص١٩٧-١٩٨.

2 ......تفسير كبير، ابراهيم، تحت الآية: ٢٨، ٩٤/٧.

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔[1] آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو عالَم کے سردار، محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وجود سے کفارِ قریش کو نوازا اور ان کی زیارت سراپا کرامت کی سعادت سے مشرف کیا، اس لئے ان پر لازم تھا کہ وہ اس نعمتِ جلیلہ کا شکر بجالاتے اور ان کی پیروی کر کے مزید کرم کے حق دار ہوتے لیکن اس کی بجائے انہوں نے ناشکری کی اور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا انکار کیا اور اپنی قوم کو جو دین میں ان کے موافق تھے ہلاکت کے گھر میں پہنچادیا۔[2]

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے لیے برابر والے ٹھہرائے کہ اس کی راہ سے بہکاویں تم فرماؤ کچھ برت لو کہ تمہارا انجام آگ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے اللہ کے لیے برابر والے قرار دیئے تاکہ اس کی راہ سے بھٹکا دیں، تم فرماؤ: فائدہ اٹھالو پھر بیشک تمہیں آگ کی طرف لوٹنا ہے۔

﴿قُلْ تَمَتَّعُوْا: تم فرماؤ: فائدہ اٹھالو۔﴾ کفار سے فرمایا گیا کہ اگرچہ تم شرک کے مرتکب ہو لیکن چند دن دنیا کی زندگی سے فائدہ اٹھالو پھر اس کے بعد تمہیں جہنم ہی کی طرف جانا ہے۔

سورۂ ابراہیم کی آیت 28 تا 30 سے حاصل ہونے والی معلومات

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ان آیات سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... جس طرح شکرِ نعمت میں اضافے کا سبب ہے اسی طرح ناشکری زوالِ نعمت کا سبب ہے (اس لئے ہر ایک کو ناشکری سے بچنا چاہئے)

(2)...... برا ساتھی بندے کو جہنم کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے اور اسے تباہی کے گھر میں اتار دیتا ہے اس لئے ہر مخلص

[1] ......بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جهل، ۳/۱۱، الحدیث: ۳۹۷۷.

[2] ......خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ۲۸، ۳/۸٤.

مسلمان کو چاہئے کہ وہ کافروں، منافقوں اور بد مذہبوں کی صحبت سے خود کو بچائے تا کہ اس کی طبیعت ان کے برے عقائد واعمال کی طرف مائل نہ ہو۔

(3)......جہنم شریر لوگوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور اس کی گرمی کی شدت نا قابلِ بیان ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' قیامت کے دن جس جہنمی کو سب سے کم عذاب ہوگا اس کے دونوں قدموں پر دو چنگاریاں رکھی جائیں گی جن کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جیسے ہانڈی یا دیگچی میں ابال آتا ہے[1]۔[2]

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: میرے ان بندوں سے فرماؤ جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر خرچ کریں اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ سوداگری ہوگی نہ یارانہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میرے ان بندوں سے فرماؤ جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کریں اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ دوستی۔

﴿قُلْ لِّعِبَادِیَ: میرے بندوں سے فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے ان بندوں سے فرما دیں جو ایمان لائے کہ فرض نمازیں ان کے تمام اَرکان وشرائط کے ساتھ ادا کریں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کریں جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی کہ خرید وفروخت یعنی مالی معاوضے اور فدیے سے ہی کچھ نفع اُٹھایا جاسکے اور نہ دوستی کہ اس سے نفع اٹھایا جائے بلکہ بہت سے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔

1 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنّة والنار، ٤/٢٦٢، الحديث: ٦٥٦٢.

2 ......روح البيان، ابراهيم، تحت الآية: ٣٠، ٤/٤١٨-٤١٩.

قیامت کے دن نفسانی دوستی فائدہ نہ دے گی

یاد رہے کہ اس آیت میں نفسانی اور طبعی دوستی کی نفی ہے اور ایمانی دوستی جو محبتِ الٰہی کے سبب سے ہو وہ باقی رہے گی جیسا کہ سورۂ زُخرف کی آیت نمبر 67 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔ [2]

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۚ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کو پیدا کیے اور تمہارے لیے کشتی کو مسخر کیا کہ اس کے حکم سے دریا میں چلے اور تمہارے لیے ندیاں مسخر کیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی اتارا تو اس کے ذریعے تمہارے کھانے کیلئے کچھ پھل نکالے اور کشتیوں کو تمہارے قابو میں دیدیا تاکہ اس کے حکم سے دریا میں چلے اور دریا تمہارے قابو میں دیدیئے۔

﴿اَللّٰهُ: اللہ ہی ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں سعادت مندوں اور بدبختوں کے احوال بیان ہوئے اور چونکہ سعادت کے حصول کا اہم ترین ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت ہے اور بدبختی کا اہم ترین سبب اس معرفت سے محرومی ہے اس لئے سعادت مندوں اور بدبختوں کے احوال کے بعد وہ دلائل بیان فرمائے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے

[1] ......زخرف: ٦٧.

[2] ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٣١، ٣/٨٥، ملخصاً.

اوراس کےعلم وقدرت کے کمال پردلالت کرتے ہیں۔اس آیت اوراس کے بعدوالی دوآیات میں کل دس دلائل بیان ہوئے ہیں(1)آسمانوں کوپیدا کرنا۔(2)زمین کو پیدا کرنا۔(3)آسمان سے پانی اتار کراس کے ذریعے لوگوں کے کھانے کیلئے کچھ پھل نکالنا۔(4)کشتیوں کولوگوں کے قابو میں دینا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا میں چلے۔(5)دریا لوگوں کے قابو میں دینا۔(7،6)سورج اور چاند کولوگوں کے لئے کام پرلگا دینا جو برابر چل رہے ہیں۔(9،8)لوگوں کے لیے رات اوردن کو مُسخر کردینا۔(10)لوگوں کو بہت کچھ ان کی منہ مانگی چیزیں دینا۔[1]

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ: **اللہ ہی ہے جس نے آسمان اورزمین بنائے۔**﴾اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے جس نے آسمان اورزمین کوبغیر کسی چیز کے پیدا فرمایااورآسمان سے بارش کا پانی نازل فرمایا جس کے ذریعے درختوں اورکھیتیوں کی نشوونما ہوئی توان پرتمہارے کھانے کے لئے پھل اُگے اورکشتیوں کوتمہارے قابو میں دیدیا تا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے دریا میں چلیں،تم ان کشتیوں پرسوار ہوتے ہواوران کے ذریعے ایک شہر سے دوسرے شہر اپنے سازوسامان کی نقل وحمل کرتے ہواوردریاؤں کا پانی بھی تمہارے قابو میں دیدیا۔خلاصہ یہ ہے کہ اے شرک کرنے والو!عبادت اوراطاعت کا مستحق وہی ہے جس کے یہ اوصاف ہیں،تمہارے معبود بت جونہ اپنے آپ کواورنہ کسی اورکو نفع نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں وہ ہرگز عبادت کے لائق نہیں۔[2]

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىٕبَیْنِۚ-وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَۚ(۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اورتمہارے لیے سورج اور چاند مسخر کیے جو برابر چل رہے ہیں اورتمہارے لیے رات اوردن مسخر کیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورتمہارے لیے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا جو برابر چل رہے ہیں اورتمہارے لیے رات اوردن کو مسخر کردیا۔

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ: **اورتمہارے لیے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا۔**﴾اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو!اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام پر لگا دیا،دن میں سورج طلوع ہوجاتا ہے اوررات

1 ......تفسیر کبیر، ابراهيم، تحت الآية: ۳۲، ۹۶/۷.

2 ......تفسیر طبری، ابراهيم، تحت الآية: ۳۲، ۴۵۷/۷.

میں چاند نکل آتا ہے تاکہ تمہاری جانوں اور معاش کی درستی رہے اور جب سے اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو پیدا فرمایا ہے تب سے وہ اپنے اپنے محل میں گردش کررہے ہیں اور اسی طرح قیامت تک گردش کرتے رہیں گے، اپنی گردش کی وجہ سے نہ کمزور پڑیں گے اور نہ ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوں گے اور تمہارے مَنافع اور اَسباب کی درستی کے لیے رات اور دن کو مسخر کردیا ہے، رات جاتی ہے تو دن نکل آتا ہے، دن ختم ہوتا ہے تو رات آجاتی ہے، دن میں تم اپنے معاش کے کاموں میں مصروف ہوتے ہو اور رات میں آرام کرتے ہو، یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تم پر رحمت ہے۔ [1]

وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا دیا اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کرسکو گے بیشک آدمی بڑا ظالم ناشکرا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے تمہیں وہ بھی بہت کچھ دیدیا جو تم نے اس سے مانگا اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے، بیشک انسان بڑا ظالم ناشکرا ہے۔

﴿وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ: اور اس نے تمہیں وہ بھی بہت کچھ دیدیا جو تم نے اس سے مانگا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان عظیم ترین نعمتوں کا ذکر فرمایا جو اس نے اپنے بندوں پر فرمائیں اور اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صرف یہی نعمتیں عطا نہیں کیں بلکہ ان کی بے شمار منہ مانگی مرادیں بھی پوری فرمائی ہیں۔ [2]

مفسرین نے اس آیت کے مختلف معنی بیان فرمائے ہیں۔

(1)......تم نے جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگا اس میں سے کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی مَشِیَّت اور حکمت کے مطابق عطا فرما دیا۔ [3]

(2)......اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر وہ چیز عطا کر دی جس کی اسے حاجت اور ضرورت تھی، چاہے اس نے سوال کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

1......تفسیر طبری، ابراهیم، تحت الآیة: ۳۳، ۷/۴۵۷-۴۵۸، صاوی، ابراهیم، تحت الآیة: ۳۳، ۳/۱۰۲۴-۱۰۲۵، ملتقطاً.

2......خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ۳۴، ۳/۸۵.

3......ابوسعود، ابراهیم، تحت الآیة: ۳۴، ۳/۱۹۴.

(3)......تمہیں ہر وہ چیز عطا کر دی جس کی تمہیں ضرورت تھی اور تم نے اس کیلئے زبانِ حال سے سوال کیا تھا۔ [1]

﴾ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا : اور اگر تم اللّٰہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کرسکو گے۔﴿ یعنی اللّٰہ تعالٰی کی اپنے بندوں پر نعمتیں اتنی زیادہ ہیں کہ اگر کوئی انہیں شمار کرنا چاہے تو ان کی کثرت کی وجہ سے شمار ہی نہیں کرسکتا۔ یہاں نعمتِ الٰہی کے حوالے سے ہم اِحیاءُ العلوم کی روشنی میں صرف ایک مثال بیان کرتے ہیں اور اسی سے سمجھ لیں کہ ہر چیز میں اگر اللّٰہ تعالٰی کی نعمتوں کو شمار کرنے لگیں تو عین الیقین کے طور پر یہ بات سامنے آجائے گی کہ ہم اللّٰہ تعالٰی کی نعمتوں کو گننا چاہیں تو گن نہیں سکتے۔ چنانچہ امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’کھائی جانے والی چیزوں کی تخلیق میں اللّٰہ تعالٰی نے اتنے عجائبات رکھے ہیں کہ انہیں شمار ہی نہیں کیا جاسکتا۔ صرف گندم ہی کو لے لیجئے کہ جب تمہارے پاس کچھ گندم ہو اور تم اسے کھاتے رہو تو وہ گندم ختم ہوجائے گی اور تم بھوکے رہ جاؤ گے لہٰذا تمہیں ایسا کام کرنے کی حاجت ہے کہ جس سے گندم کے دانے اتنے زیادہ ہوجائیں کہ تمہاری ضرورت کو کافی ہوں اور وہ کام گندم کو کاشت کرنا ہے، اس کی صورت یہ ہوگی کہ تم گندم کے دانے کو ایسی زمین میں ڈالو جس میں پانی ہو اور وہ پانی زمین سے مل کر گارا بن چکا ہو، پھر صرف پانی اور مٹی ہی کافی نہیں کیونکہ اگر تم اس گندم کو ایسی زمین میں چھوڑ دو گے جو سخت اور باہم مُتَّصِل ہو تو ہوا نہ پہنچنے کی وجہ سے گندم اُگے گی ہی نہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ گندم کا دانہ ایسی زمین میں چھوڑا جائے جو نرم اور پلپلی ہوتا کہ ہوا اس میں داخل ہوسکے۔ پھر ہوا خود بخود حرکت نہیں کرتی لہٰذا ایسی آندھی کی ضرورت ہے جو ہوا کو حرکت دے اور اسے زور زور سے زمین پر مارے تاکہ وہ اس کے اندر چلی جائے۔ پھر اگر بہت زیادہ سردی ہو تو یہ سب کچھ فائدہ نہیں دیتا لہٰذا بہار اور گرمی کی ضرورت ہوئی۔ پھر اس پانی کی طرف دیکھو جس کی گندم کاشت کرنے میں حاجت ہے، اسے اللّٰہ تعالٰی نے کس طرح پیدا فرمایا پھر اس سے چشمے اور نہریں جاری فرمائیں، پھر بعض اوقات زمین بلندی پر ہوتی ہے اور پانی اس تک پہنچ نہیں سکتا تو دیکھو کس طرح اللّٰہ تعالٰی نے بادل بنائے اور ان پر کیسے ہوا کو مُسَلَّط کیا تاکہ وہ اِذنِ خداوندی سے ان کو زمین کے مختلف کناروں تک لے جائے حالانکہ بادل پانی سے بھرے ہوئے بھاری ہوتے ہیں۔ پھر کس طرح اللّٰہ تعالٰی ضرورت کے مطابق بہار اور خزاں کے موسم میں بارش برساتا ہے اور دیکھو کہ اللّٰہ تعالٰی نے کس طرح پہاڑ بنائے جو پانی کی حفاظت کرتے ہیں اور ان سے بتدریج پانی نکلتا ہے اگر یکدم پانی نکلے تو شہر غرق ہوجائیں اور جانور وغیرہ ہلاک ہوجائیں اور دیکھو کہ کس طرح اللّٰہ تعالٰی

[1]......بیضاوی، ابراهیم، تحت الآیة: ٣٤، ٣/٣٥٠.

نے سورج کو پیدا کیا اور اسے مُسخر کیا حالانکہ وہ زمین سے بہت دور ہے۔ ایک وقت میں زمین کو گرم کرتا ہے اور ایک وقت میں نہیں تاکہ ٹھنڈک کی ضرورت ہو تو وہ ٹھنڈک دے اور گرمی کی حاجت ہو تو گرمی دے اور چاند کو پیدا کیا اور اس کی خاصیت مرطوب بنانا ہے جس طرح سورج کی خاصیت حرارت پہنچانا ہے تو وہ چاند پھلوں کو پکاتا اور رنگین کرتا ہے اور یہ سب کچھ پیدا کرنے والے حکیم کی طرف سے مقرر کردہ ہے اور آسمان کے تمام ستاروں کو کسی نہ کسی فائدے کے لئے مسخر کیا گیا ہے جس طرح سورج کو حرارت دینے اور چاند کو رطوبت دینے کے لئے مسخر کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں بے شمار حکمتیں ہیں جن کا شمار کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ [1]

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ؕ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب اس شہر کو امان والا کردے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی: اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت کرنے سے بچائے رکھ۔

﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ: اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مکہ مکرمہ کو امن والا شہر بنادے کہ قیامت کے قریب دنیا کے ویران ہونے کے وقت تک یہ شہر ویرانی سے محفوظ رہے یا اس شہر والے امن میں ہوں۔ [2]

مکہ مکرمہ ویران ہونے سے محفوظ ہے

حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو ویران ہونے سے محفوظ فرما

1 ......احیاء العلوم، کتاب الصبر والشکر، بیان وجه الانموذج فی کثرة نعم اللّٰه تعالٰی... الخ، ۴/۱۴۲-۱۴۳، ملخصاً.

2 ......خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ۳۵، ۳/۸۶، ملخصاً.

دیا اور کوئی بھی اس مقدس شہر کو ویران کرنے پر قادر نہ ہو سکا اور اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا کہ اس میں نہ کسی انسان کا خون بہایا جائے، نہ کسی پر ظلم کیا جائے، نہ وہاں شکار مارا جائے اور نہ سبزہ کاٹا جائے۔[1]

﴿وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ: اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت کرنے سے بچائے رکھ۔﴾ یاد رہے کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بت پرستی اور تمام گناہوں سے معصوم ہیں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ دعا کرنا بارگاہِ الٰہی میں عاجزی اور محتاجی کے اظہار کے لئے ہے کہ باوجود یہ کہ تو نے اپنے کرم سے معصوم کیا لیکن ہم تیرے فضل ورحمت کی طرف دستِ احتیاج دراز رکھتے ہیں۔[2]

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْۚ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب بیشک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیے تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! بیشک بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا تو جو میرے پیچھے چلے تو بیشک وہ میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿رَبِّ: اے میرے رب!﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا فرمائی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، بیشک بتوں کی وجہ سے بہت سے لوگ ہدایت اور حق کے راستے سے دور ہو گئے حتّٰی کہ لوگ بتوں کو پوجنے لگے اور تیرے ساتھ کفر کرنے لگ گئے تو جو میرے طریقے پر ہو یعنی اطاعت وفرمانبرداری کے طریقے پر ہو تو بیشک وہ میری سنت پر عمل پیرا ہے اور جو میرا نافرمان ہو تو اس کا معاملہ تیرے ہی حوالے ہے، بے شک تو گناہگاروں کے گناہوں اور ان کی خطاؤں کو اپنے فضل سے بخشنے والا ہے اور اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے، اور لوگوں میں سے جسے چاہے

1 ......جلالین، ابراهیم، تحت الآیة: ۳۵، ص۲۰۹.

2 ......خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ۳۵، ۸۶/۳، ملخصاً.

معاف فرمادے۔(1)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی امتوں کے انجام کے بارے میں بہت فکر مند ہوا کرتے تھے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فکرِ امت کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ حضرت عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قرآن پاک میں سے حضرت ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس قول کی تلاوت فرمائی

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ

ترجمۂ کنزالعرفان: اے میرے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا ہے، جو شخص میری پیروی کرے گا وہ میرے راستہ پر ہے۔

اور وہ آیت پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ قول ہے

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ(2)

ترجمۂ کنزالعرفان: اے اللّٰہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب حکمت والا ہے۔

پھر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دستِ دعا بلند کردیئے اور روتے ہوئے عرض کرنے لگے: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میری امت، میری امت۔ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرئیل! میرے حبیب کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو (حالانکہ اللّٰہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) کہ ان پر اس قدر گریہ کیوں طاری ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام حاضر ہوئے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے معلوم کر کے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب عرض کردیا (حالانکہ اللّٰہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) اللّٰہ تعالیٰ نے جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: اے جبرئیل! میرے حبیب کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کی امت کی بخشش کے معاملے میں ہم آپ کو راضی کردیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔(3)

1 ......تفسیر طبری، ابراهیم، تحت الآیة: ۳٦، ۷/٤٦۰-٤٦۱.

2 ......المائدہ:۱۱۸.

3 ......مسلم، کتاب الایمان، باب دعاء النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لامّته وبکائه شفقة علیهم، ص ۱۳۰، الحدیث: ۳٤٦(۲۰۲)، سنن الکبری للنسائی، کتاب التفسیر، سورة ابراهیم، ٦/۳۷۳، الحدیث: ۱۱۲٦۹.

رَبَّنَآ اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ(۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے ہمارے رب اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ اے میرے رب! تاکہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ شکر گزار ہو جائیں۔

﴿رَبَّنَا: اے میرے رب!﴾ اس آیت میں وادی سے مراد وہ جگہ ہے جہاں اب مکہ مکرمہ ہے۔ ذُرِّیَّت سے حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مراد ہیں اور حرمت والے گھر سے بیتُ اللہ مراد ہے جو طوفانِ نوح سے پہلے کعبہ مقدسہ کی جگہ تھا اور طوفان کے وقت آسمان پر اٹھالیا گیا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس دعا کا پسِ منظر یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سرزمینِ شام میں حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے بطنِ پاک سے پیدا ہوئے جبکہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی، اس وجہ سے ان کے دل میں کچھ جذبات پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا کہ آپ ہاجرہ اور اُن کے بیٹے کو میرے پاس سے جدا کر دیجئے۔ حکمتِ الٰہی نے یہ ایک سبب پیدا کیا تھا، چنانچہ وحی آئی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا اور حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس سرزمین میں لے جائیں جہاں اب مکہ مکرمہ ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان دونوں کو اپنے ساتھ براق پر سوار کر کے شام سے سرزمینِ حرم میں لائے اور کعبہ مقدسہ کے نزدیک

اتارا، یہاں اُس وقت نہ کوئی آبادی تھی نہ کوئی چشمہ نہ پانی، ایک توشہ دان میں کھجوریں اور ایک برتن میں پانی انہیں دے کرآپ واپس ہوئے اور مڑ کر اُن کی طرف نہ دیکھا، حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے عرض کی ''آپ کہاں جاتے ہیں اور ہمیں اس وادی میں انیس و رفیق کے بغیر چھوڑے جاتے ہیں؟ لیکن حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور اس کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے چند مرتبہ یہی عرض کیا اور جواب نہ پایا تو کہا کہ ''کیا اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''ہاں۔ یہ سن کر انہیں اطمینان ہوگیا، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لے گئے اور انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی جو آیت میں مذکور ہے۔ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دودھ پلانے لگیں، جب ان کے پاس موجود پانی ختم ہوگیا اور پیاس کی شدت ہوئی اور صاحب زادے کا حلق شریف بھی پیاس سے خشک ہوگیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا پانی کی جستجو یا آبادی کی تلاش میں صفا و مروہ کے درمیان دوڑیں، ایسا سات مرتبہ ہوا یہاں تک کہ فرشتے کے پر مارنے سے یا حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قدم مبارک سے اس خشک زمین میں ایک چشمہ (زمزم) نمودار ہوا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ واقعہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آگ میں ڈالے جانے کے بعد ہوا، آگ کے واقعہ میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا نہ فرمائی تھی اور اس واقعہ میں دعا کی اور عاجزی کا اظہار کیا۔ اللّٰہ تعالیٰ کی کارسازی پر اعتماد کرکے دعا نہ کرنا بھی توکل اور بہتر ہے لیکن مقامِ دعا اس سے بھی افضل ہے تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اس دوسرے واقعہ میں دعا فرمانا اس لئے ہے کہ آپ مدارجِ کمال میں دَمبدم ترقی پر ہیں۔ [1]

﴿ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ: اے میرے رب! تاکہ وہ نماز قائم رکھیں۔﴾ یعنی اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں نے اپنی اولاد کو ناقابلِ زراعت وادی میں اس لئے ٹھہرایا تاکہ حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُن کی اولاد اس وادی میں تیرے ذکر اور تیری عبادت میں مشغول ہوں اور تیرے بیتِ حرام کے پاس نماز قائم کریں۔ اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے تاکہ وہ اس وادی کے اَطراف اور دیگر شہروں سے یہاں آئیں اور ان کے دل اس پاکیزہ مکان کی زیارت کے شوق میں کھنچیں۔ اس میں ایمانداروں کے لئے یہ دعا ہے کہ انہیں بیتُ اللّٰہ کا حج مُیَسَّر آئے اور

[1] ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٣٧، ٣/٨٧-٨٨، ملخصاً.

اپنے یہاں رہنے والی اولاد کے لئے یہ دعا ہے کہ وہ زیارت کے لئے آنے والوں سے فائدہ حاصل کرتے رہیں۔ غرض یہ دعا دینی دنیوی دونوں طرح کی برکات پر مشتمل ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول ہوئی اور قبیلہ جُرہُم نے اس طرف سے گزرتے ہوئے ایک پرندہ دیکھا تو انہیں تعجب ہوا کہ بیابان میں پرندہ کیسا! شاید کہیں چشمہ نمودار ہوا ہے، جستجو کی تو دیکھا کہ زمزم شریف میں پانی ہے یہ دیکھ کر ان لوگوں نے حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے وہاں بسنے کی اجازت چاہی، انہوں نے اس شرط سے اجازت دی کہ پانی میں تمہارا حق نہ ہوگا۔ وہ لوگ وہاں بسے اور حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جوان ہوئے تو اُن لوگوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تقویٰ اور پرہیزگاری کو دیکھ کر اپنے خاندان میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شادی کردی، کچھ عرصے بعد حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا وصال ہوگیا۔ اس طرح حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی یہ دعا پوری ہوئی اور آپ نے دعا میں یہ بھی فرمایا ''**اورانہیں پھلوں سے رزق عطا فرما، تاکہ وہ شکرگزار ہوجائیں**۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اسی دعا کا ثمرہ ہے کہ بہار، خزاں اور گرمی سردی کی مختلف فصلوں کے میوے وہاں بیک وقت موجود ملتے ہیں۔[1]

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَ مَا نُعْلِنُؕ-وَ مَا یَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ(۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں نہ آسمان میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ہمارے رب! تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے اور اللہ پر زمین اور آسمان میں کوئی بھی شے پوشیدہ نہیں۔

﴿رَبَّنَا: اے ہمارے رب!﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو ہمارے حالات کو، ہماری ضرورتوں

1 ......مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ۳۷، ص۵۷۲، خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۳۷، ۳/۸۷-۸۸، روح البيان، ابراهيم، تحت الآية: ۳۷، ۴/۴۲۷، ملتقطاً.

اور ہمارے نقصانات کو جانتا ہے اور تو ہم پر ہم سے زیادہ رحم فرماتا ہے، اس لئے تیری بارگاہ میں ہمیں دعا کرنے کی حاجت تو نہیں لیکن ہم تیرے حضور دستِ دعا اس لئے بلند کرتے ہیں تا کہ ہم تیرے آگے اپنی بندگی کا اظہار کریں، تیری عظمت وجلال سے خوف کھائیں۔[1]

﴿وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ: اور اللہ پر کوئی بھی شے پوشیدہ نہیں۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تصدیق کے طور اللہ تعالیٰ نے یہ کلام فرمایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہی کلام ہے اور معنی یہ ہے کہ جو ہر جگہ میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اس سے کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں۔[2]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل واسحاق دیئے بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل و اسحاق دیئے۔ بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک اور فرزند کی دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کا شکر ادا کیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا ’’تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دیئے۔ بیشک میرا رب عَزَّوَجَلَّ میری دعا قبول فرمانے والا ہے۔ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر 99 برس ہو چکی تھی اور حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر مبارک 112 برس ہو چکی تھی۔[3]

1 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۳۸، ۳/۸۸.

2 ......تفسير كبير، ابراهيم، تحت الآية: ۳۸، ۷/۱۰۵.

3 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۳۹، ۳/۸۹، جلالين، ابراهيم، تحت الآية: ۳۹، ص۲۰۹، ملتقطاً.

بیٹیوں کی پرورش کے فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بیٹا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بڑی نعمت ہے خصوصاً جب کہ نیک اور پرہیز گار ہو کیونکہ اس سے دنیا و آخرت دونوں کامل ہو جاتی ہیں، لیکن بیٹیوں سے گھبرانا مومن کی شان نہیں۔ ترغیب کے لئے بیٹیوں کی پرورش کے 2 فضائل ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس شخص کی بیٹی ہو پھر نہ تو اسے زندہ دفن کیا اور نہ اسے ذلیل کیا اور نہ اس پر اپنے بیٹے کو ترجیح دی تو اللہ تعالٰی اسے جنت میں داخل کرے گا۔[1]

(2)......حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کرے کہ انہیں ادب سکھائے، ان پر مہربانی کرے حتّٰی کہ اللہ تعالٰی انہیں بے نیاز کر دے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا دو بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش کرنے والے کو یہ ثواب ملے گا؟ ارشاد فرمایا ''ہاں، دو بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش کرنے پر بھی یہی ثواب ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں اگر لوگ ایک بیٹی یا بہن کے بارے میں پوچھتے تو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرما دیتے کہ ایک بیٹی کی پرورش پر بھی یہی ثواب ہے۔[2]

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ﳓ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

ع ٦ ١٨

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔ اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی فضل من عال يتيماً، ٤/٤٣٥، الحديث: ٥١٤٦.

2 ......شرح السنه، کتاب البر والصلة، باب ثواب كافل اليتيم، ٦/٤٥٢، الحديث: ٣٣٥١، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! مجھے اور کچھ میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا رکھ، اے ہمارے رب اور میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا۔

﴿وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ: اور کچھ میری اولاد کو۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو چونکہ بعض افراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ کافر ہوں گے اس لئے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی بعض اولاد کے لئے نمازوں کی پابندی اور محافظت کی دعا کی۔ (1)

﴿وَلِوَالِدَیَّ: اور میرے ماں باپ کو۔﴾ علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ماں باپ سے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حقیقی والدین مراد ہیں اور وہ دونوں مومن تھے اسی لئے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے لئے دعا فرمائی، جبکہ سورہ توبہ کی اس آیت

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ابراہیم کا اپنے باپ کی مغفرت کی دعا کرنا صرف ایک وعدے کی وجہ سے تھا۔''

میں باپ سے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا چچا آزر مراد ہے، سگے والد مراد نہیں۔ (3)

دعا کے چند آداب

اس آیت سے دعا کے چند آداب معلوم ہوئے۔ **(1)** دعا اپنی ذات سے شروع کرے۔ **(2)** ماں باپ کو دعا میں شامل رکھا کرے۔ **(3)** ہر مسلمان کے حق میں دعائے خیر کرے۔ **(4)** آخرت کی دعا ضرور مانگے صرف دنیا کی حاجات پر قناعت نہ کرے۔ (4)

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۬ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُۙ (٤٢)

1 ......مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ٤٠، ص٥٧٢-٥٧٣.

2 ......توبه: ١١٤.

3 ......روح البيان، ابراهيم، تحت الآية: ٤١، ٤/٤٣٠، ملخصاً.

4 ......دعا کے مزید آداب جاننے کے لئے کتاب ''فضائلِ دعا'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز اللّٰہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے انہیں ڈھیل نہیں دے رہا ہے مگر ایسے دن کے لیے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے سننے والے!) ہرگز اللّٰہ کو ان کاموں سے بے خبر نہ سمجھنا جو ظالم کر رہے ہیں۔ اللّٰہ انہیں صرف ایک ایسے دن کیلئے ڈھیل دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا: اور ہرگز اللّٰہ کو بے خبر نہ سمجھنا۔﴾ اس آیت میں ہر مظلوم کے لئے تسلی اور ہر ظالم کے لئے وعید ہے، نیز اس آیت میں ایک مشہور مقولے کی تائید بھی ہے کہ خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے سننے والے! تم یہ نہ سمجھنا کہ اللّٰہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو سزا نہیں دے گا اور نہ ہی ظالموں سے عذاب مؤخر ہونے کی وجہ سے غمزدہ ہونا کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ انہیں بغیر عذاب کے صرف ایک ایسے دن کیلئے ڈھیل دے رہا ہے جس میں دہشت کے مارے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ [1]

ظالم کے لئے وعید

یاد رہے کہ ظالموں کا اُخروی عذاب تو اپنی جگہ، دنیا میں بھی اللّٰہ تعالیٰ ظالموں کی گرفت فرماتا ہے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللّٰہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے اور جب اس کی پکڑ فرمالیتا ہے تو پھر اسے مہلت نہیں دیتا۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ بستی والے ظالم ہوں بیشک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے۔ [3]

1 ......جلالین مع صاوی، ابراهيم، تحت الآية: ٤٢، ١٠٢٩/٣-١٠٣٠.

2 ......هود: ١٠٢.

3 ......بخاری، كتاب التفسير، باب و كذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى وهى ظالمة... الخ، ٢٤٧/٣، الحديث: ٤٦٨٦.

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ؕ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے تحاشا دوڑتے نکلیں گے اپنے سر اٹھائے ہوئے کہ ان کی پلک ان کی طرف لوٹتی نہیں اور ان کے دلوں میں کچھ سکت نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگ بے تحاشا اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے دوڑتے جارہے ہوں گے، ان کی پلک بھی ان کی طرف نہیں لوٹ رہی ہوگی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔

﴾مُهْطِعِيْنَ: لوگ بے تحاشا دوڑتے ہوئے جارہے ہوں گے۔﴿ یعنی قیامت کے دن کی دہشت اور ہولناکی سے لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ اپنے سروں کو اٹھائے عَرصۂ محشر کی طرف بلانے والے یعنی حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف بے تحاشا دوڑتے جارہے ہوں گے اور ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہوگی کہ اپنے آپ کو ہی دیکھ سکیں اور ان کے دل حیرت کی شدت اور دہشت کے مارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے خالی ہوں گے۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دل سینوں سے نکل کر گلوں میں آ پھنسیں گے، نہ باہر نکل سکیں گے نہ اپنی جگہ واپس جاسکیں گے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اُس دن کی دہشت اور ہولناکی کی شدت کا یہ عالَم ہوگا کہ سر اوپر اٹھے ہوں گے، آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور دل اپنی جگہ پر قرار نہ پاسکیں گے۔ [1]

قیامت کی ہولناکیاں

اس آیت میں قیامت کی چند ہولناکیاں بیان ہوئیں، اس کی مزید ہولناکیاں سنئے، چنانچہ امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”وہ دن جس میں کوئی شک نہیں، وہ دن جس میں دلوں کے رازوں کا امتحان ہوگا، جس دن کوئی (کافر) نفس کسی نفس کے کام نہیں آئے گا، وہ دن جب آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، جس دن کوئی ساتھی کسی ساتھی کے کام نہیں آئے گا، جس دن کوئی کسی دوسرے نفس کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، جس دن (کفار کو) جہنم کی طرف بلایا جائے گا،

1 ......مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ۴۳، ص۵۷۳، جلالين، ابراهيم، تحت الآية: ۴۳، ص ۲۱۰، خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۴۳، ۳/۹۰، ملتقطاً.

جس دن ان کو چہروں کے بل اوندھا گرایا جائے گا، جس دن ان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا، جس دن باپ اولاد کے کام نہ آسکے گا، جس دن آدمی اپنے بھائی، ماں اور باپ سے بھاگتا پھرے گا، جس دن لوگ بات نہیں کرسکیں گے اور نہ ان کو اجازت ہوگی کہ عذر پیش کریں، جس دن اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، جس دن لوگ ظاہر ہوں گے، جس دن وہ جہنم میں عذاب دیئے جائیں گے جس دن مال اور اولاد نفع نہیں دے گی، جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی، ان کے لیے لعنت اور برا گھر ہوگا، جس دن عذر نامنظور ہوں گے اور دلوں کی آزمائش ہوگی، پوشیدہ باتیں ظاہر ہوں گی اور پردے اٹھ جائیں گے، جس دن آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور آوازیں بند ہوں گی، اس دن توجہ کم ہوگی اور پوشیدہ باتیں ظاہر ہوں گی، گناہ بھی سامنے آجائیں گے جس دن لوگوں کو ان کے گواہوں سمیت چلایا جائے گا، بچے جوان ہو جائیں گے اور بڑے نشے میں ہوں گے، پس اس دن ترازو رکھے جائیں گے اور اعمال نامے کھولے جائیں گے، جہنم ظاہر کی جائے گی اور گرم پانی کو جوش دیا جائے گا، آگ مسلسل جلے گی اور کفار ناامید ہوں گے، آگ بھڑکائی جائے گی اور رنگ بدل جائیں گے، زبان گونگی ہوگی اور انسانی اعضا گفتگو کریں گے۔ تو اے انسان! تجھے اپنے کریم رب عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں کس نے دھوکے میں ڈالا کہ تو نے دروازے بند کر دیئے اور پردے لٹکا دیئے اور لوگوں سے چھپ کر فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا، پس جب تیرے اعضا تیرے خلاف گواہی دیں گے تو تو کیا کرے گا۔ اے غافلوں کی جماعت! ہمارے لئے مکمل خرابی ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے پاس تمام رسولوں کے سردار (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کو بھیجے اور آپ پر روشن کتاب نازل فرمائے اور ہمیں قیامت کے ان اوصاف کی خبر دے، پھر ہماری غفلت سے بھی ہمیں آگاہ کرے اور ارشاد فرمائے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۚ﴿۱﴾ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ هُمْ یَلْعَبُوْنَ ۙ﴿۲﴾ لَاهِیَةً قُلُوْبُهُمْ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ جب ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے کھیلتے ہوئے ہی سنتے ہیں۔ ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں۔

پھر وہ ہمیں بتائے کہ قیامت قریب ہے، جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔

---

1 ......انبیاء ۱-۳۔ 2 ......قمر: ۱۔

اورارشادفرماتا ہے

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًاۙ(۶) وَّ نَرٰىهُ قَرِيْبًا[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں ۔اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں

اورارشادفرماتا ہے

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔

پھر ہماری سب سے اچھی حالت تو یہ ہے کہ ہم اس قرآن پاک کے سبق پر عمل کریں، لیکن ہم اس کے معانی میں غورنہیں کرتے اور روزِ قیامت کے بے شمار اَوصاف اور ناموں کو نہیں دیکھتے اور اس کے مَصائب سے نجات کے لیے کوشش نہیں کرتے۔ ہم اس غفلت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی وسیع رحمت سے اس کا تدارُک فرمائے۔[3]

نوٹ: قیامت کے دن کے مزید حالات جاننے کے لئے احیاء العلوم جلد 4 سے ''موت اور اس کے بعد کے حالات'' کا بیان اور بہارِ شریعت حصہ اول سے ''معاد و حشر کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

وَ اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍۙ(۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں تو کیا تم پہلے قسم نہ کھاچکے تھے کہ ہمیں دنیا سے کہیں ہٹ کر جانا نہیں۔

---

[1]......معارج:۶،۷. [2]......احزاب:۶۳.

[3]......احياء العلوم، كتاب ذكر الموت ومابعده، الشطر الثانی، صفة يوم القيامة ودواهيه واساميه، ۲۷٦/٥.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورلوگوں کواس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے: اے ہمارے رب! تھوڑی دیر تک ہمیں مہلت دیدے تاکہ ہم تیری دعوت کو قبول کرلیں اور رسولوں کی غلامی کرلیں۔ (کہا جائے گا، اے کافرو!) تو کیا تم پہلے قسم نہ کھاچکے تھے کہ تمہیں (تو دنیا سے) ہٹنا ہی نہیں۔

﴿وَاَنْذِرِ النَّاسَ: اورلوگوں کوڈراؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرائیں، اس دن جب ان پر عذاب آئے گا تو شرک اور گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے کہیں گے ''اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، تھوڑی دیر کیلئے ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے اور ہمیں مہلت دیدے تاکہ ہم سے جو قصور ہو چکے ان کی تلافی کرتے ہوئے تیری توحید کی دعوت کو قبول کرلیں اور تیرے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی غلامی کرلیں۔ اس پر انہیں ڈانٹ ڈپٹ کی جائے گی اور فرمایا جائے گا کیا تم پہلے دنیا میں اس بات کی قسمیں نہ کھاچکے تھے کہ مرنے کے بعد بھی تم اسی حالت میں رہو گے اور آخرت کے گھر کی طرف منتقل نہ ہو گے؟[1]

وَّ سَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم ان کے گھروں میں بسے جنہوں نے اپنا برا کیا تھا اور تم پر خوب کھل گیا ہم نے ان کے ساتھ کیسا کیا اور ہم نے تمہیں مثالیں دے دے کر بتا دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم ان کے گھروں میں رہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تمہارے لئے بالکل واضح ہوگیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور ہم نے تمہارے لئے مثالیں بیان کیں۔

﴿وَسَكَنْتُمْ: اور تم رہے۔﴾ یعنی تم ان لوگوں کے گھروں میں رہے جنہوں نے کفر اور گناہوں کا اِرتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا جیسے کہ قومِ نوح، عاد اور ثمود وغیرہ کہ تم انہی کی بستیوں میں دورانِ سفر ٹھہرتے تھے یا ان کے قرب و جوار

[1] ……خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٤٤، ٣/٩٠، مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ٤٤، ص٥٧٣، ملتقطاً.

سے گزرتے تھے اور تمہارے لئے بالکل واضح ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور تم نے اپنی آنکھوں سے اُن کے گھروں میں عذاب کے آثار اور نشان دیکھے اور تمہیں اُن کی ہلاکت و بربادی کی خبریں ملیں یہ سب کچھ دیکھ کر اور جان کر تم نے عبرت کیوں نہ حاصل کی اور تم کفر سے کیوں باز نہ آئے۔ہم نے تمہیں مثالیں دے کر بتا دیا تاکہ تم تدبیر کرو اور سمجھو،عذاب اور ہلاکت سے اپنے آپ کو بچاؤ۔[1]

سابقہ قوموں کے انجام سے نصیحت حاصل کرنے کی ترغیب

ان آیات میں مسلمانوں کے لئے بھی بڑی عبرت و نصیحت ہے اور انہیں بھی چاہئے کہ سابقہ عذاب یافتہ قوموں کے اعمال کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور ان کے دنیوی انجام سے عبرت پکڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کرنے سے باز آ جائیں،اگر دنیا میں انہوں نے نصیحت حاصل نہ کی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی سے باز نہ آئے تو مرنے کے بعد کوئی نصیحت انہیں فائدہ نہ دے گی۔حضرت علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:اے مسلمانو!(غور کرو کہ) اَنبیاء و مُرسَلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور مقرب اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کہاں تشریف لے گئے؟ سابقہ بادشاہ اور جابر و سرکش لوگ کہاں چلے گئے؟(جب یہ دنیا میں نہ رہے تو تم بھی اس دنیا میں نہ رہو گے) تو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ان کی طرف نظر نہیں کرتے اور عبرت حاصل نہیں کرتے،اگر تم عقل رکھتے ہو تو نیک اعمال میں خوب کوشش کر لو اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر جان کو اس کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں ہو گا۔[2]

شرعی قیاس حق ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیاسِ شرعی حق ہے کیونکہ آیت کا مَنشا یہ ہے کہ وہ لوگ کفر کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور کفر تو تم بھی کر رہے ہو،لہٰذا تم بھی ہلاک ہونے کے لائق ہو،علت کے اِشتراک سے حکم مشترک ہوتا ہے اور اسی کو فقہ میں قیاس کہتے ہیں۔

---

1 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٤٥، ٣/٩١، مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ٤٥، ص٥٧٤، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، ابراهيم، تحت الآية: ٤٦، ٤/٤٣٦.

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک وہ اپنا سا داؤں چلے اور ان کا داؤں اللہ کے قابو میں ہے اور ان کا داؤں کچھ ایسا نہ تھا جس سے یہ پہاڑ ٹل جائیں۔ تو ہرگز خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلاف کرے گا بیشک اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک انہوں نے اپنی سازش کی اور ان کی سازش اللہ کے قابو میں تھی اور ان کی سازش کوئی ایسی نہیں تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ تو تم ہرگز خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا۔ بیشک اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔

﴿وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ: اور بیشک انہوں نے اپنی سازش کی۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ مکہ نے اسلام کو مٹانے اور کفر کی تائید کرنے کے لئے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ سازش کرتے ہوئے یہ ارادہ کیا تھا کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شہید کر دیا جائے یا قید کرلیا جائے یا مکہ مُکرّمہ سے نکال دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی سازش اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں تھی اور ان کی سازش کوئی ایسی نہیں تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات اور شریعتِ مصطفٰی کے اَحکام جو اپنی قوت و ثَبات میں مضبوط پہاڑوں کی مانند ہیں، محال ہے کہ کافروں کے مکر اور اُن کی حیلہ انگیزیوں سے وہ اپنی جگہ سے ٹل سکیں۔ (1)

نوٹ: کفارِ مکہ کی اس سازش کی تفصیل سورۂ اَنفال کی آیت نمبر 30 کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ: تو تم ہرگز خیال نہ کرنا۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے سننے والے! تم ہرگز ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کئے ہوئے وعدے کے خلاف کرے گا، یہ تو ممکن ہی نہیں وہ ضرور وعدہ پورا کرے

1 ......مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ٤٦، ص ٥٧٤، جلالين، ابراهيم، تحت الآية: ٤٦، ص ٢١٠، ملتقطاً.

گا اور اپنے رسول کی مدد فرمائے گا، اُن کے دین کو غالب کرے گا اور اُن کے دشمنوں کو ہلاک کرے گا۔[1]

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان اور لوگ سب نکل کھڑے ہوں گے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جس دن زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا اور تمام لوگ ایک اللہ کے حضور نکل کھڑے ہوں گے جو سب پر غالب ہے۔

﴿**يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ: جس دن زمین بدل دی جائے گی۔**﴾ اس دن سے قیامت کا دن مراد ہے اور زمین و آسمان کی تبدیلی کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ایک یہ کہ اُن کے اوصاف بدل دیئے جائیں گے مثلاً زمین ایک سطح ہو جائے گی، نہ اُس پر پہاڑ باقی رہیں گے نہ بلند ٹیلے نہ گہرے غار، نہ درخت نہ عمارت نہ کسی بستی اور اقلیم کا نشان اور آسمان پر کوئی ستارہ نہ رہے گا اور سورج و چاند کی روشنیاں معدوم ہو جائیں گی۔ یہ تبدیلی اوصاف کی ہے ذات کی نہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آسمان و زمین کی ذات ہی بدل دی جائے گی، اس زمین کی جگہ ایک دوسری چاندی کی زمین ہو گی، سفید و صاف ہو گی جس پر نہ کبھی خون بہایا گیا ہو گا نہ گناہ کیا گیا ہو گا اور آسمان سونے کا ہو گا۔ یہ دو قول اگرچہ بظاہر ایک دوسرے کے مخالف معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ صحیح ہے وہ اس طرح کہ پہلی مرتبہ زمین و آسمان کی صفات تبدیل ہوں گی اور دوسری مرتبہ حساب کے بعد دوسری تبدیلی ہو گی۔ اس میں زمین و آسمان کی ذاتیں ہی بدل جائیں گی۔[2]

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾

---

1 ......صاوی، ابراهيم، تحت الآية: ۴۷، ۱۰۳۱/۳، خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۴۷، ۹۱/۳، ملتقطاً.

2 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۴۸، ۹۲/۳.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے کہ بیڑیوں میں ایک دوسرے سے جڑے ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن تم مجرموں کو بیڑیوں میں ایک دوسرے سے بندھا ہوا دیکھو گے۔

﴿ وَ تَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىٕذٍ: اور اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ قیامت کے دن کافروں کو بیڑیوں میں اپنے شیطانوں کے ساتھ بندھا ہوا دیکھیں گے۔ [1]

قیامت کے دن مومن و کافر کی پہچان

اس سے معلوم ہوا کہ محشر میں کفار اور مومن ظاہری علامات سے ہی پہچان لئے جائیں گے کہ کافروں کے منہ کالے، ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے اور پاؤں بیڑیوں میں بندھے ہوئے ہوں گے جبکہ مومنوں کا حال اس کے برعکس ہوگا۔

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُۙ(۵۰) لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ(۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے کُرتے رال کے ہوں گے اور ان کے چہرے آگ ڈھانپ لے گی۔ اس لیے کہ اللّٰہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے بیشک اللّٰہ کو حساب کرتے کچھ دیر نہیں لگتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے کرتے تارکول کے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی۔ تاکہ اللّٰہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے، بیشک اللّٰہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

﴿ سَرَابِيْلُهُمْ: ان کے کرتے۔﴾ یعنی قیامت کے دن کافروں کے کرتے سیاہ رنگ اور بدبودار تارکول کے ہوں گے جن سے آگ کے شعلے اور زیادہ تیز ہو جائیں۔ [2]

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ ان کے بدنوں پر رال لیپ دی جائے گی تو وہ کرتے کی طرح ہو جائے گی، اس کی

1 ......جلالین، ابراهيم، تحت الآية: ۴۹، ص ۲۱۰.

2 ......مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ۵۰، ص ۵۷۵، خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۵۰، ۹۳/۳، ملتقطاً.

سوزش اور اس کے رنگ کی وحشت و بدبو سے تکلیف پائیں گے۔ (1)

﴿ وَ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ: اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی۔ ﴾ یعنی کافروں کے جسموں پر لپٹے ہوئے تارکول سے آگ کے شعلے اتنے بلند ہوں گے کہ آگ ان کے چہروں کو ڈھانپ لے گی۔ (2)

﴿ لِیَجْزِیَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ: تاکہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے۔ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کافروں کو یہ سزا اس لئے دے گا تاکہ وہ ہر مجرم شخص کو اس کے کئے ہوئے کفر اور گناہوں کا ایسا بدلہ دے جو اس کے جرم کے مطابق ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔ (3)

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِیُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِیَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۠ ﴿۵۲﴾

ع ۱۹ / ۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: یہ لوگوں کو حکم پہنچانا ہے اور اس لیے کہ وہ اس سے ڈرائے جائیں اور اس لیے کہ وہ جان لیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور اس لیے کہ عقل والے نصیحت مانیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ لوگوں کیلئے تبلیغ ہے اور اس لیے کہ انہیں اس کے ذریعے ڈرایا جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

﴿ هٰذَا: یہ۔ ﴾ اس آیت میں قرآن پاک کے نزول کی کئی حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ (1) اس قرآن شریف میں لوگوں کے لئے تبلیغ اور نصیحت ہے۔ (2) قرآن میں موجود عبرت انگیز واقعات اور زَجر وتوبیخ کے ذریعے لوگوں کو ڈرایا جائے۔ (3) لوگ اس کی آیات سے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلیلیں پائیں۔ (4) عقل والے اور سمجھدار لوگ اس قرآن کے ذریعے نصیحت حاصل کریں۔ (4)

---

1 ......بیضاوی، ابراهیم، تحت الآیة: ۵۰، ۳/۳۵۸.

2 ......روح البیان، ابراهیم، تحت الآیة: ۵۰، ۴/۴۳۷.

3 ......روح البیان، ابراهیم، تحت الآیة: ۵۱، ۴/۴۳۷.

4 ......خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ۵۲، ۳/۹۳، ملخصاً.

سورۂ حِجر کا تعارف

مقام نزول

سورۂ حِجر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ (1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں چھ **6** رکوع، **99** آیتیں، **654** کلمے اور **2760** حروف ہیں۔ (2)

’’حِجر‘‘ نام رکھنے کی وجہ

حِجر، مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک وادی کا نام ہے، اور اِس سورت کی آیت نمبر 80 تا 84 میں اُس وادی میں رہنے والی قومِ ثمود کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام ’’سورۂ حِجر‘‘ رکھا گیا۔

حِجر کے بارے میں اَحادیث

(1)......حضرت **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے **حِجر** والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ’’تم اس (عذاب یافتہ) قوم کے پاس سے روتے ہوئے گزرو اور اگر تم رو نہیں سکتے تو ان کے پاس سے نہ گزرو تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب آجائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔ (3)

(1)......حضرت **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں جب رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **حِجر** کے مقام سے گزرے تو ارشاد فرمایا ’’تم (کفر کر کے اپنی جانوں پر) ظلم کرنے والوں کے گھروں میں روتے ہوئے داخل ہونا تاکہ تم پر بھی وہی عذاب نہ آجائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔ پھر حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی چادر سے سر اور چہرے کو ڈھانپ لیا اور اس وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی سواری پر تھے۔ (4)

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الحجر، ۳/۹۳.

2 ......خازن، تفسیر سورة الحجر، ۳/۹۳.

3 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة حجر، باب ولقد کذّب اصحاب الحجر المرسلین، ۳/۲۵۵، الحدیث: ۴۷۰۲.

4 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰہ تعالی: والی ثمود اخاھم صالحاً، ۲/۴۳۲، الحدیث: ۳۳۸۰.

سورۂ حِجر کے مَضامین

مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی دیگر سورتوں کی طرح اس سورت کا مرکزی مضمون بھی یہ ہے کہ اس میں اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت اوراس کی قدرت، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے کو کئی طرح کے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے، اوراس کے علاوہ اس سورت میں درج ذیل مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......قرآن پاک کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللّٰہ تعالیٰ نے لی ہے۔

(2)......اللّٰہ تعالیٰ کے انبیاء اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ کفار ومشرکین کا طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے۔

(3)......آسمان کو مردود شیطانوں سے محفوظ کئے جانے کا ذکر کیا گیا۔

(4)......اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت اوراس کی قدرت پر دلالت کرنے والی چیزیں بیان کی گئیں۔

(5)......حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق، فرشتوں کے سجدہ کرنے، شیطان کے سجدہ نہ کر کے مردود ہونے اور شیطان کے مہلت طلب کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا۔

(6)......متقی لوگوں کی اُخروی جزاء بیان کی گئی۔

(7)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مہمان فرشتوں کا واقعہ بیان فرمایا گیا۔

(8)......اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم کا واقعہ، حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اصحاب اَیکہ کا واقعہ، حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم ثمود کا واقعہ بیان فرمایا۔

(9)......اس سورت کے آخر میں اللّٰہ تعالیٰ نے وہ انعامات بیان فرمائے جو اس نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا کئے ہیں۔

سورۂ ابراہیم کے ساتھ مناسبت

سورۂ حِجر کی اپنے سے ماقبل سورت ''ابراہیم'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ ابراہیم کے آخر میں قیامت

کے حالات بیان کئے گئے کہ اس دن زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا اور تمام لوگ ایک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور نکل کھڑے ہوں گے جو سب پر غالب ہے اور اس دن تم مجرموں کو بیڑیوں میں ایک دوسرے سے بندھا ہوا دیکھو گے، ان کے کُرتے تارکول کے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی۔ اور سورۂ حِجر کی ابتداء میں بیان کیا گیا کہ جب ان مجرموں کو جہنم میں لمبا عرصہ گزر جائے گا اور وہ گناہگار مسلمانوں کو جہنم سے نکلتا ہوا دیکھیں گے تو اس وقت وہ بہت آرزوئیں کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے۔[1]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ ۟ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ وَقُرۡاٰنٍ مُّبِيۡنٍ ۝۱

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آیتیں ہیں کتاب اور روشن قرآن کی۔

ترجمۂ کنزالایمان: یہ کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں۔

﴿الٓرٰ:﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿تِلۡكَ: یہ۔﴾ اس آیت میں ''تِلۡكَ'' سے اس سورت کی آیتوں کی طرف اشارہ ہے اور کتاب اور قرآن مبین سے وہ کتاب مراد ہے جس (کو نازل کرنے) کا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے وعدہ فرمایا ہے۔[2]

---

1 ......تناسق الدرر، سورة الحجر، ص۹۷.

2 ......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیة: ۱، ۷/۱۱۶.

(رُبَمَا)

پارہ نمبر...... 14

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بہت آرزوئیں کریں گے کافر کاش مسلمان ہوتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کافر بہت آرزوئیں کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔

﴿ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: کافر بہت آرزوئیں کریں گے۔﴾ کفار کی ان آرزوؤں کے وقت کے بارے میں بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ نَزع کے وقت جب کافر عذاب دیکھے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ گمراہی پر تھا، اس وقت کافر یہ آرزو کرے گا کہ کاش! وہ مسلمان ہوتا، لیکن اس وقت یہ آرزو کافر کو کوئی فائدہ نہ دے گی۔ بعض مفسرین کے نزدیک آخرت میں قیامت کے دن کی سختیاں، ہولناکیاں، اپنا دردناک انجام اور برا ٹھکانہ دیکھ کر کفار یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ زجاج کا قول ہے کہ کافر جب کبھی اپنے عذاب کے احوال اور مسلمانوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت دیکھیں گے تو ہر مرتبہ آرزو کریں گے کہ کاش وہ دنیا میں مسلمان ہوتے۔ مفسرین کا مشہور قول یہ ہے کہ جب گناہگار مسلمانوں کو جہنم سے نکالا جا رہا ہوگا تو اس وقت کفار یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے۔[1]

اس مشہور قول کی تائید اس حدیثِ پاک سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا" جب جہنم والے جہنم میں جمع ہوں گے اور ان کے ساتھ وہ مسلمان بھی ہوں گے جو مَشِیَّتِ الٰہی سے وہاں ہوں گے تو کفار (مسلمانوں کو عار دلاتے ہوئے) کہیں گے" تمہارے اسلام نے تم سے کون سا عذاب دور کر دیا ہے؟ تم بھی تو ہمارے ساتھ جہنم میں آ گئے ہو۔ مسلمان کہیں گے" ہمارے گناہ تھے جن کی وجہ سے ہماری گرفت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی باتیں سن کر حکم فرمائے گا" جو مسلمان جہنم میں ہیں انہیں جہنم سے نکال لو۔ چنانچہ جب مسلمانوں کو جہنم سے نکالا جا رہا ہوگا تو اس وقت کفار حسرت سے یہ کہیں گے کہ کاش! ہم بھی مسلمان ہوتے تو جس طرح انہیں جہنم سے نکال لیا گیا ہے اسی طرح ہمیں بھی جہنم سے نکال لیا جاتا۔ اس کے بعد رسول اکرم صَلَّی

[1]......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۲، ۳/۹۳-۹۴۔

اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ① رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں۔ کافر بہت آرزوئیں کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ (1)

قیامت کے دن کافر اور نیک مسلمان کی آرزو

قیامت کے دن کافر تو اپنے مسلمان ہونے کی آرزو اور نہ ہونے پر حسرت و افسوس کریں گے جبکہ نیک مسلمان کا حال یہ ہوگا کہ اگر بالفرض کوئی شخص پیدا ہوتے ہی عبادات میں ایسے مشغول ہو جائے کہ کبھی کوئی کام نفس کے لیے نہ کرے اور اسی حال میں بوڑھا ہو کر مر جائے تو وہ یہی کہے گا کہ میں نے کچھ نہ کیا، اور موقعہ ملتا تو اور کچھ کر لیتا، کاش مجھے عبادات اور ریاضات کے لیے دنیا میں پھر بھیج دیا جائے تاکہ میرے اجر میں مزید اضافہ ہو جائے، چنانچہ حضرت محمد بن ابوعمیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اگر کوئی بندہ اپنی پیدائش کے دن سے اپنے چہرے کے بل گر جائے حتّٰی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں بوڑھا ہو کر مر جائے تو اُس دن اس عبادت کو حقیر سمجھے گا اور تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹایا جائے تاکہ وہ اجر و ثواب اور زیادہ کرے۔ (2) لیکن کافر و مسلمان کی یہاں بیان کردہ تمنا میں فرق یہ ہے کہ کافر کی تمنا پرلے درجے کی حسرت کی وجہ سے ہے جبکہ مومن کی تمنا مزید قربِ الٰہی کے حصول کیلئے ہے۔

ذَرْهُمْ یَاْكُلُوْا وَ یَتَمَتَّعُوْا وَ یُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ③

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں چھوڑو کہ کھائیں اور برتیں اور امید انہیں کھیل میں ڈالے تو اب جانا چاہتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہیں کھاتے اور مزے اڑاتے ہوئے چھوڑ دو اور امید انہیں غفلت میں ڈالے ہوئے ہے تو جلد جان لیں گے۔

1 ......مستدرك، كتاب التفسير، تواضعه صلى الله تعالى عليه وسلم، ٢/٦٢١، الحديث: ٣٠٠٨.

2 ......مسند امام احمد، مسند الشاميين، حديث عتبة بن عبد السلمى ابى الوليد، ٦/٢٠٣، الحديث: ١٧٦٦٧.

﴿ذَرْهُمْ: انہیں چھوڑ دو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں، اس دنیا میں جتنا انہوں نے کھانا ہے کھالیں اور اس دنیا کی لذتوں اور شہوتوں کے اس وقت تک مزے اڑالیں جو میں نے ان کے لئے مقرر کردیا ہے۔ دنیا کے فائدے حاصل کرنے کی لمبی امید نے انہیں ایمان، اطاعتِ الٰہی اور قربِ الٰہی تک لے جانے والے اعمال سے غافل کیا ہوا ہے۔ عنقریب جب وہ قیامت کے دن اپنے کفر وشرک کے عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو خود جان جائیں گے کہ دنیا کی زندگی میں لذتوں اور شہوتوں میں مشغول رہ کر وہ کتنے بڑے نقصان اور خسارے کا شکار ہوگئے۔ [1]

لمبی امید کی حقیقت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ لمبی امیدوں میں گرفتار ہونا اور لذّاتِ دنیا کی طلب میں غرق ہوجانا ایماندار کی شان نہیں۔ یاد رہے کہ لمبی امید کی حقیقت میں یہ دو چیزیں داخل ہیں: (1) دنیا کی حرص اور اس پر اوندھے منہ گر جانا۔ (2) دنیا سے محبت کرنا اور آخرت سے اعراض کرنا۔ [2]

لمبی امید رکھنے کی مذمت

کثیر احادیث میں لمبی امیدیں رکھنے اور دنیا کی طلب میں مشغول ہوجانے کی مذمت بیان کی گئی ہے، ان میں سے 4 اَحادیث یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

(1)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بڑے بوڑھے کا دل بھی دو باتوں میں ہمیشہ جوان رہتا ہے (1) دنیا کی محبت میں۔ (2) امیدوں کی درازی میں۔ [3]

(2)...... حضرت عمرو بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ’’خدا کی قسم! مجھے تمہاری مُفلسی کا کوئی ڈر نہیں ہے بلکہ تمہارے بارے میں ڈر یہ ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کردی جائے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کردی گئی تھی اور تم اس کے ساتھ ایسا ہی پیار کرنے لگو

---

1 ...... تفسیر طبری، الحجر، تحت الآیة: ٣، ٧/٤٩٢، خازن، الحجر، تحت الآیة: ٣، ٣/٩٤، ملتقطاً.

2 ...... مدارك، الحجر، تحت الآیة: ٣، ص٥٧٧، قرطبی، الحجر، تحت الآیة: ٣، ٥/٤، الجزء العاشر، ملتقطاً.

3 ...... بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستّین سنة... الخ، ٤/٢٢٤، الحدیث: ٦٤٢٠.

جیسا پہلے لوگوں نے اس کے ساتھ کیا اور یوں تمہیں بھی ہلاک کر دے جیسے پہلے لوگوں کو اس نے ہلاک کر دیا۔ [1]

(3)......حضرت **عبد اللّٰہ بن عمرو** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "اس امت کے پہلے لوگ یقین اور زُہد کی وجہ سے نجات پا گئے جبکہ اس امت کے آخری لوگ بخل اور (لمبی) امید کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ [2]

(4)......حضرت **جابر بن عبد اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "مجھے اپنی امت پر دو باتوں کا زیادہ خوف ہے۔ **(1)** خواہشات کی پیروی کرنا۔ **(2)** لمبی امید رکھنا۔ کیونکہ خواہشات کی پیروی کرنا حق سے روکتا ہے اور لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں۔ یہ دنیا پیٹھ پھیر کر چلی جانے والی اور آخرت پیش آنے والی ہے، ان دونوں میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں، اگر تمہیں دنیا کے بیٹے نہ بننے کی اِستطاعت ہو تو دنیا کے بیٹے نہ بننا کیونکہ تم آج عمل کرنے کی جگہ میں ہو اور (یہاں) حساب نہیں لیکن کل تم حساب دینے کی جگہ میں ہو گے اور (وہاں) عمل نہیں ہوگا۔ [3]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں لمبی امیدیں رکھنے اور محض دنیا کی طلب میں مشغول رہنے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَ مَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا وَ لَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ④ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ⑤

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو بستی ہم نے ہلاک کی اس کا ایک جانا ہوا نوِشتہ تھا۔ کوئی گروہ اپنے وعدہ سے نہ آگے بڑھے نہ پیچھے ہٹے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے جو بستی ہلاک کی اس کیلئے ایک مقرر مدت لکھی ہوئی ہے۔ کوئی گروہ اپنی مدت سے نہ

---

1 ......مسلم، کتاب الزهد والرقائق، ص١٥٨٣، الحدیث: ٦(٢٩٦١).

2 ......کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الباب الثانی فی الاخلاق والافعال المذمومة، الفصل الثانی، ٢/ ١٨١، الحدیث: ٧٣٨٠، الجزء الثالث.

3 ......شعب الایمان، الحادی والسبعون من شعب الایمان... الخ، ٧/ ٣٧٠، الحدیث: ١٠٦١٦.

آگے بڑھے گا اور نہ پیچھے ہٹے گا۔

﴿وَمَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ: اور ہم نے جو بستی ہلاک کی۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ سے پہلے جن بستیوں کے باشندوں کو ہم نے ہلاک کیا ان کے لئے ایک مُعَیَّن وقت لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا تھا، ہم نے انہیں وہ وقت آنے سے پہلے ہلاک نہیں کیا اور جب وہ وقت آ گیا تو ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اسی طرح مکہ کے مشرکوں کو بھی ہم اسی وقت ہلاک کریں گے جب ان کا لکھا ہوا معین وقت آ جائے گا کیونکہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں معین وقت آنے سے پہلے کسی بستی کے باشندوں کو ہلاک نہیں فرماتا۔ (1)

﴿مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا: کوئی گروہ اپنی مدت سے نہ آگے بڑھے گا۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ نے جس گروہ کی ہلاکت کا جو وقت معین کر دیا ہے وہ اسی وقت میں ہلاک ہوگا، اس معین وقت سے کوئی گروہ نہ آگے بڑھ سکے گا نہ پیچھے ہٹ سکے گا۔ (2)

وَ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌؕ(۶) لَوْ مَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓىٕكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے کہ اے وہ جن پر قرآن اترا بیشک تم مجنون ہو۔ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے! بیشک تم مجنون ہو۔ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے؟

﴿وَقَالُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا تھا اور اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے سیّدُ المرسلین صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے متعلق کفار کے شبہات ذکر کر کے ان کے جوابات دیئے ہیں۔ (3)

❶......تفسیر طبری، الحجر، تحت الآیة: ٤، ٧/٤٩٢، ملخصاً.

❷......تفسیر طبری، الحجر، تحت الآیة: ٥، ٧/٤٩٢.

❸......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیة: ٦، ٧/١٢١، ملخصاً.

کفارِ مکہ کے ایک اعتراض کی وجوہات

مکہ کے مشرکین، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مذاق اڑاتے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف جنون کی نسبت کرتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ عموماً لوگ جب کسی سے عجیب وغریب کلام سنتے ہیں جو ان کی عقل میں نہ آئے تو وہ اس قائل کو مجنون سمجھتے ہیں، یہی حال مکہ کے مشرکین کا تھا کیونکہ جب سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے سامنے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت، اپنی رسالت، قرآن کی حقانیت اور قیامت کے وقوع کی خبر دی تو یہ ان کیلئے نہایت تعجب انگیز تھی۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں یہ تعجب کہ ایک انسان رسول کیسے ہوسکتا ہے اور قیامت کے بارے میں یہ کہ گلی سڑی ہڈیاں کیسے دوبارہ زندہ ہوسکتی ہیں اور اسی طرح توحید اور قرآن کے بارے میں ان کے شبہات تھے۔ نیز یہ کلام بطورِ تمسخر بھی تھا اور انجان لوگوں کو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دور کرنے کیلئے پروپیگنڈا بھی تھا۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف کفار کا جنون کی نسبت کرنا کوئی نئی بات نہیں بلکہ پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بھی اس طرح ہوتا رہا ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں فرعون نے بھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مجنون کہا تھا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (فرعون نے) کہا: بیشک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے۔

یونہی حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مجنون کہا تھا، قرآنِ مجید میں ہے

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ ازْدُجِرَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا کہا اور کہنے لگے: یہ پاگل ہے اور نوح کو جھڑکا گیا۔

بلکہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے جتنے رسول تشریف لائے سب کو ان کی قوموں نے جادوگر یا دیوانہ کہا تھا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

---

1 ……الشعراء: ٢٧. 2 ……القمر: ٩.

كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یونہی جب ان سے پہلے لوگوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو وہ یہی بولے کہ (یہ) جادوگر ہے یا دیوانہ۔

﴿لَوْ مَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓىِٕكَةِ: ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے؟﴾ کفارِ مکہ نے حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا ''اگر آپ اپنی اس بات میں سچے ہیں کہ اللّٰہ تعالٰی نے آپ کو رسول بنا کر ہماری طرف مبعوث فرمایا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کتاب نازل فرمائی ہے تو پھر آپ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے تاکہ وہ آپ کے دعوے کی سچائی پر گواہی دیں کیونکہ جب اللّٰہ تعالٰی آپ کے ساتھ ہے تو آپ کی نبوت کو ثابت کرنے کیلئے فرشتہ بھی بھیج سکتا ہے۔ اللّٰہ تعالٰی نے کفار کے اس شبہ کا جو جواب دیا وہ اگلی آیت میں مذکور ہے۔

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَا كَانُوْۤا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم فرشتے بیکار نہیں اتارتے اور وہ اتریں تو انہیں مہلت نہ ملے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم فرشتوں کو حق فیصلے کے ساتھ ہی اتارتے ہیں اور جب وہ اترتے ہیں تو لوگوں کو مہلت نہیں دی جاتی۔

﴿مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ: ہم فرشتوں کو حق فیصلے کے ساتھ ہی اتارتے ہیں۔﴾ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی کا اپنی مخلوق کے معاملے میں قانون یہ ہے کہ وہ فرشتوں کو ان لوگوں پر ظاہر فرماتا ہے جن کی طرف اللّٰہ تعالٰی کا پیغام پہنچانا ہو یا جن پر عذاب نازل کرنا مقصود ہو، اگر ان مشرکین کے مطالبے کے مطابق اللّٰہ تعالٰی ان کی طرف حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ نشانی کے طور پر فرشتہ بھیج دیتا اور اس کے بعد بھی وہ اپنے کفر پر قائم رہتے تو پھر انہیں مہلت ملتی، نہ ان سے عذاب مؤخر کیا جاتا بلکہ سابقہ قوموں کی طرح یہ بھی اسی وقت عذاب میں گرفتار کر دیئے جاتے لیکن چونکہ یہ امت قیامت تک باقی رہے گی، اسی میں بہت سے لوگ اللّٰہ تعالٰی کی عبادت کرنے والے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے ہوں گے اس لئے کفار کا یہ مطالبہ منظور نہ کیا گیا۔ (2)

---

1 ......الذاريات: ٥٢.

2 ......صاوی، الحجر، تحت الآية: ٨، ١٠٣٦/٣، تفسير طبری، الحجر، تحت الآية: ٨، ٤٩٣/٧، ملتقطاً.

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ: بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے۔﴾ اس آیت میں کفار کے اس قول "اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے" کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے اور ہم خود تحریف، تبدیلی، زیادتی اور کمی سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔"

قرآنِ مجید کی حفاظت

یاد رہے کہ تمام جن و انس اور ساری مخلوق میں یہ طاقت نہیں ہے کہ قرآنِ کریم میں سے ایک حرف کی کمی بیشی یا تغییر اور تبدیلی کر سکے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے یہ خصوصیت صرف قرآن شریف ہی کی ہے، دوسری کسی کتاب کو یہ بات مُیَسَّر نہیں۔ قرآنِ کریم کی یہ حفاظت کئی طرح سے ہے

(1)......قرآنِ کریم کو معجزہ بنایا کہ بشر کا کلام اس میں مل ہی نہ سکے۔

(2)......اس کو معارضے اور مقابلے سے محفوظ کیا کہ کوئی اس کی مثل کلام بنانے پر قادر نہ ہو۔

(3)......ساری مخلوق کو اسے معدوم کرنے سے عاجز کر دیا کہ کفار شدید عداوت کے باوجود اس مقدس کتاب کو معدوم کرنے سے عاجز ہیں۔[1]

تاریخ شاہد ہے کہ اگر کسی نے قرآن کے نور کو بجھانے، اس میں کمی زیادتی، تحریف اور تبدیلی کرنے یا اس کے حروف میں شکوک و شبہات ڈالنے کی کوشش کی بھی تو وہ کامیاب نہ سکا۔ قَرَامِطَہ کے مُلحِد اور گمراہ لوگ سینکڑوں سال تک اپنے تمام تر مکر، دھوکے اور قوتیں صرف کرنے کے باوجود قرآن کے نور کو تھوڑا سا بھی بجھانے پر قادر نہ ہو سکے، اس کے کلام میں ذرا سی بھی تبدیلی کر سکے نہ ہی اس کے حروف میں سے کسی ایک حرف کے بارے میں مسلمانوں کو شک و شبہ میں

1 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۹، ۳/۹۵، تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیۃ: ۹، ۷/۱۲۳، ملتقطاً۔

ڈال سکے۔اسی طرح قرآنِ مجید کے زمانۂ نزول سے لے کرآج تک ہر زمانے میں اہلِ بیان،علمِ لسان کے ماہرین، ائمہ بلاغت، کلام کے شہسوار اور کامل اساتذہ موجود رہے، یونہی ہر زمانے میں بکثرت ملحدین اور دین وشریعت کے دشمن ہر وقت قرآنِ عظیم کی مخالفت پر تیار رہے مگر ان میں سے کوئی بھی اس مقدس کلام پر اثر انداز نہ ہو سکا اور کوئی ایک بھی قرآنِ حکیم جیسا کلام نہ لا سکا اور نہ ہی وہ کسی آیت ِ قرآنی پر صحیح اِعتراض کر سکا۔

یہاں قرآنِ مجید کی حفاظت سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت یحییٰ بن اَکثم رَحْمَۃُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''مامون رشید کی مجلس میں ایک یہودی آیا اور اس نے بڑی نفیس، عمدہ اور اَدیبانہ گفتگو کی۔ مامون رشید نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے انکار کر دیا۔ جب ایک سال بعد دوبارہ آیا تو وہ مسلمان ہو چکا تھا اور اس نے فقہ کے موضوع پر بہت شاندار کلام کیا۔ مامون رشید نے اس سے پوچھا ''تمہارے اسلام قبول کرنے کا سبب کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا'' جب پچھلے سال میں تمہاری مجلس سے اٹھ کر گیا تو میں نے ان مذاہب کا امتحان لینے کا ارادہ کر لیا، چنانچہ میں نے تورات کے تین نسخے لکھے اور ان میں اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی، اس کے بعد میں یہودیوں کے مَعْبَد میں گیا تو انہوں نے مجھ سے وہ تینوں نسخے خرید لئے۔ پھر میں نے انجیل کے تین نسخے لکھے اور ان میں بھی اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی۔ جب میں یہ نسخے لے کر عیسائیوں کے گرجے میں گیا تو انہوں بھی وہ نسخے خرید لئے۔ پھر میں نے قرآن پاک کے تین نسخے لکھے اور اس کی عبارت میں بھی کمی بیشی کر دی۔ جب میں قرآن پاک کے وہ نسخے لے کر اسلامی کتب خانے میں گیا تو انہوں نے پہلے ان نسخوں کا بغور مطالعہ کیا اور جب وہ میری کی ہوئی کمی زیادتی پر مطلع ہوئے تو انہوں نے وہ نسخے مجھے واپس کر دیئے اور خریدنے سے انکار کر دیا۔ اس سے میری سمجھ میں آ گیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ اس وجہ سے میں نے اسلام قبول کر لیا۔ [1]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾

1 ......قرطبی، الحجر، تحت الآیۃ: ۹، ۶/۵، الجزء العاشر، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے اگلی امتوں میں رسول بھیجے۔ اوران کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر اس سے ہنسی کرتے ہیں۔ ایسے ہی ہم اس ہنسی کو ان مجرموں کے دلوں میں راہ دیتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور اگلوں کی راہ پڑ چکی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے گزشتہ امتوں میں رسول بھیجے۔ اوران کے پاس جو بھی رسول آتا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ ایسے ہی ہم اس ہنسی کو ان مجرموں کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے۔

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کفارِ مکہ نے سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جاہلانہ باتیں کیں اور بے ادبی کرتے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مجنون کہا تو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''آپ سے پہلے سابقہ امتوں میں ہم نے رسول بھیجے اور ان لوگوں کے پاس جو بھی رسول آتا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ کفار کی اپنے انبیاء اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ یہ روش سابقہ زمانوں سے چلی آرہی ہے، لہٰذا اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ بھی دیگر انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح اپنی قوم کی اَذِیّتوں پر صبر فرمائیں۔ [1]

﴿كَذٰلِكَ: ایسے ہی۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس طرح ہم نے سابقہ امتوں کے دلوں میں کفر، تکذیب اور اِستہزاء داخل کر دیا تھا ایسے ہی مکہ کے مشرکین کے دلوں میں بھی داخل کر دیا ہے۔ [2]

﴿لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ: وہ اس پر ایمان نہیں لاتے۔﴾ یعنی وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یا قرآن پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے کہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کر کے عذابِ الٰہی سے ہلاک ہوتے رہے ہیں، یہی حال ان کفارِ مکہ کا ہے تو انہیں عذابِ الٰہی سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ [3]

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ۱۰، ۳/۹٦.
2 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ۱۲، ۳/۹٦.
3 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ۱۳، ۳/۹٦، جلالين، الحجر، تحت الآية: ۱۳، ص ۲۱۱، ملتقطاً.

وَ لَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾

ع۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں کہ دن کواس میں چڑھتے۔ جب بھی یہی کہتے کہ ہماری نگاہ باندھ دی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیتے تا کہ دن کے وقت اس میں چڑھ جاتے۔ جب بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری نگاہوں کو بند کر دیا گیا ہے بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کیا ہوا ہے۔

﴿ وَ لَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ: اور اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیتے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ کا عناد اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ اگر ان کے لئے آسمان میں دروازہ کھول دیا جائے اور انہیں اس میں چڑھنا مُیَسَّر ہو اور دن میں اس سے گزریں اور آنکھوں سے دیکھیں جب بھی نہ مانیں گے اور یہ کہہ دیں گے کہ ہماری نظر بندی کی گئی اور ہم پر جادو ہوا تو جب خود اپنے معائنہ سے انہیں یقین حاصل نہ ہوا تو ملائکہ کے آنے اور گواہی دینے سے جس کو یہ طلب کرتے ہیں انہیں کیا فائدہ ہوگا۔ [1]

وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آسمان میں برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے آسمان میں بہت سے برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کیا۔

﴿ وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا: اور بیشک ہم نے آسمان میں بہت سے برج بنائے۔﴾ یہ برج سات سیاروں

1 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ١٤، ص٥٧٩، ملخصاً.

کی منزلیں ہیں اوران برجوں کی تعداد بارہ ہے۔(1)حَمَل۔(2)ثَور۔(3)جَوزاء۔(4)سَرطَان۔(5)اَسد۔(6)سُنبُلَہ۔(7)میزان۔(8)عَقرَب۔(9)قَوس۔(10)جَدِی۔(11)دَلو۔(12)حُوت۔مِرّیخ کے برج حَمَل اور عَقرَب ہیں، زُہرَہ کے ثَور اور میزان، عُطارِد کے جَوزَاء اور سُنبُلَہ، چاند کا سَرطَان، سورج کا اسد، مشتری کے قوس اور حُوت اور زُحَل کے جَدی اور دَلو ہیں۔[1]

﴿وَ زَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ: اوراسے دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کیا۔﴾ یعنی ہم نے آسمان کو سورج، چانداور ستاروں سے آراستہ کیا تاکہ غور وفکر کرنے والے اس سے اللہ تعالیٰ کے واحد اور خالق ہونے پر استدلال کریں اور جان لیں کہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا اوراسے شکل وصورت عطا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔[2]

وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوراسے ہم نے ہر شیطان مردود سے محفوظ رکھا۔مگر جو چوری چھپے سننے جائے تو اس کے پیچھے پڑتا ہے روشن شعلہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراسے ہم نے ہر شیطان مردود سے محفوظ رکھا۔البتہ جو چوری چھپے سننے جائے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ پڑ جاتا ہے۔

﴿وَ حَفِظْنٰهَا: اوراسے ہم نے محفوظ رکھا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانِ دنیا کو ہر مردود اور لعین شیطان سے محفوظ رکھا ہے لیکن جو شیطان آسمانوں میں ہونے والی گفتگو چوری کرکے ایک دوسرے کو بتاتے ہیں تو ان کے پیچھے ایک روشن شعلہ پڑ جاتا ہے۔[3]

1 ......جلالین، الحجر، تحت الآیۃ: ۱۶، ص۲۱۲.

2 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۱۶، ۳/۹۷.

3 ......تفسیر طبری، الحجر، تحت الآیۃ: ۱۷-۱۸، ۷/۴۹۹.

آسمان میں داخل ہونے سے شیطانوں کو روک دیا گیا

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ''شیاطین آسمانوں میں داخل ہوتے تھے اور وہاں کی خبریں کاہنوں کے پاس لاتے تھے، جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پیدا ہوئے تو شیاطین تین آسمانوں سے روک دیئے گئے اور جب سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت ہوئی تو تمام آسمانوں سے منع کر دیئے گئے۔ اس کے بعد ان میں سے جب کوئی باتیں چوری کرنے کے ارادے سے اوپر چڑھتا تو اسے شِہاب کے ذریعے مارا جاتا۔ شیطانوں نے یہ صورتِ حال ابلیس کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا: ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ پھر ابلیس نے شیطانوں کو معلومات کرنے کے لئے بھیجا تو ایک جگہ انہوں نے دیکھا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قرآنِ پاک کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ بول اٹھے ''خدا کی قسم یہی وہ نئی بات ہے۔''[1]

﴿فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ: تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ پڑ جاتا ہے۔﴾ شہاب اس ستارے کو کہتے ہیں جو شعلے کی طرح روشن ہوتا ہے اور فرشتے اس سے شیاطین کو مارتے ہیں۔[2]

شیطانوں کو شہابِ ثاقب لگنے سے متعلق دو احادیث

(1)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ آسمانی فرشتوں کو کوئی حکم دیتا ہے تو وہ عاجزی کی وجہ سے اپنے پَر مارنے لگتے ہیں جیسے زنجیر کو صاف پتھر پر مارا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس حکم کو نافذ فرما دیتا ہے۔ جب ان کے دلوں سے کچھ خوف دور ہوتا ہے تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے کیا فرمایا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے جو فرمایا وہ حق فرمایا اور وہی بلند و برتر ہے۔ پھر بات چرانے والے شیطان چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں اور چوری چھپے سننے کے لئے شیطان یوں اوپر نیچے رہتے ہیں، چنانچہ سفیان نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو کھول کر اوپر نیچے کر کے دکھایا۔ بعض اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ سننے والے شیطان کو چنگاری جا لگتی ہے اور وہ جل جاتا ہے اس سے پہلے کہ وہ یہ بات اپنے ساتھ والے کو بتائے اور بعض اوقات چنگاری لگنے سے پہلے وہ اپنے نزدیک والے شیطان کو جو اس کے نیچے ہوتا ہے، بتا چکا ہوتا ہے اور اس طرح

1...... خازن، الحجر، تحت الآیة: ١٧، ٣/٩٧.
2...... خازن، الحجر، تحت الآیة: ١٨، ٣/٩٧، ملخصاً.

وہ بات زمین تک پہنچادی جاتی ہے، پھر وہ جادوگر کے منہ میں ڈالی جاتی ہے، پھر وہ جادوگر ایک کے ساتھ سو جھوٹ اپنی طرف سے ملاتا ہے، اس پر لوگ اس کی تصدیق کر کے کہنے لگتے ہیں کہ کیا اس نے فلاں روز ہمیں نہیں بتایا تھا کہ فلاں بات یوں ہوگی چنانچہ ہم نے اس کی بات کو درست پایا حالانکہ یہ وہی بات تھی جو آسمان سے چوری چھپے سنی گئی تھی۔ (1)

(2)......حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں مجھے ایک انصاری صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بتایا کہ ہم ایک رات رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ بیٹھے تھے، ایک تارا ٹوٹا، اور روشنی پھیل گئی تو ہم سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جاہلیت کے زمانے میں جب اس جیسا تارا ٹوٹتا تھا تو تم کیا کہتے تھے؟ ہم نے عرض کی ''**اللہ** تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خوب جانتے ہیں۔ ہم تو یہ کہتے تھے کہ آج رات یا تو کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا یا کوئی بڑا آدمی مرا ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''یہ تارے نہ تو کسی کی موت کے لیے مارے جاتے ہیں نہ کسی کی زندگی کیلئے لیکن ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ کہ اس کا نام مبارک اور بلند ہے، جب کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو عرش اٹھانے والے تسبیح کرتے ہیں، پھر آسمان والوں میں سے جو ان کے قریب ہیں وہ تسبیح کرتے ہیں حتّٰی کہ تسبیح کا یہ سلسلہ اس دنیا کے آسمان والے فرشتوں تک پہنچ جاتا ہے، پھر عرش اٹھانے والے فرشتوں کے قریب والے ان سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے کیا فرمایا؟ وہ انہیں خبر دیتے ہیں۔ پھر بعض آسمان والے بعض سے خبریں پوچھتے ہیں حتّٰی کہ اس آسمانِ دنیا تک خبر پہنچ جاتی ہے تو جِنّات ان سنی ہوئی باتوں کو اچک لیتے ہیں اور اپنے دوستوں تک پہنچا دیتے ہیں، (ان میں سے بعض) مار دیئے جاتے ہیں۔ پھر کاہن جو کچھ اس کے مطابق کہتے ہیں وہ تو کچھ درست ہوتا ہے لیکن وہ تو اس میں جھوٹ ملا دیتے ہیں اور بڑھا دیتے ہیں۔ (2)

وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے زمین پھیلائی اور اس میں لنگر ڈالے اور اس میں ہر چیز اندازے سے اگائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور ہم نے اس میں لنگر ڈال دیئے اور اس میں ہر چیز ایک معین اندازے

(1)......بخاری، کتاب التفسیر، سورة الحجر، باب الّا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبین، ٣/٢٥٤، الحدیث: ٤٧٠١.

(2)......مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة واتیان الکهان، ص١٢٢٤، الحدیث: ١٢٤(٢٢٢٩).

سے اگائی۔

﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا: اور ہم نے زمین کو پھیلایا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بیان میں آسمانی دلائل دیئے گئے اور اب یہاں سے زمینی دلائل دیئے جا رہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے زمین کو پھیلایا اور ہم نے اس میں مضبوط پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے تا کہ وہ زمین والوں کے ساتھ حرکت نہ کرے۔[1]

زمین میں مضبوط لنگر ڈالنے سے متعلق ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور زمین میں ہم نے مضبوط لنگر ڈال دیئے تا کہ لوگوں کو لے کر حرکت نہ کرتی رہے اور ہم نے اس میں کشادہ راستے بنائے تا کہ وہ راستہ پا لیں۔

اور اسی آیت کے تحت علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ لکھتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں ’’جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی کی سطح پر پھیلایا تو یہ اپنے اوپر موجود چیزوں کے ساتھ ایک طرف ایسے جھک گئی جیسے کشتی جھکتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مضبوط پہاڑوں کے ذریعے اس طرح ٹھہرا دیا جیسے کشتی کو لنگر ڈال کر ٹھہرایا جاتا ہے۔[3]

﴿وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ: اور اس میں ہر چیز ایک معین اندازے سے اگائی۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (زمین میں) ہر چیز لوگوں کی ضروریات کے مطابق اندازے سے پیدا فرمائی کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ مقدار جانتا ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہو اور وہ اس سے نفع حاصل کر سکتے ہوں اس لئے اللہ تعالیٰ نے زمین میں اسی مقدار کے مطابق نباتات پیدا فرمائیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ لفظ ’’مَوْزُوْنٍ‘‘ حسن اور تناسُب سے کنایہ ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے زمین میں ہر چیز مناسب اگائی، عقلِ سلیم رکھنے والا ہر شخص اسے بہترین اور مصلحت کے مطابق سمجھتا ہے۔ آیت میں مذکور لفظ ’’مَوْزُوْنٍ‘‘ کی اس کے علاوہ اور تفاسیر بھی ہیں۔[4]

---

1 ......تفسیرکبیر، الحجر، تحت الآیة: ١٩، ١٣٠/٧، جلالین، الحجر، تحت الآیة: ١٩، ص٢١٢، ملتقطاً.

2 ......انبیاء: ٣١.

3 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیة: ٣١، ٤٧٢/٥.

4 ......تفسیرکبیر، الحجر، تحت الآیة: ١٩، ١٣١/٧-١٣٢، ملخصاً.

وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے لیے اس میں روزیاں کردیں اور وہ کردیئے جنہیں تم رزق نہیں دیتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے لیے اس میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے اور وہ جاندار بنائے جنہیں تم رزق نہیں دیتے۔

﴿وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ: اور تمہارے لیے اس میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ ہم نے تمہارے لئے زمین میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے اور تمہارے لئے وہ جاندار پیدا کئے جنہیں تم رزق نہیں دیتے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ رزق دیتا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم نے تمہارے لئے اور ان جانداروں کے لئے زمین میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے جنہیں تم رزق نہیں دیتے۔ یہ دو مفہوموں پر فرق اصل میں عربی گرامر کے اعتبار سے ہے۔ آیت میں ''زندگی گزانے کے سامان'' سے کھانے، پینے اور پہننے کی وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن کی دنیوی زندگی پوری ہونے تک انسان کو ضرورت ہے۔ اور ''جنہیں تم رزق نہیں دیتے'' میں اہل وعیال، لونڈی غلام، خدمت گار، چوپائے اور حشرات الارض داخل ہیں، ان کے بارے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ انہیں رزق دیتے ہیں، یہ لوگوں کی غلط فہمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اِنہیں اور اُنہیں سب کو رزق دیتا ہے۔ (1)

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىٕنُهٗ٘ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم اسے ایک معلوم اندازے سے ہی اتارتے ہیں۔

---

1 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ۲۰، ص ۵۸۰، خازن، الحجر، تحت الآية: ۲۰، ۳/۹۹، ملتقطاً.

﴿وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىٕنُهٗ: اور ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں۔﴾ اس آیت میں شے سے مراد ہر وہ چیز ہے جو ممکن ہو اور خزانے سے مراد قدرت اور اختیار ہے۔ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تمام مُمکنات اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل اور اس کی مِلک میں ہیں، وہ انہیں جیسے چاہے عدم سے وجود میں لے آئے اور ممکنات میں سے جس چیز کو اللہ تعالیٰ وجود عطا فرماتا ہے اسے اپنی حکمت اور مَشِیَّت کے تقاضے کے مطابق مُعَیَّن مقدار کے ساتھ وجود عطا فرماتا ہے۔ (1)

وَ اَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہوائیں بھیجیں بادلوں کو بارور کرنے والیاں تو ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر وہ تمہیں پینے کو دیا اور تم کچھ اس کے خزانچی نہیں۔ اور بیشک ہم ہی جلائیں اور ہم ہی ماریں اور ہم ہی وارث ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ہوائیں بھیجیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں تو ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے وہ تمہیں پینے کو دیا اور تم اس کے خزانچی نہیں ہو۔ اور بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔

﴿وَ اَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ: اور ہم نے ہوائیں بھیجیں۔﴾ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بادلوں میں پانی پیدا کرنے اور ان سے بارش نازل کر کے تمہیں سیراب کرنے پر صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے، اس کے سوا اور کسی کو یہ قدرت حاصل نہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور بندوں کے عاجز ہونے پر عظیم دلیل ہے۔ (2)

﴿وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ: اور بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں۔﴾ یعنی مخلوق کو زندگی اور موت عطا کرنا صرف ہمارے ہی دستِ قدرت میں ہیں اور تمام مخلوق فنا ہونے والی ہے اور ہم ہی باقی رہنے والے ہیں اور مُلک کی ملکیت کا دعویٰ کرنے والوں کی ملکیت ضائع ہو جائے گی اور سب مالکوں کا مالک یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ باقی رہے گا۔ (3)

1 ......ابو سعود، الحجر، تحت الآية: ٢١، ٣/٢٢٠، تفسير كبير، الحجر، تحت الآية: ٢١، ٧/١٣٤، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ٢٢، ص ٥٨٠، ملخصاً.

3 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٢٣، ٣/١٠٠.

وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ (۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہمیں معلوم ہیں جو تم میں آگے بڑھے اور بیشک ہمیں معلوم ہیں جو تم میں پیچھے رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم تم میں سے آگے بڑھنے والوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم تم میں سے پیچھے رہنے والوں کو بھی جانتے ہیں۔

﴿وَ لَقَدْ عَلِمْنَا: اور بیشک ہم جانتے ہیں۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما دیا ہے اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں ابھی پیدا نہیں فرمایا۔ امام مجاہد رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے مراد سابقہ امتیں ہیں اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت مراد ہے۔ حسن رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں سبقت کرنے والے ہیں اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان کاموں میں (سستی کی وجہ سے) پیچھے رہ جانے والے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک روایت یہ ہے کہ اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو صفِ اوّل میں نماز کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھنے والے ہیں اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے ہیں۔ **شانِ نزول:** حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک مرتبہ جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کی صفِ اول کے فضائل بیان فرمائے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم صفِ اول حاصل کرنے کی بہت کوشش کرنے لگے اور ان کا ازدحام ہونے لگا اور جن حضرات کے مکان مسجد شریف سے دور تھے وہ اپنے مکان بیچ کر مسجد کے قریب مکان خریدنے پر آمادہ ہو گئے تاکہ صفِ اول میں جگہ ملنے سے کبھی محروم نہ ہوں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور انہیں تسلی دی گئی کہ ثواب نیتوں پر ہے اور اللہ تعالیٰ اگلوں کو بھی جانتا ہے اور جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گئے ہیں اُن کو بھی جانتا ہے اور اُن کی نیتوں سے بھی خبردار ہے اور اس پر کچھ مخفی نہیں۔ (1)

1 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۲۴، ۳/۱۰۰، ملخصاً۔

پہلی صف میں نماز پڑھنے کے فضائل

اس آیت کے شانِ نزول سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اتنا جذبہ اور شوق رکھتے تھے کہ پہلی صف کی فضیلت حاصل کرنے کی خاطر اپنے مکانات تک بیچنے پر آمادہ ہوگئے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کی پہلی صف کی بہت فضیلت ہے۔ ترغیب کے لئے ہم یہاں پہلی صف میں نماز پڑھنے کے فضائل پر مشتمل 4 اَحادیث ذکر کرتے ہیں۔

(1)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور پہلی صف میں بیٹھنے کا کتنا اجر ہے اور انہیں قرعہ اندازی کرنے کے سوا ان کاموں کا موقع نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے۔[1]

(2)......حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بے شک پہلی صف فرشتوں کی صف کے مثل ہے اور اگر تم جانتے کہ اس کی فضیلت کیا ہے تو اس کی طرف سبقت کرتے۔[2]

(3)......حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے فرشتے صفِ اوّل پر درود بھیجتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کی: اور دوسری صف پر۔ ارشاد فرمایا: ’’اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے فرشتے صفِ اوّل پر درود بھیجتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کی: اور دوسری پر۔ ارشاد فرمایا: ’’اور دوسری پر (بھی)۔[3]

(4)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ہمیشہ صفِ اوّل سے لوگ پیچھے ہوتے رہیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں (اپنی رحمت سے) مُؤخّر کر کے نار میں ڈال دے گا۔[4]

اللہ تعالیٰ ہمیں پہلی صف میں پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

1......بخاری، کتاب الشهادات، باب القرعة فی المشكلات، ٢/٢٠٨، الحدیث: ٢٦٨٩.

2......ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب فی فضل صلاة الجماعة، ١/٢٣٠، الحدیث: ٥٥٤.

3......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی امامة الباهلی... الخ، ٨/٢٩٥، الحدیث: ٢٢٣٢٦.

4......ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب صفّ النساء و كراهية التأخّر عن الصف الاول، ١/٢٦٩، الحدیث: ٦٧٩.

وَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہارا رب ہی انہیں قیامت میں اٹھائے گا بیشک وہی علم وحکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہارا رب ہی تمہیں اٹھائے گا بیشک وہی علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿ وَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ: اور بیشک تمہارا رب ہی تمہیں اٹھائے گا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ سب لوگوں پر موت طاری فرمائے گا پھر اوّلین وآخرین سب لوگوں کو قیامت میں اسی حال پر اٹھائے گا جس پر وہ مرے ہوں گے۔[1] حدیث پاک میں بھی یہ چیز بیان کی گئی ہے چنانچہ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہر بندہ اسی حال پر اٹھایا جائے گا جس پر اسے موت آئی ہوگی۔[2]

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ ج

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو اصل میں ایک سیاہ بودار گارا تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے انسان کو خشک بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو ایسے سیاہ گارے کی تھی جس سے بُو آتی تھی۔

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ: اور بیشک ہم نے انسان بنایا۔﴾ اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش کی کیفیت کا ذکر قرآنِ پاک کی متعدد آیات میں مختلف سے انداز کیا گیا ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو زمین سے ایک مشت خاک لی، پھر اس مٹی کو پانی سے تر کیا، یہاں تک کہ وہ سیاہ گارا ہوگئی اور اُس میں بو پیدا ہوئی، پھر اس سیاہ رنگ اور بو والی مٹی سے انسان کی صورت بنائی، جب وہ سوکھ کر خشک ہوگئی تو جس وقت ہوا اس میں سے گزرتی تو وہ بجتی اور اس میں آواز

---

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٢٥، ٣/١٠٠.

2 ......مسلم، كتاب الجنّة وصفة نعيمها واهلها، باب الامر بحسن الظنّ باللّٰه تعالى عند الموت: ص١٥٣٨، الحديث: ٨٣ (٢٨٧٨).

پیدا ہوتی۔ جب سورج کی تپش سے وہ پختہ ہوگئی تو اس میں روح پھونکی اور وہ انسان بن گیا۔[1]

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جن کو اس سے پہلے بنایا بے دھوئیں کی آگ سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس سے پہلے جن کو بغیر دھویں والی آگ سے پیدا کیا۔

﴿وَالْجَآنَّ: اور جن کو۔﴾ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں اس آیت میں ''اَلْجَآنَّ'' سے ابلیس مراد ہے۔ یہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے پیدا گیا، جب ابلیس کے بعد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش ہوئی تو ابلیس نے اللہ تعالٰی کی طرف سے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ملنے والے مقام ومرتبہ کی بنا پر ان سے حسد کیا اور کہا میں آگ سے بنا ہوں اور یہ مٹی سے۔[2]

نوٹ: یاد رہے کہ ''اَلْجَآنَّ'' سے متعلق مفسرین کے اور بھی اَقوال ہیں۔

﴿مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ: بغیر دھویں والی آگ سے۔﴾ یعنی ابلیس کو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے اس آگ سے پیدا کیا جس میں دھواں نہیں ہوتا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں بجتی مٹی سے جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا

---

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٢٦، ٣/١٠٠-١٠١، ملخصاً.

2 ......تفسير طبرى، الحجر، تحت الآية: ٢٦، ٧/٥١٣.

کرنے والا ہوں جو مٹی بدبودار سیاہ گارے کی ہے۔

﴿ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی پیدائش کا ذکر فرمایا اوران آیات سے اللہ تعالیٰ ان کی پیدائش کا واقعہ بیان فرما رہا ہے۔[1]

نوٹ: یادرہے کہ ان آیات میں مذکور واقعہ سورۂ بقرہ اور سورۂ اَعراف میں گزر چکا ہے، اس کے علاوہ اور سورتوں میں بھی اس واقعے کا بیان موجود ہے۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک لوں تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح اس میں پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر جانا۔

﴿ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ: اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح اس میں پھونک دوں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی روح کو اپنی طرف ان کی عزت وتکریم کے طور پر منسوب فرمایا، جیسے کہا جاتا ہے: بیتُ اللّٰہ، ناقۃُ اللّٰہ، عبداللّٰہ۔[2]

نوٹ: روح سے متعلق کلام سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر **85** میں مذکور ہے۔

﴿ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ: تو اس کے لیے سجدے میں گر جانا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو سجدہ کریں۔ یہ سجدہ تعظیمی تھا عبادت کا سجدہ نہیں تھا۔[3]

1 ......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیۃ: ۲۸، ۱۳۹/۷۔

2 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۲۹، ۱۰۱/۳۔

3 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۲۹، ۱۰۱/۳۔

سجدۂ تعظیمی کو جائز ثابت کرنے والوں کا رد

یادرہے کہ یہ آیت اوراس سے اگلی آیت اس امت کے لوگوں کے لئے سجدۂ تعظیمی کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی، چنانچہ جولوگ سجدۂ تعظیمی کوحضرت آدم اور حضرت یوسف عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت کا حکم بتا کراس کا جائز ہونا ثابت کرتے ہیں، ان کا رد کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''سرے سے اس کا آدم یا یوسف یا کسی نبی عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت ہونے ہی کا ثبوت دے، اور ہرگز نہ دے سکے گا، آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی آفرینش سے پہلے رب عَزَّوَجَلَّ نے یہ حکم ملائکہ کو دیا تھا:

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ''جب میں اسے ٹھیک بنالوں اوراس میں اپنی طرف کی روح پھونک دوں اس وقت تم اس کے لیے سجدہ میں گرنا۔''

تو اس وقت نہ کوئی نبی تشریف لایا تھا نہ کوئی شریعت اتری۔ ملائکہ و بشر کے احکام جدا ہیں، جو حکم فرشتوں کو دیا گیا وہ شریعت مِنْ قَبْلِنَا نہیں۔ قصۂ یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اتنا ثابت کہ شریعتِ یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سجدۂ تحیت کی ممانعت نہ تھی کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فعلِ ممنوع نہیں کرتے، ممانعت نہ ہونا دونوں طرح ہوتا ہے یا تو ان کی شریعت میں اس کے جواز کا حکم ہو یہ اباحتِ شرعیہ ہوگی کہ حکمِ شرعی ہے یا ان کی شریعت میں اس کا کچھ ذکر نہ آیا ہو تو جو فعل جب تک شرع منع نہ فرمائے مباح ہے، یہ اباحتِ اصلیہ ہوگی کہ حکمِ شرعی نہیں بلکہ عدمِ حکم ہے۔ اور جب دونوں صورتیں محتمل تو ہرگز ثابت نہیں کہ شریعتِ یعقوبیہ میں اس کی نسبت کوئی حکم تھا تو شریعت مِنْ قَبْلِنَا ہونا کب ثابت، بحمدہٖ تعالیٰ شبہ کا اصل معنی ہی ساقط۔ (1)

نیز مفتی احمد یار خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''فرشتوں کا یہ سجدہ آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی شریعت کا حکم نہ تھا کیونکہ ابھی آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی شریعت آئی ہی نہ تھی، نیز اَحکامِ شرعیہ انسانوں کے لئے ہوتے ہیں نہ کہ فرشتوں کے لئے، نیز صرف ایک بار ہی فرشتوں نے یہ سجدہ کیا ہر دفعہ سجدہ نہ ہوا، لہٰذا اس آیت سے سجدۂ تعظیمی کے جواز پر دلیل پکڑنا جائز نہیں۔ (2)

نوٹ: سجدۂ تعظیمی کی حرمت سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ

1 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۲/۵۲۰۔

2 ......نور العرفان، الحجر، تحت الآیۃ: ۲۹، ص۴۱۹-۴۲۰۔

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا فتاویٰ رضویہ کی 22ویں جلد میں موجود تحقیقی رسالہ ''اَلزُّبْدَۃُ الزَّکِیَّۃُ فِیْ تَحْرِیْمِ سُجُوْدِ التَّحِیَّۃ'' (غیرُ اللہ کیلئے سجدۂ تعظیمی کے حرام ہونے کا بیان) کا مطالعہ فرمائیں، اس رسالے میں اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے قرآنِ کریم کی آیات، 40 اَحادیث، بیسیوں فقہی نصوص اور علماء واولیاء کے اجماع سے سجدۂ تعظیمی حرام ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓىٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ اَبٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گرے۔ سوا ابلیس کے اس نے سجدہ والوں کا ساتھ نہ مانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گر گئے۔ سوائے ابلیس کے، اس نے سجدہ والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کردیا۔

﴿فَسَجَدَ: تو سجدے میں گر گئے۔﴾ یعنی جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق مکمل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان میں روح ڈال دی تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب ایک ساتھ سجدے میں گر گئے۔ [1]

فرشتوں نے کسے سجدہ کیا؟

فرشتوں کے اس سجدے سے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اعزاز کے لئے منہ ان کی طرف تھا جیسے کعبہ کو منہ کرنے میں ہے (کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے کیا جاتا ہے اور منہ کعبہ شریف کی طرف ہوتا ہے) اور بعض علماء نے فرمایا کہ یہ سجدہ تعظیم وتکریم کے طور پر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ہی تھا۔ [2]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس سے متعلق بڑی پیاری بات ارشاد فرمائی ہے کہ ''یہ سجدہ درحقیقت اس نور کی تعظیم کے لئے تھا جو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مبارک پیشانی میں چمک رہا تھا اور وہ سیّدُ المرسلین صَلَّی

---

1 ......ابوسعود، الحجر، تحت الآیۃ: ۳۰، ۳/۲۲۴.

2 ......رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، ۹/۶۳۲.

اللہ تعالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نور تھا۔ [1]

﴿اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ: سوائے ابلیس کے۔﴾ یعنی جب اللہ تعالٰی نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو فرشتے سجدے میں گر گئے لیکن ابلیس نے ان سجدہ کرنے والے فرشتوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا اور حضرت آدم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ نہ کیا۔ [2]

قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا لَکَ اَلَّا تَکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمۡ اَکُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں سے الگ رہا۔ بولا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا جو سیاہ بودار گارے سے تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا۔ اس نے کہا: میرے لائق نہیں کہ میں کسی انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو سیاہ بدبودار گارے سے تھی۔

﴿قَالَ: ابلیس نے کہا۔﴾ اس کلام سے ابلیس کی مراد یہ تھی کہ وہ حضرت آدم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے افضل ہے، کیونکہ حضرت آدم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اصل مٹی ہے اور ابلیس کی اصل آگ ہے اور (اس کے خیال میں) آگ چونکہ مٹی سے افضل ہے اس لئے ابلیس نے اپنے گمان میں خود کو حضرت آدم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے افضل سمجھا لیکن وہ خبیث یہ بات بھول گیا تھا کہ افضل تو وہی ہے جسے اللہ تعالٰی فضیلت عطا کرے۔ [3]

شیطان کے تین گناہ اور ان کا انجام

حضرت آدم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ نہ کرنے اور اس کی وجہ بیان کرنے میں شیطان نے تین گناہوں کا ارتکاب کیا۔ **(1)** اللہ تعالٰی کے حکم کی مخالفت کی۔ **(2)** بارگاہِ الٰہی کی مقرب ہستیوں کی جماعت سے جدا راستہ اختیار کیا۔ **(3)**

---

1 ......روح البيان، الحجر، تحت الآية: ۳۰، ٤/٤٦٢.

2 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ۳۱، ۳/۱۰۱-۱۰۲، ملخصاً.

3 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ۳۳، ۳/۱۰۲.

حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے خود کو افضل بتا کر تکبر کیا۔ ان تین گناہوں کا انجام یہ ہوا کہ ابلیس کی ہزاروں برس کی عبادت وریاضت برباد ہوگئی، فرشتوں کا استاد ہونے کی عظمت چھن گئی، اسے بارگاہِ الٰہی سے مردود ورسوا کر کے نکال دیا گیا، قیامت تک کے لئے اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلنے کی سزا دے دی گئی۔ شیطان کے گناہوں اور اس کے عبرت ناک انجام کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ عمومی طور پر تمام گناہوں اور خاص طور پر ان تین گناہوں سے بچے اور اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتا رہے۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کا حال سنئے، چنانچہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا کہ (ابلیس کے انجام سے عبرت گیر ہوکر) کعبۂ مشرفہ کے پردہ سے لپٹ کر نہایت گریہ وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کر رہے ہیں، ''**اِلٰھِیْ لَا تُغَیِّرْ اِسْمِیْ وَلَا تُبَدِّلْ جِسْمِیْ**۔ یعنی اے میرے اللہ! کہیں میرا نام نیکوں کی فہرست سے نہ نکال دینا اور کہیں میرا جسم اہلِ عطا کے زُمرہ سے نکال کر اہلِ عتاب کے گروہ میں شامل نہ فرما دینا۔''[1] جب گناہوں سے معصوم اور بارگاہِ الٰہی کے مقرب ترین فرشتے کے خوف کا یہ حال ہے تو گناہوں میں لتھڑے ہوئے مسلمان کو تو کہیں زیادہ ڈرنا اور اپنے انجام کے بارے میں فکر مند ہونا چاہئے۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّ اِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے۔ اور بیشک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔ بولا اے میرے رب تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ وہ اٹھائے جائیں۔ فرمایا تو ان میں ہے جن کو اس معلوم وقت کے دن تک مہلت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: تو جنت سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے۔ اور بیشک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔ اس

[1] ......منهاج العابدين، العقبة الخامسة، اصول سلوك طريق الخوف والرجاء، الاصل الثانی، ص ۱۶۰.

نے کہا: اے میرے رب! تو مجھے اس دن تک مہلت دیدے جب لوگ اٹھائے جائیں۔ اللہ نے فرمایا: پس بیشک تو ان میں سے ہے جن کو معین وقت کے دن تک مہلت دی گئی ہے۔

﴿ وَ اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ: اور بیشک تجھ پر لعنت ہے۔﴾ یعنی قیامت تک آسمان وزمین والے تجھ پر لعنت کریں گے اور جب قیامت کا دن آئے گا تو اس لعنت کے ساتھ ہمیشگی کے عذاب میں گرفتار کیا جائے گا جس سے کبھی رہائی نہ ہوگی۔ [1]

﴿قَالَ: اس نے کہا۔﴾ اپنے مردود اور لعنتی ہونے کے بارے میں سن کر شیطان نے کہا کہ اے میرے رب! مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے دے۔ قیامت کے دن تک مہلت مانگنے سے شیطان کا مطلب یہ تھا کہ وہ کبھی نہ مرے کیونکہ قیامت کے بعد کوئی نہ مرے گا اور قیامت تک کی اُس نے مہلت مانگ ہی لی لیکن اس کی اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح قبول کیا کہ اس سے فرمایا: بیشک تو ان میں سے ہے جن کو اس معین وقت کے دن تک مہلت دی گئی ہے جس میں تمام مخلوق مرجائے گی اور وہ وقت پہلے نَفخہ کا ہے تو شیطان کے مردہ رہنے کی مدت پہلے نَفخہ سے دوسرے نَفخہ تک چالیس برس ہے اور اس کو اس قدر مہلت دینا اس کے اکرام کے لئے نہیں بلکہ اس کی بلا، شَقاوت اور عذاب کی زیادتی کے لئے ہے۔ [2]

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اے رب میرے قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں انہیں زمین میں بھلاوے دوں گا اور ضرور میں ان سب کو بے راہ کردوں گا۔ مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے کہا: اے رب میرے! مجھے اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور زمین میں لوگوں کیلئے (نافرمانی) خوشنما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ سوائے اُن کے جو ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ۳۵، ۳/ ۱۰۲.

2 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ۳۶-۳۷، ۳/ ۱۰۲، ملخصاً.

﴿قَالَ: ابلیس نے کہا۔﴾ جب ابلیس کو معلوم ہوا کہ وہ کفر کی حالت میں مرے گا اور اس کی کبھی بخشش نہ ہوگی تو اس نے مخلوق کو کفر میں مبتلا کرکے گمراہ کردینے کی حرص کی اور کہا ''اے میرے رب! مجھے اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور زمین میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد کیلئے دنیا کی محبت اور تیری نافرمانی کو خوشنما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کے دِلوں میں وسوسہ ڈال کر گمراہ کردوں گا، البتہ تیرے برگزیدہ بندوں پر میرا وسوسہ اور مکر نہ چلے گا۔ (1)

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا یہ راستہ سیدھا میری طرف آتا ہے۔ بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوا ان گمراہوں کے جو تیرا ساتھ دیں۔ اور بیشک جہنم ان سب کا وعدہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: یہ میری طرف آنے والا سیدھا راستہ ہے۔ بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوائے ان گمراہوں کے جو تیرے پیچھے چلیں۔ اور بیشک جہنم ان سب کا وعدہ ہے۔

﴿قَالَ: اللہ نے فرمایا۔﴾ مفسرین نے اس آیت کے مختلف معنی بیان فرمائے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ''یہ راستہ اپنے اوپر چلنے والے کو سیدھا چلاتا ہے یہاں تک کہ اس پر چل کر وہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ دلائل کے ساتھ لوگوں کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنا ہمارے ذمے ہے۔ (2)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اخلاص مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے۔ (3)

❶......خازن، الحجر، تحت الآية: ٣٩-٤٠، ١٠٢/٣، صاوى، الحجر، تحت الآية: ٣٩-٤٠، ١٠٤٣/٣، ملتقطاً.

❷......قرطبى، الحجر، تحت الآية: ٤١، ٢١/٥، الجزء العاشر.

❸......تفسير كبير، الحجر، تحت الآية: ٤١، ١٤٥/٧.

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس آیت کا یہ معنی بیان فرمایا کہ'' چنے ہوئے بندوں کا ابلیس کے بہکاوے سے بچ جانا وہ راستہ ہے جو سیدھا اللہ تعالٰی تک پہنچا دیتا ہے۔ [1]

﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ: بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔﴾ ابلیس نے جو یہ کہا کہ ''میں ضرور زمین میں ان (یعنی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد) کیلئے (دنیا کی محبت اور تیری نافرمانی کو) خوشنما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کردوں گا سوائے اُن کے جو اِن میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں'' اس کا مطلب بھی یہ نہیں کہ ابلیس انہیں جبری طور پر یا زبردستی اپنا پیروکار بنالے گا بلکہ مراد یہ ہے کہ لوگ خود اپنے اختیار سے اس کی پیروی کریں گے۔ اسی وجہ سے دوسری آیت میں وضاحت ہے کہ قیامت کے دن ابلیس کہے گا۔

وَمَا كَانَ لِیَ عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجھے تم پر کوئی زبردستی نہیں تھی مگر یہی کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میری مان لی۔

﴿وَ اِنَّ جَهَنَّمَ: اور بیشک جہنم۔﴾ یعنی بے شک جہنم ابلیس، اس کی پیروی کرنے والوں اور اس کے گروہوں، سب کے عذاب کے وعدے کی جگہ ہے۔ [3]

نوٹ: یاد رہے کہ کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جو گناہ گار مومن جہنم میں گئے تو وہ عارضی طور پر وہاں رہیں گے۔

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ۠ ﴿۴۴﴾

ع ۳

ترجمۂ کنزالایمان: اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک ایک حصہ تقسیم کیا ہوا ہے۔

﴿لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ: اس کے سات دروازے ہیں۔﴾ جہنم کے سات طبقے ہیں، ان طبقات کو دَرَکات بھی کہتے ہیں اور ہر طبقے کا ایک دروازہ ہے۔ پہلا طبقہ جہنم، دوسرا طبقہ لَظٰی، تیسرا طبقہ حُطَمَہ، چوتھا طبقہ سعیر، پانچواں طبقہ سَقَر، چھٹا طبقہ

1 ......روح البیان، الحجر، تحت الآیة: ٤١، ٤/٤٦٩.

2 ......ابراهیم: ٢٢.

3 ......خازن، الحجر، تحت الآیة: ٤٣، ٣/١٠٣.

جحیم، ساتواں طبقہ ہاوِیہ ہے۔[1]

﴿لِكُلِّ بَابٍ: ہر دروازے کیلئے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی پیروی کرنے والوں کو سات حصوں میں تقسیم فرما دیا ہے، ان میں سے ہر ایک کے لئے جہنم کا ایک طبقہ مُعَیَّن ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر کے مَراتب چونکہ مختلف ہیں اس لئے جہنم میں بھی ان کے مرتبے مختلف ہوں گے۔[2]

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ڈر والے باغوں اور چشموں میں ہیں۔ ان میں داخل ہو سلامتی کے ساتھ امان میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ (حکم ہوگا) ان میں سلامتی کے ساتھ امن و امان سے داخل ہو جاؤ۔

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ: بیشک متقی لوگ۔﴾ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو کفر و شرک سے باز رہے اور ایمان لائے اگرچہ گناہگار ہوں، گناہگار مومنین کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مَشِیّت پر مَوقوف ہے وہ چاہے تو انہیں ایک مدت تک عذاب میں مبتلا کر دے، پھر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت کے صدقے انہیں معاف فرما دے اور اگر چاہے تو انہیں عذاب ہی نہ دے۔[3]

﴿اُدْخُلُوْهَا: ان میں داخل ہو جاؤ۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے جنت کے دروازوں پر پہنچیں گے تو ان سے کہا جائے گا اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب جنتی جنت میں ایک جگہ سے دوسری جنت کی طرف متوجہ ہوں گے تو فرشتوں کی زبانی ان سے کہا جائے گا ''تم سلامتی اور امن و امان کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، نہ یہاں سے نکالے جاؤ گے نہ تمہیں یہاں موت آئے گی نہ تم پر کوئی آفت رونما ہوگی، نہ یہاں کوئی خوف اور پریشانی ہوگی۔[4]

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٤٤، ١٠٣/٣.

2 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٤٤، ١٠٣/٣.

3 ......صاوی، الحجر، تحت الآية: ٤٥، ١٠٤٣/٣.

4 ......روح البيان، الحجر، تحت الآية: ٤٦، ٤٧١/٤، مدارك، الحجر، تحت الآية: ٤٦، ص٥٨٢، خازن، الحجر، تحت الآية: ٤٦، ١٠٣/٣، ملتقطاً.

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۷﴾ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لیے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے۔ نہ انہیں اس میں کچھ تکلیف پہنچے نہ وہ اس میں سے نکالے جائیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم ان کے سینوں میں موجود کینہ کھینچ لیں گے، وہ آپس میں بھائی بھائی ہوں گے، وہ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ انہیں جنت میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہی وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔

﴿وَنَزَعْنَا: اور ہم کھینچ لیں گے۔﴾ یعنی دنیا میں اگر ان ڈرنے والوں میں سے کسی کے دل میں دوسرے کے بارے میں کچھ کینہ ہوگا تو جنت میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ اسے ان کے دلوں سے نکال دے گا اور اُن کے نُفوس کو بغض، حسد، عناد اور عداوت وغیرہ مذموم خصلتوں سے پاک کر دے گا اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے اور میل جول رکھنے میں اس طرح ہوں گے جیسے سگے بھائی ہوتے ہیں۔

﴿عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ: وہ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔﴾ اس کا ایک تو واضح مفہوم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے جنت میں تختوں پر بیٹھے ہوں گے اور مجلس کا لطف اٹھائیں گے اور ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب جنتی ایک جگہ جمع ہو کر ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے اور فارغ ہونے کے بعد واپس لوٹنے کا ارادہ کریں گے تو ان میں سے ہر ایک کا تخت اس طرح گھوم جائے گا کہ اس پر سوار جنتی کا چہرہ اپنے ساتھی کے چہرے کے سامنے ہوگا اور اس کی پشت اس طرف ہوگی جدھر تخت اسے لے جا رہا ہوگا۔ اس میں اُنسیت اور تعظیم زیادہ ہے۔[1]

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴿۵۰﴾

1 ......جمل، الحجر، تحت الآیة: ٤٧، ٤/١٨٦.

ترجمۂ کنزُالایمان: خبر دو میرے بندوں کو کہ بیشک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان۔ اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میرے بندوں کو خبر دو کہ بیشک میں ہی بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور بیشک میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔

﴿ نَبِّئْ عِبَادِیْ: میرے بندوں کو خبر دو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو گناہ کرنے سے ڈرایا گیا اور جو گناہ ہو چکے ان سے توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ میرے بندوں کو بتا دیں کہ جب وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں تو میں ہی ان کے گناہوں پر پردہ ڈال کر ان گناہوں کے سبب ہونے والی رسوائی اور عذاب سے انہیں بچاتا ہوں اور گناہوں سے توبہ کرنے کے بعد انہیں عذاب نہ دے کر ان پر رحم فرماتا ہوں اور میرے بندوں کو یہ بھی بتا دیں کہ میرا عذاب ان کے لئے ہے جو اپنے گناہوں پر قائم رہیں اور ان سے توبہ نہ کریں۔ میرا عذاب اتنا دردناک ہے کہ اس جیسا دردناک کوئی عذاب ہو ہی نہیں سکتا۔ (1)

امید اور خوف کے درمیان رہنا چاہئے

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت سے یہ معلوم ہوا کہ بندوں کو امید اور خوف کے درمیان رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت دیکھ کر گناہوں پر بے باک ہوں نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شدت دیکھ کر اس کی رحمت سے مایوس ہوں۔ اسی سے متعلق صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس روز اللہ تعالیٰ نے رحمت کو پیدا فرمایا تو اس کے سو حصے کئے اور 99 حصے اپنے پاس رکھ کر ایک حصہ مخلوق کے لئے بھیج دیا۔ اگر کافر بھی یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنی رحمت ہے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو اور اگر مومن یہ جان جائے کہ اس کے پاس کتنا عذاب ہے تو جہنم سے وہ بھی بے خوف نہ ہو۔ (2) اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اگر مومن جان

(1) ......تفسیر طبری، الحجر، تحت الآیۃ: ٤٩-٥٠، ٧/٥٢١-٥٢٢.

(2) ......بخاری، کتاب الرقاق، باب الرجاء مع الخوف، ٤/٢٣٩، الحدیث: ٦٤٦٩.

لیتا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنا عذاب ہے تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ رکھتا اور اگر کافر جان لیتا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنی رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہوتا۔[1]

یہاں امید اور خوف کے درمیان رہنے کی ایک بہترین صورت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ''اگر آسمان سے کوئی اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے کہ ''اے لوگو! تم سب کے سب جنت میں داخل ہو جاؤ گے لیکن ایک شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ تو میں اس بات سے ضرور ڈروں گا کہ کہیں وہ شخص میں ہی نہ ہوں، اور اگر اعلان کرنے والا یہ کہے کہ اے لوگو! تم سب جہنم میں جاؤ گے البتہ ایک شخص جہنم میں نہیں جائے گا۔ تو میں ضرور یہ امید رکھوں گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔[2]

سورۂ حجر کی آیت نمبر 49 اور 50 سے حاصل ہونے والی معلومات

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ان آیات کے تحت چند نکات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

(1)......اللہ تعالیٰ نے بندوں کی نسبت اپنی ذات کی طرف کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میرے بندوں کو خبر دو'' اس میں بندوں کی عزت افزائی ہے اور جس نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے تو وہ اس عزت و تعظیم میں داخل ہے۔

(2)......جب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و مغفرت کا ذکر کیا تو اسے بڑی تاکید کے ساتھ بیان کیا اور جب عذاب کا ذکر کیا تو اسے خبر دینے کے انداز میں بیان کیا (نیز اپنی رحمت و مغفرت کا ذکر پہلے اور عذاب کا ذکر بعد میں فرمایا) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اس کے غضب و عذاب پر سبقت رکھتی ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ وہ اس کے بندوں تک میری رحمت و مغفرت اور عذاب کی بات پہنچا دیں تو گویا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت و مغفرت کا اِلتزام فرمانے میں اپنی ذات پر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو گواہ بنایا۔[3]

یہی نِکات امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بھی تفسیر کبیر میں بیان فرمائے ہیں، اسی مقام پر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مزید فرماتے ہیں کہ ''نَبِّئْ عِبَادِیْ'' کا معنی ہے کہ ہر اس شخص کو خبر دے دیں جو میرا بندہ ہونے کا

1 ......مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللّٰہ تعالی وانّھا سبقت غضبہ، ص١٤٧٢، الحدیث: ٢٣(٢٧٥٥).

2 ......حلیۃ الاولیاء، ذکر الصحابۃ من المھاجرین، عمر بن الخطاب، ٨٩/١، روایت نمبر: ١٤٢.

3 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ٥٠، ١٠٤/٣.

اعتراف کرتا ہے۔'' اس میں جس طرح اطاعت گزار مومن داخل ہے اسی طرح گناہگار مومن بھی اس میں داخل ہے اور یہ سب باتیں اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت (اس کے غضب پر) غالب ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اس کے غضب پر غالب ہونے کا ذکر کثیر اَحادیث میں صراحت کے ساتھ بھی موجود ہے، چنانچہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا فرما چکا تو لوحِ محفوظ میں جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے، لکھ لیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آ گئی ہے۔[2]

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے'' میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے۔[3] دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غضب سے محفوظ فرمائے اور اپنی رحمت سے ہمیں بھی حصہ عطا فرمائے، امین۔

﴿وَ اَنَّ عَذَابِیْ: اور بیشک میرا عذاب۔﴾ یاد رہے کہ جو کفر کی حالت میں مرا وہ تو جہنم کے دردناک عذاب میں ہمیشہ کے لئے مبتلا ہو گا البتہ جو گناہگار مسلمان اپنے گناہوں سے توبہ کئے بغیر انتقال کر گیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر موقوف ہے کہ وہ چاہے تو اُسے گناہوں کی سزا دے یا چاہے تو اپنی رحمت سے اس کے تمام گناہ بخش دے اور اسے جنت عطا فرما دے۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہونے کے اَسباب

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ جس طرح بہت سے اسباب ایسے ہیں جن سے بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت حاصل ہوتی ہے اسی طرح بہت سے اسباب ایسے بھی ہیں جن سے بندہ اللہ تعالیٰ کے شدید اور دردناک عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے، ان میں سے 6 اَسباب یہاں ذکر کئے جاتے ہیں، ان اسباب میں کئی جگہ قدرِ مُشترک بھی ہے لیکن اپنے ظاہر کے اعتبار سے جدا جدا ہیں۔

---

1 ......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیۃ: ۴۹، ۷/۱۴۹.

2 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللّٰہ تعالی: وهو الذی يبدأ الخلق...الخ، ۲/۳۷۵، الحدیث: ۳۱۹۴.

3 ......مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللّٰہ تعالی وانّها سبقت غضبه، ص۱۴۷۱، الحدیث: ۱۵(۲۷۵۱).

(1)......کفر کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ٘ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس جو لوگ کافر ہیں تو میں انہیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب دوں گا اوران کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

(2)......اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قیامت کے دن تم اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کو دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا متکبروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے؟

(3)......منافقت اختیار کرنا۔ چنانچہ منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ؕ﴿۹﴾ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ لوگ اللہ کو اور ایمان والوں کو فریب دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ صرف اپنے آپ کو فریب دے رہے ہیں اور انہیں شعور نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری میں اور اضافہ کر دیا اور ان کے لئے ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے دردناک عذاب ہے۔

(4)......اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کی نافرمانی کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ﴿۹﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۛۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور انہیں برا عذاب دیا۔ تو انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام گھاٹا ہوا۔ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ سے ڈرو اے عقل والو جو ایمان لائے ہو۔

(5)......اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں تکبر کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

---

(1)......اٰل عمران:٥٦۔ (2)......زمر:٦٠۔ (3)......بقرہ:٩-١٠۔ (4)......طلاق:٨-١٠۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں جائیں گے۔

(6)......مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کررکھا ہے۔

وقف لازم

وَ نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَۘ(۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں احوال سناؤ ابراہیم کے مہمانوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا احوال سناؤ۔

﴿وَ نَبِّئْهُمْ: اور انہیں احوال سناؤ۔﴾ اس سورت میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر دلائل دیئے، اس کے بعد توحید پر دلائل ذکر فرمائے، پھر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق اور اس سے متعلق واقعات بیان فرمائے، پھر سعادت مندوں اور بدبختوں کے احوال بیان کئے اور اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے تاکہ ان واقعات کو سن کر لوگ عبرت حاصل کریں اور ان میں عبادت کا ذوق وشوق پیدا ہو۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان فرمایا، پھر حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ، پھر حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ اور آخر میں حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان فرمایا۔ چاروں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات یہاں اِختصار کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، ان واقعات

[1]......مومن: ۶۰.
[2]......النساء: ۹۳.

کی تفصیل سورۂ ہود میں موجود ہے۔[1]

﴿عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ: ابراہیم کے مہمانوں کا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے بندوں کو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مہمانوں کا احوال سنائیں جنہیں ہم نے اس لئے بھیجا تھا کہ وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بیٹے کی بشارت دیں اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کو ہلاک کریں تاکہ میرے بندے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر آنے والے عذاب، اللّٰہ تعالیٰ کی ناراضی اور مجرموں سے لئے گئے انتقام کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور انہیں یقین ہو جائے کہ اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب ہی سب سے سخت ہے۔[2] یاد رہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مہمان کئی فرشتے تھے اور ان میں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام بھی تھے۔[3]

اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب وہ اس کے پاس آئے تو بولے سلام کہا ہمیں تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب وہ اس کے پاس آئے تو کہنے لگے: ''سلام'' ابراہیم نے فرمایا: ہم تم سے ڈر رہے ہیں۔

﴿اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ: جب وہ اس کے پاس آئے۔﴾ یعنی فرشتے جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آئے تو انہوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سلام کیا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعظیم و توقیر کی۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا ''ہم تم سے ڈر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مہمانوں سے خوف کھانے کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ اجازت کے بغیر اور بے وقت آئے تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ مہمانوں نے ان کا پیش کردہ بھنا ہوا بچھڑا کھانے سے انکار کر دیا تھا اور اس دور میں مہمان کا کھانے سے انکار کر دینا دشمنی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔[4]

قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۵۳﴾

---

1 ......صاوی، الحجر، تحت الآیۃ: ۵۱، ۳/۱۰۴۶۔

2 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۵۱، ۳/۱۰۴، مدارک، الحجر، تحت الآیۃ: ۵۱، ۵۸۳، ملتقطاً۔

3 ......جلالین، الحجر، تحت الآیۃ: ۵۱، ص۲۱۳۔

4 ......ابو سعود، الحجر، تحت الآیۃ: ۵۲، ۳/۲۳۰، بیضاوی، الحجر، تحت الآیۃ: ۵۲، ۳/۳۷۴، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: انہوں نے کہا ڈریئے نہیں ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے عرض کیا: آپ نہ ڈریں، بیشک ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔

﴿ **اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ : بیشک ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔** ﴾ علم والے لڑکے سے مراد حضرت اسحاق عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ہیں۔[1]

فرشتوں کا علم

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے یہ معلوم تھا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور وہ علم والا اور نبی ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں میں سے جسے چاہے غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔

اولاد کو علمِ دین سکھایئے

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم بیٹا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ اس میں ہر مسلمان کے لئے نصیحت ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دین کا علم بھی سکھائے اور اس علم کو سکھانے میں اُس سے زیادہ توجہ دے جتنی دنیا کا علم سکھانے پر توجہ دیتا ہے۔ افسوس فی زمانہ مسلمان دین کا علم حاصل کی ہوئی اولاد جیسی عظیم نعمت کی قدر اور اہمیت کی طرف توجہ نہیں دیتے اور اپنے بیٹوں میں سے جسے ہوشیار و ذہین دیکھتے ہیں اسے دنیا کی تعلیم دلواتے، اس کے لئے ماہر اساتذہ اور اونچے درجے کے سکول کا انتخاب کرتے ہیں اور دن رات دنیوی علوم وفنون میں اس کی ترقی کے لئے کوششیں کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں اسے دلوائی گئی دینی تعلیم کا حال یہ ہوتا ہے کہ اسے ان عقائد کا علم نہیں ہوتا جن پر مسلمان کے دین و ایمان اور اُخروی نجات کا دار و مدار ہے، مسلمان کی اولاد ہونے کے باوجود اسے قرآنِ مجید تک صحیح پڑھنا نہیں آتا، فرض عبادات سے متعلق بنیادی باتیں نہیں جانتا، نماز روزے اور حج زکوٰۃ کی ادائیگی ٹھیک طرح نہیں کر پاتا اور یہی وجہ ہے کہ صرف دنیوی علوم وفنون میں مہارت رکھنے والے اکثر دینِ اسلام ہی سے بیزار اور اس کے بنیادی احکام پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ تو ہوشیار و ذہین بیٹے کے ساتھ طرزِ عمل ہے جبکہ اس کے برعکس جو بیٹا جسمانی معذوری یا ذہنی کمزوری کا شکار

[1] ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٥٣، ٣/١٠٤.

ہوا سے دنیا کی تعلیم دلوانے کی طرف توجہ کرنے اور اس پر اپنا مال خرچ کرنے کو بیکار اور فضول کام سمجھتے ہیں اور اسے کسی دینی مدرسے میں داخل کروا کے اپنے سر سے بوجھ اتار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے، امین۔

قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰۤی اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا کیا اس پر مجھے بشارت دیتے ہو کہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا اب کاہے پر بشارت دیتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے تو کس چیز کی بشارت دے رہے ہو؟

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ یعنی جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بیٹے کی بشارت دی تو وہ اپنے اور زوجہ کے بڑھاپے کی وجہ سے حیران ہوئے اور فرشتوں سے فرمایا ’’اتنی بڑی عمر میں اولاد ہونا عجیب وغریب ہے، ہمارے ہاں کس طرح اولاد ہوگی؟ کیا ہمیں پھر جوان کیا جائے گا یا اِسی حالت میں بیٹا عطا فرمایا جائے گا؟ (1)

تنبیہ: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ تعجب اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نہیں بلکہ عادت کے برخلاف کام ہونے پر تھا کہ عموماً بڑھاپے میں کسی کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔ (2)

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے آپ نا امید نہ ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے عرض کیا: ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے، آپ نا امید نہ ہوں۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے عرض کیا۔﴾ فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کیا ’’ہم نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کی سچی بشارت دی ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور اس کی اولاد

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٥٤، ٣/ ١٠٤، تفسیر كبیر، الحجر، تحت الآية: ٥٤، ٧/ ١٥١، ملتقطاً.

2 ......صاوی، الحجر، تحت الآية: ٥٤، ٣/ ١٠٤٦، ملخصاً.

بہت پھیلے گی ،لہٰذا آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو بیٹے کی ولادت کی امید چھوڑ چکے۔ [1]

حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ تھے

یاد رہے کہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو چکے تھے۔فرشتوں کا آپ سے یہ کہنا ''فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ'' ایسے ہی ہے جیسے حضرت لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے اپنے فرزند سے فرمایا تھا۔''یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ'' ''اے میرے بچے! شرک نہ کرنا'' جیسے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی الحال وہ شرک کر رہا تھا اسی طرح وہاں بھی یہ لازم نہیں آتا کہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فی الحال ناامید تھے۔

قَالَ وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہو مگر وہی جو گمراہ ہوئے۔ کہا پھر تمہارا کیا کام ہے اے فرشتو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ابراہیم نے کہا: گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے؟ فرمایا: اے فرشتو! تو تمہارا (ابھی آنے کا) کام کیا ہے؟

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ یعنی حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرشتوں سے فرمایا ''میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نااُمید نہیں کیونکہ رحمت سے نااُمید کافر ہوتے ہیں ہاں عالَم میں اللہ تعالیٰ کی جو سنت جاری ہے اس سے یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔ [2]

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرشتوں سے فرمایا ''اے فرشتو! اس بشارت کے سوا اور کیا کام ہے جس کے لئے تم بھیجے گئے ہو۔ [3]

قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٥٥، ٣/١٠٥، مدارك، الحجر، تحت الآية: ٥٥، ص٥٨٣، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ٥٦، ص٥٨٣.

3 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٥٧، ٣/١٠٥.

اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ مگر لوط کے گھر والے ان سب کو ہم بچالیں گے۔ مگر اس کی عورت ہم ٹھہرا چکے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے عرض کیا: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ سوائے لوط کے گھر والوں کے (کہ) بیشک ان سب کو ہم بچالیں گے۔ سوائے اس کی بیوی کے، ہم طے کر چکے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

﴿قَالُوْۤا: انہوں نے عرض کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتوں نے عرض کی: ہم ایک مجرم قوم یعنی حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم انہیں ہلاک کر دیں البتہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے گھر والوں کو بچالیں گے کیونکہ وہ ایماندار ہیں۔ [1]

﴿اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ: سوائے لوط کے گھر والوں کے۔﴾ اس آیت میں مذکور '' اٰلَ لُوْطٍ '' میں حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سارے مُتَّبِعین داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے محبوب بندوں کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں

اس آیت میں فرشتوں نے جو یہ کہا کہ ''اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِیْنَ'' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے محبوب بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں، جیسے عذاب سے بچالینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، مگر فرشتوں نے کہا ''ان سب کو ہم بچالیں گے'' لہٰذا مسلمان یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے حکم سے عذاب سے بچائیں گے اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمیں دوزخ سے بچالیں۔

﴿اِلَّا امْرَاَتَهٗ: مگر اس کی بیوی کو۔﴾ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی کا نام واہلہ تھا اور یہ چونکہ کافرہ تھی اس لئے یہ بھی عذاب والوں میں سے ہوئی۔

[1]......جلالین، الحجر، تحت الآیۃ: ۵۸-۵۹، ص۲۱۳.

آیت ''اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَا'' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)......نیک بختی اور بد بختی کا علم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو دیا ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتے ہیں کہ کون مومن مرے گا اور کون کافر۔

(2)......اس بات کو سمجھنے سے پہلے یہ سوال وجواب پڑھئے۔ **سوال:** حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی کا پیچھے رہ جانے والوں میں طے کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، تو فرشتوں نے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی بجائے اپنی طرف کیوں کی؟ اس کے جواب میں امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''فرشتوں نے طے کرنے کی نسبت اپنی طرف اس لئے کی کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خاص مقام اور قرب حاصل ہے جیسے بادشاہ کے خاص آدمی یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس طرح تدبیر کی، ہم نے اس طرح حکم دیا حالانکہ تدبیر کرنے والا اور حکم دینے والا تو بادشاہ ہوتا ہے نہ کہ وہ لوگ ہوتے ہیں اور اس کلام سے محض اُن کی مراد بادشاہ کے پاس انہیں حاصل مقام و مرتبہ ظاہر کرنا ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں ہے (کہ فرشتوں کے اس کلام سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انہیں حاصل مقام و مرتبہ ظاہر ہو رہا ہے)''[1] اس سے معلوم ہوا کہ جسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خاص مقام اور قرب حاصل ہو وہ اللہ تعالیٰ کے بعض کاموں کو اپنی طرف منسوب کر سکتا ہے، قرآنِ مجید میں ہی اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ کسی کو زندہ کرنا اور مریض کو شفا دینا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اس کام کی نسبت حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی طرف کرتے ہوئے فرمایا

اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْــٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِۚ-وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں پیدائشی اندھوں کو اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ﹰالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾

1......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیۃ: ٦٠، ١٥٣/٧.

2......ال عمران: ٤٩.

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب لوط کے گھر فرشتے آئے۔ کہا تم تو کچھ بیگانہ لوگ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب لوط کے گھر والوں کے پاس فرشتے آئے۔ تو لوط نے فرمایا: تم اجنبی لوگ ہو۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ: تو جب فرشتے آئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بیٹے کی بشارت دی اور اپنے آنے کا مقصد بیان کر دیا تو وہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کی طرف آئے۔ جب وہ خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے گھر آئے اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اندیشہ ہوا کہ قوم اُن کے پیچھے پڑ جائے گی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرشتوں سے فرمایا ''تم نہ تو یہاں کے باشندے ہو اور نہ مسافرت کی کوئی علامت تم میں پائی جاتی ہے، تم کیوں آئے ہو؟[1]

قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ اَتَیْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ لائے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے۔ اور ہم آپ کے پاس سچا حکم لائے ہیں اور ہم بیشک سچے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ (عذاب) لائے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے۔ اور ہم آپ کے پاس حق کے ساتھ آئے ہیں اور ہم بیشک سچے ہیں۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ ہم نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے اور ہم ان کافروں کو کچھ نہیں کہیں گے بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ چیز لائے ہیں جو انہیں تباہ و برباد کر دے گی۔ لہٰذا آپ پریشان نہ ہوں کیونکہ ہم آپ کے مددگار ہیں، آپ کیلئے باعثِ پریشانی نہیں۔

1 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ٦١-٦٢، ٣/١٠٥، مدارک، الحجر، تحت الآیۃ: ٦١-٦٢، ص٥٨٤، ملتقطاً.

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ اتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّ امْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَ قَضَيْنَاۤ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنے گھر والوں کو کچھ رات رہے لے کر باہر جایئے اور آپ ان کے پیچھے چلئے اور تم میں کوئی پیچھے پھر کر نہ دیکھے اور جہاں کو حکم ہے سیدھے چلے جایئے۔ اور ہم نے اسے اس حکم کا فیصلہ سنا دیا کہ صبح ہوتے ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے چلیں اور آپ خود ان کے پیچھے پیچھے چلیں اور تم لوگوں میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے اور سیدھے چلتے رہو جہاں کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے۔ اور ہم نے اسے اس حکم کا فیصلہ سنا دیا کہ صبح کے وقت ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی۔

﴿فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ : تو آپ اپنے گھر والوں کو لے چلیں۔﴾ یعنی آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے چلیں اور آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام خود ان کے پیچھے پیچھے چلیں تاکہ آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ان کی حالت پر مطلع رہیں اور تم لوگوں میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے کہ قوم پر کیا بلا نازل ہوئی اور وہ کس عذاب میں مبتلا کئے گئے اور سیدھے اس طرف چلتے رہو جہاں جانے کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نے فرمایا کہ حضرت لوط عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ملکِ شام جانے کا حکم ہوا تھا۔ (1)

﴿وَ قَضَيْنَاۤ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ : اور ہم نے اسے اس حکم کا فیصلہ سنا دیا۔﴾ یعنی ہم نے حضرت لوط عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی طرف اُس حکم کی وحی کر دی جس کا فیصلہ ہم نے اس کی قوم کے بارے میں کیا تھا کہ صبح کے وقت ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی اور پوری قوم عذاب سے ہلاک کر دی جائے گی۔ (2)

1 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ٦٥، ص٥٨٤-٥٨٥، خازن، الحجر، تحت الآية: ٦٥، ٣/١٠٦، ملتقطاً.

2 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٦٦، ٣/١٠٦، مدارك، الحجر، تحت الآية: ٦٦، ص٥٨٥، ملتقطاً.

وَ جَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَیْفِیْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور شہر والے خوشیاں مناتے آئے۔ لوط نے کہا یہ میرے مہمان ہیں مجھے فضیحت نہ کرو۔ اور اللّٰہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور شہر والے خوشی خوشی آئے۔ لوط نے فرمایا: یہ میرے مہمان ہیں تو تم مجھے شرمندہ نہ کرو۔ اور اللّٰہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔

﴿وَ جَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ: اور شہر والے آئے۔﴾ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ شہرِ سدوم میں آباد تھے، انہوں نے جب حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے یہاں خوب صورت نوجوانوں کے آنے کی خبر سنی جو کہ فرشتے تھے تو یہ لوگ فاسد ارادے اور ناپاک نیت کے ساتھ خوشی خوشی آئے۔[1]

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ یعنی حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا ''یہ میرے مہمان ہیں اور مہمان کا اکرام لازم ہوتا ہے تم اُن کی بے حرمتی کا قصد کرکے مجھے شرمندہ نہ کرو کہ مہمان کی رسوائی میزبان کے لئے خجالت اور شرمندگی کا سبب ہوتی ہے۔[2]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی مہمان نوازی

اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کی عزت واحترام اور خاطر تواضع کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے اگرچہ میزبان اس سے واقف بھی نہ ہو۔ یہاں سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی مہمان نوازی کے 3 واقعات ملاحظہ ہوں:

---

1 ......جلالین، الحجر، تحت الآیة: ٦٧، ص٢١٤، ملخصاً۔

2 ......خازن، الحجر، تحت الآیة: ٦٨، ٣/١٠٦، مدارک، الحجر، تحت الآیة: ٦٨، ص٥٨٥، ملتقطاً۔

(1)......حضرت ابورافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں: ایک شخص حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مہمان بنا، اس وقت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے اس کی مہمان نوازی فرماتے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے ایک یہودی شخص کے پاس بھیجا (اور مجھ سے فرمایا کہ اس سے کہو:) محمد (مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) تم سے کہتے ہیں کہ (میرے پاس مہمان آیا ہے اس لئے) مجھے رجب کا چاند نظر آنے تک آٹا قرض دے دو۔ یہودی نے کہا: اس وقت تک آٹا نہیں ملے جب تک کوئی چیز رہن نہ رکھو گے۔ میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور انہیں یہودی کی بات بتائی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں آسمان میں بھی امین ہوں زمین پر بھی امین ہوں، اگر مجھے آٹا قرض دے دیتا یا بیچ دیتا تو میں ضرور اسے ادا کر دیتا، اب تم میری لوہے کی زرہ لے جاؤ (اور اسے رہن رکھ دو) چنانچہ میں وہ زرہ لے گیا (اور اسے رہن رکھ کر آٹا لے آیا)۔[1]

(2)......مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ایک دیہاتی رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور بھوک کی شکایت کی تو آپ اپنی (ازواجِ مطہرات کے) گھروں میں تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے تو ارشاد فرمایا ''مجھے آلِ محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے گھروں میں تیرے لئے کوئی چیز نہیں ملی، اسی دوران (کسی کی طرف سے) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بھنی ہوئی بکری پیش ہوئی تو اسے دیہاتی کے سامنے رکھ دیا گیا۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے فرمایا ''تم کھاؤ۔ اس نے کھایا، پھر عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے بھوک کی تکلیف پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دستِ اقدس سے مجھے رزق دے دیا، اگر پھر کبھی ایسا ہوا اور میں آپ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوں تو کیا کروں؟ ارشاد فرمایا تم کہو ''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ ، فَاِنَّہٗ لَا یَمْلِکُھُمَا اِلَّا اَنْتَ'' اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل اور تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں کیونکہ فضل و رحمت کا صرف تو ہی مالک ہے۔'' تو بے شک اللہ تعالیٰ تجھے رزق دینے والا ہے۔[2]

(3)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اپنی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں مہمان نوازی فرمانا تو اپنی جگہ، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مزارِ اقدس میں تشریف لے جانے کے بعد بھی اپنے در پہ حاضر ہونے والے بہت سے لوگوں

1......معجم الکبیر، یزید بن عبد اللّٰہ بن قسیط عن ابی رافع، ۱/۳۳۱، الحدیث: ۹۸۹، معرفۃ الصحابہ، باب الالف، اسلم ابو رافع، ۱/۲٤۱، الحدیث: ۸٦٥، ملتقطاً۔

2......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدعاء، الرّجل یصیبہ الجوع او یضیق علیہ الرزق ما یدعو بہ، ۷/۹٤، الحدیث: ۱۔

کی مہمان نوازی فرماتے ہیں چنانچہ حضرت ابوالخیر حماد بن عبداللہ اقطع رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''میں رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے شہر (مدینہ منورہ) میں داخل ہوا اور (اس وقت) میں فاقے کی حالت میں تھا، میں نے پانچ دن قیام کیا اور اتنے دن میں کھانے پینے کی کوئی چیز تک نہ چکھ سکا، (بالآخر) میں قبرِ انور کے پاس حاضر ہوا اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی بارگاہ میں سلام پیش کیا اور عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں آج کی رات آپ کا مہمان ہوں۔ پھر میں اپنی جگہ سے ہٹ کر منبرِ اقدس کے پیچھے سو گیا تو میں نے خواب میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت کی، حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ کے دائیں طرف، حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ کے بائیں طرف اور حضرت علی بن ابوطالب کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم آپ کے سامنے تھے، حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے مجھے حرکت دی اور فرمایا: کھڑے ہو جاؤ، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے ہیں۔ میں کھڑے ہو کر بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوا اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی تو میں نے آدھی روٹی کھا لی، پھر میں خواب سے بیدار ہوا تو بقیہ آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔[1] یہ واقعہ علامہ ابن عساکر رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے علاوہ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی کتاب ''صِفَۃُ الصَّفْوَہ'' جلد 2 صفحہ 236 جزء 4 پر، علامہ عبدالوہاب شعرانی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے طبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 154 جزء 1 پر، علامہ عمر بن علی شافعی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے طبقاتِ اولیا، صفحہ 191-192 پر اور علامہ ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے طبقاتِ صوفیہ صفحہ 281 پر بھی ذکر فرمایا ہے۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ: اور اللہ سے ڈرو۔﴾ یعنی مہمانوں کے معاملے میں تم اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے ساتھ برا ارادہ کر کے مجھے رسوا نہ کرو۔[2]

مہمان کی بے عزتی میزبان کی رسوائی کا سبب ہے

اس سے معلوم ہوا کہ جیسے مہمان کے احترام میں میزبان کی عزت ہوتی ہے ایسے ہی مہمان کی بے عزتی میزبان

1 ......تاریخ دمشق، ابو الخیر الاقطع التیتانی، ٦٦/١٦١.

2 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ٦٩، ٣/١٠٦، مدارک، الحجر، تحت الآیۃ: ٦٩، ص٥٨٥، ملتقطاً.

کی رسوائی کا باعث ہوتی ہے، اس لئے اگر کسی مسلمان پڑوسی یا رشتہ دار کے ہاں کوئی مہمان آیا ہو تو دوسرے مسلمان کو چاہئے کہ وہ بھی اس کے مہمان کا احترام کرے تاکہ اس کی عزت و وقار قائم رہے اور مہمان کی بے عزتی کرنے یا کوئی ایسا کام کرنے سے بچے جس سے مہمان اپنی بے عزتی محسوس کرے تاکہ یہ چیز میزبان کے لئے شرمندگی اور رسوائی کا باعث نہ بنے۔

قَالُوْۤا اَوَ لَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰۤؤُلَآءِ بَنٰتِیْۤ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿۷۱﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: بولے کیا ہم نے تمہیں منع نہ کیا تھا کہ اوروں کے معاملہ میں دخل نہ دو۔ کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: کیا ہم نے تمہیں دوسروں کے معاملے میں دخل دینے سے منع نہ کیا تھا؟ فرمایا: یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کرنا ہے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ جب حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دیکھا کہ یہ لوگ اپنے ارادے سے باز نہیں آئیں گے تو آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا کہ ’’یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں اپنی خواہش پوری کرنی ہے تو ان سے نکاح کر کے پوری کرلو اور حرام سے باز رہو۔ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں اس لئے فرمایا کہ نبی عَلَیْهِ السَّلَام اپنی پوری امت کے لئے باپ کی طرح ہوتے ہیں۔ [1]

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب تمہاری جان کی قسم بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! تمہاری جان کی قسم! بیشک وہ کافر یقیناً اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

---

1 ......روح البیان، الحجر، تحت الآیۃ: ٧١، ٤٧٧/٤، خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ٧١، ١٠٦/٣، جلالین، الحجر، تحت الآیۃ: ٧١، ص ٢١٤، ملتقطاً.

﴿لَعَمْرُكَ: اے محبوب! تمہاری جان کی قسم!﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خطاب فرمایا، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی جان کی قسم! حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی جان بارگاہِ الٰہی میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جانِ پاک کی طرح عزت وحرمت نہیں رکھتی اور اللہ تعالیٰ نے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر کے سوا کسی کی عمر اور زندگی کی قسم نہیں فرمائی یہ مرتبہ صرف حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کا ہے۔ اس قسم کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''بیشک وہ کافر یقیناً اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔ [1]

نوٹ: بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ کلام فرشتوں نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا۔ [2]

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اے مسلمان! یہ مرتبۂ جلیلہ اس جانِ محبوبیت کے سوا کسے میسر ہوا کہ قرآنِ عظیم نے ان کے شہر کی قسم کھائی، ان کی باتوں کی قسم کھائی، ان کے زمانے کی قسم کھائی، ان کی جان کی قسم کھائی، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ہاں اے مسلمان! محبوبیتِ کبریٰ کے یہی معنی ہیں۔ ابنِ مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے راوی، حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی سوائے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے کہ آیۂ لَعَمْرُكَ میں فرمایا: تیری جان کی قسم، اے محمد!

ابو یعلیٰ، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی، ابو نعیم، ابن عساکر، بغوی حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے راوی: اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نہ بنایا، نہ پیدا کیا، نہ آفرینش فرمایا جو اسے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے زیادہ عزیز ہو، نہ کبھی ان کی جان کے سوا کسی جان کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے: مجھے تیری جان کی قسم وہ کافر اپنی مستی میں بہک رہے ہیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء العلوم اور امام محمد بن الحاج عبدری مکی مدخل اور امام احمد محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ اور علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں ناقل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک حدیثِ طویل میں حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے عرض کرتے ہیں: یا رسولَ اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان،

[1] ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٧٢، ٣/٦ ١٠، ملخصاً.

[2] ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ٧٢، ص ٥٨٥.

بیشک حضور کی بزرگی خدا تعالیٰ کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی، نہ باقی انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی۔ اور تحقیق حضور کی فضلیت خدا کے یہاں اس نہایت کی ٹھہری کہ حضور کی خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے: مجھے قسم اس شہر کی۔[1]

حدائقِ بخشش میں آپ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر وکلام وبقا کی قسم

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو دن نکلتے انہیں چنگھاڑ نے آلیا۔ تو ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کردیا اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو دن نکلتے ہی انہیں زوردار چیخ نے آ پکڑا۔ تو ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کردیا اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے۔

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ: تو انہیں زوردار چیخ نے آ پکڑا۔﴾ یعنی سورج نکلتے وقت حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی زوردار چیخ نے آ پکڑا۔[2]

﴿فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا: تو ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کردیا۔﴾ یعنی ہم نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کردیا اس طرح کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام زمین کے اس حصے کو اُٹھا کر آسمان کے قریب لے گئے اور وہاں سے اوندھا کرکے زمین پر ڈال دیا۔[3]

1 ......فتاویٰ رضویہ، ۳۰/۱۵۹-۱۶۲۔
2 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ۷۳، ص ۵۸۵، ملخصاً.
3 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ۷۴، ص ۵۸۵.

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ(۷۵) وَ اِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ(۷۶) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَؕ(۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لیے۔ اور بیشک وہ بستی اس راہ پر ہے جواب تک چلتی ہے۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں غور کرکے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیےنشانیاں ہیں۔ اور بیشک وہ بستیاں اس راستے پر ہیں جواب تک قائم ہے۔ بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ : بیشک اس میں۔﴾ یعنی حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا ان کے مہمانوں کی بے حرمتی کرنے کا قصد کرنے اوران کی بستیوں کوالٹ دیئے جانے اوران پر پتھروں کی بارش ہونے میں غورکرکے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیےنشانیاں ہیں جن کے ذریعے وہ حق کی حقیقت پر استدلال کر سکتے ہیں۔[1]

﴿وَ اِنَّهَا: اور بیشک وہ بستیاں۔﴾ اس آیت میں کفار کو تنبیہ کی گئی ہے کہ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی بستیاں ملکِ شام کی طرف جانے والی گزرگاہ پر ہیں اورلوگوں کے قافلے وہاں سے گزرتے ہیں اور غضبِ الٰہی کے آثار اُن کے دیکھنے میں آتے ہیں تو کیا وہ ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔[2]

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً : بیشک اس میں نشانیاں ہیں۔﴾ یعنی ان بستیوں کے آثار جو کہ وہاں سے گزرنے والوں کے مشاہدے میں آتے ہیں، ان میں اللّٰہ تعالیٰ اوراس کے رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے نشانیاں ہیں کہ وہ انہیں دیکھ کر پہچان جاتے ہیں کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ جس عذاب کی وجہ سے ان کے شہر اجڑ گئے وہ ان کے برے کاموں کی وجہ سے ان پر آیا تھا۔[3] اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اوردین، عقل اورفراست اللّٰہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اس سے تقویٰ

1 ......روح البیان، الحجر، تحت الآیة: ۷۵، ۴/۴۸۰.

2 ......جلالین، الحجر، تحت الآیة: ۷۶، ص۲۱۴، مدارک، الحجر، تحت الآیة: ۷۶، ص۵۸۶، ملتقطاً.

3 ......روح البیان، الحجر، تحت الآیة: ۷۷، ۴/۴۸۰.

اورطہارت نصیب ہوتی ہے۔ بے عقل، غافل اور کافر ایسے واقعات کو اتفاقی یا آسمانی تاثیرات سے مانتا ہے جیسا کہ آج بھی دیکھا جارہا ہے، لیکن عقلمند مومن ان کو مخلوق کی بدعملی کا نتیجہ جان کر دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرتا ہے۔

وَ اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ لَظٰلِمِیْنَۙ(۷۸) فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْۘ وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍؕ۠(۷۹)

وقف لازم ۵ ع ۵ (۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک جھاڑی والے ضرور ظالم تھے۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور بیشک یہ دونوں بستیاں کھلے راستہ پر پڑتی ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک کثیر درختوں والی جگہ کے رہنے والے ضرور ظالم تھے۔ تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور بیشک وہ دونوں بستیاں صاف راستے پر ہیں۔

﴿ وَ اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ: اور بیشک کثیر درختوں والی جگہ کے رہنے والے۔﴾ اس آیت میں ’’اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ‘‘ سے حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم مراد ہے۔ اَیکہ جھاڑی کو کہتے ہیں، ان لوگوں کا شہر چونکہ سرسبز جنگلوں اور مَرغزاروں کے درمیان تھا اس لئے انہیں جھاڑی والا فرمایا گیا اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ان پر رسول بنا کر بھیجا اور ان لوگوں نے نافرمانی کی اور حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کردیا۔ [1] ان کا واقعہ سورۂ شعراء میں بھی مذکور ہے۔

﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ: تو ہم نے ان سے انتقام لیا۔﴾ یعنی ہم نے عذاب بھیج کر انہیں ہلاک کردیا اور بیشک قومِ لوط کے اور اصحابِ اَیکہ کے شہر صاف راستے پر ہیں جہاں سے آدمی گزرتے اور دیکھتے ہیں تو اے اہلِ مکہ! تم اُنہیں دیکھ کر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے۔ [2]

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ۷۷، ۳/۱۰۷، ملخصاً.

2 ......جلالين، الحجر، تحت الآية: ۷۹، ص۲۱٤، خازن، الحجر، تحت الآية: ۷۹، ۳/۱۰۷، ملتقطاً.

وَ لَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَ اٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَ كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے منہ پھیرے رہے۔ اور وہ پہاڑوں میں گھر تراشتے تھے بے خوف۔ تو انہیں صبح ہوتے چنگھاڑ نے آلیا۔ تو ان کی کمائی کچھ ان کے کام نہ آئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک حِجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اور ہم نے انہیں اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے منہ پھیرے رہے۔ اور وہ بے خوف ہوکر پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے تھے۔ تو انہیں صبح ہوتے زوردار چیخ نے پکڑ لیا۔ تو ان کی کمائی کچھ ان کے کام نہ آئی۔

﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ: اور بیشک حجر والوں نے جھٹلایا۔﴾ حِجر مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک وادی ہے جس میں قومِ ثمود رہتے تھے، انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی اور ایک رسول عَلَيْهِ السَّلَام کی تکذیب تمام رسولوں عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی تکذیب ہے کیونکہ ہر رسول تمام رسولوں عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے تو جس نے کسی ایک رسول عَلَيْهِ السَّلَام کو جھٹلایا تو گویا کہ اس نے تمام رسولوں عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا۔[1]

نوٹ: قومِ ثمود کے واقعات تفصیل کے ساتھ سورۂ اَعراف اور سورۂ ہود میں گزر چکے ہیں۔

﴿وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا: اور ہم نے انہیں اپنی نشانیاں دیں۔﴾ یعنی ہم نے قومِ ثمود کو اپنی نشانیاں دیں کہ پتھر سے اونٹنی پیدا کی جو بہت سے عجائبات پر مشتمل تھی مثلاً اس کا جسم بڑا ہونا، پیدا ہوتے ہی بچہ جننا اور کثرت سے دودھ دینا کہ پوری قومِ ثمود کو کافی ہو وغیرہ، یہ سب حضرت صالح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے معجزات اور قومِ ثمود کے لئے ہماری نشانیاں تھیں تو وہ ان

1 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ۸۰، ص ۵۸۶.

نشانیوں سے اِعراض کرتے رہے اور ایمان نہ لائے۔ [1]

﴿وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ: اور وہ تراشتے تھے۔﴾ یعنی وہ لوگ بے خوف ہوکر پہاڑوں میں تراش کر گھر بناتے تھے کیونکہ انہیں اس کے گرنے اوراس میں نقب لگائے جانے کا اندیشہ نہ تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ یہ گھر تباہ نہیں ہو سکتے، ان پر کوئی آفت نہیں آ سکتی۔ [2]

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ: توانہیں زوردار چیخ نے پکڑ لیا۔﴾ جب قومِ ثمود نے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں تو حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بتائے ہوئے تین دن گزرنے کے بعد صبح ہوتے ہی قومِ ثمود کو آسمان سے ایک زوردار چیخ سنائی دی اور زمین میں زلزلہ آگیا، یوں ان سب کو ہلاک کر دیا گیا۔ [3]

﴿فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ: توان کے کچھ کام نہ آئی۔﴾ یعنی وہ لوگ شرک اور جو برے کام کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئے اور اُن کے مال ومتاع اور اُن کے مضبوط مکان انہیں عذاب سے نہ بچا سکے۔ [4]

عذاب کی جگہ پر روتے ہوئے داخل ہونا

حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی بستیوں کے آثار عرب کی سرزمین میں آج بھی موجود ہیں اور وہاں وہ جگہ ’’مدایِنِ صالح‘‘ کے نام سے معروف ہے، آج بھی لوگ ان آثار کو دیکھنے جاتے ہیں، بطورِ خاص ان کی ترغیب کے لئے اور عمومی طور پر سب مسلمانوں کی ترغیب کے لئے یہاں ایک حدیث پاک ذکر کرتے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب مقامِ حِجر کے پاس سے گزرے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ظالموں کے مکانات میں روتے ہوئے داخل ہونا، ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہ عذاب آجائے جو ان پر آیا تھا۔ پھر سواری پر بیٹھے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے چہرۂ انور پر چادر ڈال لی۔ [5]

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ

---

1 ......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیۃ: ۸۱، ۷/۱۵۷، مدارك، الحجر، تحت الآیۃ: ۸۱، ص۵۸۶، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الحجر، تحت الآیۃ: ۸۳، ص۵۸۶.

3 ......صاوی، الحجر، تحت الآیۃ: ۸۳، ۳/۱۰۵۰، ملخصاً.

4 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۸٤، ۳/۱۰۷، جلالین، الحجر، تحت الآیۃ: ۸٤، ص۲۱٤، ملتقطاً.

5 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰہ تعالی: والی ثمود اخاهم صالحاً، ۲/٤۳۲، الحدیث: ۳۳۸۰.

لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے عبث نہ بنایا اور بیشک قیامت آنے والی ہے تو تم اچھی طرح درگزر کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ بنایا اور بیشک قیامت آنے والی ہے تو تم اچھی طرح درگزر کرو۔

﴿اِلَّا بِالْحَقِّ: مگر حق کے ساتھ۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو اللہ تعالیٰ نے بامقصد اور حکمت سے بھرپور بنایا ہے اور بیشک قیامت آنے والی ہے، اس میں ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا ضرور ملے گی تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم سے اچھی طرح درگزر کریں اور اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر و تحمل کریں اور ان کی خطاؤں سے درگزر کریں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم آیتِ قتال سے منسوخ ہو گیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوخ نہیں ہوا۔[1]

اَذِیَّتیں پہنچانے والوں کے ساتھ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سلوک

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں سے متعلق حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جتنا ڈرایا گیا ہوں اتنا کوئی نہیں ڈرایا گیا اور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جتنا ستایا گیا ہوں اتنا کوئی نہیں ستایا گیا۔[2] اور ان کی اذیتوں کے مقابلے میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَخلاق، بردباری اور عفو و درگزر کا عظیم مظاہرہ ملاحظہ کیجئے، چنانچہ علامہ عبد المصطفٰی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اُس (خطاب) کے بعد (جو آپ نے فتحِ مکہ کے موقع پر مسلمانوں اور کفار کے مجمع سے فرمایا تھا) شہنشاہِ کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس ہزاروں کے مجمع میں ایک گہری نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ سر جھکائے، نگاہیں نیچی کئے ہوئے لرزاں و ترساں اشرافِ قریش کھڑے ہوئے ہیں۔ ان ظالموں اور جفا کاروں

1 ......جلالين مع صاوى، الحجر، تحت الآية: ٨٥، ٣/١٠٥٠، خازن، الحجر، تحت الآية: ٨٥، ٣/١٠٨، ملتقطاً.

2 ......ترمذى، كتاب صفة القيامة، ٣٤-باب، ٤/٢١٣، الحديث: ٢٤٨٠.

میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے راستوں میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ لوگ بھی تھے جو بار ہا آپ پر پتھروں کی بارش کر چکے تھے۔ وہ خونخوار بھی تھے جنہوں نے بار بار آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر قاتلانہ حملے کئے تھے۔ وہ بے رحم و بے درد بھی تھے جنہوں نے آپ کے دندانِ مبارک کو شہید اور آپ کے چہرۂ انور کو لہولہان کر ڈالا تھا۔ وہ اوباش بھی تھے جو برسہا برس تک اپنی بہتان تراشیوں اور شرمناک گالیوں سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے قلب مبارک کو زخمی کر چکے تھے۔ وہ سفاک و درندہ صفت بھی تھے جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹ چکے تھے۔ وہ ظلم و ستم کے مجسمے اور پاپ کے پتلے بھی تھے جنہوں نے آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا دیا تھا اور ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ وہ آپ کے خون کے پیاسے بھی تھے جن کی تشنہ لبی اور پیاس خونِ نبوت کے سوا کسی چیز سے نہیں بجھ سکتی تھی۔ وہ جفا کار و خونخوار بھی تھے جن کے جارحانہ حملوں اور ظالمانہ یلغار سے بار بار مدینہ منورہ کے در و دیوار دہل چکے تھے۔ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پیارے چچا حضرت حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قاتل اور ان کی ناک، کان کاٹنے والے، ان کی آنکھیں پھوڑنے والے، ان کا جگر چبانے والے بھی اس مجمع میں موجود تھے وہ ستم گار جنہوں نے شمعِ نبوت کے جاں نثار پروانوں حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت خبیب، حضرت زید بن دثنہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم وغیرہ کو رسیوں سے باندھ باندھ کر، کوڑے مار مار کر جلتی ہوئی ریتوں پر لٹایا تھا، کسی کو آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر سلایا تھا، کسی کو چٹائیوں میں لپیٹ لپیٹ کر ناکوں میں دھوئیں دیئے تھے، سینکڑوں بار گلا گھونٹا تھا۔ یہ تمام جور و جفا اور ظلم و ستمگاری کے پیکر، جن کے جسم کے رونگٹے رونگٹے اور بدن کے بال بال ظلم و عُدوان اور سرکشی و طغیان کے وبال سے خوفناک جرموں اور شرمناک مظالم کے پہاڑ بن چکے تھے۔ آج یہ سب کے سب دس بارہ ہزار مہاجرین و انصار کے لشکر کی حراست میں مجرم بنے ہوئے کھڑے کانپ رہے تھے اور اپنے دلوں میں یہ سوچ رہے تھے کہ شاید آج ہماری لاشوں کو کتوں سے نچوا کر ہماری بوٹیاں چیلوں اور کوؤں کو کھلا دی جائیں گی اور انصار و مہاجرین کی غضب ناک فوجیں ہمارے بچے بچے کو خاک و خون میں ملا کر ہماری نسلوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گی اور ہماری بستیوں کو تاخت و تاراج کر کے تہس نہس کر ڈالیں گی، ان مجرموں کے سینوں میں خوف و ہراس کا طوفان اُٹھ رہا تھا۔ دہشت اور ڈر سے ان کے بدنوں کی بوٹی بوٹی پھڑک رہی تھی، دل دھڑک رہے تھے، کلیجے منہ میں آ گئے تھے اور عالَمِ یاس میں انہیں زمین سے آسمان تک دھوئیں ہی دھوئیں کے خوفناک بادل نظر آ رہے تھے۔ اسی مایوسی اور

ناامیدی کی خطرناک فضا میں ایک دم شہنشاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی نگاہِ رحمت ان پاپیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ اوران مجرموں سے آپ نے پوچھا کہ ''بولو! تم کو کچھ معلوم ہے کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟'' اس دہشت انگیز اور خوفناک سوال سے مجرمین حواس باختہ ہوکر کانپ اُٹھے لیکن جبینِ رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر اُمید و بیم کے محشر میں لرزتے ہوئے سب یک زبان ہوکر بولے کہ اَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ آپ کرم والے بھائی اور کرم والے باپ کے بیٹے ہیں۔'' سب کی للچائی ہوئی نظریں جمالِ نبوت کا منہ تک رہی تھیں اور سب کے کان شہنشاہِ نبوت کا فیصلہ کن جواب سننے کے منتظر تھے کہ اک دم دفعۃً فاتح مکہ نے اپنے کریمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ ''لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ فَاذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ'' آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

بالکل غیر متوقع طور پر ایک دم اچانک یہ فرمانِ رسالت سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرطِ ندامت سے اشکبار ہوگئیں اور ان کے دلوں کی گہرائیوں سے جذباتِ شکریہ کے آثار آنسوؤں کی دھار بن کر ان کے رخسار پر مچلنے لگے اور کفار کی زبانوں پر لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے نعروں سے حرمِ کعبہ کے در و دیوار پر ہر طرف انوار کی بارش ہونے لگی۔ ناگہاں بالکل ہی اچانک اور دفعۃً ایک عجیب انقلاب برپا ہوگیا کہ سماں ہی بدل گیا، فضا ہی پلٹ گئی اور ایک دم ایسا محسوس ہونے لگا کہ

جہاں تاریک تھا، بے نور تھا اور سخت کالا تھا کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

کفار نے مہاجرین کی جائدادوں، مکانوں، دکانوں پر غاصبانہ قبضہ جمالیا تھا۔ اب وقت تھا کہ مہاجرین کو ان کے حقوق دلائے جاتے اور ان سب جائدادوں، مکانوں، دکانوں اور سامانوں کو مکہ کے غاصبوں کے قبضوں سے واگزار کر کے مہاجرین کے سپرد کیے جاتے۔ لیکن شہنشاہِ رسالت نے مہاجرین کو حکم دے دیا کہ وہ اپنی کل جائدادیں خوشی خوشی مکہ والوں کو ہبہ کردیں۔

اللّٰہ اکبر! اے اقوامِ عالم کی تاریخی داستانو! بتاؤ کیا دنیا کے کسی فاتح کی کتابِ زندگی میں کوئی ایسا حسین و زریں ورق ہے؟ اے دھرتی! خدا کے لئے بتا، اے آسمان! لِلّٰہ بول۔ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا فاتح گزرا ہے جس نے اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا حسنِ سلوک کیا ہو؟ اے چاند اور سورج کی چمکتی اور دور بین نگاہو! کیا تم نے لاکھوں برس کی گردشِ لیل و نہار میں کوئی ایسا تاجدار دیکھا ہے؟ تم اس کے سوا اور کیا کہو گے کہ یہ نبی جمال و جلال کا وہ بے مثال شاہکار ہے کہ

شاہانِ عالَم کے لئے اس کا تصور بھی محال ہے۔اس لئے ہم تمام دنیا کو چیلنج کے ساتھ دعوت نظارہ دیتے ہیں کہ

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے رفعتِ شانِ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھے[1]

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارا رب ہی بہت پیدا کرنے والا جاننے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارا رب ہی بہت پیدا کرنے والا، جاننے والا ہے۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ: **بیشک تمہارا رب۔**﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے جس رب نے آپ کو کمال کی انتہا تک پہنچایا وہی آپ کو، ان کفار کو اور تمام موجودات کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ آپ کے اور ان کفار کے احوال کو تمام تر تفصیلات کے ساتھ جانتا ہے اور آپ کے اور ان کے درمیان ہونے والے معاملات میں سے کچھ بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے اس لئے آپ تمام امور میں اسی پر توکل کریں تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرما دے۔[2]

وَ لَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تمہیں سات آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن (دیا)۔

﴿وَ لَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ: **اور بیشک ہم نے تمہیں سات آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں۔**﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی اَذِیَّتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا تھا جبکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان عظیم نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے صرف اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا

1 ......سیرت مصطفٰی، تیرھواں باب، ہجرت کا آٹھواں سال، ص ۴۳۸-۴۴۲۔

2 ......روح البیان، الحجر، تحت الآیة: ۸۶، ۴/۴۸۵.

فرمائیں کیونکہ انسان جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی کثیر نعمتوں کو یاد کرتا ہے تو اس کے لئے اذیتیں پہنچانے والوں سے درگزر کرنا اور سختیوں پر صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے۔[1]

سَبع مَثانی سے کیا مراد ہے؟

اس آیت میں سات آیتوں سے مراد سورۂ فاتحہ ہے، جیسا کہ صحیح بخاری کی اُس حدیث میں ہے جو حضرت سعید بن معلّٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، (یعنی سورہ فاتحہ) ہی سبع مثانی اور قرآنِ عظیم (کے تمام علوم کی جامع) ہے جو مجھے عطا فرمایا گیا۔[2] اور سنن ترمذی کی اُس حدیث میں ہے جو حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (یعنی سورہ فاتحہ) اُمُّ القرآن، اُمُّ الکتاب اور سبع مثانی ہے۔[3]

سورۂ فاتحہ کو مثانی کہنے کی وجوہات

سورۂ فاتحہ کو مثانی یعنی بار بار دہرائے جانے والی کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ سورہ فاتحہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اس لئے اسے مثانی فرمایا گیا۔ **دوسری وجہ** یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تقسیم کی گئی ہے، اس کے پہلے نصف میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے اور دوسرے نصف میں دعا۔ **تیسری وجہ** یہ ہے کہ یہ سورت دو مرتبہ نازل ہوئی، پہلی بار مکہ میں اور دوسری بار مدینہ میں، اس لئے اسے مثانی یعنی بار بار نازل ہونے والی فرمایا گیا۔[4]

شفا اور قوتِ حافظہ کا وظیفہ

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''خواص القرآن میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب سورۂ فاتحہ کو پاک برتن میں لکھا جائے اور پاک پانی سے اس لکھے ہوئے کو مٹایا جائے اور اس پانی سے مریض کا چہرہ دھویا جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے شفا مل جائے گی۔ اور جب سورۂ فاتحہ کو شیشے کے برتن میں مشک سے لکھا جائے اور عرقِ گلاب سے اس لکھے ہوئے کو مٹایا جائے اور وہ پانی ایسے کند ذہن کو سات دن تک پلایا جائے جسے کچھ یاد نہ رہتا ہو تو اس کی کند ذہنی ختم

1 ......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیۃ: ۸۷، ۷/۱۵۸.

2 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الفاتحۃ، باب ما جاء فی فاتحۃ الکتاب، ۳/۱۶۳، الحدیث: ۴۴۷۴.

3 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الحجر، ۵/۸۶، الحدیث: ۳۱۳۵.

4 ......جلالین مع صاوی، الحجر، تحت الآیۃ: ۸۷، ۳/۱۰۵۰-۱۰۵۱.

ہوجائے گی اور جو سنے گا وہ اسے یاد ہو جائے گا۔[1]

لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے کو دی اور ان کا کچھ غم نہ کھاؤ اور مسلمانوں کو اپنی رحمت کے پروں میں لے لو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اپنی نگاہ اس مال واسباب کی طرف نہ اٹھاؤ جس کے ذریعے ہم نے کافروں کی کئی قسموں کو فائدہ اٹھانے دیا ہے اور ان کا کچھ غم نہ کھاؤ اور مسلمانوں کیلئے اپنے بازو بچھا دو۔

﴿لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ: تم اپنی نگاہ نہ اٹھاؤ۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے انبیاء کے سردار! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کو ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جن کے سامنے دنیا کی نعمتیں حقیر ہیں، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دنیا کے مال ومتاع سے مستغنی رہیں جو یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ مختلف قسم کے کافروں کو دیا گیا۔[2]

علامہ محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''دنیا کے مال ومتاع کی طرف نظر کرنے کی ممانعت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی نظر کفار کے مال ودولت کی طرف تھی (تو اس سے منع کیا گیا بلکہ آپ ہمیشہ سے مالِ کفار سے مُجتنب تھے تو اسی طرزِ عمل پر ثابت قدم رہنے کا فرمایا گیا ہے) اور اس آیت میں خطاب اگرچہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن دنیا کے مال ومتاع کی طرف نظر کرنے کی ممانعت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت کو ہے کیونکہ جسے قرآن کا علم دیا گیا تو اس کی نظر دنیا کی رنگینیوں کی طرف نہیں بلکہ قرآن میں غور وفکر کرنے، اس کے معانی سمجھنے اور اس میں دیئے گئے احکامات کی تعمیل کرنے کی طرف ہونی چاہئے۔[3]

1 ......روح البيان، الحجر، تحت الآية: ٨٧، ٤٨٨/٤.

2 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ٨٨، ص٥٨٧، ملخصاً.

3 ......البحر المحيط، الحجر، تحت الآية: ٨٨، ٤٥٢/٥.

آیت ’’لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......مسلمان کو چاہیے کہ کافر اور کافر کے مال و متاع کو کبھی عزت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم کسی بد عمل پر کسی نعمت کی وجہ سے رشک نہ کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد وہ کس چیز سے ملے گا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس اذیت دینے والی ایسی چیز یعنی جہنم کی آگ ہے جو فنا نہ ہوگی۔ [1]

(2)......اہلِ علم حضرات کو چاہئے کہ وہ مالداروں کے ساتھ اس طرح کا تعلق نہ رکھیں کہ جس سے مالداروں کی نظر میں ان کی حیثیت کم ہو اور مالدار انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھنا گوارا نہ کریں بلکہ خود کو ان کے مال و دولت سے بے نیاز رکھیں نیز قرآن پڑھ کر بھیک مانگنے والوں کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے طرزِ عمل پر غور کریں۔

﴿وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ: اور ان کا کچھ غم نہ کھاؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس وجہ سے غمزدہ نہ ہوں کہ وہ ایمان نہیں لائے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کرنے والوں کی صف میں شامل نہیں ہوئے تا کہ ان کے ذریعے کمزور مسلمانوں کو کچھ قوت حاصل ہوتی۔ [2]

﴿وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ: اور مسلمانوں کیلئے اپنے بازو بچھادو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مسلمانوں پر رحمت اور شفقت کرتے ہوئے ان کے سامنے تواضع فرمائیں اور ان پر اس طرح رحم فرمائیں جس طرح پرندہ اپنے بچوں پر اپنے پروں کو بچھا دیتا ہے۔ [3]

مسلمانوں پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت و شفقت

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مسلمانوں پر رحمت و شفقت تو ایسی ہے کہ اس کے بارے میں خود رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

1......شرح السنة، كتاب الرقاق، باب النظر الى من هو اسفل منه، ٣٢٤/٧.

2......ابوسعود، الحجر، تحت الآية: ٨٨، ٢٣٨/٣.

3......صاوى، الحجر، تحت الآية: ٨٨، ١٠٥١/٣.

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔

یہ تو قرآنِ مجید سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مسلمانوں پر رحمت و شفقت کا بیان ہوا، اب مسلمانوں پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت و شفقت کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں

(1)......امت کے کمزور، بیمار اور کام کاج کرنے والے لوگوں کی مشقت کے پیشِ نظر عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر نہ فرمایا۔

(2)......کمزور اور بیمار لوگوں اور بچوں کا لحاظ کرتے ہوئے نماز کی قراءت کو زیادہ لمبا نہ کرنے کا حکم دیا۔

(3)......رات کے نوافل پر ہمیشگی نہ فرمائی تاکہ یہ امت پر فرض نہ ہو جائیں۔

(4)......امت کے مشقت میں پڑ جانے کی وجہ سے انہیں صومِ وصال کے روزے رکھنے سے منع کر دیا۔

(5)......امت کی مشقت کی وجہ سے ہر سال حج کو فرض نہ فرمایا۔

(6)......مسلمانوں پر شفقت کرتے ہوئے طواف کے تین چکروں میں رَمل کا حکم دیا تمام چکروں میں نہیں دیا۔

(7)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پوری پوری رات جاگ کر عبادت میں مصروف رہتے اور امت کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں انتہائی بے قراری کے ساتھ گریہ وزاری فرماتے رہتے، یہاں تک کہ کھڑے کھڑے اکثر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پائے مبارک پر ورم آ جاتا تھا۔

وَقُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ﴿۹۱﴾

1......توبہ:۱۲۸۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرماؤ کہ میں ہی ہوں صاف ڈر سنانے والا۔ جیسا ہم نے بانٹنے والوں پر اتارا۔ جنہوں نے کلامِ الٰہی کو تکے بوٹی کرلیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم فرماؤ کہ میں ہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔ جیسا ہم نے تقسیم کرنے والوں پر اتارا۔ جنہوں نے کلامِ الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔

﴿وَقُلْ: اور تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مشرکین سے فرمادیں کہ میں ہی عذاب کا صاف ڈر سنانے والا ہوں کہ سرکشی میں تمہاری زیادتی کی وجہ سے کہیں تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل نہ ہوجائے جیسا اللّٰہ تعالٰی نے تقسیم کرنے والوں پر نازل کیا۔[1]

﴿اَلَّذِیْنَ: جنہوں نے۔﴾ تقسیم کرنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس بارے میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں:

(1)......حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ تقسیم کرنے والوں سے یہودی اور عیسائی مراد ہیں، کیونکہ انہوں نے قرآنِ پاک کو دو حصوں میں تقسیم کردیا یعنی قرآنِ کریم کا جو حصہ اُن کی کتابوں کے موافق تھا وہ اس پر ایمان لائے اور باقی کے منکر ہوگئے۔

(2)......حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ابن سائب کا قول ہے کہ بانٹنے والوں سے کفارِ قریش مراد ہیں، ان میں سے بعض کفار قرآن کو جادو، بعض کہانت اور بعض افسانہ کہتے تھے، اس طرح انہوں نے قرآنِ کریم کے بارے میں اپنے اقوال تقسیم کر رکھے تھے۔

(3)......ایک قول یہ ہے کہ بانٹنے والوں سے وہ بارہ اَشخاص مراد ہیں جنہیں کفار نے مکہ مکرمہ کے راستوں پر مقرر کیا تھا، حج کے زمانے میں ہر ہر راستہ پر ان میں سے ایک ایک شخص بیٹھ جاتا تھا اور وہ آنے والوں کو بہکانے اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مُنْحرف کرنے کے لئے ایک ایک بات مقرر کرلیتا تھا کہ کوئی آنے والوں سے یہ کہتا تھا ''اُن کی باتوں میں نہ آنا کہ وہ جادوگر ہیں، کوئی کہتا وہ کذّاب ہیں، کوئی کہتا وہ مجنون ہیں، کوئی کہتا وہ کاہن ہیں، کوئی کہتا وہ شاعر ہیں۔ یہ سن کر لوگ جب خانہ کعبہ کے دروازے پر آتے تو وہاں ولید بن مغیرہ بیٹھا رہتا، اس سے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

[1]......تفسیر طبری، الحجر، تحت الآیۃ: ٨٩-٩٠، ٧/٥٤٣.

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حال دریافت کرتے اور کہتے کہ ہم نے مکہ مکرمہ آتے ہوئے شہر کے کنارے اُن کی نسبت ایسا سنا۔ وہ کہہ دیتا کہ ٹھیک سنا۔ اس طرح مخلوق کو بہکاتے اور گمراہ کرتے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا۔[1]

عذاب کی تشبیہ سے متعلق ایک اعتراض کا جواب

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس مقام پر ایک اعتراض قائم کر کے اس کا جواب دیا ہے، وہ اعتراض یہ ہے کہ جس عذاب سے ڈرایا گیا ہے اسے کسی ایسی چیز کے ساتھ تشبیہ دینی چاہئے کہ جو واقع ہو چکی ہوتا کہ اس کے ذریعے نصیحت حاصل ہو حالانکہ جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت تک تو تقسیم کرنے والوں پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوا تھا۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں ''یہاں عذاب کو اس چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کا واقع ہونا یقینی تھا تو یہ گویا کہ ایسے ہے جیسے واقع ہو گیا اور غزوۂ بدر کے دن اس کا وقوع ہو گیا تھا لہٰذا یہاں تقسیم کرنے والوں کے عذاب کے ساتھ اس عذاب کو تشبیہ دینا درست ہے جس سے ڈرایا گیا ہے۔[2]

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔ جو کچھ وہ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔ اُس کے بارے میں جو وہ کرتے تھے۔

﴿**فَوَرَبِّكَ: تو تمہارے رب کی قسم۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم قیامت کے دن **مُقْتَسِمِین** سے ان کے اس عمل اور دیگر تمام گناہوں کے بارے میں ضرور پوچھیں گے۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم قیامت کے دن تمام **مُکَلَّفِین** سے ان کے ایمان، کفر اور دیگر تمام اعمال کے بارے میں پوچھیں گے۔[3]

---

1. ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۹۰، ۳/۱۰۹-۱۱۰، مدارک، الحجر، تحت الآیۃ: ۹۱، ص۵۸۷، **خزائن العرفان، الحجر، تحت الآیۃ: ۹۱، ص۴۹۸، ملتقطاً۔**
2. ......صاوی، الحجر، تحت الآیۃ: ۹۰، ۳/۱۰۵۱، ملخصاً۔
3. ......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیۃ: ۹۲، ۷/۱۶۴، ملخصاً۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس وہ بات اعلانیہ کہہ دو جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ: پس وہ بات اعلانیہ کہہ دو جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے۔﴾ اس آیت میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو رسالت کی تبلیغ اور اسلام کی دعوت کے اِظہار کا حکم دیا گیا۔ عبداللہ بن عبیدہ کا قول ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت تک دعوتِ اسلام اعلان کے ساتھ نہیں کی جاتی تھی۔ (1)

اسلام کی دعوت دینے کے مراحل

اعلانِ نبوت کے بعد تین برس تک حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انتہائی پوشیدہ طور پر اور نہایت راز داری کے ساتھ تبلیغِ اسلام کا فرض ادا فرماتے رہے اور اس درمیان میں عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایمان لائے۔ تین برس کی اس خفیہ دعوتِ اسلام میں مردوں اور عورتوں کی ایک تعداد اسلام قبول کر کے سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دامنِ اقدس سے وابستہ ہوگئی۔ (2) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر سورۂ شعراء کی آیت ’’وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ‘‘ نازل فرمائی اور حکم دیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرائیے۔ چنانچہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک دن کوہِ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر قبیلہ قریش کو پکارا۔ جب سب قریش جمع ہو گئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر میں تم لوگوں سے یہ کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ میری بات کا یقین کرلو گے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہاں! ہاں! ہم یقیناً آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بات کا یقین کر

---

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٩٤، ٣/ ١١٠.

2 ......المواهب، ذكر اوّل من آمن بالله ورسوله، ١/ ٤٥٤-٤٥٥، ٤٦٠-٤٦١، ملخصاً.

لیں گے کیونکہ ہم نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہمیشہ سچا (اور امین) ہی پایا ہے۔ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’تو پھر میں یہ کہتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرا رہا ہوں اور اگر تم لوگ ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب اتر پڑے گا۔ یہ سن کر تمام قریش جن میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا چچا ابولہب بھی تھا، سخت ناراض ہوا اور سب کے سب چلے گئے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں اول فول بکنے لگے۔[1]

اب وہ وقت آ گیا کہ اعلانِ نبوت کے چوتھے سال سورۂ حجر کی آیت ’’فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ‘‘ نازل فرمائی اور اللّٰہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا کہ اے حبیب! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان فرمائیے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ علانیہ طور پر دینِ اسلام کی تبلیغ فرمانے لگے اور شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا برائی بیان فرمانے لگے اور تمام قریش (بلکہ تمام اہلِ مکہ بلکہ پورا عرب) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں کی ایذا رسانیوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔[2]

﴿وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ: اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنا دین ظاہر کرنے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رسالت کی تبلیغ کرنے پر مشرکوں کی طرف سے ملامت کرنے کی پرواہ نہ کریں اور اُن کی طرف متوجہ نہ ہوں اور ان کے اِستہزا کا غم نہ کریں۔[3]

اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔ جو اللّٰہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو اب جان جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ان ہنسنے والوں کے مقابلے ہم تمہیں کافی ہوں گے۔ جو اللّٰہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة الشعراء، باب ولا تخزنی یوم یبعثون، ٣/٢٩٤، الحدیث: ٤٧٧٠.

2 ......المواهب، ذکر اوّل من آمن باللّٰه ورسوله، ١/٤٦١-٤٦٢.

3 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٩٤، ٣/١١٠.

ہیں تو عنقریب جان جائیں گے۔

﴿اِنَّا كَفَیْنٰكَ: بیشک ہم تمہیں کافی ہوں گے۔﴾ کفارِ قریش کے پانچ سردار (1) عاص بن وائل سہمی (2) اسود بن مُطَّلِب (3) اسود بن عبد یغوث (4) حارث بن قیس اور ان سب کا افسر (5) ولید ابنِ مغیرہ مخزومی، یہ لوگ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت ایذا دیتے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مذاق اڑایا کرتے تھے، اسود بن مُطَّلِب کے خلاف حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا کی تھی کہ یارب! عَزَّوَجَلَّ، اس کو اندھا کردے۔ ایک روز تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسجدِ حرام میں تشریف فرما تھے کہ یہ پانچوں آئے اور انہوں نے حسبِ دستور طعن اور مذاق کے کلمات کہے اور طواف میں مشغول ہوگئے۔ اسی حال میں حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے ولید بن مغیرہ کی پنڈلی کی طرف اور عاص کے قدموں کی طرف اور اسود بن مطلب کی آنکھوں کی طرف اور اسود بن عبد یغوث کے پیٹ کی طرف اور حارث بن قیس کے سر کی طرف اشارہ کیا اور کہا میں ان کا شر دفع کروں گا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ میں یہ ہلاک ہوگئے، ولید بن مغیرہ تیر فروش کی دوکان کے پاس سے گزرا تو اس کے تہہ بند میں ایک تیر کی نوک چبھ گئی، لیکن اُس نے تکبر کی وجہ سے اس کو نکالنے کے لئے سر نیچا نہ کیا، اس سے اس کی پنڈلی میں زخم آیا اور اسی میں مرگیا۔ عاص بن وائل کے پاؤں میں کانٹا لگا اور نظر نہ آیا، اس سے پاؤں ورم کرگیا اور یہ شخص بھی مرگیا۔ اسود بن مطلب کی آنکھوں میں ایسا درد ہوا کہ دیوار میں سر مارتا تھا اسی میں مرگیا اور یہ کہتا مرا کہ مجھ کو محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نے قتل کیا، اور اسود بن عبد یغوث کو ایک بیماری اِسْتِسْقَاء لگ گئی، کلبی کی روایت میں ہے کہ اس کو لُو لگی اور اس کا منہ اس قدر کالا ہوگیا کہ گھر والوں نے نہ پہچانا اور نکال دیا، اسی حال میں یہ کہتا مرگیا کہ مجھ کو محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے رب عَزَّوَجَلَّ نے قتل کیا اور حارث بن قیس کی ناک سے خون اور پیپ جاری ہوا، وہ اسی میں ہلاک ہوگیا انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۹۸﴾

1 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۹۵، ۳/۱۱۱، بغوی، الحجر، تحت الآیۃ: ۹۵، ۳/۴۸-۴۹، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے تم دل تنگ ہوتے ہو۔ تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور سجدہ والوں میں ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے۔ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ: اور بیشک ہمیں معلوم ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک ہمیں معلوم ہے کہ آپ کی قوم کے مشرکوں کا آپ کو جھٹلانے، آپ کا اور قرآن کا مذاق اڑانے کی وجہ سے آپ کو ملال ہوتا ہے، تو آپ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنے والوں کے لئے تسبیح اور عبادت میں مشغول ہونا غم کا بہترین علاج ہے۔ [1]

غم کا بہترین علاج

اس سے معلوم ہوا کہ غمگین شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے غم دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس بیان کرنے اور اس کی عبادت کرنے میں مشغول ہو جائے، اس سے اِنْ شَآءَ اللہ اس کا غم دور ہو جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے، حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جب رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کوئی اہم واقعہ پیش آتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔ [2]

اور حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جس نے صبح اور شام سات مرتبہ یہ کہا ''حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْم'' تو اللہ تعالیٰ اس چیز میں اسے کافی ہو گا جس کا اس نے ارادہ کیا۔ [3]

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾ ع

ع ۲ ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔

1 ......تفسیر طبری، الحجر، تحت الآیۃ: ۹۷-۹۸، ۷/۵۵۳، مدارك، الحجر، تحت الآیۃ: ۹۷-۹۸، ص۵۸۸، ملتقطاً.

2 ......ابو داؤد، کتاب التطوع، باب وقت قیام النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من اللیل، ۲/۵۲، الحدیث: ۱۳۱۹.

3 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما یقول اذا اصبح، ٤/٤۱٦، الحدیث: ۵۰۸۱.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو حتّٰی کہ تمہیں موت آجائے۔

﴿وَ اعْبُدْ رَبَّكَ: اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب تک موت آپ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوجاتی اس وقت تک آپ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبات میں مصروف رہیں۔ [1]

کوئی بندہ عبادت سے بے نیاز نہیں ہوسکتا

اس سے معلوم ہوا کہ بندہ خواہ کتنا ہی بڑا ولی بن جائے وہ عبادات سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ جب سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو آخری دم تک عبادت کرنے کا حکم دیا گیا، تو ہم کیا چیز ہیں۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو اپنے آپ کو بڑے بلند مقام و مرتبہ پر فائز سمجھ کر عبادات کے معاملے میں خود کو بے نیاز جانتے ہیں، انہیں غور کرنا چاہئے کہ وہ کہیں شیطان کے خفیہ اور خطرناک وار کا شکار تو نہیں ہوگئے کیونکہ شیطان نے ایسے واروں کے ذریعے بڑے بڑے مشائخ کو گمراہ کیا ہے اور اسی وار کے ذریعے اس نے ولیوں کے سردار، حضور غوثِ پاک، شیخ عبد القادر جیلانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو بھی بہکانے کی کوشش کی ہے، چنانچہ حضرت شیخ ابو نصر موسیٰ بن شیخ عبد القادر جیلانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے ارشاد فرمایا: میں اپنے ایک سفر میں صحرا کی طرف نکلا اور چند دن وہاں ٹھہرا مگر مجھے پانی نہیں ملتا تھا، جب مجھے پیاس کی سختی محسوس ہوئی تو ایک بادل نے مجھ پر سایہ کیا اور اُس میں سے مجھ پر بارش کے مشابہ ایک چیز گری، میں اس سے سیراب ہوگیا، پھر میں نے ایک نور دیکھا جس سے آسمان کا کنارہ روشن ہوگیا اور ایک شکل ظاہر ہوئی جس سے میں نے ایک آواز سنی: اے عبد القادر! میں تیرا رب ہوں اور میں نے تم پر حرام چیزیں حلال کردی ہیں، تو میں نے **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم** پڑھ کر کہا "اے شیطان لعین! دور ہوجا۔ تو روشن کنارہ اندھیرے میں بدل گیا اور وہ شکل دھواں بن گئی، پھر اس نے مجھ سے کہا: اے عبد القادر! تم مجھ سے اپنے علم، اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم اور اپنے مراتب کے سلسلے میں سمجھ بوجھ کے ذریعے نجات پاگئے اور میں نے ایسے 70 مشائخ کو گمراہ کردیا۔ میں نے کہا "یہ صرف میرے رب عَزَّوَجَلَّ کا فضل و احسان ہے۔ شیخ ابو نصر موسیٰ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے دریافت کیا گیا، آپ نے کس طرح جانا کہ وہ شیطان ہے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ارشاد فرمایا "اُس کی اِس بات سے کہ بے شک میں نے تیرے لئے حرام چیزوں کو حلال کردیا۔" [2]

---

1 ...... خازن، الحجر، تحت الآية: ٩٩، ٣/١١٢.

2 ...... بهجة الاسرار، ذكر شيء من اجوبته ممّا يدلّ على قدم راسخ فى علوم الحقائق، ص ٢٢٨.

سورۂ نحل کا تعارف

مقام نزول

سورۂ نحل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے، البتہ آیت ''فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ'' سے لے کر سورت کے آخر تک جو آیات ہیں وہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں، نیز اس بارے میں اور اَقوال بھی ہیں۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **16** رکوع، **128** آیتیں، **2840** کلمے اور **7707** حروف ہیں۔[2]

''نحل'' نام رکھنے کی وجہ

عربی میں شہد کی مکھی کو ''نحل'' کہتے ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر 68 میں اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کا ذکر فرمایا اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ نحل'' رکھا گیا۔

سورۂ نحل سے متعلق روایات

(1)......حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ قرآنِ پاک کی سورۂ نحل میں ایک آیت ہے جو کہ تمام خیر و شر کے بیان کو جامع ہے اور وہ یہ آیت ہے

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ عدل اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔[4]

---

1 ......خازن، تفسیر سورة النحل، ٣/١١٢.
2 ......خازن، تفسیر سورة النحل، ٣/١١٢.
3 ......نحل: ٩٠.
4 ......معجم الكبير، عبد الله بن مسعود الهذلی، ٩/١٣٢، الحديث: ٨٦٥٨.

(2)......مروی ہے کہ (جب) حضرت ہَرِم بن حَیَّان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان) سے لوگوں نے عرض کی: آپ کوئی وصیت فرما دیجئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: میں تمہیں سورۂ نحل کی اس آیت ''**اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ**'' سے لے کر سورت کے آخر تک (بیان کی گئی باتوں) کی وصیت کرتا ہوں۔[1]

سورۂ نحل کے مضامین

اس سورتِ مبارکہ کی بہت پیاری خصوصیت یہ ہے اس میں بڑی کثرت کے ساتھ اللّٰہ تعالٰی کی عظمت، قدرت، حکمت اور وحدانیت پر دلائل دیئے گئے ہیں۔ اگر کثرت سے اس سورت کو سمجھ کر پڑھا جائے تو دل میں اللّٰہ تعالٰی کی محبت اور عظمت کا اضافہ ہوتا ہے۔ نیز اس سورت میں اللّٰہ تعالٰی کی نعمتوں کا بیان بہت کثرت کے ساتھ ہے، اگر ان نعمتوں کے بارے میں بار بار غور کریں تو دل میں شکرِ الٰہی کا جذبہ بیدار ہوگا اور محبتِ الٰہی میں اضافہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......جانوروں سے حاصل ہونے والے فوائد بیان کئے گئے۔

(2)......جنہوں نے دنیا میں نیک کام کئے انہی کے لئے آخرت کی بھلائی ہے۔

(3)......فرشتے کفار کی جان کس طرح نکالتے ہیں اور متقی مسلمانوں کی جان کس طرح نکالتے ہیں۔

(4)......نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو اَذِیَّت دینے والے کفارِ مکہ کو اللّٰہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرایا گیا۔

(5)......بیٹی کی ولادت پر کفار کا طرزِ عمل بیان کیا گیا۔

(6)......حشر کے میدان میں کفار کی بری حالت ذکر کی گئی۔

(7)......عہد پورا کرنے اور قسمیں نہ توڑنے کا حکم دیا گیا۔

(8)......قرآنِ پاک کے بارے میں کفار کے شبہات کا رد کیا گیا۔

(9)......حالتِ اِکراہ میں کلمۂ کفر کہنے والے کا حکم بیان کیا گیا۔

(10)......اپنی طرف سے چیزوں کو حلال یا حرام کہہ کر اس کی نسبت اللّٰہ تعالٰی کی طرف کرنے کی ممانعت فرمائی گئی۔

[1]......دارمی، کتاب الوصایا، باب فضل الوصیة، ٢/٤٩٦، روایت نمبر: ٣١٧٩.

(11)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی شان بیان فرمائی گئی۔

(12)......نیکی کی دعوت دینے کے انتہائی اہم اصول بیان کئے گئے۔

سورۂ حِجُر کے ساتھ مناسبت

سورۂ نحل کی اپنے سے ماقبل سورت ''حِجُر'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ حِجُر کی آیت نمبر 92 میں فرمایا گیا

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تمہارے رب کی قسم، ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔''

اس سے قیامت کے دن لوگوں کا جمع ہونا اور ان سے ان کے دنیوی اَعمال کے بارے سوال کیا جانا ثابت ہوا۔

اسی طرح آیت نمبر 99 میں فرمایا گیا

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو حتّٰی کہ تمہیں موت آجائے۔''

یہ آیت موت کے ذکر پر دلالت کرتی ہے۔ ان دونوں آیات کی سورۂ نحل کی پہلی آیت سے مناسبت ہے کہ اس میں بھی قیامت قائم ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ①

ترجمۂ کنزالایمان: اب آتا ہے اللہ کا حکم تو اس کی جلدی نہ کرو پاکی اور برتری ہے اسے ان کے شریکوں سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کا حکم قریب آ گیا تو تم اس کو جلدی طلب نہ کرو، (اللہ) ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

﴿اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ: اللہ کا حکم آ گیا۔﴾ **شانِ نزول:** جب کفار نے تکذیب اور استہزاء کے طور پر اس عذاب کے نازل ہونے اور قیامت قائم ہونے کی جلدی کی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ جس کی تم جلدی کرتے ہو وہ کچھ دور نہیں بلکہ بہت ہی قریب ہے اور اپنے وقت پر یقیناً واقع ہو گا اور جب واقع ہو گا تو تمہیں اس سے چھٹکارے کی کوئی راہ نہ ملے گی۔ (1)

قیامت قریب ہے

جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے اور اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا پھر انہیں دراز کر دیا۔ (2)

ایک اور روایت میں ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں قیامت کے بالکل قریب بھیجا گیا ہوں، تو مجھے قیامت سے صرف اتنی سبقت حاصل ہے جتنی اس انگلی یعنی درمیانی انگلی کو شہادت کی انگلی پر حاصل ہے۔ (3)

﴿سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ: (اللہ) ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔﴾ کافروں نے کہا ’’اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) آپ نے جو یہ بات کہی کہ دنیا یا آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عذاب میں مبتلا کر دینے کا حکم نازل فرمایا ہے، چلیں ہم نے اس بات کو مان لیا لیکن جن بتوں کی ہم عبادت کر رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کر دیں گے تو ان بتوں کی شفاعت کی وجہ سے ہمیں عذاب سے نجات مل جائے گی، ان کے رد میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔ (4)

---

1 ......روح البیان، النحل، تحت الآیة: ١، ٥/٢، ملخصاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ١، ٣/١١٢، بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: بعثت انا والساعة کهاتین، ٤/٢٤٨، الحدیث: ٦٥٠٣.

3 ......ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی قول النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: بعثت انا والساعة کهاتین... الخ، ٤/٩١، الحدیث: ٢٢٢٠.

4 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ١، ٧/١٦٨.

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓىٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ملائکہ کو ایمان کی جان یعنی وحی لے کر اپنے جن بندوں پر چاہے اتارتا ہے کہ ڈر سناؤ کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں تو مجھ سے ڈرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اس پر فرشتوں کو اپنے حکم سے روح یعنی وحی کے ساتھ نازل فرماتا ہے کہ تم ڈر سناؤ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ سے ڈرو۔

﴿یُنَزِّلُ الْمَلٰٓىٕكَةَ: اللہ فرشتوں کو نازل فرماتا ہے۔﴾ اس آیت میں ملائکہ سے مراد حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں، ان کی تعظیم کے لئے جمع کا صیغہ ''ملائکہ'' ذکر فرمایا گیا اور روح سے مراد وحی ہے۔ وحی کو روح اس لئے فرمایا گیا کہ جس طرح روح کے ذریعے جسم زندہ ہوتا ہے اور روح نہ ہو تو جسم مردہ ہو جاتا ہے اسی طرح وحی کے ذریعے دل زندہ ہوتا ہے اور اسی سے ابدی سعادت کا پتا چلتا ہے اور جو دل وحی سے دور ہو وہ مردہ ہو جاتا ہے۔[1]

بعض مفسرین کا قول ہے کہ ملائکہ سے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے ساتھ آنے والے وہ فرشتے مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وحی کی حفاظت پر مامور ہیں۔[2] آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے جن بندوں کو نبوت، رسالت اور مخلوق کی طرف وحی کی تبلیغ کے لئے منتخب فرما لیا ہے ان پر وحی کے ساتھ فرشتوں کو نازل فرماتا ہے تا کہ وہ لوگوں کو میرا انکار کرنے اور عبادت کے لائق ہونے میں بتوں کو میرا شریک ٹھہرانے پر میرے قہر و غضب سے ڈرائیں۔[3]

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۳﴾

1 ......جلالين مع صاوی، النحل، تحت الآية: ٢، ٣/١٠٥٦.

2 ......ابو سعود، النحل، تحت الآية: ٢، ٣/٢٤٤.

3 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٢، ٣/١١٢-١١٣، تفسير طبری، النحل، تحت الآية: ٢، ٧/٥٥٧-٥٥٨، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے آسمان اورزمین بجا بنائے وہ ان کے شرک سے برتر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے آسمانوں اورزمین کوحق کے ساتھ بنایا۔وہ ان کے شرک سے بلند و بالا ہے۔

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ: اس نے آسمانوں اورزمین کوحق کے ساتھ بنایا۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے اپنی وحدانیت اوراپنے معبود ہونے پربطورِ دلیل ان چیزوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جنہیں پیدا کرنے پر اللّٰہ تعالٰی کے سوااور کوئی قادرنہیں۔ (1) آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے آسمانوں اورزمین کوحکمت ومصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے باطل اور بیکارنہیں بنایااوروہ زمین وآسمان کو پیدا کرنے میں یکتا ہے، انہیں عدم سے وجود میں لانے میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی انہیں پیدا کرنے پر کسی نے اللّٰہ تعالٰی کی مدد کی ہے تو اللّٰہ تعالٰی کا شریک کہاں سے آ گیا؟ اے لوگو! تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ تمہارے شرک اور تمہارے اس دعوے کہ ''اللّٰہ کے سوااور بھی معبود ہیں'' سے بلند وبالا ہے اوراس کی شان اتنی بلند ہے کہ کوئی اس کا مثل، شریک یا مددگار ہو ہی نہیں سکتا۔ (2)

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آدمی کو ایک نِتھری بوند سے بنایا تو جبھی کھلا جھگڑالو ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے انسان کو منی سے پیدا کیا پھر (بھی) وہ کھلم کھلا جھگڑنے والا بن گیا۔

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ: اس نے انسان کو منی سے پیدا کیا۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے اپنی وحدانیت اورقدرت پرایک اوردلیل ذکرفرمائی کہ اللّٰہ تعالٰی نے انسان کو منی سے پیدا کیا، جس میں نہ حِس ہوتی ہے نہ حرکت اور اللّٰہ تعالٰی نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ایک ناپاک قطرے سے عجیب وغریب مخلوق بنائی، ماں کے پیٹ میں اس قطرے کو مختلف شکلوں میں ڈھالتا رہا، پھراس کی تخلیق پوری کرنے اوراس میں روح پھونکنے کے بعد اسے دنیا کی روشنی میں لے کر آیا، اسے غذا اور رزق دیااوراس کی پرورش کرتا رہا، حتّٰی کہ جب وہ اپنے قدموں پر چلنے کے قابل ہو گیا تو اس نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٣، ص٥٨٩.

2 ......تفسير طبرى، النحل، تحت الآية: ٣، ٧/٥٥٩، روح البيان، النحل، تحت الآية: ٣، ٥/٦، ملتقطاً.

کی ناشکری کی اور اپنے پیدا کرنے والے کو ماننے سے انکار کردیا اور ان بتوں کی عبادت کرنے میں مصروف ہوگیا جو اسے نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان اور یہ کہنے لگا کہ ”مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیْمٌ“ یعنی ایسا کون ہے جو ہڈیوں کو زندہ کردے جبکہ وہ بالکل گلی ہوئی ہوں۔ جبکہ وہ اس ہستی کو بھول گیا جس نے اسے گندے قطرے سے ایسی حسین شکل عطا کی تھی۔[1]

شانِ نزول: یہ آیت اُبی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی، یہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کرتا تھا، ایک مرتبہ کسی مردے کی گلی ہوئی ہڈی اٹھالایا اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے کہنے لگا ”آپ کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو زندگی دے گا!اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی[2] اور نہایت نفیس جواب دیا گیا کہ ہڈی تو کچھ نہ کچھ عُضْو اور شکل رکھتی بھی ہے، اللہ تعالیٰ تو منی کے ایک چھوٹے سے بے حس وحرکت قطرے سے تجھ جیسا جھگڑالو انسان پیدا کردیتا ہے، یہ دیکھ کر بھی تو اس کی قدرت پر ایمان نہیں لاتا۔ علامہ صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ”اس آیت میں اُبی بن خلف کا رد ہے اور ہر اس شخص کا بھی رد ہے جو اُبی بن خلف کے طریقے کو اپنائے ہوئے ہے۔[3]

وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور چوپائے پیدا کیے ان میں تمہارے لیے گرم لباس اور منفعتیں ہیں اور ان میں سے کھاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے جانور پیدا کئے، ان میں تمہارے لیے گرم لباس اور بہت سے فائدے ہیں اور ان سے تم (غذا بھی) کھاتے ہو۔

﴿**وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا: اور اس نے جانور پیدا کئے۔**﴾ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا اور اس کے بعد انسان کی پیدائش کا ذکر فرمایا جبکہ اس آیت اور اس کے بعد والی چند آیات میں ان چیزوں کا ذکر فرمایا جن سے انسان اپنی تمام ضروریات میں نفع اٹھاتے ہیں اور چونکہ انسان کی سب سے بڑی ضرورت کھانا اور لباس ہے کیونکہ ان سے بدنِ انسانی تَقْوِیَت اور حفاظت حاصل کرتا ہے اس لئے سب سے پہلے ان جانوروں کا ذکر کیا گیا جن سے یہ فوائد

1 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیۃ: ٤، ٥٥٩/٧، بیضاوی، النحل، تحت الآیۃ: ٤، ٣٨٦/٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآیۃ: ٤، ١١٣/٣.

3 ......صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ٤، ١٠٥٦/٣.

حاصل ہوتے ہیں۔آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اونٹ، گائے اور بکریاں وغیرہ جانور پیدا کئے، ان کی کھالوں اور اُون سے تمہارے لیے گرم لباس تیار ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی ان جانوروں میں بہت سے فائدے ہیں جیسے تم ان کی نسل سے دولت بڑھاتے ہو، اُن کے دودھ پیتے ہو، اُن پر سواری کرتے ہو اور تم ان کا گوشت بھی کھاتے ہو۔[1]

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ﴿٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا ان میں تجمل ہے جب انہیں شام کو واپس لاتے ہو اور جب چرنے کو چھوڑتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے لئے ان میں زینت ہے جب تم انہیں شام کو واپس لاتے ہو اور جب چرنے کیلئے چھوڑتے ہو۔

﴿وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ: اور تمہارے لئے ان میں زینت ہے۔﴾ یعنی جب تم ان جانوروں کو شام کے وقت چراگاہوں سے واپس لاتے ہو اور جب صبح کے وقت انہیں چرنے کے لئے چھوڑتے ہو تو اس وقت ان جانوروں کی کثرت اور بناوٹ دیکھ کر تمہیں خوشی حاصل ہوتی ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں تمہاری عزت، وجاہت اور مقام و مرتبہ بڑھ جاتا ہے۔[2] جیسے ہمارے زمانے میں صبح کسی کے گھر سے اعلیٰ درجے کی گاڑی نکلے اور شام کو واپس آئے تو لوگوں کی نظر میں اس کی بڑی قدر ہوتی ہے۔

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ﴿٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں ایسے شہر کی طرف کہ تم اس تک نہ پہونچتے مگر ادھ مرے ہو کر بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے۔

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٥، ٣/١١٣.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٦، ٣/١١٤، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جانور تمہارے بوجھ اٹھا کر ایسے شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے ، بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے۔

﴿ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ : اور وہ جانور تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔﴾ یعنی وہ جانور تمہارا سامان اور سفر کے دوران کام آنے والے آلات اس شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے ، بیشک تمہارا رب نہایت مہربان، رحم والا ہے کہ اس نے تمہارے لئے یہ نفع دینے والی چیزیں پیدا کی ہیں۔ [1]

جانور پر سواری کرنا اور بوجھ لادنا جائز ہے

ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت سے ثابت ہوا کہ جانوروں پر سواری کرنا اور ان پر سامان لادنا جائز ہے البتہ جتنی ان میں بوجھ برداشت کرنے کی قوت ہو اسی حساب سے ان پر سامان لادا جائے۔ [2]

جانوروں سے متعلق اسلام کی عظیم تعلیمات

کثیر احادیث میں جانوروں کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آنے ، ان کے لئے آسانی کرنے اور ان کے دانہ پانی کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب تم سرسبزی کے زمانے میں سفر کرو تو زمین سے اونٹوں کو ان کا حصہ دو اور جب تم خشکی کے سال میں سفر کرو تو زمین سے جلدی گزر و (تاکہ اونٹ کمزور نہ ہو جائیں) اور جب تم رات کے وقت آرام کے لئے اترو تو راستے سے الگ اترو کیونکہ وہ جانوروں کے راستے اور رات میں کیڑے مکوڑوں کے ٹھکانے ہیں۔ [3]

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے یا کھیت اگاتا ہے، اس سے کوئی پرندہ، انسان یا جانور کچھ کھالیں تو وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔ [4]

حضرت سہل بن حَنْظَلِیَّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک ایسے

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآیۃ: ٧، ٣/١١٤.

2 ......قرطبی، النحل، تحت الآیۃ: ٧، ٥/٥٤، الجزء العاشر.

3 ......مسلم، کتاب الامارۃ، باب مراعاۃ مصلحۃ الدواب فی السیر... الخ، ص١٠٦٣، الحدیث: ١٧٨(١٩٢٦).

4 ......بخاری، کتاب الحرث والمزارعۃ، باب فضل الزرع والغرس اذا اکل منہ، ٢/٨٥، الحدیث: ٢٣٢٠.

اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی تھی تو ارشاد فرمایا ''ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو، ان پر اچھی طرح سوار ہوا کرو اور انہیں اچھی طرح کھلایا کرو۔ (1)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (جانوروں کے) چہرے پر مارنے اور چہرے کو داغنے سے منع فرمایا۔ مزید فرماتے ہیں، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس سے ایک گدھا گزرا جس کے منہ کو داغا گیا تھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے اسے داغا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (2)

حضرت مسیّب بن دارم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں نے حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک شتربان کو مارا اور اس سے فرمایا ''تم نے اپنے اونٹ پر اس کی طاقت سے زیادہ سامان کیوں لادا ہے؟ (3)

وَّ الْخَیْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِیْنَةًؕ-وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے اور وہ پیدا کرے گا جس کی تمہیں خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اس نے) گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کئے) تاکہ تم ان پر سوار ہو اور یہ تمہارے لئے زینت ہے اور (ابھی مزید) ایسی چیزیں پیدا کرے گا جو تم جانتے نہیں۔

﴿وَ الْخَیْلَ وَ الْبِغَالَ: اور گھوڑے اور خچر۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے گھوڑے، خچر اور گدھے بھی تمہارے نفع کے لئے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور ان میں تمہارے لئے سواری اور دیگر جو فوائد ہیں ان کے ساتھ ساتھ یہ تمہارے لئے زینت ہیں۔ (4)

1 ......ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم، ۳/۳۲، الحديث: ۲۵٤۸.

2 ......مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب النهى عن ضرب الحيوان فى وجهه ووسمه فيه، ص۱۱۷۱،۱۱۷۲ الحديث: ۱۰۶ (۲۱۱۶)، ۱۰۷ (۲۱۱۷).

3 ......الطبقات الكبرى لابن سعد، تسمية من نزل البصرة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن كان بعدهم... الخ، الطبقة الاولى من الفقهاء المحدثين... الخ، المسيب بن دارم، ۷/۹۱.

4 ......تفسير طبرى، النحل، تحت الآية: ۸، ۷/۵۶۲.

اللہ تعالٰی کی رحمت

علما فرماتے ہیں ’’ہمیں اونٹ، گائے، بکری، گھوڑا اور خچر وغیرہ جانوروں کا مالک بنا دینا، انہیں ہمارے لئے نرم کر دینا، ان جانوروں کو اپنا تابع کرنا اور ان سے نفع اٹھانا ہمارے لئے مباح کر دینا اللہ تعالٰی کی ہم پر رحمت ہے۔[1]

﴿ وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ : اور (ابھی مزید) ایسی چیزیں پیدا کرے گا جو تم جانتے نہیں۔﴾ یعنی جانوروں کی جو اقسام تمہارے سامنے بیان کی گئیں ان کے علاوہ ابھی مزید ایسی عجیب وغریب چیزیں اللہ تعالٰی پیدا کرے گا جن کی حقیقت اور پیدائش کی کیفیت تم نہیں جانتے۔[2] اس میں وہ تمام چیزیں آ گئیں جو آدمی کے فائدے، راحت و آرام اور آسائش کے کام آتی ہیں اور وہ اس وقت تک موجود نہیں ہوئی تھیں لیکن اللہ تعالٰی کو ان کا آئندہ پیدا کرنا منظور تھا جیسے کہ بحری جہاز، ریل گاڑیاں، کاریں، بسیں، ہوائی جہاز اور اس طرح کی ہزاروں، لاکھوں سائنسی ایجادات۔ اور ابھی آئندہ زمانے میں نہ جانے کیا کیا ایجاد ہو گا لیکن جو بھی ایجاد ہو گا وہ اس آیت میں داخل ہو گا۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۠ ﴿۹﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیچ کی راہ ٹھیک اللہ تک ہے اور کوئی راہ ٹیڑھی ہے اور چاہتا تو تم سب کو راہ پر لاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور درمیان کا سیدھا راستہ (دکھانا) اللہ کے ذمہ کرم پر ہی ہے اور ان راستوں میں سے کوئی ٹیڑھا راستہ بھی ہے اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتا۔

﴿ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ : اور درمیان کا سیدھا راستہ (دکھانا) اللہ کے ذمہ کرم پر ہی ہے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے رسول بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر سیدھے راستے کو بیان کرنا اپنے ذمہ کرم پر لیا ہوا ہے، یہ اس کا فضل اور احسان ہے لہٰذا جو ہدایت حاصل کرے گا تو وہ اپنے فائدے کیلئے کرے گا اور جو گمراہ ہو گا تو گمراہی کا نقصان بھی اسی کو ہے۔[3] نیز سیدھا راستہ وہی ہے جو اللہ تک پہنچانے والا ہو۔

1 ......قرطبی، النحل، تحت الآیۃ: ۸، ۵/۵۵، الجزء العاشر۔

2 ......ابو سعود، النحل، تحت الآیۃ: ۸، ۳/۲۴۷، جلالین، النحل، تحت الآیۃ: ۸، ص۲۱۶، ملتقطاً۔

3 ......صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ۹، ۳/۱۰۵۸، تفسیر طبری، النحل، تحت الآیۃ: ۹، ۷/۵۶۴، ملتقطاً۔

﴿وَمِنْهَا جَآىٕرٌ: اوران راستوں میں سے کوئی ٹیڑھا راستہ بھی ہے۔﴾ یعنی ان راستوں میں سے کچھ راستے ایسے ہیں جو صراطِ مستقیم سے مُنحرف ہیں اوران پر چلنے والا منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ کفراور گمراہی کی تمام راہیں جیسے یہودیت، عیسائیت اور مجوسیت وغیرہ یونہی اپنی خواہشات سے نئے نئے مسلک بنانے والے سب اس میں داخل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ''قَصْدُ السَّبِیْلِ'' سے مراددینِ اسلام اوراہلسنّت والجماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کوصراطِ مستقیم، حسنِ اعتقاد اوراچھے اعمال پر استقامت عطافرمائے اور کفر، گمراہی اور بدمذہبی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ [1]

﴿وَلَوْشَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ: اوراگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتا۔﴾ یعنی اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا تو تم سب کو سیدھے راستے تک پہنچادیتا لیکن اس نے ایسا نہیں چاہا کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل سے یہ بات جانتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو جنت میں جانے کے قابل ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو جہنم میں جانے کے لائق ہیں لہٰذا سب کو ہدایت نصیب نہ ہوگی۔ [2]

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ النَّخِیْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارااس سے تمہارا پینا ہےاوراس سے درخت ہیں جن سے چَراتے ہو۔اس پانی سے تمہارے لیےکھیتی اگاتا ہےاورزیتون اور کھجوراورانگوراور ہرقسم کے پھل بیشک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا، اس سے تمہارا پینا ہےاوراسی سے درخت (اگتے) ہیں جن سے تم (جانور) چراتے ہو۔اس پانی سے وہ تمہارے لیےکھیتی اورزیتون اور کھجوراورانگوراور ہرقسم کے پھل اگاتا ہے،

1 ......روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۹، ۵/۱۳.

2 ......صاوی، النحل، تحت الآیة: ۹، ۳/۱۰۵۸.

بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانی ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً: وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے ان احسانات کا ذکر فرمایا جو خاص انسانوں پر فرمائے اور اس آیت میں ان نعمتوں کو بیان فرمایا ہے کہ جو صرف انسانوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام حیوانات کے لئے بھی ہیں وہ یہ کہ اللّٰہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا جو پینے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس سے نَباتات اگتی ہیں جن سے تمام جانور نفع اٹھاتے ہیں۔ (1)

﴿ یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ: اس پانی سے وہ تمہارے لیے کھیتی اگاتا ہے۔﴾ جس طرح سابقہ آیات میں اللّٰہ تعالیٰ نے حیوانات کا تفصیلی اور اِجمالی طور پر ذکر فرمایا اسی طرح اس آیت میں پھلوں کا تفصیلی اور اجمالی دونوں طرح سے ذکر فرمایا ہے۔ اس آیت میں چار اَجناس کا صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا (1) کھیتی۔ اس سے مراد وہ دانہ ہے جس سے غذا حاصل کی جاتی ہے جیسے گندم، جَو اور ان جیسی دوسری چیزیں کیونکہ ان سے بدنِ انسانی تقوِیَت پاتا ہے۔ (2) زیتون۔ یہ سالن اور تیل کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور یہ پھل برکت والا بھی ہے۔ (3) کھجور۔ اس پھل میں غذائیت ہے اور یہ میوہ ہے۔ (4) انگور۔ یہ غذائیت اور میوہ ہونے میں کھجور کی طرح ہے۔ اس کے بعد ’’ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ‘‘ فرما کر تمام پھلوں کا اجمالی طور پر ذکر کر دیا تاکہ لوگ اللّٰہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور مخلوق پر اس کے انعامات سے آگاہ ہوں۔ (2)

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ: بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانی ہے۔﴾ یعنی پانی نازل کرنے اور اس سے طرح طرح کی اجناس پیدا کرنے میں ان لوگوں کے لئے اللّٰہ تعالیٰ کے کمالِ علم، قدرت، حکمت اور صرف اسی کے معبود ہونے پر دلالت کرنے والی بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو اس کی صنعتوں میں غور وفکر کر کے ایمان قبول کر لیتے ہیں۔ (3)

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَۙ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَؕ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَۙ(۱۲)

1 ……صاوی، النحل، تحت الآیة: ۱۰، ۳/۱۰۵۸.

2 ……خازن، النحل، تحت الآیة: ۱۱، ۳/۱۱۵، ملخصاً.

3 ……روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۱۱، ۵/۱۶، جلالین، النحل، تحت الآیة: ۱۱، ص۲۱۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس نے تمہارے لیے مسخر کیے رات اور دن اور سورج اور چاند اور ستارے اس کے حکم کے باندھے ہیں بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے تمہارے لیے رات اور دن اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا اور ستارے (بھی) اسی کے حکم کے پابند ہیں۔ بیشک اس میں عقل مندوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ: اور اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو کام پر لگا دیا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جو عالَمِ سُفلی یعنی زمین اور اس پر موجود تمام چیزوں میں ہیں اور اس آیت میں ان نعمتوں کو بیان فرمایا جو عالَمِ عُلوی یعنی بادلوں، آسمانوں اور ان میں موجود تمام چیزوں میں ہیں اور یہ سب نعمتیں کائنات کے نظام کی تکمیل اور عالَم کے نفع کے لئے ہیں۔[1]

نوٹ: دن رات، سورج چاند اور ستاروں کی تسخیر کی تفسیر سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر **33** میں گزر چکی ہے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ: بیشک اس میں عقل مندوں کیلئے نشانیاں ہیں۔﴾ یعنی جو لوگ صحیح اور سلیم عقل رکھتے ہیں وہ ان چیزوں میں غور کر کے سمجھ جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے اختیار سے ہر کام کرنے والا ہے اور تمام مخلوق اسی کی قدرت کے تحت ہے۔[2]

آیت" وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے درج ذیل تین چیزیں بھی معلوم ہوئیں،

(1)...... ہر ذرہ معرفتِ الٰہی کا دفتر ہے، لیکن اس کیلئے صحیح عقل کی ضرورت ہے۔

(2)...... اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی عقل اچھی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پہچانے جبکہ جو عقل اس کی معرفت تک نہ پہنچائے وہ بے عقلی ہے۔

(3)...... علمِ طب، ریاضی وفلکیات وغیرہ بہت عمدہ واعلیٰ علوم ہیں کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مدد ملتی ہے۔

1 ...... صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ١٢، ٣/١٠٥٩، ملخصاً.

2 ...... خازن، النحل، تحت الآیۃ: ١٢، ٣/١١٦.

وَ مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ(۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو تمہارے لیے زمین میں پیدا کیا رنگ برنگ بیشک اس میں نشانی ہے یاد کرنے والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اس نے تمہارے کام میں لگادیں) وہ مختلف رنگوں والی چیزیں جو اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کیں۔ بیشک اس میں نصیحت ماننے والوں کیلئے نشانی ہے۔

﴿وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ: اور وہ چیزیں جو اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کیں۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی تمہارے کام پر لگادیا جو اس نے تمہارے لئے زمین میں حیوانات، درخت اور پھل وغیرہ پیدا کئے ہیں اور وہ اپنی کثیر تعداد کے باوجود خلقت، ہیئت، کیفیت اور رنگ میں مختلف ہیں حتّٰی کہ ان میں سے کوئی مکمل طور پر دوسرے کی طرح نہیں ہوتا، اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال پر بڑی مضبوط دلیل ہے۔ (1)

وَ هُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَاۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے دریا مسخر کیا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور اس میں سے گہنا نکالتے ہو جسے پہنتے ہو اور تو اس میں کشتیاں دیکھے کہ پانی چیر کر چلتی ہیں اور اس لیے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور کہیں احسان مانو۔

(1)......خازن، النحل، تحت الآیة: ۱۳، ۳/۱۱۶.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے سمندر تمہارے قابو میں دیدیئے تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور تم اس میں سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں اور اس لئے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ: اور وہی ہے جس نے سمندر تمہارے قابو میں دیدیئے۔﴾ سمندر کی تسخیر کا معنی یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے انسانوں کو سمندر سے نفع اٹھانے کی قدرت عطا کردی ہے، وہ کشتیوں اور بحری جہازوں کے ذریعے اس میں سفر کر سکتے ہیں، غوطے لگا کر اس کی تہہ میں پہنچ سکتے ہیں اور اس میں سے شکار کر سکتے ہیں۔ (1)

﴿لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا: تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ۔﴾ سمندر میں انسانوں کے لئے بے شمار فوائد ہیں، ان میں سے تین فوائد اللّٰہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمائے ہیں۔

پہلا فائدہ: تم اس میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو۔ اس سے مراد مچھلی ہے۔ یاد رہے کہ سمندری جانوروں میں سے صرف مچھلی کا گوشت حلال ہے۔

دوسرا فائدہ: تم سمندر میں سے زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو۔ زیور سے مراد گوہر و مرجان ہیں اور پہننے سے مراد عورتوں کا پہننا ہے کیونکہ زیور عورتوں کی زینت ہے اور چونکہ عورتوں کا زیوروں کے ذریعے سجنا سنورنا مردوں کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے گویا کہ یہ مردوں کی زینت اور لباس ہے۔ (2)

تیسرا فائدہ: اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں۔ یعنی اگر تم میں سے کوئی سمندر پر جائے تو وہ دیکھے گا کہ ہوا کا رخ ایک طرف ہونے کے باوجود (بادبانی) کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی آ جا رہی ہیں۔ (3)

﴿وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ: تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔﴾ یعنی سمندر کو تمہارے قابو میں اس لئے دیا تاکہ تم تجارت کی غرض سے سمندر میں سفر کرو اور اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے نفع حاصل کرو اور جب تم اللّٰہ تعالیٰ کا فضل اور احسان پاؤ تو تمہیں چاہئے کہ اس پر اللّٰہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ (4)

1 ......بیضاوی، النحل، تحت الآیۃ: ١٤، ٣/٣٨٩، ملخصاً.

2 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ١٤، ٧/١٨٨.

3 ......روح البیان، النحل، تحت الآیۃ: ١٤، ٥/١٩، ملخصاً.

4 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ١٤، ٧/١٨٩.

وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ عَلٰمٰتٍؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوراس نے زمین میں لنگر ڈالے کہ کہیں تمہیں لے کر نہ کانپے اور ندیاں اور رستے کہ تم راہ پاؤ۔اور علامتیں اور ستارے سے وہ راہ پاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراس نے زمین میں لنگر ڈالے تاکہ زمین تمہیں لے کر حرکت نہ کرتی رہے اوراس نے نہریں اور راستے بنائے تاکہ تم راستہ پالو۔اور (راستوں کیلئے) کئی نشانیاں بنائیں اور لوگ ستاروں سے راستہ پالیتے ہیں۔

﴿ وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ : **اوراس نے زمین میں لنگر ڈالے۔**﴾ اللہ تعالٰی نے انسانوں کے لئے زمین میں جو نعمتیں پیدا فرمائی ہیں ان میں سے بعض کا ذکر اس آیت میں فرمایا۔آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے زمین میں مضبوط پہاڑوں کے لنگر ڈالے تاکہ وہ تمہیں لے کر حرکت نہ کرتی رہے اوراس نے زمین میں نہریں بنائیں اور راستے بنائے جن پر تم اپنے سفر کے دوران چلتے ہو اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہو تاکہ تم اپنی منزلوں تک راستہ پالو اور بھٹک نہ جاؤ۔[1]

﴿ وَ عَلٰمٰتٍ : **اورکئی نشانیاں بنائیں۔**﴾ یعنی اللہ تعالٰی نے راستوں کی پہچان کیلئے کئی نشانیاں بنائیں جیسے پہاڑ کہ دن میں لوگ ان کے ذریعے راستہ پاتے ہیں اور رات کے وقت لوگ خشکی اور تری میں ستاروں سے بھی راستہ پالیتے ہیں اوراس سے انہیں قبلہ کی پہچان ہوتی ہے۔[2]

اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو بنائے وہ ایسا ہوجائے گا جو نہ بنائے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔

---

1 ......تفسیرکبیر، النحل، تحت الآیة: ۱۵، ۷/۱۸۹، خازن، النحل، تحت الآیة: ۱۵، ۳/۱۱۶، ملتقطاً.

2 ......جلالین، النحل، تحت الآیة: ۱۶، ص۲۱۷، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا جو پیدا کرنے والا ہے وہ اس جیسا ہے جو کچھ بھی نہیں بنا سکتا ؟ تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے ؟

﴿اَفَمَنْ یَّخْلُقُ: تو کیا جو پیدا کرنے والا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور صنعت کے عجائبات اور انوکھی مخلوقات کا ذکر فرمایا، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال اور اس کی وحدانیت پر اور تمام مخلوقات کو پیدا کرنے میں اس کے یکتا ہونے پر دلالت کرتی ہیں جبکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے کلام فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر عاجز اور ناکارہ بتوں کی عبادت میں مشغول ہیں۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اپنی قدرت اور حکمت سے اِن تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے، کیا وہ ان بتوں جیسا ہے جو اپنے عاجز و بے قدرت ہونے کی وجہ سے کچھ بھی نہیں بنا سکتے ؟ جب اللہ تعالیٰ ان جیسا ہے ہی نہیں تو عقلمند کو کب سزاوار ہے کہ ایسے خالق و مالک کی عبادت چھوڑ کر عاجز و بے اختیار بتوں کی پرستش کرے یا انہیں عبادت میں اس کا شریک ٹھہرائے ؟(1)

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کرسکو گے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہیں کرسکو گے، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ: اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو۔﴾ یعنی اوپر بیان کردہ نعمتیں اور ان کے علاوہ بندے کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں جیسے تندرست بدن، آفات سے محفوظ جسم، صحیح آنکھیں، عقلِ سلیم، ایسی سماعت جو چیزوں کو سمجھنے میں مددگار رہے، ہاتھوں کا پکڑنا، پاؤں کا چلنا وغیرہ اور جتنی نعمتیں بندے پر فرمائی ہیں، جیسے بندے کی دینی اور دنیوی ضروریات کی تکمیل کے لئے پیدا کی گئیں تمام چیزیں، یہ اتنی کثیر ہیں کہ ان کا شمار ممکن ہی نہیں حتّٰی کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی چھوٹی سی نعمت کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرے تو وہ حاصل نہ کر سکے گا تو ان نعمتوں کا کیا کہنا جنہیں تمام مخلوق مل کر بھی شمار نہیں کرسکتی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنے کی کوشش کرو اور اس کام میں اپنی زندگیاں صَرف کر دو تو بھی اس پر قادر نہیں ہو سکتے۔(2)

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ١٧، ٣/١١٧، جلالین، النحل، تحت الآیة: ١٧، ص٢١٧، ملتقطاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ١٨، ٣/١١٧.

نوٹ: نعمتیں شمار نہ کرسکنے کی کچھ تفصیل ہم سورۂ ابراہیم آیت نمبر 34 میں کرآئے ہیں، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ : بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر جیسا شکرادا کرنا تم پر لازم ہے اگر تم ویسا نہ کرسکو تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری تقصیر معاف کرنے والا ہے، وہ شکرادا کرنے میں تمہاری تقصیر کے باوجود تم پر نعمتیں وسیع فرماتا ہے اور گناہوں کی وجہ سے تمہیں اپنی نعمتوں سے محروم نہیں فرماتا۔(1)

وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ جانتا ہے جو چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔

﴿وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ : اور اللہ جانتا ہے۔﴾ یعنی تم اپنے عقائد واعمال میں سے جو چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو وہ سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔(2)

چھپ کر گناہ کرنے والوں کو نصیحت

اس آیت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام ظاہری و باطنی اعمال جانتا ہے، اس میں ہر اس شخص کے لئے بڑی عبرت و نصیحت ہے جو لوگوں سے چھپ کر برے اعمال کرتا ہے اور اپنا برا عمل لوگوں پر ظاہر ہونے سے ڈرتا ہے جبکہ وہ اس رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتا جو ان کی تنہائیوں اور خَلْوَتوں کے اَعمال بھی جانتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

چھپ کے لوگوں سے کئے جس کے گناہ　　　وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے
کام زنداں کے کئے اور ہمیں　　　شوقِ گلزار ہے کیا ہونا ہے

وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿ؕ۲۰﴾

1 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۱۸، ۳/۱۱۷۔

2 ......صاوی، النحل، تحت الآیة: ۱۹، ۳/۱۰۶۰-۱۰۶۱۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ کے سوا جن کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں وہ تو کسی شے کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ تو خود بنائے جاتے ہیں۔

﴿وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اور اللّٰہ کے سوا جن کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں۔﴾ مُستند مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اس آیت میں مذکور لفظ ''یَدْعُوْنَ'' کا معنی ''یَعْبُدُوْنَ'' یعنی عبادت کرنا لکھا ہے جیسا کہ ابوسعید عبداللّٰہ بن عمر بیضاوی، امام جلال الدین سیوطی، ابوسعود محمد بن محمد اور علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ جن معبودوں کی کفار عبادت کرتے ہیں۔[1] علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کے لفظ ''یَدْعُوْنَ'' کا معنی ''یَعْبُدُوْنَ'' لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ قرآنِ پاک میں لفظ ''دعا'' عبادت کے معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔[2] ابواللیث سمرقندی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کفار اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ اس بات پر قادر نہیں کہ کوئی چیز پیدا کرسکیں بلکہ وہ خود پتھروں اور لکڑی وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں۔[3] امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ جن بتوں کی کفار عبادت کرتے ہیں وہ اپنی ذات میں بھی ناقص ہیں کہ انہیں دوسروں نے بنایا ہے اور اپنی صفات میں بھی ناقص ہیں کہ یہ کسی چیز کو پیدا ہی نہیں کرسکتے۔[4]

أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٢١﴾

ع ١٢/٢ ٨

ترجمۂ کنزالایمان: مُردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔

1 ......تفسیر بیضاوی، النحل، تحت الآیۃ: ٢٠، ٣/٣٩١، جلالین، النحل، تحت الآیۃ: ٢٠، ص٢١٧، ابو سعود، النحل، تحت الآیۃ: ٢٠، ٣/٢٥٦، روح البیان، النحل، تحت الآیۃ: ٢٠، ٥/٢٣-٢٤.

2 ......روح البیان، النحل، تحت الآیۃ: ٢٠، ٥/٢٣.

3 ......سمرقندی، النحل، تحت الآیۃ: ٢٠، ٢/٢٣٢.

4 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ٢٠، ٧/١٩٥، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بے جان ہیں زندہ نہیں ہیں اور انہیں خبر نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔

﴿اَمْوَاتٌ: بے جان ہیں۔﴾ امام ابنِ ابی حاتم اور امام محمد بن جریر طبری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِما اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''یہ بت جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے بے جان ہیں، ان میں روحیں نہیں اور نہ ہی یہ اپنی عبادت کرنے والوں کو کوئی نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ [1] انہی بزرگوں کے حوالے سے امام جلال الدین سیوطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس آیت کی یہی تفسیر دُرِّ منثور میں رقم فرمائی۔ [2] امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جن بتوں کی کفار عبادت کرتے ہیں اگر یہ حقیقی معبود ہوتے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرح زندہ ہوتے انہیں کبھی موت نہ آتی حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ بے جان ہیں، زندہ نہیں اور ان بتوں کو خبر نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے تو ایسے مجبور، بے جان اور بے علم معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔ [3] امام علی بن محمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی کتاب تفسیر خازن میں فرماتے ہیں ''اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر یہ بت معبود ہوتے جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو یہ ضرور زندہ ہوتے انہیں کبھی موت نہ آتی کیونکہ جو معبود عبادت کا مستحق ہے وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور اسے کبھی موت نہ آئے گی اور بت چونکہ مردہ ہیں زندہ نہیں لہٰذا یہ عبادت کے مستحق نہیں۔ [4] ان کے علاوہ دیگر تمام مُستند تفاسیر جیسے تفسیر طبری، تفسیر سمرقندی، تفسیر بغوی، تفسیر ابو سعود، تفسیر قرطبی اور تفسیر صاوی وغیرہ میں صراحت ہے کہ اس آیت میں '' اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ '' سے مراد بت ہیں، کسی بھی مستند مفسر نے ان آیات کا مصداق انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کو قرار نہیں دیا۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌۚ فَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارا معبود ایک معبود ہے تو وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہیں اور وہ مغرور۔

1 ......تفسیر ابن ابی حاتم، النحل، تحت الآیة: ٢١، ٧/٢٢٨٠، تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ٢١، ٧/٥٧٣-٥٧٤.

2 ......در منثور، النحل، تحت الآیة: ٢١، ٥/١١٩.

3 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ٢١، ٧/١٩٥، ملخصاً.

4 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ٢١، ٣/١١٨.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارا معبود ایک معبود ہے تو وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہیں اور وہ متکبر ہیں۔

﴿اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ : **تمہارا معبود ایک معبود ہے۔**﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے ماقبل آیات میں ذکر کئے گئے قطعی دلائل سے ثابت ہوا کہ تمہاری عبادت کا مستحق ایک معبود یعنی اللہ تعالیٰ ہے، وہ اپنی ذات وصفات میں نظیر وشریک سے پاک ہے تو وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرنے والے ہیں اور وہ متکبر ہیں کہ حق ظاہر ہو جانے کے باوجود اس کی پیروی نہیں کرتے۔(1)

قرآنی اُسلوب کی شان

یہاں آیات میں نہایت نفیس ترتیب ہے کہ پہلے کثرت کے ساتھ دلائل کو بیان کیا گیا اور اب ان سب دلائل کا اہم ترین نتیجہ توحیدِ باری تعالیٰ کی صورت میں بیان فرمایا گیا اور دلائل ونتیجہ میں بھی کس قدر عمدہ کلام فرمایا گیا کہ کوئی منطق کی باریکیاں اور فلسفے کی موشگافیاں نہیں بلکہ انتہائی عام فہم انداز میں فطرتِ انسانی کے قریب ترین دلائل کو جمع کرتے ہوئے بات کو سمجھا دیا گیا۔ یہی وہ قرآنی اُسلوب ہے جو دل ودماغ کو تسخیر کر دینے والا ہے۔

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُ مَا یُسِرُّوۡنَ وَمَا یُعۡلِنُوۡنَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡتَكۡبِرِیۡنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فی الحقیقت اللہ جانتا ہے جو چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں بیشک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حقیقت یہ ہے کہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں، بیشک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔

﴿لَا جَرَمَ : **حقیقت یہ ہے۔**﴾ یعنی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے انکار اور ان کے غرور وتکبر کو جانتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔(2)

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٢٢، ص٥٩٣، جلالين، النحل، تحت الآية: ٢٢، ص٢١٧، خازن، النحل، تحت الآية: ٢٢، ١١٨/٣، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، النحل، تحت الآية: ٢٣، ٢٤/٥.

تکبر کی تعریف

یاد رہے کہ تکبر کرنے والا مومن ہو یا کافر، اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتا اور تکبر سے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تکبر حق بات کو جھٹلانے اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔''[1]

تکبر کرنے والوں کا انجام

قرآن وحدیث میں تکبر کرنے والوں کا بہت برا انجام بیان کیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں جائیں گے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تکبر کرنے والے لوگ قیامت کے دن مردوں کی صورت میں چیونٹیوں کی طرح جمع کیے جائیں گے اور ہر جگہ سے ان پر ذلت چھا جائے گی، پھر انہیں جہنم کے ایک ''بُوْلَس'' نامی قید خانہ کی طرف ہانکا جائے گا، ان پر آگوں کی آگ چھا جائے گی اور وہ دوزخیوں کی پیپ طِیْنَۃُ الْخَبَّالُ سے پلائے جائیں گے۔''[4]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چیونٹیوں کی شکل میں اٹھایا جائے گا اور لوگ ان کو روندیں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی کوئی قدر نہیں ہو گی۔''[5]

---

1 ......مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، ص٦٠، الحدیث: ١٤٧(٩١).

2 ......اعراف: ١٤٦. 3 ......مومن: ٦٠.

4 ......ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ٤٧-باب، ٤/٢٢١، الحدیث: ٢٥٠٠.

5 ......رسائل ابن ابی دنیا، التواضع والخمول، ٢/٥٧٨، الحدیث: ٢٢٤.

حضرت محمد بن واسع رَحْمَةُاللهِ تعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں حضرت بلال بن ابو بردہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس گیا اوران سے کہا: اے بلال! آپ کے والد نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی ہے وہ اپنے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے اور وہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے روایت کرتے ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک جہنم میں ایک وادی ہے جسے ہبہب کہتے ہیں، اللّٰہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ اس میں تمام تکبر کرنے والوں کو ٹھہرائے گا۔'' اے بلال! تم اس میں ٹھہرنے والوں میں سے نہ ہونا۔[1]

تکبر کے دو علاج

تکبر کے برے انجام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتنا خطرناک باطنی مرض ہے، اس لئے جو اپنے اندر تکبر کا مرض پائے اسے چاہئے کہ وہ اس کا علاج کرنے کی خوب کوشش کرے، اَحادیث میں تکبر کے جو علاج بیان کئے گئے ان میں سے دو علاج درج ذیل ہیں۔

(1)......اپنے کام خود کرنا: چنانچہ حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے اپنا سامان خود اٹھایا وہ تکبر سے بری ہو گیا۔''[2]

(2)......عاجزی اختیار کرنا اور مسکین کے ساتھ بیٹھنا: چنانچہ حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''عاجزی اختیار کرو اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھا کرو، اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارا مرتبہ بلند ہو جائے گا اور تکبر سے بھی بری ہو جاؤ گے۔''[3]

امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عاجزی

ایک مرتبہ امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا گزر چند مسکینوں کے پاس سے ہوا، وہ لوگ کچھ کھا رہے تھے، انہوں نے حضرت امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھ کر کہا ''اے ابو عبد اللّٰہ! آپ بھی یہ غذا کھا لیجئے۔ امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی سواری سے اتر کر ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمایا ''اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ'' یعنی بیشک اللّٰہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔ پھر ان کے ساتھ کھانا شروع کر دیا، جب کھانے سے فارغ ہوئے تو ان مسکینوں سے فرمایا ''میں نے تمہاری

---

1 ......مسند ابو یعلی، حدیث ابی موسی الاشعری، ۲۰۷/۶، الحدیث: ۷۲۱۳.

2 ......شعب الایمان، السابع والخمسون من شعب الایمان... الخ، فصل فی التواضع، ۲۹۲/۶، الحدیث: ۸۲۰۱.

3 ...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، ۴۹/۲، الحدیث: ۵۷۲۲، الجزء الثالث.

دعوت قبول کی ہے اس لئے اب تم میری دعوت قبول کرو، چنانچہ وہ تمام مسکین امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ ان کے دردِولت پر گئے، امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں کھانا کھلایا، پانی پلایا اور انہیں کچھ عطا فرمایا، فراغت کے بعد وہ سب وہاں سے چلے گئے[1]۔[2]

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ مَّا ذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْۙ قَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَۙ(۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے کہا جائے تمہارے رب نے کیا اتارا کہیں اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان سے کہا جائے: تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ تو کہتے ہیں: پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں۔

﴿وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ: اور جب ان سے کہا جائے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللّٰہ تعالٰی نے اپنی وحدانیت پر اور بتوں کی پوجا کرنے والوں کے رد میں دلائلِ قاہرہ بیان فرمائے جبکہ ان آیات میں سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کرنے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات بیان فرمائے ہیں۔[3] **شانِ نزول:** یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی، اس نے بہت سی کہانیاں یاد کرلی تھیں، اس سے جب کوئی قرآنِ کریم کی نسبت دریافت کرتا تو وہ یہ جاننے کے باوجود کہ قرآن شریف عاجز کر دینے والی کتاب اور حق و ہدایت سے بھری ہوئی ہے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہ کہہ دیتا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، ایسی کہانیاں مجھے بھی بہت یاد ہیں۔[4] بعض مفسرین فرماتے ہیں ''یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے مکہ مکرمہ کے داخلی راستوں کو باہم تقسیم کرلیا تھا، یہ لوگ حج کے لئے آنے والوں کو سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مُتَنَفِّر کرنے کی کوشش کرتے اور جب کوئی شخص ان سے دریافت کرتا کہ تمہارے رب نے محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کیا نازل فرمایا ہے تو وہ کہتے ''پہلے لوگوں کے جھوٹے افسانے

---

1 ......صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ۲۳، ۳/۱۰۶۱۔

2 ......تکبر اور عاجزی سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے لئے کتاب ''احیاء العلوم (مترجم)'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) جلد تین سے تکبر کا بیان، اور کتاب ''تکبر'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

3 ......تفسیرکبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۲۴، ۷/۱۹۷۔

4 ......خزائن العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ۲۴، ص۵۰۳، ملخصاً۔

ہیں کوئی ماننے کی بات نہیں۔ جبکہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے جب ان کی ملاقات ہوتی تو وہ انہیں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صداقت اور نبوت کے بارے میں بتاتے تھے۔ (1)

لِیَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِۙ-وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍؕ-اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ۠ (۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: کہ قیامت کے دن اپنے بوجھ پورے اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان کے جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کرتے ہیں سن لو کیا ہی برا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس لئے کہ قیامت کے دن اپنے پورے بوجھ اور کچھ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کررہے ہیں۔ سن لو! یہ کیا ہی برا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

﴿**لِیَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ**: کہ اپنے بوجھ اٹھائیں۔﴾ یعنی جن کافروں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے قرآنِ پاک کو پہلے لوگوں کی داستانیں کہا، ان کا انجام یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے گناہوں اور گمراہی کے بوجھ پورے اٹھائیں گے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں گے جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کررہے ہیں۔ (2)

آیت ” لِیَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... ”**كَامِلَةً**“ فرمانے سے معلوم ہوا کہ کافروں پر دنیا میں آنے والی مصیبتوں کی وجہ سے قیامت کے دن ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ انہیں تمام گناہوں کی سزا ملے گی جبکہ مومنوں پر دنیا میں آنے والی مصیبتیں ان کے گناہوں کو مٹا دیں گی یا ان کے درجات بلند کردیں گی۔ (3) مصیبتوں سے مومن کے گناہ مٹنے کے بارے میں حضرت بریدہ اسلمی

(1)......مدارك، النحل، تحت الآية: ٢٤، ص٥٩٣.

(2)......خازن، النحل، تحت الآية: ٢٥، ١١٨/٣.

(3)......صاوى، النحل، تحت الآية: ٢٥، ١٠٦٢/٣.

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کوفرماتے ہوئے سنا کہ ’’مسلمان کو جومصیبت پہنچتی ہے حتّٰی کہ کانٹا بھی چبھے تو اس کی وجہ سے یا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کا کوئی ایسا گناہ مٹا دیتا ہے جس کا مٹنا اسی مصیبت پر موقوف تھا یا اسے کوئی بزرگی عطا فرماتا ہے کہ بندہ اس مصیبت کے علاوہ کسی اور ذریعے سے اس تک نہ پہنچ پاتا۔ (1)

(2)......قوم کا امیر، سردار یا رہنما جو برا طریقہ ایجاد کرے اور لوگ اس کی پیروی کریں تو اسے برا طریقہ ایجاد کرنے کا گناہ بھی ہوگا اور جو لوگ اس برے طریقے پر عمل کریں گے ان کے گناہ کے برابر ایجاد کرنے والے کو بھی گناہ ہوگا۔ اس کی مزید وضاحت درج ذیل دو اَحادیث میں ہے۔

(۱)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اسے اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور پیروی کرنے والوں کے اجروں میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جس شخص نے کسی گمراہی کی دعوت دی اسے اس گمراہی کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اور پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (2)

(۲)......حضرت جریر بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس پر عمل کیا گیا تو اس کے لئے اپنا ثواب بھی ہے اور اسے عمل کرنے والوں کے برابر ثواب بھی ملے گا جبکہ ان کے ثوابوں میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جس نے برا طریقہ جاری کیا، پھر وہ طریقہ اپنایا گیا تو اس کے لئے اپنا گناہ بھی ہے اور اسے عمل کرنے والوں کے برابر گناہ بھی ملے گا جبکہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (3)

قَدْ مَكَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْیَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَیْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ان سے اگلوں نے فریب کیا تھا تو اللّٰہ نے ان کی چنائی کو نیو سے لیا تو اوپر سے ان پر چھت

1......الترغيب والترهيب، كتاب الجنائز وما يتقدّمها، الترغيب في الصبر سيّما لمن ابتلى في نفسه او ماله، ١٤٣/٤، الحديث: ٢٤.

2......مسلم، كتاب العلم، باب من سنّ سنّة حسنة او سيّئة... الخ، ص١٤٣٨، الحديث: ١٦(٢٦٧٤).

3......ترمذي، كتاب العلم، باب من دعا الى هدى فاتبع... الخ، ٣٠٧/٤، الحديث: ٢٦٨٤.

گر پڑی اور عذاب ان پر وہاں سے آیا جہاں کی انہیں خبر نہ تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ان سے پہلے لوگوں نے مکروفریب کیا تھا تو اللہ نے ان کی تعمیر کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا اور اوپر سے ان پر چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں خبر بھی نہیں تھی۔

﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ : بیشک ان سے پہلے لوگوں نے مکروفریب کیا تھا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مثال بیان فرمائی ہے جو اپنے انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے ساتھ مکروفریب کرتے تھے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پچھلی اُمتوں نے اپنے رسولوں عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے ساتھ مکر کرنے کے لئے کچھ منصوبے بنائے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں خود اُنہیں کے منصوبوں میں ہلاک کر دیا اور اُن کا حال ایسا ہوا جیسے کسی قوم نے کوئی بلند عمارت بنائی پھر وہ عمارت ان پر گر پڑی اور وہ ہلاک ہوگئے، اسی طرح کفار اپنی مکاریوں سے خود برباد ہوئے۔ مفسرین نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس آیت میں اگلے مکر کرنے والوں سے نمرود بن کنعان مراد ہے، یہ حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے زمانے میں روئے زمین کا سب سے بڑا بادشاہ تھا، اس نے بابل میں بہت اونچی ایک عمارت بنائی جس کی بلندی پانچ ہزار گز تھی اور اس کا مکر یہ تھا کہ اُس نے یہ بلند عمارت اپنے خیال میں آسمان پر پہنچنے اور آسمان والوں سے لڑنے کے لئے بنائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ہوا چلائی اور وہ عمارت ان پر گر پڑی اور وہ لوگ ہلاک ہوگئے۔[1]

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَ يَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَ السُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر قیامت کے دن انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن میں تم جھگڑتے تھے علم والے کہیں گے آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر قیامت کے دن اللہ انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے

---

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٢٦، ص٥٩٣، خازن، النحل، تحت الآية: ٢٦، ١١٩/٣، ملتقطاً.

میں تم جھگڑتے تھے؟علم والے کہیں گے: بیشک آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔

﴿ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُخْزِیْهِمْ : پھر قیامت کے دن اللہ انہیں رسوا کرے گا۔﴾ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ کفار پر صرف اس قدر ہی عذاب نہ ہوگا کہ ان پر صرف دنیا میں عذاب ہو جائے بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی انہیں رسوا کرے گا اور انہیں سختی سے فرمائے گا ”وہ کہاں ہیں جنہیں تم اپنے گمان میں میرا شریک سمجھتے تھے اور ان کے بارے میں تم مومنوں سے جھگڑتے تھے۔ (1)

﴿قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ: علم والے کہیں گے۔﴾ کفار دنیا میں اہلِ ایمان کا مذاق اڑاتے تھے، جب قیامت کے دن اہلِ ایمان کو طرح طرح کی عظمتوں اور شرافتوں سے نوازا جائے گا اور کافروں کو رسوائی کے ساتھ مختلف قسم کے عذابوں میں گرفتار کیا جائے گا تو اس وقت اُن اُمتوں کے انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور علماء جو اُنہیں دنیا میں ایمان کی دعوت دیتے اور نصیحت کرتے تھے اور یہ لوگ اُن کی بات نہ مانتے تھے، وہ حضرات اِن کافروں سے کہیں گے ”بیشک آج ساری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے۔ (2)

آخرت میں بھی علماء کا درجہ اعلیٰ ہوگا

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء کا درجہ دنیا میں بھی اعلیٰ ہے اور آخرت میں بھی اعلیٰ ہوگا کہ اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نے ان ہی کا قول نقل فرمایا ہے۔

الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ۪ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍؕ بَلٰۤى اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ کہ فرشتے ان کی جان نکالتے ہیں اس حال پر کہ وہ اپنا برا کر رہے تھے اب صلح ڈالیں گے کہ ہم تو

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ٢٧، ١٩٩/٧، ملخصاً.

2 ......مدارك، النحل، تحت الآیة: ٢٧، ص٥٩٤، خازن، النحل، تحت الآیة: ٢٧، ١١٩/٣-١٢٠، ملتقطاً.

کچھ برائی نہ کرتے تھے ہاں کیوں نہیں بیشک اللّٰہ خوب جانتا ہے جو تمہارے کوتک تھے۔ اب جہنم کے دروازوں میں جاؤ کہ ہمیشہ اس میں رہو تو کیا ہی برا ٹھکانا مغروروں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرشتے ان کافروں کی جان اس حال میں نکالتے ہیں کہ وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں تو وہ صلح کی بات پیش کرتے ہیں کہ ہم تو کوئی برائی نہیں کیا کرتے تھے۔ (فرشتے کہتے ہیں:) ہاں کیوں نہیں، بیشک اللّٰہ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔ تو اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہو گے تو تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ: وہ کہ فرشتے ان کی جان نکالتے ہیں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ فرشتے جب کافروں کی جان نکالتے ہیں تو یہ کفر کی حالت یقیناً ایسی ہوتی ہے کہ وہ حقیقت میں اپنی جانوں پر ظلم ہوتا ہے لیکن جب ان کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ اللّٰہ تعالیٰ کی عبودیت کا اقرار کرتے اور اسلام قبول کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو کوئی شرک نہیں کیا کرتے تھے۔ فرشتے ان کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہاں، کیوں نہیں! بے شک اللّٰہ تعالیٰ تمہارے شرک اور تکذیب کو جانتا ہے۔[1]

دوسری تفسیر یہ ہے کہ حالتِ کفر میں مرنے والے یہ لوگ جب قیامت کے دن عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو خوف کی شدت سے اپنے دنیوی طرزِ عمل کے برخلاف اسلام کی حقانیت تسلیم کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں کوئی شرک نہیں کیا کرتے تھے، یوں وہ اپنے کفر و سرکشی سے مکر جائیں گے۔ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور علماء ان کا رد کرتے ہوئے کہیں گے ''ہاں کیوں نہیں، بیشک اللّٰہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے وہ تمہیں ان کی سزا دے گا، لہٰذا تمہارے انکار کا کوئی فائدہ نہیں۔[2]

وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا مَاذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْؕ قَالُوْا خَیْرًاؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌؕ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌؕ وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَۙ (۳۰)

---

1 ......روح البيان، النحل، تحت الآية: ٢٨، ٥/٢٨، تفسيركبير، النحل، تحت الآية: ٢٨، ٧/٢٠٠، ملتقطاً.

2 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٢٨، ص٥٩٤، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور ڈر والوں سے کہا گیا تمہارے رب نے کیا اتارا بولے خوبی جنہوں نے اس دنیا میں بھلائی کی ان کے لیے بھلائی ہے اور بیشک پچھلا گھر سب سے بہتر اور ضرور کیا ہی اچھا گھر پرہیز گاروں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور متقی لوگوں سے کہا جائے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ تو کہتے ہیں: بھلائی نازل فرمائی۔ جنہوں نے اس دنیا میں بھلائی کی، ان کے لیے بھلائی ہے اور بیشک آخرت کا گھر سب سے بہتر ہے اور بیشک پرہیز گاروں کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔

﴿وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا: اور متقی لوگوں سے کہا جائے۔﴾ یعنی جب ایمانداروں سے کہا جائے کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کیا نازل فرمایا؟ تو وہ اس کے جواب میں کہتے ہیں ''ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ نے قرآن شریف نازل فرمایا جو تمام خوبیوں کا جامع اور حسنات و برکات کا منبع اور دینی و دنیوی اور ظاہری و باطنی کمالات کا سرچشمہ ہے۔ [1] **شانِ نزول:** عرب کے قبائل حج کے دنوں میں رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حال کی تحقیق کے لئے مکہ مکرمہ قاصد بھیجتے تھے، یہ قاصد جب مکہ مکرمہ پہنچتے تو شہر کے داخلی راستوں پر انہیں کفار کے کارندے ملتے (جیسا کہ سابقہ آیات میں ذکر ہو چکا ہے) اُن سے یہ قاصد رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حال دریافت کرتے تو وہ چونکہ لوگوں کو بہکانے پر مامور ہی ہوتے تھے اس لئے ان میں سے کوئی سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ساحر کہتا، کوئی کاہن، کوئی شاعر، کوئی کذّاب، کوئی مجنون کہتا اور اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتے کہ تم ان سے نہ ملنا یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اس پر قاصد کہتے کہ اگر ہم مکہ مکرمہ پہنچ کر اُن سے ملے بغیر اپنی قوم کی طرف واپس ہوں تو ہم برے قاصد ہوں گے اور ایسا کرنا قاصد کے منصبی فرائض کا ترک اور قوم کی خیانت ہوگی۔ ہمیں تحقیق کے لئے بھیجا گیا ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے اپنے اور بیگانوں سب سے اُن کے حال کی تحقیق کریں اور جو کچھ معلوم ہو اس میں کوئی کمی بیشی کئے بغیر اپنی قوم کو مطلع کریں۔ اس خیال سے وہ لوگ مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے بھی ملتے تھے اور اُن سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حال کی تحقیق کرتے تھے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم انہیں تمام حال بتاتے تھے اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حالات، کمالات اور قرآن

[1] ……روح البیان، النحل، تحت الآیۃ: ۳۰، ۵/۲۹.

کریم کے مضامین سے مطلع کرتے تھے ان کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا۔[1]

﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا : جنہوں نے اس دنیا میں بھلائی کی۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جن لوگوں نے دنیا کی زندگی میں اچھے عمل کئے توان کے لئے آخرت میں اچھا اجر ہے۔ اچھے اجر سے مراد ثوابِ عظیم ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک اچھے اجر سے مراد یہ ہے کہ ان کی نیکیوں کا ثواب دس سے لے کر سات سوگنا تک بڑھا دیا جائے گا یا بے حساب اجر عطا کیا جائے گا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے انہیں دنیا میں بھی اچھا اجر ملے گا۔[2]

دنیا میں نیک مسلمانوں کا اجر

دنیا میں حاصل ہونے والے اچھے اجر کی ایک صورت یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت اور عقیدت پیدا کر دے گا، مسلمان ان کے فضائل و مناقب بیان کریں گے اور ان کی عزت و تعظیم کریں گے۔[3]

اولیاءِ کرام کے حوالے سے بطورِ خاص اس بات کا مشاہدہ ہے اور قرآنِ مجید میں ہی ایک اور مقام پر نیک مسلمانوں کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے عنقریب رحمٰن ان کے لیے (لوگوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا۔

اسی طرح حدیثِ پاک میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب اللّٰہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو ندا کی جاتی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آسمانی مخلوق میں ندا کرتے ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین والوں (کے دلوں) میں ان کی

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٣٠، ٣/١٢٠.

2 ......تفسيركبير، النحل، تحت الآية: ٣٠، ٧/٢٠١-٢٠٢، ملخصاً.

3 ......تفسيركبير، النحل، تحت الآية: ٣٠، ٧/٢٠٢، ملخصاً.

4 ......مريم: ٩٦.

مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔[1]

دنیا میں اچھا اجر ملنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دنیا میں پاکیزہ زندگی، فتح و کامیابی اور وسیع رزق وغیرہ نعمتیں عطا فرمائے گا۔[2]

نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَوصاف چھپانا کن کا طریقہ ہے؟

آیتِ مبارکہ کے مضمون اور اس کے شانِ نزول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف کو چھپانا کفار کا طریقہ جبکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و شان بیان کرنا صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کا طریقہ ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ یَجْزِی اللّٰهُ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بسنے کے باغ جن میں جائیں گے ان کے نیچے نہریں رواں انہیں وہاں ملے گا جو چاہیں اللہ ایسا ہی صلہ دیتا ہے پرہیزگاروں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان کیلئے ان باغوں میں وہ تمام چیزیں ہیں جو وہ چاہیں گے۔ اللہ پرہیزگاروں کو ایسا ہی صلہ دیتا ہے۔

﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ : ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں۔﴾ یعنی آخرت کا گھر ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں پرہیزگار داخل ہوں گے، ان باغات میں جنتیوں کے گھروں، محلات اور رہائش گاہوں کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، ان کیلئے ان باغوں میں وہ تمام چیزیں ہیں جو وہ چاہیں گے اور یہ بات جنت کے سوا کسی کو کہیں بھی حاصل نہیں، اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو ایسا ہی صلہ دیتا ہے۔[3]

1 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، ۲/۳۸۲، الحدیث: ۳۲۰۹.

2 ......جلالین، النحل، تحت الآیة: ۳۰، ص۲۱۸، خازن، النحل، تحت الآیة: ۳۰، ۳/۱۲۰، ملتقطاً.

3 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۳۱، ۳/۱۲۰.

اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ طَیِّبِیْنَۙ-یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُۙ-ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ستھرے پن میں یہ کہتے ہوئے کہ سلامتی ہو تم پر جنت میں جاؤ بدلہ اپنے کیے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرشتے ان کی جان پاکیزگی کی حالت میں نکالتے ہوئے کہتے ہیں: تم پر سلامتی ہو، تم اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔

﴿اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ: وہ جن کی فرشتے جان نکالتے ہیں ۔﴾ اس آیت میں پرہیزگاروں کا وصف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے ان کی جان پاکیزگی کی حالت میں نکالتے ہیں کہ وہ شرک اور کفر سے پاک ہوتے ہیں اور ان کے اقوال، افعال، اخلاق اور خصلتیں پاکیزہ ہوتی ہیں، نیکیاں ان کے ساتھ ہوتی ہیں، حرام اور ممنوع اَفعال کے داغوں سے ان کا دامنِ عمل میلا نہیں ہوتا، روح قبض ہونے کے وقت اُن کو جنت و رِضوان اور رحمت و کرامت کی بشارتیں دی جاتی ہیں، اس حالت میں موت انہیں خوشگوار معلوم ہوتی ہے، جان فرحت و سُرور کے ساتھ جسم سے نکلتی ہے اور ملائکہ عزت کے ساتھ اس کو قبض کرتے ہیں۔ (1)

﴿یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ: کہتے ہیں: تم پر سلامتی ہو۔﴾ حضرت محمد بن کعب قُرَظی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’جب مومن بندے کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آ کر کہتا ہے ’’اے اللہ کے دوست! تجھ پر سلام اور اللہ تعالیٰ تجھے سلام فرماتا ہے۔ (2)

﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: تم اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔﴾ یعنی آخرت میں یا

1 ......خازن، النحل، تحت الآیۃ: ٣٢، ٣/١٢٠-١٢١، ملخصاً.

2 ......شعب الایمان، التاسع من شعب الایمان... الخ، فصل فی عذاب القبر، ١/٣٦١، روایت نمبر: ٤٠٢.

روح نکلتے وقت اُن سے کہا جائے گا کہ تم اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔[1]

نوٹ: یاد رہے کہ اس آیت اور اس جیسی وہ تمام آیات جن میں اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہونے کا ذکر ہے ان کا معنی یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ کیئے ہوئے نیک اعمال کی وجہ سے بندہ اس وقت جنت میں جائے گا جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے ان اعمال کو قبول فرمائے گا محض نیک عمل کر لینے سے کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا (کیونکہ جنت میں داخلے کا سببِ حقیقی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے۔)[2]

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن تَأْتِيَهُمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِىَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ ٱللَّهُ وَلَٰكِن كَانُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٣٣﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّـَٔاتُ مَا عَمِلُوا۟ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کاہے کے انتظار میں ہیں مگر اس کے کہ فرشتے ان پر آئیں یا تمہارے رب کا عذاب آئے ان سے اگلوں نے بھی ایسا ہی کیا اور اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ تو ان کی بری کمائیاں ان پر پڑیں اور انہیں گھیر لیا اس نے جس پر ہنستے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ کافر اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا تمہارے رب کا عذاب آجائے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسے ہی کیا تھا اور اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ تو ان کے اعمال کی برائیاں ان پر آپڑیں اور جس عذاب کا یہ مذاق اڑاتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔

﴿هَلْ يَنظُرُونَ : یہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جن لوگوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شرک کیا اور آپ کی نبوت کو ماننے سے انکار کر دیا، یہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٣٢، ص٥٩٤، صاوى، النحل، تحت الآية: ٣٢، ٣/١٠٦٥، ملتقطاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٣٢، ٣/١٢١.

ان کی روحیں قبض کرنے آجائیں یا تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کا دنیا میں یا روزِ قیامت والے عذاب کا حکم آجائے۔ان سے پہلی امتوں کے کفار نے بھی ایسے ہی کیا تھا، انہوں نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو وہ ہلاک کردیئے گئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں عذاب میں مبتلا کرکے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی کفر اختیار کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔[1]

﴿ فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا : تو ان کے اعمال کی برائیاں ان پر آپڑیں۔ ﴾ یعنی انہوں نے اپنے خبیث اعمال کی سزا پائی اور جس عذاب کا یہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان پر نازل ہوگیا۔[2]

وَقَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ وَلَاۤ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مشرک بولے اللہ چاہتا تو اس کے سوا کچھ نہ پوجتے نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ اس سے جدا ہوکر ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے ایسا ہی ان سے اگلوں نے کیا تو رسولوں پر کیا ہے مگر صاف پہونچا دینا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مشرک کہنے لگے: اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے اور نہ اس کے (حکم کے) بغیر ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا تو رسولوں پر توصاف صاف تبلیغ کردینا ہی لازم ہے۔

﴿ وَقَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا : اور مشرک کہنے لگے۔ ﴾ مکہ کے مشرکین مذاق کے طور پر سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یہ کہتے تھے کہ ’’اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے اور نہ اس کے حکم کے بغیر ہم بحیرہ وسائبہ (جانور) وغیرہ کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔اس سے اُن کی مراد یہ تھی کہ اُن کا شرک کرنا اور اُن

[1] ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۳۳، ۳/۱۲۱، جلالین، النحل، تحت الآیة: ۳۳، ص۲۱۸، ملتقطاً۔
[2] ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۳۴، ۳/۱۲۱۔

چیزوں کوحرام قرار دے لینا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور مرضی سے ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ’’ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا کہ اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی، حلال کوحرام کیا اور ایسی ہی مذاق اڑانے والی باتیں کہیں، رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر تو صاف صاف تبلیغ کر دینا یعنی حق کو ظاہر کر دینا اور شرک کے باطل اور قبیح ہونے پر مطلع کر دینا ہی لازم ہے ہدایت دینا ان پر لازم نہیں۔ (1)

اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت کو دلیل بنانا اور اس کے حکم کی پرواہ نہ کرنا جہالت ہے

اِس آیت میں اور اِس سے اگلی آیت میں کفار کی اس جہالت کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے کہ مَشِیَّتِ الٰہی کو تو کفار اپنی حرکتوں کی دلیل بنا رہے ہیں لیکن حکمِ الٰہی کی ان کو کوئی پرواہ نہیں۔ ہمارے زمانے میں بعض مسلمان بھی اپنے برے افعال کی یہی دلیل دیتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو میں یہ گناہ، فلاں جرم اور وہ مَعصِیَت نہ کرتا، اگر میں نے ایسا کیا ہے تو اس میں میرا قصور ہی کیا ہے، یہ لوگ خود ہی غور کر لیں کہ ان کا طرزِ عمل کن سے مل رہا ہے؟

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہر امت میں سے ہم نے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے بچو تو ان میں کسی کو اللہ نے راہ دکھائی اور کسی پر گمراہی ٹھیک اتری تو زمین میں چل پھر کر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ (اے لوگو!) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو تو ان میں کسی کو اللہ نے ہدایت دیدی اور کسی پر گمراہی ثابت ہوگئی تو تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

(1) ......جلالین، النحل، تحت الآیة: ۳۵، ص۲۱۸، مدارک، النحل، تحت الآیة: ۳۵، ص۵۹۵، ملتقطاً.

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا : اور بیشک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا۔﴾ یعنی جس طرح ہم نے تم میں محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھیجا اسی طرح ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا اور ہر رسول کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم سے فرمائیں کہ اے لوگو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرو اور شیطان کی پیروی کرنے سے بچو تو ان اُمتوں میں کسی کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دیدی تو وہ ایمان سے مشرف ہوئے اور کسی پر علمِ الٰہی میں گمراہی ثابت ہوگئی تو وہ اپنی اَزلی شقاوت کی وجہ سے کفر پر مرے اور ایمان سے محروم رہے۔ اے کفارِ مکہ! تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ انہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا اور اُن کے شہر ویران کر دیئے، ان کی اجڑی ہوئی بستیاں اُن کی بربادی کی خبر دیتی ہیں، اس کو دیکھ کر سمجھو کہ اگر تم بھی اُن کی طرح کفر و تکذیب پر مُصر رہے تو تمہارا بھی ایسا ہی انجام ہونا ہے۔ (1)

اِس آیت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی بھی دی گئی ہے کہ کسی نبی سے سب لوگوں نے ہدایت حاصل نہ کی جیسے سورج سے سب نور حاصل نہیں کرتے، چمگادڑ محروم رہتا ہے، بارش سے ہر زمین سرسبز نہیں ہوتی، بنجر زمین بے فیض رہتی ہے تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر بعض بدبخت آپ پر ایمان نہیں لاتے تو آپ غمگین کیوں ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ آیت کے شروع میں جو یہ فرمایا گیا کہ ہر امت میں رسول بھیجا تو اس سے یہ مراد نہیں کہ ہر قبیلے یا ہر علاقے میں رسول بھیجا گیا بلکہ کسی جگہ رسول بھیجا گیا اور کسی جگہ اس کی رسالت کا پیغام پہنچا دیا گیا۔

آیت '' فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ '' سے حاصل ہونے والی معلومات

اِس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......عذابِ الٰہی اور قہرِ ربّانی کا مشاہدہ کرنا ہو تو کفار کی بستیاں دیکھی جاسکتی ہیں اور یونہی اگر رحمتِ الٰہی کا نظارہ کرنا ہو، تو اولیاءُ اللہ کے آستانے دیکھے جائیں۔

(2)......تاریخ و جغرافیہ کا علم سیکھنا بہت مفید ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے لیکن یہ جب ہی ہے کہ تاریخ و جغرافیہ صحیح ہو اور صحیح نیت سے پڑھے۔

---

(1)......خازن، النحل، تحت الآية: ٣٦، ١٢٢/٣، مدارك، النحل، تحت الآية: ٣٦، ص٥٩٥، جلالين، النحل، تحت الآية: ٣٦، ص٢١٨، ملتقطاً.

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ یُّضِلُّ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرو تو بیشک اللہ ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرتے ہو تو بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے وہ گمراہ کرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ : اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرتے ہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ لوگ اُن میں سے ہیں جن کی گمراہی ثابت ہو چکی اور اُن کی شقاوت ازلی ہے۔اس کے باوجود اگر آپ ان مشرکین کی ہدایت کی حرص کریں تو بے شک جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں لہٰذا اس بارے میں آپ کوشش نہ فرمائیں اور جس چیز کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے وہ ان تک پہنچا دیں تاکہ حجت تمام ہو جائے اور جب اللہ تعالیٰ ان کے عذاب کا ارادہ فرمائے تو کوئی بھی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ اور ان کے عذاب کے درمیان حائل ہو کر ان کی مدد کرے۔ (1)

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ ۙ لَا یَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ یَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ۙ لِیُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِیْ یَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ وَ لِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِیْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ع

ع ۵ ۱۱

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ۳۷، ص ۵۹۵، تفسير طبرى، النحل، تحت الآية: ۳۷، ۵۸۳/۷، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے کہ اللہ مُردے نہ اٹھائے گا ہاں کیوں نہیں سچا وعدہ اس کے ذمہ پر لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اس لیے کہ انہیں صاف بتادے جس بات میں جھگڑتے تھے اور اس لیے کہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔ جو چیز ہم چاہیں اس سے ہمارا فرمانا یہی ہوتا ہے کہ ہم کہیں ہوجا وہ فوراً ہوجاتی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے بڑی کوشش کرکے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ کسی مرنے والے کو نہ اٹھائے گا۔ کیوں نہیں؟ یہ سچا وعدہ اس کے ذمہ پر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ تاکہ انہیں واضح کرکے وہ بات بتادے جس میں جھگڑتے تھے اور تاکہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔ جب ہم کوئی چیز چاہیں تو اسے ہمارا صرف یہی فرمانا ہوتا ہے کہ ہم اسے کہیں ''ہوجا'' تو وہ فوراً ہوجاتی ہے۔

﴿**وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ: اور انہوں نے بڑی کوشش کرکے اللہ کی قسم کھائی۔**﴾ **شانِ نزول:** ایک مشرک ایک مسلمان کا مقروض تھا، مسلمان نے مشرک سے اپنے قرض کا تقاضا کیا، دورانِ گفتگو اس نے اِس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھائی کہ اس کی قسم! جس سے میں مرنے کے بعد ملنے کی تمنا رکھتا ہوں۔ اس پر مشرک نے کہا ''کیا تیرا یہ خیال ہے کہ تو مرنے کے بعد اٹھے گا اور مشرک نے قسم کھا کر کہا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مردے نہ اُٹھائے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کیوں مُردوں کو نہیں اٹھائے گا؟ یقیناً اٹھائے گا۔ یہ اس کا سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ اِس اُٹھائے جانے کی حکمت اور اُس کی قدرت نہیں جانتے۔ [1]

﴿**لِیُبَیِّنَ لَهُمْ: تاکہ انہیں واضح کرکے بتادے۔**﴾ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں اس لئے اٹھائے گا تاکہ انہیں واضح کرکے وہ بات بتادے جس میں وہ مسلمانوں سے جھگڑتے تھے کہ مرنے کے بعد اٹھایا جانا حق ہے اور اس لئے اٹھائے گا تاکہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے اور مردوں کو زندہ کئے جانے کا انکار غلط تھا۔ [2]

﴿**اِنَّمَا: صرف۔**﴾ یعنی جب ہم کسی چیز کو وجود میں لانے کا ارادہ کریں تو اس سے ہم صرف اتنا کہہ دیتے ہیں کہ ہوجا تو وہ اسی وقت وجود میں آجاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر مقدور چیز کو وجود میں لانا اللہ تعالیٰ کے لئے اتنا زیادہ آسان ہے تو مرنے

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٣٨، ١٢٢/٣.

2 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٣٩، ص٥٩٥.

کے بعد اٹھانا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔[1]

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۴۱﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے مظلوم ہوکر ضرور ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بیشک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے کسی طرح لوگ جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا تو ہم ضرور انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بیشک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے۔ کسی طرح لوگ جانتے۔

﴾وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ: اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے۔﴿ شانِ نزول: حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''یہ آیت رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ان صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے حق میں نازل ہوئی جن پر اہلِ مکہ نے بہت ظلم کئے اور انہیں دین کی خاطر وطن چھوڑنا ہی پڑا، بعض اُن میں سے حبشہ چلے گئے پھر وہاں سے مدینہ طیبہ آئے اور بعض مدینہ شریف ہی کو ہجرت کر گئے۔ ان کی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مدح فرمائی اور ان کے اجر کو بہت بڑا اجر قرار دیا۔[2]

مہاجر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہجرت کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بڑی فضیلت والے ہیں اول تو یوں کہ ان کے لئے بڑے اجر کا وعدہ ہے اور دوسرا یوں کہ ان کے خالصتاً رضائے الٰہی کیلئے ہجرت کرنے کی گواہی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خود دی ہے۔ قرآنِ مجید کی اور آیات سے بھی ہجرت کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٤٠، ص٥٩٦.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٤١، ١٢٣/٣، ملخصاً.

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں انہیں ستایا گیا اور انہوں نے جہاد کیا اور قتل کر دیے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹا دوں گا اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (یہ) اللہ کی بارگاہ سے اجر ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِؕ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان فقیر مہاجروں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اس حال میں کہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی سچے ہیں۔

اسی طرح اَحادیث سے بھی ہجرت کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے فضائل ظاہر ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ’’کیا تم میری امت کے اس گروہ کو جانتے ہو جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا؟ میں نے عرض کی: اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بہتر جانتے ہیں۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت

1 ......ال عمران:۱۹۵۔ 2 ......توبہ:۲۰۔ 3 ......حشر:۸۔

کے دن مہاجرین جنت کے دروازے کے پاس آ کر اسے کھلوانا چاہیں گے تو جنت کے خازن ان سے کہیں گے: کیا آپ سے حساب لے لیا گیا ہے؟ وہ کہیں گے: ہم سے کس چیز کا حساب لیا جائے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہماری تلواریں ہمارے کندھوں پر تھیں حتّٰی کہ اسی حال میں ہمارا انتقال ہوگیا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ ’’ان کے لئے (جنت کا دروازہ) کھول دیا جائے گا تو وہ دوسرے لوگوں کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے 40 سال تک جنت میں قیلولہ کریں گے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ہم ایک دوسرے دن تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اس وقت حاضر تھے جب سورج طلوع ہوا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’عنقریب قیامت کے دن کچھ لوگ آئیں گے جن کا نور سورج کی روشنی کی طرح ہوگا۔ ہم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کون لوگ ہوں گے؟ ارشاد فرمایا ’’فُقَراء مہاجرین جن کے صدقے ناپسندیدہ چیزوں سے بچا جاتا ہے، ان میں سے کسی کا انتقال اس حال میں ہوتا ہے کہ اس کی حاجت اس کے سینے میں ہی رہتی ہے (یعنی پوری نہیں ہوتی اور حاجت مند ہی فوت ہو جاتا ہے)، وہ زمین کے کناروں سے جمع کئے جائیں گے۔[2]

رضاءِ الٰہی کی نیت کے بغیر نیک عمل کرنے کی فضیلت نہیں ملتی

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو ہجرت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر نہ ہو اس کی کوئی فضیلت نہیں، وہ ایسے ہے جیسے ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونا۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اَعمال نیت سے ہیں اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی تو جس کی ہجرت اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف ہے اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو تو اس کی ہجرت اسی طرف ہے جس کی جانب اس نے ہجرت کی۔[3] اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ نیک عمل جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت نہ ہو تو اس نیک عمل کو کرنے والا اس کی فضیلت پانے سے محروم رہے

1 ......مستدرك، كتاب الجهاد، اوّل زمرة تدخل الجنّة المهاجرون، ٢/٣٨٧، الحديث: ٢٤٣٦.
2 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضى اللّٰه تعالى عنهما، ٢/٥٩١، الحديث: ٦٦٦٢.
3 ......بخارى، كتاب الايمان، باب ما جاء انّ الاعمال بالنية... الخ، ١/٣٤، الحديث: ٥٤.

گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا حاصل کرنے کی نیت سے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

﴿ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً: ہم ضرور انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے۔﴾ اچھی جگہ سے مراد مدینہ طیبہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ہجرت کی جگہ بنایا۔ مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب اپنے زمانۂ خلافت میں کسی مہاجر صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کوئی چیز بطورِ عطیہ ونذرانہ کے دیتے تو اس سے فرماتے ’’اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس میں برکت دے، اسے لے لو کیونکہ یہ وہ ہے جس کا دنیا میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا ہے اور آخرت میں جو آپ کے لئے تیار کر رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہی آیت تلاوت فرماتے۔[1]

مدینہ منورہ کی فضیلت

اس آیت سے مدینہ منورہ کی فضیلت بھی معلوم ہوئی کہ یہاں اسے حَسَنَةً فرمایا گیا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مدینہ لوگوں کے لیے بہتر ہے اگر جانتے، مدینہ کو جو شخص بطورِ اعراض چھوڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اُسے لائے گا جو اس سے بہتر ہوگا اور مدینہ کی تکلیف ومشقت پر جو ثابت قدم رہے گا روزِ قیامت میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا۔[2]

﴿ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ: اگر لوگ جانتے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اگر کافر یہ بات جانتے کہ آخرت کا ثواب ان کی پسندیدہ دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ بڑا ہے تو وہ اس کی طرف راغب ہوتے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اگر مہاجرین کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آخرت میں کتنی بڑی نعمتیں تیار کی ہیں تو جو مصیبتیں اور تکلیفیں انہیں پہنچیں، ان پر صبر کرنے کی اور زیادہ کوشش کرتے۔[3] تیسرا معنی یہ ہے کہ جو لوگ ہجرت کرنے سے رہ گئے وہ اگر جانتے کہ ہجرت کا اجر کتنا عظیم ہے تو وہ بھی ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہوتے۔[4]

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٤٢﴾

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٤١، ٣/١٢٣.

2 ......مسلم، كتاب الحج، باب فضل المدينة ودعاء النبي صلى الله عليه وسلم فيها بالبركة... الخ، ص٧٠٩، الحديث: ٤٥٩ (١٣٦٣).

3 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٤١، ٣/١٢٣.

4 ......جلالين، النحل، تحت الآية: ٤١، ص٢١٩.

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

﴿اَلَّذِیْنَ صَبَرُوْا: جنہوں نے صبر کیا۔﴾ یعنی عظیم ثواب کے حقدار وہ ہیں جنہوں نے اپنے اس وطن مکہ مکرمہ سے جدا ہونے پر صبر کیا حالانکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حرم ہے اور ہر ایک کے دل میں اس کی محبت بسی ہوئی ہے۔ یونہی کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر اور جان و مال خرچ کرنے پر صبر کیا اور وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس کے دین کی وجہ سے جو پیش آئے اس پر راضی ہیں اور مخلوق سے رشتہ منقطع کر کے بالکل حق کی طرف متوجہ ہیں اور سالک کے لئے یہ انتہائے سلوک کا مقام ہے۔ (1)

مہاجرین کا توکّل

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ہجرت کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا توکل بہت عظیم تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر اپنا مال و دولت اور گھر بار چھوڑ دیا، وہ عزت کے بدلے لوگوں کی نظروں میں پائی جانے والی حقارت پر اور مالداری کے بدلے فقر و فاقہ پر راضی ہوگئے تو اللہ تعالٰی نے لوگوں کی نظروں میں پائی جانے والی ان کی اس حقارت کو عزت میں اور فقر کو مالداری میں تبدیل فرما کر انہیں جزا دی اور وہ دنیا و آخرت میں تمام لوگوں کے سردار ہوگئے۔ امام بوصیری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (قصیدہ بردہ شریف میں) فرماتے ہیں: ''حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے نقیبوں اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حواریوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو فضیلت میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی طرح ہو۔ (2)

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾

---

(1) ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ٤٢، ٧/٢١٠، روح البیان، النحل، تحت الآیۃ: ٤٢، ٥/٣٦، ملتقطاً۔

(2) ......صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ٤٢، ٣/١٠٦٩۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جن کی طرف ہم وحی کرتے تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔

﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا : **اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے۔**﴾ **شانِ نزول:** یہ آیت مشرکینِ مکہ کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا یہ دلیل دے کر انکار کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے۔ اُنہیں بتایا گیا کہ سنتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے، ہمیشہ اس نے انسانوں میں سے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔[1]

﴿فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ : **اے لوگو! علم والوں سے پوچھو۔**﴾ اس آیت میں علم والوں سے مراد اہلِ کتاب ہیں، اللّٰہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو اہلِ کتاب سے دریافت کرنے کا حکم اس لئے دیا کہ کفارِ مکہ اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ اہلِ کتاب کے پاس سابقہ کتابوں کا علم ہے اور ان کی طرف اللّٰہ تعالیٰ نے رسول بھیجے تھے، جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وغیرہ، اور وہ ان کی طرح بشر تھے تو جب کفارِ مکہ اہلِ کتاب سے پوچھتے تو وہ انہیں بتادیتے کہ جو رسول ان کی طرف بھیجے گئے وہ سب بشر ہی تھے، اس طرح ان کے دلوں سے یہ شبہ زائل ہو جاتا۔[2]

جو مسئلہ معلوم نہ ہو وہ علماءِ کرام سے پوچھا جائے

اس آیت کے الفاظ کے عموم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس مسئلے کا علم نہ ہو اس کے بارے میں علماء کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (ایک شخص کی وفات کا سبب سن کر) ارشاد فرمایا ''جب (رخصت کے بارے) انہیں معلوم نہ تھا تو انہوں نے پوچھا کیوں نہیں کیونکہ جہالت کی بیماری کی شفاء دریافت کرنا ہے۔[3] اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٤٣، ٣/١٢٣-١٢٤.
2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٤٣، ٣/١٢٤.
3 ......ابوداؤد، كتاب الطهارة، باب فى المجروح يتيمّم، ١/١٥٤، الحديث: ٣٣٦.

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’عالم کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے علم پر خاموش رہے اور جاہل کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنی جہالت پر خاموش رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ‘‘ (یعنی اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔) لہٰذا مومن کو دیکھ لینا چاہئے کہ اس کا عمل ہدایت کے مطابق ہے یا اس کے خلاف ہے۔ [1]

تقلید جائز ہے

یاد رہے کہ یہ آیتِ کریمہ تقلید کے جواز بلکہ حکم پر بھی دلالت کرتی ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ اپنی کتاب ’’ اَلْاِکْلِیْل ‘‘ میں فرماتے ہیں ’’اس آیت سے علماء نے فروعی مسائل میں عام آدمی کے لئے تقلید کے جواز پر استدلال فرمایا ہے۔[2] بلکہ آیت فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ تقلید واجب ہونے کی صریح دلیل ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ’’ اَهْلَ الذِّكْرِ ‘‘ سے مسلمان علماء نہیں بلکہ اہل کتاب کے علماء مراد ہیں لہٰذا اس آیت کا تقلید کی بحث سے کوئی تعلق نہیں، ان کا یہ کہنا نری جہالت ہے کیونکہ یہ اس قانون کے خلاف ہے کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ مخصوص سبب کا۔ [3]

تقلید کی تعریف

تقلید کے شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول اور فعل کو یہ سمجھ کر اپنے اوپر لازمِ شرعی جاننا کہ اس کا کلام اور اس کا کام ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ یہ شرعی محقق ہے۔

تقلید سے متعلق چند اہم مسائل

(1)......عقائد اور صریح اسلامی احکام میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔

(2)......جو مسائل قرآن و حدیث یا اجماعِ امت سے اِجتہاد اور اِستنباط کر کے نکالے جائیں ان میں غیر مجتہد پر چاروں آئمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا واجب ہے۔

(3)......اعلیٰ حضرت رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں ’’مذاہبِ اربعۂ اہلسنت سب رشد و ہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے اور عمر بھر اسی کا پیرو رہے، کبھی کسی مسئلے میں اس کے خلاف نہ چلے وہ ضرور صراطِ مستقیم پر ہے اس پر شرعاً کوئی الزام نہیں، ان میں سے ہر مذہب انسان کیلئے نجات کو کافی ہے۔ تقلیدِ شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ، ضالین، مُتَّبِعِ

---

1 ......در منثور، النحل، تحت الآية: ٤٣، ١٣٣/٥.

2 ......الاكليل، سورة النحل، ص١٦٣.

3 ......فتاویٰ رضویہ، ۵۸۲/۲۱۔

غَیۡرِ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (یعنی مومنوں کے راستے کے علاوہ کی پیروی کرنے والے) ہیں۔[1]

نوٹ: تقلید سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے کتاب ''جاء الحق'' کا مطالعہ فرمائیں۔

مُقَلِّد کا ایمان درست ہے یا نہیں؟

جو شخص تقلید کے طور ایمان لایا اس کا ایمان صحیح ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک تقلیدی ایمان درست نہیں، بعض کے نزدیک تقلیدی ایمان درست ہے لیکن وہ غور و فکر اور اِستدلال ترک کرنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا، اور بعض کے نزدیک تقلیدی ایمان درست ہے اور ایسے ایمان لانے والا گناہگار بھی نہیں ہوگا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ان علماء کے اَقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ''بے شک ایمان نور کی ایک تجلی ہے اور وہ (جہالت کا) پردہ اٹھانا اور سینہ کھولنا ہے، اللہ تعالیٰ وہ نور اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہے ڈالتا ہے خواہ یہ نور کا داخل ہونا غور و فکر سے ہو یا محض کسی کی بات سننے سے حاصل ہو، اور کسی عقلمند کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کہے: ایمان نظر و استدلال کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔'' ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ خدا کی قسم! بسا اوقات اس شخص کا ایمان جو استدلال کا طریقہ نہیں جانتا اُس سے کامل تر اور مضبوط تر ہوتا ہے جو بحث و مناظرے میں آخری حد تک پہنچا ہوا ہو، تو جس کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لئے کھول دے اور وہ اپنے دل کو ایمان پر مطمئن پائے تو وہ قطعی طور پر مومن ہے اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ اسے یہ عظیم نعمت کہاں سے ملی ہے، اور آئمہ اربعہ وغیرہ محققین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اَجْمَعِیْن نے جو فرمایا کہ ''مقلد کا ایمان صحیح ہے'' اس کا یہی معنی ہے، مقلد سے ان کی مراد وہ شخص ہے جو استدلال کرنا، بحث کے اسلوب اور گفتگو کے مختلف طریقے نہ جانتا ہو، رہا وہ شخص جس نے اپنے سینے کو اس یقین کے ساتھ اپنی طرف سے کشادہ نہ کیا تو اس نے ویسے ہی کہا جیسے منافق اپنی قبر میں کہتا ہے: ہائے ہائے! مجھے نہیں معلوم، میں لوگوں کو کچھ کہتے سنتا تھا تو ان سے سن کر میں بھی کہا کرتا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی تصدیق اس لئے کرے کہ مثلاً اس کا باپ اس بات کی تصدیق کرتا تھا اور وہ اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے پر یقین رکھتے ہوئے تصدیق نہ کرے تو ایسے شخص کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں اور تقلیدی ایمان کی نفی کرنے والوں کی بھی یہی مراد ہے۔[2]

---

1 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۷/ ۶۴۴۔

2 ......المعتمد المستند شرح المعتقد المنتقد، الخاتمة فی بحث الایمان، ص۱۹۹-۲۰۰.

بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ ؕ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

النصف

ترجمۂ کنزالایمان: روشن دلیلیں اور کتابیں لے کر اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (ہم نے) روشن دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ (رسولوں کو بھیجا) اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل فرمایا تاکہ تم لوگوں سے وہ بیان کردو جواُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ غوروفکر کریں۔

﴿ **وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ: اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل فرمایا۔** ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن اس لئے نازل فرمایا تاکہ آپ اس کتاب میں موجود اَحکام، وعدہ اور وعید کو اپنے اَقوال اور اَفعال کے ذریعے لوگوں سے بیان کردیں۔[1]

حدیث پاک بھی حجت ہے

ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی تفسیر ’’اَلْجَامِعُ لِاَحْکَامِ الْقُرْاٰنِ‘‘ کی ابتدا میں فرماتے ہیں ’’اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں موجود مُجمل چیزوں کو بیان کرنے، مشکل کی تفسیر کرنے اور کئی اِحتمال رکھنے والی چیزوں کی تحقیق کرنے کا منصب اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا فرمایا تاکہ رسالت کی تبلیغ کے ساتھ آپ کی یہ خصوصیت بھی ظاہر ہو جائے اور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد قرآنِ پاک کے معانی کو اَخذ کرنے اور قرآنِ پاک کے اصول کی طرف اشارہ کرنے کی خدمت علماء کے سپرد فرمائی تاکہ وہ قرآنِ پاک کے الفاظ میں غوروفکر کر کے ان کی مراد جان جائیں، یوں علماء دیگر امتیوں سے ممتاز ہو گئے اور اِجتہاد کا ثواب ملنے کی خصوصیت بھی انہیں حاصل ہوئی، خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ پاک اصل ہے اور حدیثِ پاک اس کا بیان ہے اور علماء کا اِستنباط اس کی وضاحت ہے۔[2] اس آیتِ کریمہ

1 ......قرطبی، النحل، تحت الآیۃ: ٤٤، ٥/٧٩، الجزء العاشر.

2 ......قرطبی، خطبة المصنّف، ١/٢٤، الجزء الاوّل.

سے معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک کی طرح حدیث پاک بھی معتبر، قابلِ قبول اور لائقِ عمل ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قرآنِ پاک میں موجود احکام وغیرہ کو اپنے اقوال اور افعال کے ذریعے لوگوں سے بیان کرنے کا منصب عطا فرمایا ہے اور حدیث نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَقوال اور اَفعال ہی کا تو نام ہے۔اس کے علاوہ اور آیات بھی حدیثِ پاک کے حجت ہونے پر دلالت کرتی ہیں، جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت کے علاوہ بکثرت آیات ایسی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم مانا جائے یہاں تک کہ واضح طور فرما دیا کہ

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اسی صورت ممکن ہے جب ان کے قول اور فعل کی پیروی کی جائے، اگر یوں نہ کیا جائے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بِعثَت کا جو مقصد ہے وہی فوت ہو جائے گا۔ اور ارشاد فرمایا

وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

عقلی طور پر بھی دیکھا جائے تو حدیثِ پاک کو حجت ماننے بغیر چارہ ہی نہیں کیونکہ قرآنِ پاک میں اسلام کے بنیادی اَحکام جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا اِجمالی بیان کیا گیا ہے، ان پر عمل اسی صورت ممکن ہے جب حدیث پاک پر عمل

1 ......سورۂ جمعہ: ۲.
2 ......النساء: ٦٤.
3 ......حشر: ۷.

کیا جائے کیونکہ ان تمام احکام کی تفصیل کا بیان صرف اَحادیث میں ہے۔

﴿وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ: اور تا کہ وہ غور وفکر کریں۔﴾ یعنی قرآن نازل کرنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور ان میں موجود حقائق اور عبرت انگیز چیزوں پر مطلع ہوں اور اُن کاموں سے بچیں جن کی وجہ سے سابقہ امتیں عذاب میں مبتلا ہو گئیں۔(1)

قرآنِ کریم میں غور وفکر اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں غور وفکر کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے لہٰذا قاری سے عالم باعمل افضل ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ قرآنِ مجید کو سمجھ کر اور اس میں بیان کئے گئے احکام، عبرت انگیز واقعات، موت کے وقت کی آفات، گناہگاروں اور کافروں پر ہونے والے جہنم کے عذابات اور نیک مسلمانوں کو ملنے والے جنت کے انعامات وغیرہ میں غور وفکر کرتے ہوئے اس کی تلاوت کرے تا کہ اسے قرآن کریم کی برکتیں اچھی طرح حاصل ہوں اور اس کے دل پر اگر گناہوں کی سیاہی غالب آ چکی ہو تو وہ بھی صاف ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ان دلوں میں بھی زنگ لگ جاتا ہے، جس طرح لوہے میں پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے۔ عرض کی گئی، یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس کی جِلا (یعنی صفائی) کس چیز سے ہوگی؟ ارشاد فرمایا ’’کثرت سے موت کو یاد کرنے اور تلاوتِ قرآن سے۔(2)

حضرت ابراہیم خواص رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: دل کی دوا پانچ چیزیں ہیں۔ (1) غور وفکر کرتے ہوئے قرآنِ مجید کی تلاوت کرنا، (2) بھوکا رہنا، (3) رات میں نوافل ادا کرنا، (4) سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرنا، (5) نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔(3)

اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾

1 ......ابو سعود، النحل، تحت الآیة: ٤٤، ٣/٢٦٨، ملخصاً.

2 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی ادمان تلاوته، ٢/٣٥٢، الحدیث: ٢٠١٤.

3 ......روح البیان، النحل، تحت الآیة: ٤٤، ٥/٣٨.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو لوگ بُرے مکر کرتے ہیں اس سے نہیں ڈرتے کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا انہیں وہاں سے عذاب آئے جہاں سے انہیں خبر نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا بری سازشیں کرنے والے اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر وہاں سے عذاب آئے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہو۔

﴿اَفَاَمِنَ: تو کیا بے خوف ہوگئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو چار طرح کے عذابوں سے ڈرایا ہے۔ (1) زمین میں دھنسا دیئے جانے سے۔ (2) آسمان سے عذاب نازل کر دینے سے۔ (3) ایسی آفات سے جو یکبارگی اس طرح آئیں کہ ان کی علامات اور دلائل انہیں معلوم نہ ہوں۔ (4) ایسی آفات سے جو تھوڑی تھوڑی آئیں یہاں تک کہ ان کا آخری فرد بھی ہلاک ہوجائے۔[1] اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے خلاف سازشیں کرتے ہیں، انہیں ایذائیں پہنچانے کی کوشش میں رہتے ہیں اور چھپ چھپ کر فساد پھیلانے کی تدبیریں کرتے ہیں، کیا وہ اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں زمین میں دھنسا دے جیسے قارون کو دھنسا دیا تھا یا ان پر آسمان سے اچانک عذاب نازل ہوجائے جیسے قومِ لوط پر ہوا تھا۔[2]

بعض مفسرین نے فرمایا کہ ''مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ (جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہو)'' سے بدر کا دن مراد ہے کیونکہ کفار کے بڑے بڑے سردار اس دن ہلاک کر دیئے گئے اور ان کا حال یہ تھا کہ وہ اپنی ہلاکت کا گمان بھی نہ رکھتے تھے۔[3]

اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے کہ وہ تھکا نہیں سکتے۔

---

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ۴۵-۴۷، ۷/۲۱۲-۲۱۳.

2 ......روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۴۵، ۵/۳۸، بیضاوی، النحل، تحت الآیة: ۴۵، ۳/۴۰۰، ملتقطاً.

3 ......تفسیر قرطبی، النحل، تحت الآیة: ۴۵، ۵/۷۹، الجزء العاشر.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے تو وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

﴿ اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ: **یا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے۔**﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ کیا وہ اس بات سے ڈرتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سفر کی حالت میں ان پر عذاب نازل کر دے کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے شہروں میں ہلاک کرنے پر قادر ہے، اسی طرح سفر کے دوران بھی انہیں ہلاک کرنے پر قادر ہے، وہ کسی دور دراز کے علاقے میں جا کر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے بلکہ وہ جہاں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کر سکتا ہے۔[1] **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ کیا وہ اس بات سے ڈرتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات اور دن میں بلکہ ہر ایک حال میں ان کی پکڑ کرنے پر قادر ہے اور وہ فرار ہو کر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ان پر ہر طرح سے قادر ہے۔[2]

اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا انہیں نقصان دیتے دیتے گرفتار کرلے کہ بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا انہیں آہستہ آہستہ نقصان پہنچاتے ہوئے پکڑ لے تو بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحمت والا ہے۔

﴿ اَوْ یَاْخُذَهُمْ: **یا انہیں پکڑ لے۔**﴾ اس آیت کا **ایک معنی** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شروع سے ہی انہیں عذاب میں گرفتار نہیں کرے گا بلکہ پہلے انہیں خوف میں مبتلا کرے گا پھر اس کے بعد انہیں عذاب میں گرفتار کر دے گا۔ خوف میں مبتلا کرنے کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ایک گروہ کو ہلاک کر دے گا تو اس کے قریب والے اس خوف میں مبتلا ہو جائیں گے کہ کہیں ان پر بھی ویسا ہی عذاب نازل نہ ہو جائے۔ ایک طویل عرصہ تک وہ اس خوف اور وحشت میں مبتلا رہیں گے، اس کے بعد ان پر عذاب نازل ہوگا۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر فوراً عذاب نازل نہیں کرے گا بلکہ ان کی جانوں اور مالوں کو تھوڑا تھوڑا کم کرتا رہے گا یہاں تک کہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔[3]

﴿ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ: **تو بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحمت والا ہے۔**﴾ یعنی اللہ تعالیٰ چونکہ بہت مہربان

---

1 ...... تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ٤٦، ٧/٢١٢.

2 ...... خازن، النحل، تحت الآیۃ: ٤٦، ٣/١٢٤.

3 ...... تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ٤٧، ٧/٢١٢-٢١٣.

اور رحمت والا ہے اس لئے وہ اکثر اُمور میں مہلت دے دیتا ہے اور عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں فرماتا۔[1]

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّمَآىٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ جو چیز اللہ نے بنائی ہے اس کی پرچھائیاں داہنے اور بائیں جھکتی ہیں اللہ کو سجدہ کرتی اور وہ اس کے حضور ذلیل ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے اس طرف نہ دیکھا کہ اللہ نے جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس کے سائے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکتے ہیں اور وہ سائے عاجزی کررہے ہیں۔

﴿ اَوَلَمْ یَرَوْا: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سایہ دار جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس کا حال یہ ہے کہ سورج طلوع ہوتے وقت اُس کا سایہ دائیں طرف جھک جاتا ہے اور سورج غروب ہوتے وقت اس کا سایہ بائیں طرف جھک جاتا ہے اور سائے کا ایک سے دوسری طرف منتقل ہونا اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا اور اس کی بارگاہ میں اپنی عاجزی، انکساری اور کمزوری کا اظہار کرنا ہے کیونکہ سایہ دائیں اور بائیں جھکنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند اور اسی کا اطاعت گزار ہے، اسی کے سامنے عاجز اور اسی کے آگے مسخر ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ظاہر ہے اور جب کفار سایہ دار چیزوں کا یہ حال اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ اس میں غور وفکر کر کے عبرت ونصیحت حاصل کریں کہ سایہ وہ چیز ہے جس میں عقل، فہم اور سماعت کی صلاحیت نہیں رکھی گئی تو جب وہ اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہے اور صرف اسی کو سجدہ کر رہا ہے تو انسان جسے عقل، فہم اور سماعت کی صلاحیت دی گئی ہے اسے زیادہ چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور صرف اسی کے آگے سجدہ ریز ہو۔[2]

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۴۷، ۲۱۳/۷.

2 ......تفسیر سمرقندی، النحل، تحت الآیۃ: ۴۸، ۲۳۷/۲، تاویلات اهل السنه، النحل، تحت الآیۃ: ۴۸، ۸۹/۳-۹۰، ملتقطاً.

وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے اور وہ غرور نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے سب اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے غرور نہیں کرتے۔

﴿وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ: اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔﴾ علماء فرماتے ہیں سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ **(1) سجدۂ عبادت**، جیسا کہ مسلمانوں کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے سجدہ۔ **(2) سجدہ بہ معنیٰ اطاعت اور عاجزی**، جیسا کہ سایہ وغیرہ کا سجدہ۔ ہر چیز کا سجدہ اس کی حیثیت کے مطابق ہے، مسلمانوں اور فرشتوں کا سجدہ، سجدۂ عبادت ہے اور ان کے ماسوا کا سجدہ، سجدہ بہ معنیٰ اطاعت اور عاجزی ہے۔[1]

یاد رہے کہ یہاں سجدہ سے مراد اطاعت ہے نہ کہ اصطلاحی سجدہ، اور اگر باقاعدہ سجدہ ہی مراد ہو تو بھی حق ہے کہ کسی چیز کی حقیقت ہمیں معلوم نہ ہونا ہمارے علم کی کمی کی دلیل ہے، اس بات کی نہیں کہ وہ چیز ہی نہیں ہوسکتی جیسے آج کل کی لاکھوں سائنسی ایجادات سے پہلے لوگوں کو اِن چیزوں کا بالکل علم نہیں تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ یہ چیزیں ہو ہی نہیں سکتی تھیں، یہی صورت سایوں کے سجدہ کرنے میں سمجھ لی جائے اور یہی جواب مخالفینِ اسلام کے سائنسی اعتبار سے اسلام کے خلاف اکثر اعتراضوں کا ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سے ہے، اس کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت لازم ہو جائے گا۔ سجدۂ تلاوت کے چند احکام سورۂ اَعراف آیت نمبر **206** میں گزر چکے ہیں، مزید مسائل جاننے کے لئے

1 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۴۹، ۳/۱۲۵، تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ۴۹، ۷/۲۱۶، ملتقطاً.

بہارِشریعت حصہ 4 سے ''سجدۂ تلاوت کا بیان'' مطالعہ کیجئے۔

﴾وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ: اور فرشتے غرور نہیں کرتے۔﴿ اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرشتے تمام گناہوں سے معصوم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ وہ غرور نہیں کرتے اس بات کی دلیل ہے کہ فرشتے اپنے پیدا کرنے والے اور بنانے والے کے اطاعت گزار ہیں اور وہ کسی بات اور کسی کام میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔[1] مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ صرف فرشتے اور پیغمبر معصوم ہیں، ان کے سوا کوئی معصوم نہیں۔

یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ السجدة

السجدة ۱۲ ع ۶

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

﴾یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ: وہ اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں۔﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے سے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کی بلکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو پورا کیا اور ممنوعہ کاموں سے باز رہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرشتے مُکَلَّف ہیں۔[2]

وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْۤا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِۚ-اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌۚ-فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے فرمادیا دو خدا نہ ٹھہراؤ وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھی سے ڈرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے فرمادیا: دو معبود نہ ٹھہراؤ وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھ ہی سے ڈرو۔

---

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ۴۹، ۲۱۷/۷.

2 ......مدارك، النحل، تحت الآیة: ۵۰، ص۵۹۷، صاوی، النحل، تحت الآیة: ۵۰، ۱۰۷۱/۳، ملتقطاً.

﴾وَقَالَ اللّٰهُ: اور اللہ نے فرما دیا۔﴿ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ آسمان و زمین کی تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کرنے والی، اس کے حکم کی اطاعت کرنے والی اور اسی کی عبادت کرنے والی ہے اور سب اس کی ملکیت میں اور اسی کی قدرت وتصرُّف کے تحت ہیں جبکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک سے اور دو خدا ٹھہرانے سے ممانعت فرمائی ہے۔[1]

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی کی فرمانبرداری لازم ہے تو کیا اللہ کے سوا کسی دوسرے سے ڈرو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور فرمانبرداری (کا حق) ہمیشہ اسی کیلئے ہے۔ تو کیا تم اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرو گے؟

﴾وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔﴿ یعنی آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، ان میں سے کسی چیز میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں، اسی نے انہیں پیدا کیا، وہی انہیں رزق دیتا ہے، اسی کے دستِ قدرت میں ان کی زندگی اور موت ہے اور ہمیشہ کے لئے اطاعت وفرمانبرداری کا وہی مستحق ہے، تو اے لوگو! کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی اور سے خوف کھاؤ گے اور اس بات سے ڈرو گے کہ اگر تم نے صرف اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کی تو وہ تم سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں چھین نہ لے۔[2] یاد رہے کہ فرمانبرداری کا حق ہمیشہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنا، والدین کی اطاعت کرنا اور اُولِی الْاَمْر کی اطاعت کرنا بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔[3]

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٥١، ١٢٦/٣.

2 ......تفسير طبرى، النحل، تحت الآية: ٥٢، ٥٩٥/٧-٥٩٦.

3 ......صاوى، النحل، تحت الآية: ٥٢، ١٠٧٢/٣.

حقیقی خوف صرف اللہ تعالیٰ کا ہونا چاہئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کے سلسلے میں دنیا کی نعمتیں، سہولتیں اور آسائشیں چھن جانے کا خوف نہیں رکھنا چاہئے بلکہ اس معاملے میں صرف اس رب تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے جس کے دستِ قدرت میں سب نعمتیں ہیں اور جو تمام نعمتوں کا حقیقی مالک ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو مسلمان ہونے کے باوجود اسلام کے اَحکام پر عمل کرنے میں اپنی دنیوی ترقی نہ ہونے، معاشی خوشحالی نہ آنے اور نفسانی خواہشات پوری نہ ہونے کا خوف کھاتے ہیں اور وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ نمازوں کی پابندی کرنے اور داڑھی رکھنے سے دنیا میں شہرت اور اچھی جگہ نوکری نہ ملے گی اور نہ ہی کوئی مالدار گھرانے والا انہیں رشتہ دینے کو تیار ہوگا، یونہی اگر وہ سودی کاروبار اور رشوت کا لین دین نہ کریں اور کاروبار میں جھوٹ، دھوکہ، ملاوٹ اور خیانت سے کام نہ لیں تو وہ معاشی طور پر انتہائی پَستی کا شکار ہو جائیں گے، اسی طرح اگر وہ نیک صورت مسلمان نظر آئیں گے تو دنیا کی رنگین اور عیش وعشرت سے لبریز پارٹیوں سے لطف اندوز کس طرح ہوں گے اور عیش ونشاط کے مزے کس طرح لوٹیں گے۔ اے کاش! یہ لوگ ان چیزوں سے خوف کھانے اور ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے، اسی سے ڈرتے اور اسی کی اطاعت وفرمانبرداری میں اپنی انتہائی قلیل دنیوی زندگی بسر کرنے کو ترجیح دیتے تو آخرت میں ایسی عظیم اور دائمی نعمتیں پاتے جن کے آگے دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ ترین نعمتوں کی ذرہ بھر بھی حیثیت اور وقعت نہیں ہے۔ (1)

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْهِ تَجْـٴَـرُوْنَ ﴿۵۳﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف پناہ لے جاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کی طرف پناہ لیتے ہو۔

---

1 ...... اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف رکھنے سے متعلق مزید ترغیب پانے کے لئے کتاب ''خوفِ خدا'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ : اور تمہارے پاس جونعمت ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ عقلمند پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے نہ ڈرے جبکہ ان آیات میں بیان فرمایا کہ عقلمند پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کا شکر نہ کرے کیونکہ شکر نعمت کے بدلے میں ہوتا ہے اور انسان کو جو نعمت بھی ملی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے۔ (1) اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! تمہارے بدنوں میں جو عافیت، صحت اور سلامتی ہے اور تمہارے مالوں میں جو نشو ونُما ہو رہی ہے، تمہارے پاس یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کسی اور کی طرف سے نہیں کیونکہ ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی کے دستِ قدرت میں ہیں اور جب تمہارے بدن کسی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں اور انہیں کوئی عارضہ لاحق ہوتا ہے اور تمہاری عیش وعشرت میں کمی واقع ہوتی ہے تو تم صرف اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہو اور اسی سے مدد طلب کرتے ہو تاکہ وہ تم سے یہ مصیبت دور کردے۔ (2)

ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ تم سے برائی ٹال دیتا ہے تو تم میں ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔ کہ ہماری دی نعمتوں کی ناشکری کریں تو کچھ برت لو کہ عنقریب جان جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ تم سے برائی ٹال دیتا ہے تو اس وقت تم میں ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔ تاکہ وہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں تو کچھ فائدہ اٹھا لو تو عنقریب تم جان جاؤ گے۔

﴿ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ : پھر جب وہ تم سے برائی ٹال دیتا ہے۔﴾ یعنی پھر جب اللہ تعالیٰ تمہاری بدنی بیماریاں دور کر کے تمہیں عافیت عطا کردے، تمہاری معاشی پریشانی ختم کردے اور تم پر آنے والی مصیبتیں ٹال دے تو تم میں سے ایک گروہ اپنی عبادت میں غیروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے لگ جاتا ہے، بتوں کی عبادت میں مشغول ہونے کے ساتھ بتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے ان کے نام پر جانور ذبح کرتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا نہیں کرتا جس نے ان کی مشکلات

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۵۳، ۷/۲۲۱.

2 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیۃ: ۵۳، ۷/۵۹۷.

دور کر کے انہیں آسانیاں عطا کیں۔ (1)

﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ: تاکہ وہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت کا معنی یہ ہے کہ لوگوں نے مصیبت دور کرنے میں بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا اور شریک ٹھہرانے سے ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ اِن نعمتوں کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا انکار کر دیں۔ دنیا میں ایسے لوگوں کی کثیر تعداد موجود ہے کہ جب ان کے مرض کی تکلیف بڑھتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرتے ہیں اور اس تکلیف کے دور ہونے کی دعائیں مانگتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ان کی تکلیف دور فرمادے تو وہ یوں کہنے لگتے ہیں کہ فلاں دوائی سے یا فلاں ڈاکٹر کے علاج سے میری یہ تکلیف دور ہوئی، یونہی جب زلزلہ، طوفان یا سیلاب وغیرہ کی مصیبت آتی ہے تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے حضور التجائیں کرتے ہیں، روتے اور گڑگڑاتے ہیں لیکن جب زلزلے، طوفان یا سیلاب وغیرہ کا سلسلہ ختم ہوجائے تو دوبارہ انہی کاموں میں مصروف ہوجاتے ہیں جن میں پہلے سے مصروف تھے۔ لوگوں کی اسی حالت کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فرمائی ہے۔ (2) اگرچہ طبیب یا دوا کی طرف شفا کی نسبت کرنا گناہ نہیں لیکن صرف انہی پر بھروسہ رکھنا اور شفا وصحت کو اللہ تعالیٰ کی نعمت شمار کرنے اور اس پر شکر ادا کرنے کا اصلاً نہ سوچنا ضرور غلط ہے۔

مَصائب وآلام کے وقت لوگوں کا حال اور بعد کی صورتِ حال

امام رازی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام کو سامنے رکھتے ہوئے فی زمانہ بھی اگر لوگوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو شاید لاکھوں میں ایک انسان بھی ایسا نظر نہ آئے جو بیماری، تکلیف اور پریشانی کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں نہ مانگتا ہو، دوسروں کو دعاؤں کے لئے نہ کہتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے اپنی مشکلات کے حل کے لئے دعائیں نہ کرواتا ہو، یونہی ایسی حالت میں اپنے گناہوں اور نافرمانیوں سے توبہ نہ کرتا ہو اور آئندہ کے لئے تمام گناہوں سے کنارہ کش ہونے کے ارادے نہ کرتا ہو، لیکن جب یہ مصائب وآلام ختم ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی بجائے اپنی گناہوں کی سابقہ سڑک پر پہلے سے بھی تیز دوڑنا شروع کردیتے ہیں، اسی طرح ہمارے مشاہدے میں ہے کہ بہت مرتبہ زلزلے، طوفان اور سیلاب کی وجہ سے لوگوں کا حال یہ ہوا کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کرتے ہوئے اپنی عافیت وسلامتی کی دعائیں مانگنے میں مصروف ہوگئے اور وقتی طور پر نماز، روزہ اور ذکر و درود میں مشغول ہو

1 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیۃ: ٥٤، ٧/٥٩٨.

2 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ٥٥، ٧/٢٢٢-٢٢٣، ملخصاً.

گئے، لیکن یہ آفات ختم ہو جانے کے بعد اب ان کا جو حال ہے وہ سب کے سامنے ہے۔

﴿فَتَمَتَّعُوْا: تو فائدہ اٹھالو۔﴾ اس آیت میں ان لوگوں کے لئے وعید ہے جن کے اوصاف مذکورہ بالا آیات میں بیان ہوئے، اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرماتا ہے کہ تم اس دنیا کی زندگی میں اپنی مدت پوری ہونے تک فائدہ اٹھالو اور جب تم اپنی زندگی کا وقت پورا کر کے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ملو گے تو اس وقت اپنے کئے ہوئے اعمال کا وبال جان جاؤ گے اور اپنے برے کاموں کا انجام دیکھ لو گے۔ اس وقت تمہیں ندامت تو بہت ہو گی لیکن وہ ندامت تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔[1]

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انجانی چیزوں کے لیے ہماری دی ہوئی روزی میں سے حصہ مقرر کرتے ہیں خدا کی قسم تم سے ضرور سوال ہونا ہے جو کچھ جھوٹ باندھتے تھے اور اللہ کے لیے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں پاکی ہے اس کو اور اپنے لیے جو اپنا جی چاہتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (کافر) ہماری دی ہوئی روزی میں سے انجانی چیزوں کیلئے حصہ مقرر کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اے لوگو! تم سے اُس کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا جو تم جھوٹ باندھتے تھے۔ اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ پاک ہے اور اپنے لیے وہ (مانتے ہیں) جو اپنا جی چاہتا ہے۔

﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا: اور (کافر) انجانی چیزوں کیلئے حصہ مقرر کرتے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین کو اللہ تعالیٰ نے جو فصلیں اور مویشی عطا فرمائے وہ اِن میں سے اُن بتوں کے لئے حصہ مقرر کرتے ہیں جنہیں وہ معبود کہتے ہیں اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بت نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ان کی شفاعت کریں گے حالانکہ بتوں میں یہ اَوصاف موجود ہی نہیں کیونکہ وہ تو پتھر ہیں، نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت کہاں سے رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم! اے لوگو! تم سے اُس کے بارے

---

[1] ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیۃ: ۵۵، ۷/۵۹۸.

میں ضرور پوچھا جائے گا جو تم بتوں کو معبود، تقرب کے لائق اور بت پرستی کو خدا کا حکم بتا کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے۔[1]

﴿وَ یَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ: اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے تو بیٹیاں قرار دیتے ہیں جیسے بنوخزاعہ اور کنانہ کے لوگ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور اس کی شان میں ایسا کہنا بہت بے ادبی اور کفر ہے۔ ان کافروں میں کفر کے ساتھ بدتمیزی کی انتہا یہ بھی ہے کہ وہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور بیٹیاں ناپسند کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے لئے جو مُطلقاً اولاد سے مُنَزَّہ اور پاک ہے اور اس کے لئے اولاد ثابت کرنا ہی عیب لگانا ہے، اس کے لئے اولاد میں بھی وہ ثابت کرتے ہیں جس کو اپنے لئے حقیر اور عار کا سبب جانتے ہیں۔[2]

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ ۚ﴿۵۸﴾ یَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بشارت کی بُرائی کے سبب کیا اسے ذلّت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا ارے بہت ہی بُرا حکم لگاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ اس بشارت کی برائی کے سبب لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا؟ خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کر رہے ہیں۔

﴿وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد

---

1 ......جلالين، النحل، تحت الآية: ٥٦، ص ٢٢٠، مدارك، النحل، تحت الآية: ٥٦، ص٥٩٨-٥٩٩، ملتقطاً.

2 ......جلالين مع صاوى، النحل، تحت الآية: ٥٧، ١٠٧٣/٣، ملخصاً.

والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو مشرکین اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دے رہے ہیں جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو غم، پریشانی اور پسند نہ ہونے کی وجہ سے سارا دن اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا رہتا ہے اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب مشرکین اپنے لئے اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ بیٹی ان کی طرف منسوب ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف بیٹی کی نسبت کرنے کو انہوں نے کیسے پسند کرلیا۔ [1]

لڑکی پیدا ہونے پر رنج کرنا کافروں کا طریقہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ لڑکی پیدا ہونے پر رنج کرنا کافروں کا طریقہ ہے، فی زمانہ مسلمانوں میں بھی بیٹی پیدا ہونے پر غمزدہ ہو جانے، چہرے سے خوشی کا اظہار نہ ہونے، مبارک باد ملنے پر جھینپ جانے، مبارک باد دینے والے کو باتیں سنا دینے، بیٹی کی ولادت کی خوشی میں مٹھائی بانٹنے میں عار محسوس کرنے، صرف بیٹیاں پیدا ہونے کی وجہ سے ماؤں پر ظلم و ستم کرنے اور انہیں طلاقیں دے دینے تک کی وبا عام ہے، حالانکہ بیٹی پیدا ہونے اور اس کی پرورش کرنے کی بہت فضیلت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب کسی شخص کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاں فرشتوں کو بھیجتا ہے، وہ آکر کہتے ہیں: اے گھر والو! تم پر سلامتی نازل ہو، پھر اس بیٹی کا اپنے پروں سے اِحاطہ کر لیتے ہیں اور اس کے سر پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں ''ایک کمزور لڑکی ایک کمزور عورت سے پیدا ہوئی ہے، جو اس کی کفالت کرے گا تو قیامت کے دن اس کی مدد کی جائے گی۔ [2]

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کے ہاں بیٹی پیدا ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے، اُسے ذلیل نہ سمجھے اور اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ [3]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا کرے اور جس طرح وہ بیٹا پیدا ہونے پر خوشی سے پھولے نہیں سماتے اسی طرح بیٹی پیدا ہونے پر بھی خوشی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ: لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔﴾ مفسرین فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں دستور یہ تھا کہ جب کسی شخص کی بیوی کے ہاں زچگی کے آثار ظاہر ہوتے تو وہ شخص بچہ پیدا ہو جانے تک اپنی قوم سے چھپا رہتا، پھر اگر اسے معلوم ہوتا

1 ...... خازن، النحل، تحت الآیۃ: ٥٨، ٣/١٢٧، ملخصاً.
2 ...... معجم الصغیر، باب الالف، من اسمہ: احمد، ص ٣٠، الجزء الاول.
3 ...... ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی فضل من عال یتیماً، ٤/٤٣٥، الحدیث: ٥١٤٦.

کہ بیٹا پیدا ہوا ہے تو وہ خوش ہو جاتا اور اپنی قوم کے سامنے آ جاتا اور جب اسے پتا چلتا کہ اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو وہ غمزدہ ہو جاتا اور شرم کے مارے کئی دنوں تک لوگوں کے سامنے نہ آتا اور اس دوران غور کرتا رہتا کہ اس بیٹی کے ساتھ وہ کیا کرے؟ آیا ذلت برداشت کر کے اس بیٹی کو اپنے پاس رکھے یا اسے زندہ درگور کر دے جیسا کہ مُضَر، خُزاعہ اور تمیم قبیلے کے کئی لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے۔ (1)

زمانۂ جاہلیت میں بیٹیوں سے متعلق کفار کا دستور اور اسلام کا کارنامہ

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’زمانۂ جاہلیت میں کفار مختلف طریقوں سے اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے، ان میں سے بعض گڑھا کھودتے اور بیٹی کو اس میں ڈال کر گڑھا بند کر دیتے حتّٰی کہ وہ مر جاتی، اور بعض اسے پہاڑ کی چوٹی سے پھینک دیتے، بعض اسے غرق کر دیتے اور بعض اسے ذبح کر دیتے تھے، ان کا بیٹیوں کو قتل کرنا بعض اوقات غیرت اور حَمِیَّت کی وجہ سے ہوتا تھا اور بعض اوقات فقر و فاقہ اور نان نفقہ لازم ہونے کے خوف سے وہ ایسا کرتے تھے۔ (2) یہ اسلام ہی کا کارنامہ ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلے عورت کو حقوق عطا فرمائے اور اسے عزت و وقار سے نوازا۔ زندہ درگور ہونے والی کو جینے کا حق دیا اور اس کی پوری زندگی کے حقوق کی ایک فہرست بیان فرما دی، اس کے باوجود اگر کوئی جاہل اسلام کی تعلیمات کو عورتوں کے حقوق کے مخالف سمجھتا ہے تو اسے اپنی جہالت اور دماغ کی خرابی کا علاج کرنے کی طرف بھرپور توجہ دینی چاہئے۔

﴿ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ : خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کر رہے ہیں۔﴾ یعنی ان مشرکین نے جو فیصلہ کیا ہے وہ کتنا برا ہے کہ اللّٰہ تعالٰی کے لئے بیٹیاں ثابت کرتے ہیں جو اپنے لئے انہیں انتہائی ناگوار ہیں اور یونہی یہ بات کتنی بری ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے انہیں جو رزق دیا ہے اس میں بتوں کو اللّٰہ تعالٰی کا شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت ہی نہیں رکھتے اور جس رب عَزَّوَجَلَّ نے انہیں پیدا کیا اور ان پر احسانات فرمائے ہیں اسے چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ (3)

لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ

---

1 ……خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۵۹، ۳/۱۲۷-۱۲۸، ملخصاً.

2 ……تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۵۹، ۷/۲۲۶، ملخصاً.

3 ……تفسیر طبری، النحل، تحت الآیۃ: ۵۹، ۷/۶۰۰.

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٠﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے انہیں کا بُرا حال ہے اور اللہ کی شان سب سے بلند اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم پر گرفت کرتا تو زمین پر کوئی چلنے والا نہیں چھوڑتا لیکن انہیں ایک ٹھہرائے وعدے تک مہلت دیتا ہے پھر جب ان کا وعدہ آئے گا نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کیلئے بری حالت ہے اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی بنا پر پکڑ لیتا تو زمین پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے پھر جب ان کی مدت آجائے گی تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں گے اور نہ ہی آگے بڑھیں گے۔

﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ: اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی بنا پر پکڑ لیتا۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کے بہت بڑے کفر اور برے اَقوال کا بیان فرمایا جبکہ اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں پر جلدی عذاب نازل نہ فرما کر انہیں ڈھیل دیتا ہے تاکہ اس کی رحمت اور اس کے فضل وکرم کا اظہار ہو۔[1] چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے گناہوں پر پکڑ لیتا اور عذاب میں جلدی فرماتا تو زمین پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا بلکہ سب کو ہلاک کر دیتا۔ ایک قول یہ ہے کہ زمین پر چلنے والے سے کافر مراد ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا[2] ترجمۂ کنزُالعِرفان یعنی بیشک جانوروں میں سب سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا۔

بعض مفسرین نے فرمایا'' آیت کے معنی یہ ہیں کہ روئے زمین پر کسی چلنے والے کو باقی نہیں چھوڑتا جیسا کہ

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ٦١، ٧/٢٢٧.

2 ......انفال: ٥٥.

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانہ میں جو کوئی زمین پر تھا اُن سب کو ہلاک کر دیا، صرف وہی باقی رہے جو زمین پر نہ تھے بلکہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ کشتی میں تھے۔ اس آیت کے معنی میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ’’اللّٰہ تعالیٰ ان کے ظالم باپ دادا کو ان کے ظلم کی وجہ سے ہلاک کر دیتا تو اُن کی نسلیں منقطع ہو جاتیں اور زمین میں کوئی باقی نہ رہتا۔[1]

﴿وَلٰكِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى : لیکن وہ انہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ ان کے ظلم پر پکڑ نہیں فرماتا بلکہ اپنے فضل و کرم اور حلم کی وجہ سے انہیں زندگی کا وقت پورا ہونے تک یا قیامت آنے تک مہلت دیتا ہے۔ پھر جب ان کی مقررہ مدت آ جائے گی تو وہ اس مدت سے نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں گے اور نہ ہی آگے بڑھیں گے۔[2]

وَ یَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا یَكْرَهُوْنَ وَ تَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰىؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَ اَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ کے لیے وہ ٹھہراتے ہیں جو اپنے لیے ناگوار ہے اور ان کی زبانیں جھوٹوں کہتی ہیں کہ ان کے لیے بھلائی ہے تو آپ ہی ہوا کہ ان کے لیے آگ ہے اور وہ حد سے گزارے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ کے لیے وہ ٹھہراتے ہیں جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹ بولتی ہیں کہ ان کے لیے بھلائی ہے۔ حقیقت میں ان کے لئے آگ ہے اور یہ کہ وہ (جہنمیوں کے) آگے آگے جانے والے ہوں گے۔

﴿وَ یَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ: اور اللّٰہ کے لیے وہ قرار دیتے ہیں۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اپنے لئے بیٹیاں بھی ناپسند کرتے ہیں اور یہ بات بھی کہ ان کی ملکیت میں کوئی دوسرا ان کا شریک بنے لیکن اللّٰہ تعالیٰ کیلئے انہی چیزوں کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یونہی اللّٰہ تعالیٰ کے لئے ناقص مال علیحدہ کرتے ہیں اور بتوں کے لئے اعلیٰ مال جدا کرتے ہیں اور اس کے باوجود بھی اپنے آپ کو حق پر گمان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) سچے ہوں اور مخلوق مرنے کے بعد پھر اُٹھائی جائے تو جنت ہمیں ہی ملے گی کیونکہ ہم حق پر ہیں۔ ان کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ’’ان کی جھوٹی

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ٦١، ١٢٨/٣، ملخصاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ٦١، ١٢٨/٣، ملخصاً.

بات کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ حقیقت میں ان کے لئے آگ ہے اور یہ کہ وہ جہنمیوں کے آگے آگے جانے والے ہوں گے اور جہنم ہی میں چھوڑ دیئے جائیں گے۔[1]

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِیُّهُمُ الْیَوْمَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: خدا کی قسم ہم نے تم سے پہلے کتنی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے کوتک ان کی آنکھوں میں بھلے کر دکھائے تو آج وہی ان کا رفیق ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کی قسم! ہم نے تم سے پہلے کتنی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے لوگوں کیلئے ان کے اعمال کو خوشنما بنا دیا تو آج وہی ان کا ساتھی ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿ تَاللّٰهِ: اللہ کی قسم! ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم بیان کر کے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ سے پہلے سابقہ امتوں کی طرف جتنے رسول بھیجے، انہوں نے بھی آپ کی طرح اپنی امتوں کو توحید کی دعوت دی، صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے کا کہا اور جھوٹے معبودوں کو چھوڑ دینے کا حکم دیا جبکہ شیطان نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کفر کرنے اور بتوں کی عبادت پر قائم رہنے کو ان کی نظروں میں خوشنما بنا دیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کے اَحکامات کو رد کر دیا تو دنیا (یا آخرت) میں شیطان ہی ان کا ساتھی ہے اور وہ نہایت برا ساتھی ہے۔ قیامت کے دن جب یہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو اس وقت شیطان کی مدد انہیں کوئی نفع نہ دے گی بلکہ اس وقت ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔[2]

---

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٦٢، ص٥٩٩، خازن، النحل، تحت الآية: ٦٢، ١٢٩/٣، صاوی، النحل، تحت الآية: ٦٢، ١٠٧٥/٣، ملتقطاً.

2 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآية: ٦٣، ٦٠٥/٧.

اللہ تعالیٰ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی

ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دے رہا ہے کہ (صرف آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قوم نے ہی آپ کو نہیں جھٹلایا بلکہ) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی ان کی امتوں نے جھٹلایا تھا۔[1]

وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم پر یہ کتاب نہ اتاری مگر اس لیے کہ تم لوگوں پر روشن کردو جس بات میں اختلاف کریں اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم پر یہ کتاب اس لئے نازل فرمائی ہے تا کہ تم لوگوں کیلئے وہ بات واضح کردو جس میں انہیں اختلاف ہے اور یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

﴿وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ: اور ہم نے تم پر یہ کتاب اس لئے نازل فرمائی ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے تا کہ آپ لوگوں کیلئے اُمورِ دین سے وہ بات واضح کردیں جس میں انہیں اختلاف ہے جیسے توحید، عبادات اور معاملات کے اَحکام وغیرہ، یوں آپ کے بیان کے ذریعے ان پر حجت قائم ہو جائے اور ہم نے قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے کہ یہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے کیونکہ ایمان والے ہی اس سے نفع اٹھا سکتے ہیں۔[2]

---

1 ......قرطبی، النحل، تحت الآیۃ: ٦٣، ٥/٨٧، الجزء العاشر.

2 ......تفسیرقرطبی، النحل، تحت الآیۃ: ٦٤، ٥/٨٨، الجزء العاشر، جلالین مع صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ٦٤، ٣/١٠٧٦، ملتقطاً.

قرآن کریم کے اَحکام اور حقائق بیان کرنے کا منصب

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’عام لوگوں کے سامنے قرآنِ کریم کے اَحکام کو بیان کرنے اور خاص لوگوں کے سامنے قرآنِ مجید کے حقائق کو بیان کرنے کا منصب اصلاً نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہے اور ان کی پیروی کرتے ہوئے زمانہ درزمانہ ان کے وارثوں کا ہے چنانچہ علماءِ ظاہر واضح بیان کے ساتھ لوگوں کے ان اختلافات کا تَصفِیَہ کرتے ہیں جو ان کے ظاہر کے ساتھ متعلق ہیں اور علماءِ باطن صحیح کشف کے ساتھ لوگوں کے ان اختلافات کو دور کرتے ہیں جن کا تعلق ان کے باطن کے ساتھ ہے، ان میں سے ہر ایک کا مَشرب ہے اور اسے تھامنے والا نامراد نہیں ہوتا، یہ دین کے ستون اور مسلمانوں کے سلطان ہیں۔ (1)

وَ اللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ۠(۶۵)

ع ۸ / ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس سے زمین کو زندہ کردیا اس کے مرے پیچھے بیشک اس میں نشانی ہے ان کو جو کان رکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس کے ذریعے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کردیا۔ بیشک اس میں سننے والوں کے لئے نشانی ہے۔

﴿وَ اللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً: اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا۔﴾ اس آیت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پھر اپنی نعمتوں اور قدرت کے کمال کو بیان فرمایا ہے، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس کے ذریعے زمین کو خشک اور بے سبزہ ہونے کے بعد سرسبزی و شادابی بخش کر زندہ کردیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے لیکن اس بات کو سمجھنا ان لوگوں کا کام ہے جو دل سے سنتے ہیں اور سن کر سمجھتے اور غور کرتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے

1 ......روح البیان، النحل، تحت الآیۃ: ٦٤، ٥/٤٧.

ہیں کہ جو قادر برحق زمین کو اس کی موت یعنی نَشو ونَما کی قوت فنا ہو جانے کے بعد پھر زندگی دیتا ہے وہ انسان کو اس کے مرنے کے بعد بے شک زندہ کرنے پر قادر ہے۔[1]

وَ اِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةًؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآىٕغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہارے لیے چوپایوں میں نگاہ حاصل ہونے کی جگہ ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ گلے سے سہل اترتا پینے والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہارے لیے مویشیوں میں غور و فکر کی باتیں ہیں (وہ یہ کہ) ہم تمہیں ان کے پیٹوں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ (نکال کر) پلاتے ہیں جو پینے والے کے گلے سے آسانی سے اترنے والا ہے۔

﴿وَ اِنَّ لَكُمْ: اور بیشک تمہارے لیے۔﴾ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کی نشانیاں ہر چیز میں موجود ہیں حتّٰی کہ اگر تم اپنے مویشیوں میں بھی غور کرو تو تمہیں غور و فکر کرنے کی بہت سی باتیں مل جائیں گی اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کے عجائب اور اس کی قدرت کے کمال پر تمہیں آگاہی حاصل ہو جائے گی۔ تم غور کرو کہ ہم تمہیں ان جانوروں کے پیٹوں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکال کر پلاتے ہیں جو پینے والے کے گلے سے آسانی سے اترنے والا ہے، جس میں کسی چیز کی آمیزش کا کوئی شائبہ نہیں حالانکہ حیوان کے جسم میں غذا کا ایک ہی مقام ہے جہاں چارا، گھاس، بھوسہ وغیرہ پہنچتا ہے اور دودھ، خون گوبر سب اسی غذا سے پیدا ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے ملنے نہیں پاتا۔ دودھ میں نہ خون کی رنگت کا شائبہ ہوتا ہے نہ گوبر کی بو کا، نہایت صاف اور لطیف برآمد ہوتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی حکمت کی عجیب کاریگری کا اِظہار ہے۔[2]

---

1 ......قرطبی، النحل، تحت الآیة: ٦٥، ٥/٨٨، الجزء العاشر، جلالین مع صاوی، النحل، تحت الآیة: ٦٥، ٣/١٠٧٦، ملتقطاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ٦٦، ٣/١٢٩-١٣٠، مدارك، النحل، تحت الآیة: ٦٦، ص ٦٠٠، **خزائن العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ۶۶، ص۵۱۰، ملتقطاً۔**

کفار کے شُبہات کا ازالہ

صدرُالافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’(اس سے) اوپر (والی آیت میں) مسئلۂ بعث کا بیان ہو چکا ہے یعنی مُردوں کو زندہ کئے جانے کا، کفار اس کے منکر تھے اور انہیں اس میں دو شُبہے درپیش تھے، ایک تو یہ کہ جو چیز فاسد ہوگئی اور اس کی حیات جاتی رہی اس میں دوبارہ پھر زندگی کس طرح لوٹے گی؟ اس شبہ کا ازالہ تو اس سے پہلی آیت میں فرما دیا گیا کہ تم دیکھتے رہتے ہو کہ ہم مردہ زمین کو خشک ہونے کے بعد آسمان سے پانی برسا کر حیات عطا فرما دیا کرتے ہیں تو قدرت کا یہ فیض دیکھنے کے بعد کسی مخلوق کا مرنے کے بعد زندہ ہونا ایسے قادرِ مُطْلَق کی قدرت سے بعید نہیں۔ دوسرا شبہ کفار کا یہ تھا کہ جب آدمی مر گیا اور اس کے جسم کے اَجزا مُنْتَشِر ہو گئے اور خاک میں مل گئے، وہ اجزاء کس طرح جمع کئے جائیں گے اور خاک کے ذروں سے اُن کو کس طرح ممتاز کیا جائے گا؟ اِس آیتِ کریمہ میں جو صاف دودھ کا بیان فرمایا اس میں غور کرنے سے وہ شبہ بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے کہ قدرتِ الٰہی کی یہ شان تو روزانہ دیکھنے میں آتی ہے کہ وہ غذا کے مخلوط اجزاء میں سے خالص دودھ نکالتا ہے اور اس کے قرب و جوار کی چیزوں کی آمیزش کا شائبہ بھی اس میں نہیں آتا، اُس حکیم برحق کی قدرت سے کیا بعید کہ انسانی جسم کے اجزاء کو منتشر ہونے کے بعد پھر مُجْتَمَع (یعنی جمع) فرما دے۔[1] صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ اے انسان! جیسے تیرے رب نے تجھے خالص دودھ پلایا جس میں گوبر، خون کی بال بھر آمیزش نہیں ہے تو تو بھی اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں خالص عبادت پیش کر جس میں ریا وغیرہ کی آمیزش نہ ہو۔[2]

وَ مِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًاؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ(۶۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ اس سے نبیذ بناتے ہو اور اچھا رزق بیشک اس میں نشانی ہے

1 ...... خزائن العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ۶۶، ص۵۱۰-۵۱۱۔

2 ...... نور العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ۶۶، ص۴۳۷، ملخصاً۔

عقل والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کوئی پھل وہ ہے کہ اس سے تم نبیذ اور اچھا رزق بناتے ہو بیشک اس میں عقل مند لوگوں کیلئے نشانی ہے۔

﴿وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ: اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے۔﴾ اس آیت میں رزقِ الٰہی کے کچھ دوسرے خزانوں کا بیان کیا گیا جنہیں ان کی اصل حالت میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور انسانی محنت کے بعد والی حالت میں بھی استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ فرمایا کہ اے لوگو! تم جو کھجور اور انگور کے بعض پھلوں کے رس سے نبیذ بنا کر پیتے ہو اور اچھا رزق یعنی چھوہارے، کشمش، سرکہ اور مُنَقّٰی بناتے ہو اس میں بھی تمہارے لئے غور وفکر کا مقام ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بندوں پر عظیم نعمت ہے اور یہی اللہ کریم کی عظمت وشانِ تخلیق کی بھی دلیل ہے کہ وہی تمام چیزوں کا خالق ہے اور وہی ہر کام کی تدبیر فرمانے والا ہے۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں۔ پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اور اپنے رب کی راہیں چل کہ تیرے لیے نرم و آسان ہیں اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے بیشک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور چھتوں میں گھر بناؤ۔ پھر ہر قسم کے پھلوں میں سے کھاؤ اور اپنے رب کے (بنائے ہوئے) نرم و آسان راستوں پر چلتی رہو۔ اس کے پیٹ سے ایک پینے کی رنگ برنگی چیز نکلتی ہے اس میں لوگوں کیلئے شفا ہے بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانی ہے۔

﴿ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ : اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی۔ ﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے گوبر اور خون کے درمیان سے صاف وشفاف دودھ نکالنے، کھجور اور انگور کے پھلوں سے نبیذ اور اچھا رزق نکالنے کا ذکر فرمایا جبکہ ان آیات میں مکھی سے شہد نکالنے کا ذکر فرمایا جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے اور یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی قدرت اور عظمت پر دلالت کرتی ہیں۔[1]

چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ بعض پہاڑوں، درختوں اور چھتوں میں گھر بنائے، پھر میٹھے، کڑوے، پھیکے ہر قسم کے پھلوں اور پھولوں میں سے کھائے اور ان کی تلاش میں اپنے رب کے بنائے ہوئے نرم و آسان راستوں پر چلتی رہے جن کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے اِلہام کیا گیا ہے حتّٰی کہ اسے ان راستوں پر چلنا پھرنا دشوار نہیں اور وہ کتنی ہی دور نکل جائے راستہ نہیں بھٹکتی اور اپنے مقام پر واپس آ جاتی ہے۔ اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز یعنی شہد سفید، زَرد اور سُرخ رنگوں میں نکلتا ہے، اس میں لوگوں کیلئے شفا ہے اور یہ نافع ترین دواؤں میں سے ہے اور بکثرت معجونوں میں شامل کیا جاتا ہے۔ بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت پر نشانی ہے کہ اُس نے ایک کمزور اور ناتوان مکھی کو ایسی زِیرکی و دانائی عطا فرمائی اور ایسی پیچیدہ صَنعتیں مَرحمت کیں، وہ پاک ہے اور اپنی ذات وصفات میں شریک سے مُنَزَّہ ہے، اس سے غور وفکر کرنے والوں کو اس پر بھی تنبیہ ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے ایک ادنیٰ ضعیف سی مکھی کو یہ صفت عطا فرماتا ہے کہ وہ مختلف قسم کے پھولوں اور پھلوں سے ایسے لطیف (ملائم) اجزا حاصل کرے جن سے نفیس شہد بنے جو نہایت خوشگوار ہو، طاہر و پاکیزہ ہو، فاسد ہونے اور سڑنے کی اس میں قابلیت نہ ہو تو جو قادر حکیم ایک مکھی کو اس (شہد) کے مادے جمع کرنے کی قدرت دیتا ہے وہ اگر مرے ہوئے انسان کے مُنْتَشِر اَجزا کو جمع کر دے تو اس کی قدرت سے کیا بعید ہے، مرنے کے

[1] ......صاوی، النحل، تحت الآیة: ٦٨، ٣/١٠٧٧.

بعد زندہ کئے جانے کو محال سمجھنے والے کس قدر احمق ہیں ۔[1]

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْــٴًـاؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ۠(۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرے گا اور تم میں کوئی سب سے ناقص عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے بیشک اللہ سب کچھ جانتا سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر وہ تمہاری جان قبض کرے گا اور تم میں کوئی سب سے گھٹیا عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے ۔ بیشک اللہ جاننے والا، بہت قدرت والا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ : اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حیوانات کے عجیب وغریب اَفعال ذکر فرما کر اپنے خالق اور قادر ہونے کی دلیل بیان فرمائی اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی قدرت کے وہ آثار ظاہر فرمائے جو خود لوگوں میں اور اُن کے اَحوال میں نمایاں ہیں۔

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں وجود بخشا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے، کیسی عجیب قدرت ہے، پھر وہ اس وقت تمہاری جان قبض کرے گا اور تمہیں زندگی کے بعد موت دے گا جب تمہاری وہ مدت پوری ہو جائے جو اس نے مقرر فرمائی ہے، چاہے بچپن میں پوری ہو یا جوانی میں یا بڑھاپے میں، اور تم میں کوئی سب سے گھٹیا عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے جس کا زمانہ انسانی عمر کے مَراتب میں ساٹھ سال کے بعد آتا ہے کیونکہ اس وقت اعضا اور حواس سب ناکارہ ہونے کے قریب ہوتے ہیں اور انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے اور نادانی میں بچوں سے زیادہ بدتر ہو جائے ۔ ان تَغَیُّرات میں قدرتِ الٰہی کے کیسے عجائبات مشاہدے میں آتے ہیں ۔ حضرت عکرمہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٦٨-٦٩، ص ٦٠١، جلالين مع صاوى، النحل، تحت الآية: ٦٨-٦٩، ٣/١٠٧٧-١٠٧٨، خزائن العرفان، النحل، تحت الآية: ٦٩، ص ٥١١، ملتقطاً۔

فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن پاک پڑھا وہ اس اَرْذَلِ عمر کی حالت کو نہ پہنچے گا کہ علم کے بعد محض بے علم ہو جائے۔(1)

نکمے پن کی عمر سے پناہ مانگنے کی دعا

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یوں دعا مانگا کرتے تھے ’’اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْکَسَلِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَۃِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ ‘‘یعنی (اے اللہ!) میں بخل سے، سستی سے، نکمے پن کی عمر سے، قبر کے عذاب سے، دجال کے فتنے سے، زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔(2) اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے ہمیں بھی ان تمام چیزوں سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر رزق میں بڑائی دی تو جنہیں بڑائی دی ہے وہ اپنا رزق اپنے باندی غلاموں کو نہ پھیر دیں گے کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں تو کیا اللہ کی نعمت سے مکرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں برتری دی ہے تو جنہیں رزق کی برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں، باندیوں پر نہیں لوٹاتے کہ کہیں وہ اس رزق میں برابر نہ ہو جائیں تو کیا صرف اللہ کی نعمت سے مکرتے ہیں؟

﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ: اور اللہ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں برتری دی ہے۔﴾

1 ...... خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۷۰، ۳/۱۳۳، ملخصاً.

2 ...... بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النحل، باب ومنکم من یردّ الی ارذل العمر، ۳/۲۵۷، الحدیث: ۴۷۰۷.

اس آیت میں بڑے نفیس اور دلنشین انداز میں بت پرستی کا رد کیا گیا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں برتری دی ہے ،تو تم میں کوئی غنی ہے کوئی فقیر، کوئی مالدار ہے کوئی نادار، کوئی مالک ہے اور کوئی مملوک ،تو جنہیں رزق کی برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں اور باندیوں کو نہیں دیتے کہ کہیں وہ اس رزق میں ان کے برابر نہ ہو جائیں اور جب تم اپنے غلاموں کو اپنا شریک بنانا گوارا نہیں کرتے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں اور اس کے مملوکوں کو اس کا شریک ٹھہرانا کس طرح گوارا کرتے ہو؟[1]

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِیْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ یَكْفُرُوْنَۙ (۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے نواسے پیدا کیے اور تمہیں ستھری چیزوں سے روزی دی تو کیا جھوٹی بات پر یقین لاتے ہیں اور اللہ کے فضل سے منکر ہوتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے نواسے پیدا کیے اور تمہیں ستھری چیزوں سے روزی دی تو کیا وہ باطل ہی پر یقین کرتے ہیں؟ اور اللہ کے فضل ہی کے منکر ہوتے ہیں؟

﴿وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا : اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں تاکہ تم ان سے اُنْسِیَّت حاصل کرو اور ان کے ذریعے اپنی ضروریات پوری کرو اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے ،نواسے پیدا کیے جو ضرورت کے وقت تمہاری مدد کرتے ہیں اور

1 ......جلالین مع صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ۷۱، ۳/۱۰۷۹-۱۰۸۰، خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۷۱، ۳/۱۳۳-۱۳۴، ملتقطاً.

اللّٰہ تعالیٰ نے تمہیں ستھری چیزوں یعنی طرح طرح کے غلوں، پھلوں اور کھانے پینے کی چیزوں سے روزی دی تو کیا وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ان نعمتوں کے باوجود شرک اور بت پرستی پر ایمان لاتے ہیں اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے احسان کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔[1]

اللّٰہ تعالیٰ کے فضل و نعمت سے کیا مراد ہے؟

علامہ احمد بن محمود نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: آیت میں اللّٰہ تعالیٰ کے فضل و نعمت سے مراد سیِّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ گرامی ہے یا اس سے وہ نعمتیں مراد ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے لئے حلال کیں۔[2]

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو انہیں آسمان اور زمین سے کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے نہ کچھ کر سکتے ہیں۔ تو اللّٰہ کے لیے مانند نہ ٹھہراؤ بیشک اللّٰہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں آسمان اور زمین سے کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ وہ کچھ کر سکتے ہیں۔ تو تم اللّٰہ کے لیے مثل نہ ٹھہراؤ، بیشک اللّٰہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

﴿وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اور اللّٰہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر دلالت کرنے والی مختلف چیزیں بیان فرمائیں اور اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت کرنے والوں کا رد فرمایا ہے۔[3] چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اللّٰہ تعالیٰ کے سوا ایسے بتوں

1 ......روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۷۲، ۵/۵۸، خازن، النحل، تحت الآیة: ۷۲، ۳/۱۳۴، ملتقطاً.

2 ......مدارك، النحل، تحت الآیة: ۷۲، ص۶۰۲.

3 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ۷۳، ۷/۲۴۵.

کی عبادت کررہے ہیں جو انہیں آسمان سے کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے کیونکہ وہ زمین کی خشکی دور کر کے اس میں شادابی لانے کیلئے آسمانوں سے ایک قطرہ پانی تک نازل کرنے پر قادر نہیں اور نہ ہی وہ زمین سے کچھ روزی دینے کا اختیار رکھتے ہیں کیونکہ زمین سے نباتات اور پھل نکالنے پر انہیں کوئی قدرت حاصل نہیں اور نہ ہی ان کے بت زمین وآسمان میں سے کسی چیز کے مالک ہیں بلکہ زمین آسمان اور ان میں موجود ہر چیز کا (حقیقی) مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ تو تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے شریک نہ ٹھہراؤ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مخلوق میں اس کا کوئی مثل نہیں ہے اور تم یہ بات نہیں جانتے۔[1]

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا ؕ هَلْ یَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے ایک کہاوت بیان فرمائی ایک بندہ ہے دوسرے کی مِلک آپ کچھ مقدور نہیں رکھتا اور ایک وہ جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرمائی تو وہ اس میں سے خرچ کرتا ہے چھپے اور ظاہر کیا وہ برابر ہو جائیں گے سب خوبیاں اللہ کو ہیں بلکہ ان میں اکثر کو خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے ایک بندے کی مثال بیان فرمائی جو خود کسی کی ملکیت میں ہے، وہ کسی شے پر قادر نہیں اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرما رکھی ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے، کیا وہ سب برابر ہو جائیں گے؟ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں۔

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا: اللہ نے ایک بندے کی مثال بیان فرمائی۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کی مثال بیان فرما کر شرک کا رد فرمایا ہے۔ اس مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص ایسا ہے جو خود کسی کی ملکیت میں ہے اور وہ مالک نہ

[1] ……تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ٧٣-٧٤، ٧/٦٢٠-٦٢١، مدارك، النحل، تحت الآیة: ٧٣، ص٦٠٢-٦٠٣، ملتقطاً.

ہونے کی وجہ سے کسی چیز پر قادر نہیں، جبکہ ایک شخص ایسا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرما رکھی ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے، جیسے چاہتا ہے اس میں تَصَرُّف کرتا ہے تو پہلا شخص عاجز ہے، مملوک اور غلام ہے جبکہ دوسرا شخص آزاد، مالک اور صاحبِ مال ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قدرت واختیار بھی رکھتا ہے تو کیا یہ دونوں برابر ہوجائیں گے؟ ہرگز نہیں، تو جب غلام اور آزاد شخص برابر نہیں ہوسکتے حالانکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں تو خالق، مالک اور قادر رب تعالیٰ کے ساتھ قدرت واختیار نہ رکھنے والے بت کیسے شریک ہوسکتے ہیں اور ان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مثل قرار دینا کیسا بڑا ظلم اور جہل ہے۔ [1]

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰی مَوْلٰىهُۙ اَیْنَمَا یُوَجِّهْهُّ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍؕ هَلْ یَسْتَوِیْ هُوَۙ وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِۙ وَهُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۠(۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی دو مرد ایک گونگا جو کچھ کام نہیں کرسکتا اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے جدھر بھیجے کچھ بھلائی نہ لائے کیا برابر ہوجائے گا یہ اور وہ جو انصاف کا حکم کرتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے دو مردوں کی مثال بیان فرمائی، ان میں سے ایک گونگا ہے جو کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے آقا پر (صرف) بوجھ ہے، (اس کا آقا) اسے جدھر بھیجتا ہے وہ کوئی خیر لے کر نہیں آتا تو کیا وہ اور دوسرا وہ جو عدل کا حکم کرتا ہے اور وہ سیدھے راستے پر بھی ہے کیا دونوں برابر ہیں؟

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ: اور اللہ نے دو مردوں کی مثال بیان فرمائی۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کی ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص گونگا ہے جو کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا کیونکہ نہ وہ

1 ......جلالین، النحل، تحت الآیة: ۷۵، ص۲۲۳، روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۷۵، ۵/۵۹-۶۰، **خزائن العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ۷۵، ص۵۱۳، ملتقطاً۔**

اپنی کسی سے کہہ سکتا اور نہ دوسرے کی سمجھ سکتا ہے اور وہ اپنے آقا پر صرف بوجھ ہے، اس کا آقا اسے جہاں بھی کسی کام کے لئے بھیجتا ہے تو وہ اس کا کوئی کام کر کے نہیں آتا۔ یہ مثال کافر کی ہے۔ اور دوسرا وہ شخص ہے جس کے حواس سلامت ہیں، بھلائی اور دیانت داری کی وجہ سے بہت فائدہ مند ہے، وہ لوگوں کو عدل کا حکم کرتا ہے اور اس کی سیرت بھی اچھی ہے، یہ مثال مومن کی ہے۔ معنی یہ ہیں کہ کافر ناکارہ گونگے غلام کی طرح ہے وہ کسی طرح اس مسلمان کی مثل نہیں ہوسکتا جو عدل کا حکم کرتا ہے اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ گونگے ناکارہ غلام سے بتوں کو تشبیہ دی گئی اور انصاف کا حکم دینے میں شانِ الٰہی کا بیان ہے، اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک کرنا باطل ہے۔ کیونکہ انصاف قائم کرنے والے بادشاہ کے ساتھ گونگے اور ناکارہ غلام کو کیا نسبت۔ (1)

وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-وَ مَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُؕ-اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے ایک پلک کا مارنا بلکہ اس سے بھی قریب بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور قیامت کا معاملہ صرف ایک پلک جھپکنے کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ ہی کے لیے ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کے کمال کا بیان ہے۔ **علم کے کمال کا بیان** آیت کے اس حصے میں ہے ''وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی تمام غیبوں کا جاننے والا ہے اور اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد قیامت کا علم ہے۔ **قدرت کے کمال کا بیان** آیت کے اس حصے میں ہے ''وَ مَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ

1 ......جلالين، النحل، تحت الآية: ٧٦، ص٢٢٣، مدارك، النحل، تحت الآية: ٧٦، ص٦٠٣، **خزائن العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ۷۶، ص۵۱۳، ملتقطاً۔**

اَلْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ''یعنی قیامت قائم کرنے کا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت میں صرف ایک پلک جھپکنے کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے کیونکہ پلک مارنا بھی زمانہ چاہتا ہے جس میں پلک کی حرکت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ جس چیز کا ہونا چاہے وہ کُنْ فرماتے ہی ہو جاتی ہے۔ [1]

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْــٴًـاۙ-وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـٕدَةَۙ-لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(۷۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھ اور دل دیئے کہ تم احسان مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تا کہ تم شکر گزار بنو۔

﴿وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت پر دلالت کرنے والے مزید مَظاہر بیان فرمائے، اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اپنی پیدائش کی ابتداء اور اوّل فِطرت میں علم و معرفت سے خالی تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے ، یہ حواس اس لئے عطا کیے تا کہ تم ان سے اپنا پیدائشی جہل دور کرو اور تم شکر گزار بنو، علم و عمل سے فیض یاب ہو جاؤ اور یہ حواس اس لئے عطا کئے تا کہ تم نعمتیں عطا کرنے والے کا شکر بجالاؤ اور اس کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ اور اس کی نعمتوں کے حقوق ادا کرو۔ [2] لہٰذا ہر عضو کا ''شکر'' یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگایا جائے اور ناشکری یہ ہے کہ اس عضو کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کیا جائے۔

---

1 ……تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۷۷، ۲۴۹/۷-۲۵۰، خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۷۷، ۱۳۶/۳، ملتقطاً۔

2 ……مدارك، النحل، تحت الآیۃ: ۷۸، ص۶۰۴، خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۷۸، ۱۳۶/۳، ملتقطاً۔

اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِؕ-مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُؕ-اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ(۷۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے پرندے نہ دیکھے حکم کے باندھے آسمان کی فضا میں انہیں کوئی نہیں روکتا سوا خدا کے بیشک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے پرندوں کی طرف نہ دیکھا جو آسمان کی فضا میں (اللہ کے) حکم کے پابند ہیں۔ انہیں (وہاں) اللہ کے سوا کوئی نہیں روکتا۔ بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ: کیا انہوں نے پرندوں کی طرف نہ دیکھا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی پرواز سے اپنی قدرت پر اِستدلال فرمایا۔ چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا لوگوں نے پرندوں کی طرف نہ دیکھا جو آسمان کی فضا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے پابند ہیں۔ انہیں ہوا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی گرنے سے نہیں روکتا حالانکہ بھاری جسم اپنی طبیعت کے اعتبار سے گرنا چاہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پرندوں میں یہی نظام بنایا ہوا ہے۔ اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو ایسا پیدا کیا کہ وہ ہوا میں پرواز کر سکتے ہیں اور اپنے بھاری جسم کی طبیعت کے برخلاف ہوا میں ٹھہرے رہتے ہیں، گرتے نہیں اور ہوا کو ایسا پیدا کیا کہ اس میں اُن کی پرواز ممکن ہے۔ ایماندار اس میں غور کر کے قدرتِ الٰہی کا اعتراف کرتے ہیں۔[1]

ہوائی جہاز کی پرواز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اِستدلال

اس آیت میں پرندوں کی پرواز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر استدلال کیا گیا ہے اور اگر لوگ چاہیں تو فی زمانہ پرندوں سے کہیں بڑی اوران سے انتہائی وزنی چیز ہوائی جہاز کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل حاصل کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی عقل، سمجھ اور قدرت دی کہ اس نے ایسی چیز بنالی جو ٹنوں کے حساب سے وزنی ہے اور

1 ……تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ۷۹، ۷/ ۲۵۲، جلالین، النحل، تحت الآیة: ۷۹، ص۲۲۳، روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۷۹، ۵/ ۶۴، ملتقطاً.

بڑی اتنی ہے کہ سینکڑوں انسانوں کو اپنے اندر سمو لیتی ہے اور پھر اپنے وزن، سینکڑوں انسانوں اور ان کے ساز وسامان کے وزن کے ساتھ گھنٹوں ہوا میں پرواز بھی کر لیتی ہے اور اس کا یہ پرواز کرنا بظاہر اگرچہ مشینی آلات کی وجہ سے ہے لیکن درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اسی کے اثر سے ہوا میں مَحوِ پرواز ہے کیونکہ ہوا کو پرواز کے قابل اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے کسی انسان نے نہیں بنایا، یونہی ہوائی جہاز بھی انسان نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل، سمجھ اور قدرت سے بنایا ہے، ازخود کوئی کہاں اس قابل تھا کہ ایسی چیز بنا سکے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تمہیں گھر دیئے بسنے کو اور تمہارے لیے چوپایوں کی کھالوں سے کچھ گھر بنائے جو تمھیں ہلکے پڑتے ہیں تمھارے سفر کے دن اور منزلوں پر ٹھہرنے کے دن اور ان کی اون اور ببری اور بالوں سے کچھ گرستی کا سامان اور برتنے کی چیزیں ایک وقت تک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تمہارے گھروں کو تمہاری رہائش بنایا اور اس نے تمہارے لیے جانوروں کی کھالوں سے کچھ گھر بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے دن اور اپنے قیام کے دن بڑا ہلکا پھلکا پاتے ہو اور بھیڑوں کی اُون اور اونٹوں کی پشم اور بکریوں کے بالوں سے گھریلو سامان اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانے کے اسباب بنائے۔

﴾ **وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا : اور اللہ نے تمہارے گھروں کو تمہاری رہائش بنایا۔**﴿ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔[1] آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۸۰، ۷/۲۵۲.

نے تمہاری رہائش کیلئے اینٹوں اور پتھروں سے تمہارے گھروں کو بنایا جن میں تم آرام کرتے ہو اور اس نے تمہارے لیے جانوروں کی کھالوں سے خیموں کی شکل میں کچھ گھر بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے دنوں میں اٹھا کر چلتے وقت اور منزلوں پر قیام کے وقت لگانے کیلئے بڑا ہلکا پھلکا پاتے ہو اور اسی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے لئے بھیڑوں کی اُون، اونٹوں کی پشم اور بکریوں کے بالوں سے گھریلو سامان مثلاً بچھانے، اوڑھنے کی چیزیں اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانے کے اَسباب بنائے۔[1]

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے دیئے اور تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ بنائی اور تمہارے لیے کچھ پہناوے بنائے کہ تمہیں گرمی سے بچائیں اور کچھ پہناوے کہ لڑائی میں تمہاری حفاظت کریں یونہی اپنی نعمت تم پر پوری کرتا ہے کہ تم فرمان مانو۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اے محبوب تم پر نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے دیئے اور تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لیے کچھ پہننے کے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچائیں اور کچھ لباس بنائے جو لڑائی کے وقت تمہاری حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ اسی طرح تم پر اپنی نعمت پوری کرتا ہے تاکہ تم اسلام لے آؤ۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اے حبیب! تم پر صرف صاف صاف تبلیغ کردینا لازم ہے۔

[1] ......جلالین، النحل، تحت الآية: ٨٠، ص٢٢٣، خازن، النحل، تحت الآية: ٨٠، ٣/١٣٦-١٣٧، ملتقطاً.

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا : اور اللہ نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے دیئے۔﴾ یعنی اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتیں بھی ہیں کہ اس نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں مکانوں دیواروں چھتوں درختوں اور بادل وغیرہ سے سائے دیئے جس میں تم آرام کرکے گرمی کی شدت سے بچتے ہو اور تمہارے لیے پہاڑوں میں غار وغیرہ چھپنے کی جگہیں بنائیں تاکہ امیر وغریب سب ان میں آرام کرسکیں اور تمہارے پہننے کے لیے کچھ لباس ایسے بنائے جو تمہیں گرمی، سردی سے بچاتے ہیں اور کچھ لباس جیسے زرہ اور بازو بند وغیرہ ایسے بنائے جو لڑائی کے وقت تمہاری حفاظت کرتے ہیں اور تیر، تلوار، نیزے وغیرہ سے تمہارے بچاؤ کا سامان ہوتے ہیں۔ اے لوگو! جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ چیزیں پیدا فرمائیں اسی طرح دنیا میں تمہاری ضروریات کا سامان پیدا فرما کر وہ تم پر اپنی نعمت پوری کرتا ہے تاکہ تم اس کی اطاعت کرو اور اس کی نعمتوں کا اعتراف کرکے اسلام لاؤ اور دینِ برحق قبول کرلو۔[1]

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا : پھر اگر وہ منہ پھیریں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر کفارِ مکہ آپ پر ایمان لانے اور آپ کی تصدیق کرنے سے اعراض کریں اور اپنے کفر پر ہی جمے رہیں تو آپ غمزدہ نہ ہوں، آپ پر صرف صاف صاف تبلیغ کردینا لازم ہے اور جب آپ نے ان تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچادیا تو آپ کا کام پورا ہوچکا اور اب نہ ماننے کا وبال اُن کی گردن پر ہے۔[2]

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَ اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع ۱۱/۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی نعمت پہچانتے ہیں پھر اس سے منکر ہوتے ہیں اور ان میں اکثر کافر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کردیتے ہیں اور ان میں اکثر کافر ہی ہیں۔

﴿يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ : وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں۔﴾ یعنی جو نعمتیں اس سورت میں ذکر کی گئیں کفارِ مکہ اُن سب کو پہچانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہیں پھر بھی اس کا شکر بجا نہیں لاتے۔ مشہور مفسر سُدِّی

1 ......جلالين، النحل، تحت الآية: ٨١، ص٢٢٣-٢٢٤، خازن، النحل، تحت الآية: ٨١، ٣ /١٣٦-١٣٧، مدارك، النحل، تحت الآية: ٨١، ص٦٠٤-٦٠٥، روح البيان، النحل، تحت الآية: ٨١، ٥/٦٧، ملتقطاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٨٢، ٣/١٣٧، ملخصاً.

کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مراد ہیں۔اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پہچانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آپ کا وجود اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اوراس کے باوجود پھر اس نعمت کا انکار کردیتے ہیں یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہیں لاتے اور اس طرح ان میں اکثر کافر ہی ہیں اور وہ دینِ اسلام قبول نہیں کرتے۔[1]

وَ یَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا ثُمَّ لَا یُؤْذَنُ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ لَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن ہم اٹھائیں گے ہر امت میں سے ایک گواہ پھر کافروں کو نہ اجازت ہو نہ وہ منائے جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ اٹھائیں گے پھر کافروں کو اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ان سے رجوع کرنا، طلب کیا جائے گا۔

﴿وَ یَوْمَ نَبْعَثُ : اور یاد کرو جس دن ہم اٹھائیں گے۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں بیان فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچاننے کے باوجود ان کا انکار کردیا، اور یہ بھی بیان فرمایا کہ ان میں سے اکثر کافر ہیں جبکہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار پر عذاب کی وعید اور قیامت کے دن ان کا جو حال ہوگا اسے بیان فرمایا۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قیامت کے دن ہم ہر امت سے ایک گواہ اٹھائیں گے جو اُن کی تصدیق و تکذیب اور ایمان و کفر کی گواہی دے گا اور یہ گواہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں، پھر کافروں کو معذرت کرنے کی یا کسی کلام کی یا دنیا کی طرف لوٹنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ اس دن انہیں اس بات کا مُکلَّف کیا جائے گا کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو راضی کریں کیونکہ آخرت عمل کرنے کی جگہ نہیں۔[2]

1 ...... خازن، النحل، تحت الآية: ٨٣، ١٣٨/٣، مدارك، النحل، تحت الآية: ٨٣، ص ٦٠٥، **خزائن العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ۸۳، ص ۵۱۵، ملتقطاً۔**

2 ...... خازن، النحل، تحت الآية: ٨٤، ١٣٨/٣، مدارك، النحل، تحت الآية: ٨٤، ص ٦٠٥، ملتقطاً.

وَ اِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ظلم کرنے والے جب عذاب دیکھیں گے اسی وقت سے نہ وہ ان پر سے ہلکا ہو نہ انہیں مہلت ملے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ظلم کرنے والے جب عذاب دیکھیں گے تو ان سے نہ عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔

﴿وَ اِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ: اور ظلم کرنے والے جب عذاب دیکھیں گے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو جھٹلانے والے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کرنے والے اور وہ لوگ جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قوم کی روش اختیار کئے ہوئے ہیں، جب وہ عذاب دیکھیں گے تو کوئی چیز انہیں اللہ تعالٰی کے عذاب سے نجات نہ دے سکے گی کیونکہ انہیں کلام کرنے کی اجازت نہ ہوگی کہ کوئی عذر بیان کرسکیں اور ان سے عذاب ہلکا ہو جائے اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی کیونکہ توبہ کا وقت ختم ہو چکا، یہاں صرف اعمال کی جزا ملے گی۔[1]

وَ اِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِیْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَیْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور شرک کرنے والے جب اپنے شریکوں کو دیکھیں گے کہیں گے اے ہمارے رب یہ ہیں ہمارے شریک کہ ہم تیرے سوا پوجتے تھے تو وہ ان پر بات پھینکیں گے کہ تم بیشک جھوٹے ہو۔

1 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیۃ: ۸۵، ۷/۶۳۱.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مشرک جب اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ ہمارے وہ شریک ہیں جن کی ہم تیرے سوا عبادت کیا کرتے تھے تو وہ ان کی طرف (اپنی) بات پھینک دیں گے کہ تم بیشک جھوٹے ہو۔

﴿وَ اِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ : اور مشرک جب اپنے شریکوں کو دیکھیں گے۔﴾ یعنی جب اللہ تعالٰی کے ساتھ شرک کرنے والے قیامت کے دن بتوں وغیرہ ان چیزوں کو دیکھیں گے جن کی عبادت کیا کرتے تھے تو وہ اس وقت کہیں گے ''اے ہمارے رب! یہ ہمارے وہ شریک ہیں جن کی ہم تیرے سوا عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ شریک کہیں گے ''اے مشرکو! بے شک تم جھوٹے ہو، ہم نے تمہیں اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی تھی۔ (1)

وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ یَوْمَىٕذِ ﹰالسَّلَمَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن اللہ کی طرف عاجزی سے گریں گے اور ان سے گم ہوجائیں گی جو بناوٹیں کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ مشرک اس دن اللہ کی طرف صلح کی پیشکش کریں گے اور ان کی خودساختہ باتیں ان سے گم ہوجائیں گی۔

﴿وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ یَوْمَىٕذِ ﹰالسَّلَمَ : اور وہ مشرک اس دن اللہ کی طرف صلح کی پیشکش کریں گے۔﴾ مشرکین دنیا میں اللہ تعالٰی کی اطاعت اور فرمانبرداری سے منہ موڑتے رہے جبکہ قیامت کے دن وہ اللہ تعالٰی کے فرمانبردار ہونا چاہیں گے لیکن یہ فرمانبرداری انہیں کوئی نفع نہ دے گی اور جب مشرکوں کے معبود انہیں جھوٹا قرار دے کر ان سے اپنی براءت کا اظہار کریں گے تو اس وقت مشرکین کی من گھڑت باتیں کہ یہ معبود اُن کے مددگار ہیں اور ان کی شفاعت کریں گے، بے کار اور باطل ہوجائیں گی۔ (2)

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ

1 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ۸۶، ۷/۶۳۱.

2 ......جلالین مع صاوی، النحل، تحت الآیة: ۸۷، ۳/۱۰۸۵، مدارك، النحل، تحت الآیة: ۸۷، ص۶۰۵، ملتقطاً.

بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم نے عذاب پر عذاب بڑھایا بدلہ ان کے فساد کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم ان کے فساد کے بدلے میں عذاب پر عذاب کا اضافہ کردیں گے۔

﴿اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا: جنہوں نے کفر کیا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالٰی نے ان کافروں کی وعید بیان فرمائی جنہوں نے صرف خود کفر کیا جبکہ اس آیت میں ان کافروں کی وعید بیان فرمائی جو خود بھی کافر تھے اور دوسروں کو اللہ تعالٰی کے راستے سے روک کر (اور گمراہ کرکے) انہیں کافر بناتے تھے۔ [1] آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جن لوگوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا اور جو آپ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے لائے، اسے جھٹلایا اور لوگوں کو اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے سے روکا تو ہم قیامت کے دن جہنم میں انہیں اس عذاب سے زیادہ عذاب دیں گے جس کے وہ صرف اپنے کفر کی وجہ سے حقدار ہوئے تھے۔ انہیں دگنا عذاب اس لئے ہوگا کہ دنیا میں یہ خود بھی اللہ تعالٰی کی نافرمانی کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو اللہ تعالٰی کی نافرمانی کا حکم دیتے تھے۔ [2]

گمراہ گر کو زیادہ عذاب ہوگا

اس سے معلوم ہوا کہ گمراہ گر کا عذاب گمراہ سے زیادہ ہے کیونکہ اس کا جرم بھی زیادہ ہے ایک تو خود گمراہ ہونا اور دوسرا، دوسروں کو گمراہ کرنا۔ یہ جتنوں کو گمراہ کرے گا اتنے ہی لوگوں کا عذاب اِسے دیا جائے گا، چنانچہ اس کی آگ زیادہ تیز ہوگی، اس کے سانپ بچھو زیادہ زہریلے اور تمام دوزخیوں کا خون و پیپ اس کی غذا ہوگی۔

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۸۸، ۷/۲۵۷۔

2 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیۃ: ۸۸، ۷/۶۳۲-۶۳۳۔

وَ یَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا عَلَیْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِیْدًا عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ ﴿۸۹﴾

ع ۱۸ / ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن ہم ہر گروہ میں ایک گواہ انہیں میں سے اٹھائیں گے کہ ان پر گواہی دے اور اے محبوب تمہیں ان سب پر شاہد بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن ہم ہر امت میں انہیں میں سے ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کیلئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

﴿ وَ یَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا عَلَیْهِمْ : اور جس دن ہم ہر امت میں ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے۔﴾ اس آیت میں گواہ سے مراد انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں، یہ قیامت کے دن اپنی اپنی امتوں کے متعلق گواہی دیں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ان تک پہنچایا اور ان لوگوں کو ایمان قبول کرنے کی دعوت دی۔ (1)

﴿ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِیْدًا عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ : اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ہم تمہیں اُمتوں اور ان کے خلاف گواہی دینے والے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر گواہ بنا کر لائیں گے جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہوا

فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور

1 ......قرطبی، النحل، تحت الآیة: ۸۹، ۵/۱۲۰، الجزء العاشر.

2 ......نساء: ۴۱.

نگہبان بنا کر لائیں گے۔[1]

﴿تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ: جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔﴾ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’قرآن عظیم گواہ ہے اور اس کی گواہی کس قدر اعظم ہے کہ وہ ہر چیز کا تِبیان ہے اور تبیان اس روشن اور واضح بیان کو کہتے ہیں جو اصلاً پوشیدگی نہ رکھے کہ لفظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلیل ہوتی ہے اور بیان کے لئے ایک تو بیان کرنے والا چاہئے، وہ اللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی ہے اور دوسرا وہ جس کے لئے بیان کیا جائے اور وہ وہ ہیں جن پر قرآن اترا (یعنی) ہمارے سردار رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اور اہلِ سنت کے نزدیک ’’شَیْءٍ‘‘ ہر موجود کو کہتے ہیں تو اس میں جملہ موجودات داخل ہو گئے، فرش سے عرش تک، شرق سے غرب تک، ذاتیں اور حالتیں، حرکات اور سکنات، پلک کی جنبشیں اور نگاہیں، دلوں کے خطرے اور ارادے اور ان کے سوا جو کچھ ہے (وہ سب اس میں داخل ہو گیا) اور انہیں موجودات میں سے لوحِ محفوظ کی تحریر ہے، تو ضروری ہے کہ قرآنِ عظیم میں ان تمام چیزوں کا بیان روشن اور تفصیل کامل ہو اور یہ بھی ہم اسی حکمت والے قرآن سے پوچھیں کہ لوح میں کیا کیا لکھا ہوا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے

كُلُّ صَغِیْرٍ وَّ كَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ [2] **(ترجمۂ کنزالعرفان:** ہر چھوٹی اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔)

اور فرماتا ہے

وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ [3] **(ترجمۂ کنزالعرفان:** اور ایک ظاہر کر دینے والی کتاب (لوحِ محفوظ) میں ہر چیز ہم نے شمار کر رکھی ہے۔)

اور فرماتا ہے

وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ [4] **(ترجمۂ کنزالعرفان:** اور نہ ہی زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے مگر وہ ان سب کو جانتا ہے۔ اور کوئی تر چیز نہیں اور نہ ہی خشک چیز مگر وہ ایک روشن کتاب میں ہے۔)

اور بے شک صحیح حدیثیں فرما رہی ہیں کہ روزِ اول سے آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو گا سب لوحِ محفوظ میں لکھا ہے بلکہ یہاں تک ہے کہ جنت و دوزخ والے اپنے ٹھکانے میں جائیں، اور وہ جو ایک حدیث میں فرمایا کہ ابد تک کا سب

---

1 ......ابو سعود، النحل، تحت الآیۃ: ۸۹، ۲۸۷/۳، روح البیان، النحل، تحت الآیۃ: ۸۹، ۶۹/۵، ملتقطاً.

2 ......قمر:۵۳. 3 ......یس:۱۲. 4 ......انعام:۵۹.

حال اس میں لکھا ہے اس سے بھی یہی مراد ہے، اس لئے کہ کبھی ابد بولتے ہیں اور اس سے آئندہ کی مدتِ طویل مراد لیتے ہیں جیسا کہ بیضاوی میں ہے، ورنہ غیر مُتناہی چیز کی تفصیلیں متناہی چیز نہیں اٹھا سکتی، جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور اسی کو مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کہتے ہیں، اور بے شک علمِ اصول میں بیان کر دیا گیا کہ نکرہ مقامِ نفی میں عام ہوتا ہے تو جائز نہیں کہ اپنی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بیان سے چھوڑ دی ہو اور ''کُل'' کا لفظ تو عموم پر ہر نص سے بڑھ کر نص ہے تو روا نہیں کہ روشن بیان اور تفصیل سے کوئی چیز چھوٹ گئی ہو۔ [1]

قرآنِ کریم تمام علوم کی جامع کتاب ہے

آیت کے اس حصے

تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** قرآن ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

نیز ایک اور آیت کے اس حصے

مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ [2] — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** ہم نے اس کتاب میں کسی شے کی کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید وہ عظیم الشان کتاب ہے جو تمام علوم کی جامع ہے، اور یہی بات اَحادیث اور بزرگانِ دین کے اَقوال میں بھی بیان کی گئی ہے، چنانچہ ترمذی کی حدیث میں ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پیش آنے والے فتنوں کی خبر دی تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے اُن سے خلاصی کا طریقہ دریافت کیا۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ کی کتاب، جس میں تم سے پہلے واقعات کی بھی خبر ہے، تم سے بعد کے واقعات کی بھی اور تمہارے آپس کے فیصلے بھی ہیں۔ [3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''جو علم چاہے وہ قرآن کو لازم کر لے کیونکہ اس میں اَوّلین وآخرین کی خبریں ہیں۔ [4]

1 ......الدولة المکیه بالمادة الغیبیه، النظر الخامس فی الدلائل المدعی من الاحادیث والاقوال والآیات، ٧٥-٨٣.

2 ......انعام:٣٨.

3 ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل القرآن، ٤/٤١٤، الحدیث: ٢٩١٥.

4 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الاوائل، باب اول ما ومن فعله، ٨/٣٣٧، الحدیث: ١٠٧.

امام شافعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ اُمت کے سارے علوم حدیث کی شرح ہیں اور حدیث قرآن کی اور یہ بھی فرمایا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جو کوئی حکم بھی فرمایا وہ وہی تھا جو آپ کو قرآنِ پاک سے مفہوم ہوا۔ [1]

حضرت ابو بکر بن مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے منقول ہے انہوں نے ایک روز فرمایا کہ عالَم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کتابُ اللّٰہ یعنی قرآن شریف میں مذکور نہ ہو۔ اس پر کسی نے اُن سے کہا: سَرائوں کا ذکر کہاں ہے: آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا اس آیت ''لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ (اس بارے میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی رہائش نہیں جن میں تمہیں نفع اٹھانے کا اختیار ہے۔)''[2] میں ہے۔[3]

ابن ابوالفضل مرسی نے کہا کہ اَوّلین و آخرین کے تمام علوم قرآنِ پاک میں ہیں۔[4] غرض یہ کتاب جمیع علوم کی جامع ہے اور جس کسی کو اس کا جتنا علم ملا ہے وہ اتنا ہی جانتا ہے۔

نوٹ: اس آیتِ مبارکہ سے متعلق مزید تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی عظیم الشان تصنیف ''اِنْبَاءُ الْحَیِّ اَنَّ کَلَامَہُ الْمَصُوْنُ تِبْیَانٌ لِکُلِّ شَیْءٍ'' (قرآن ہر چیز کا بیان ہے) کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿ هُدًى وَّ رَحْمَةً : ہدایت اور رحمت۔﴾ یعنی جس نے قرآن کی تصدیق کی، اس میں موجود اللّٰہ تعالیٰ کی حدوں پر اور اَمر و نہی پر عمل کیا، قرآن نے جن چیزوں کو حلال کیا اسے حلال سمجھا اور جن چیزوں کو حرام کیا انہیں حرام جانا تو اس کے لئے قرآن ہدایت اور رحمت ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے کو قرآن آخرت میں بہترین ثواب اور عظیم مرتبے کی بشارت دیتا ہے۔[5]

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ

1 ......الاتقان فی علوم القرآن، النوع الخامس والستون فی العلوم المستنبطة من القرآن، ٢/٤٧٦.
2 ......النور: ٢٩.
3 ......الاتقان فی علوم القرآن، النوع الخامس والستون فی العلوم المستنبطة من القرآن، ٢/٤٧٧.
4 ......روح المعانی، النحل، تحت الآیة: ٨٩، ٧/٦٠٨.
5 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ٨٩، ٧/٦٣٣.

الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ ۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ عدل اوراحسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اورظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ : بیشک اللہ عدل اوراحسان کا حکم فرماتا ہے۔﴾ عدل اور انصاف کا (عام فہم) معنی یہ ہے کہ ہر حق دار کو اس کا حق دیا جائے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے ،اسی طرح عقائد،عبادات اور معاملات میں اِفراط وتفریط سے بچ کر درمیانی راہ اختیار کرنا بھی عدل میں داخل ہے جیسے بندہ نہ تو دہریوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرے اور نہ مشرکوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو شریک ٹھہرانے لگے بلکہ اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو موجود، واحد اور لاشریک مانے، اسی طرح نہ تو یہ نظریہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ مومن بندے کے کسی گناہ کا مُؤاخذہ نہیں فرمائے گا اور نہ ہی یہ عقیدہ رکھے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا بلکہ یہ عقیدہ رکھے کہ گنہگار مسلمان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر مَوقوف ہے وہ چاہے تو اسے سزا دے اور چاہے تو اسے معاف کر دے اور کبیرہ گناہ کرنے والا مسلمان ہے، وہ اگر جہنم میں گیا تو ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا بلکہ اپنے گناہوں کی سزا پوری ہونے کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔ یونہی بندہ عبادات میں اس قدر مصروف نہ ہو جائے کہ اس وجہ سے بیوی بچوں، عزیز رشتہ داروں پڑوسیوں اور دیگر لوگوں کے شرعی حقوق ہی ادا نہ کر سکے اور نہ عبادات سے اس قدر غافل ہو کہ فرائض و واجبات ہی ترک کرنا شروع کر دے بلکہ فرائض و واجبات اور سُنَن کی ادائیگی تو ضرور کرے البتہ نفلی عبادت و ریاضت اتنی کرے کہ اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کے شرعی حقوق بھی آسانی کے ساتھ ادا کر سکے، ایسے ہی سخاوت کرنا بہت عمدہ فعل ہے لیکن یہ نہ اتنی کم ہو کہ بندہ بُخل کے دائرے میں داخل ہو جائے اور نہ ہی اتنی زیادہ ہو کہ وہ فضول خرچی میں شامل ہو جائے بلکہ ان دونوں کے درمیان ہو۔[1]

1 ......روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۹۰، ۵/ ۷۰-۷۱، ملخصاً.

مفسرین نے عدل اور احسان کے اور معنی بھی بیان فرمائے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے فرمایا کہ عدل یہ ہے کہ آدمی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی گواہی دے اور احسان فرائض کو ادا کرنے کا نام ہے۔

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا ہی سے ایک اور روایت ہے کہ عدل شرک کو ترک کرنے کا نام ہے اور احسان یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرنا گویا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور دوسروں کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرتے ہو مثلاً اگر وہ مومن ہو تو اُس کے ایمان کی برکات کی ترقی تمہیں پسند ہو اور اگر وہ کافر ہو تو تمہیں یہ پسند آئے کہ وہ تمہارا مسلمان بھائی ہو جائے۔

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے ایک اور روایت میں ہے کہ عدل توحید کا اور احسان اِخلاص کا نام ہے۔[1] ان تمام روایتوں کا طرزِ بیان اگرچہ جدا جدا ہے لیکن مقصود ایک ہی ہے۔

اور حضرت سفیان بن عُیَیْنَہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ”عدل یہ ہے کہ تمہارا ظاہر اور باطن دونوں (اطاعت اور فرمانبرداری میں) برابر ہو اور احسان یہ ہے کہ باطن کا حال ظاہر سے بہتر ہو۔[2]

ابو عبداللّٰہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ابنِ عربی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: عدل کی ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق بندے اور اس کے رب کے درمیان ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کے مطالبے پر اپنے رب تعالیٰ کے حق کو ترجیح دے، اپنی خواہشات پر اس کی رضا کو مقدم کرے، گناہوں سے اِجتناب کرے اور نیک اعمال بجالائے۔ عدل کی دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق بندے اور اس کے نفس کے درمیان ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو ان چیزوں سے روکے جس میں اس کی ہلاکت ہے، پیروی کرنے والے سے اپنی طمع ختم کر دے اور ہر حال میں قناعت کو اپنے اوپر لازم کر لے۔ عدل کی تیسری قسم وہ ہے جس کا تعلق بندے اور مخلوق کے درمیان ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بندہ لوگوں کو خوب نصیحت کرے، قلیل و کثیر ہر چیز میں خیانت کرنا چھوڑ دے، ہر صورت میں لوگوں کے ساتھ انصاف کرے، اس کی طرف سے کسی کو بھی قول سے، فعل سے، پوشیدہ یا اِعلانیہ کوئی برائی نہ پہنچے اور لوگوں کی طرف سے اِس پر جو مصیبت اور آزمائش آئے اُس پر صبر کرے۔[3]

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٩٠، ٣/١٣٩، ملخصاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٩٠، ٣/١٣٩.

3 ......تفسير قرطبي، النحل، تحت الآية: ٩٠، ٥/١٢١، الجزء العاشر.

عدل اور احسان دونوں پر عمل کیا جائے

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں کے اُمور میں عدل اور احسان دونوں سے کام لے اور صرف عدل کرنے پر اِکتفانہ کرے۔ چنانچہ اسی بات کو سمجھاتے ہوئے امام محمد غزالی رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے عدل واحسان دونوں کا حکم دیا ہے اور عدل ہی نجات کا باعث ہے اور تجارت میں وہ مالِ تجارت کی طرح (ضروری) ہے اور احسان کامیابی اور خوش بختی کا سبب ہے اور تجارت میں یہ نفع کی طرح ہے لہٰذا وہ آدمی عقل مند لوگوں میں شمار نہیں ہوتا جو دُنْیَوی معاملات میں صرف مال پر اِکتفا کرے اسی طرح آخرت کا معاملہ ہے لہٰذا دیندار آدمی کے لئے مناسب نہیں کہ عدل قائم کرنے اور ظلم سے بچنے پر ہی اِکتفا کرے اور احسان کے دروازوں کو چھوڑ دے۔ [1]

﴿وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى: اور رشتے داروں کو دینے کا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ رشتے دار قریب کے ہوں یا دور کے، اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے حاجت سے زائد کچھ مال انہیں دے کر ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور اگر اپنے پاس زائد مال نہ ہو تو رشتہ داروں کے ساتھ محبت سے پیش آنا اور ان کے لئے دعائے خیر کرنا مستحب ہے۔ [2]

رشتے داروں کے ساتھ صِلہ رحمی اور حُسنِ سلوک کرنے کے فضائل

رشتے داروں کے ساتھ صِلہ رحمی اور حُسنِ سلوک کرنے کی بڑی فضیلت ہے، اس سے متعلق 3 اَحادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں، ایک شخص نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، مجھے ایسے عمل کے بارے میں بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔'' [3]

---

1 ......احیاء العلوم، کتاب آداب الکسب والمعاش، الباب الرابع فی الاحسان فی المعاملة، ۱۰۱/۲.

2 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۹۰، ۱۳۹/۳.

3 ......بخاری، کتاب الزکاة، باب وجوب الزکاة، ۴۷۱/۱، الحدیث: ۱۳۹۶.

(2)......حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''میں اللّٰہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں، رحم (یعنی رشتے داری) کو میں نے پیدا کیا اور اس کا نام میں نے اپنے نام سے مُشتَق کیا، لہٰذا جو اسے ملائے گا، میں اسے ملاؤں گا اور جو اسے کاٹے گا، میں اسے کاٹوں گا۔ [1]

(3)......حضرت عاصم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس کو یہ پسند ہو کہ عمر میں درازی ہو اور رزق میں وسعت ہو اور بری موت دفع ہو وہ اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور رشتہ والوں سے سلوک کرے۔ [2]

﴿وَیَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ: اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ہر شرمناک اور مذموم قول وفعل سے نیز شرک، کفر، گناہ اور تمام ممنوعاتِ شرعیہ سے منع فرمایا ہے۔

حضرت سفیان بن عُیَیْنَہ فرماتے ہیں '' فَحْشَاء، مُنْكَرْ اور بَغْی یہ ہے کہ ظاہر اچھا ہو اور باطن ایسا نہ ہو۔

بعض مفسرین نے فرمایا ''اس پوری آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا حکم دیا اور تین سے منع فرمایا ہے۔

(1)......**عدل کا حکم دیا۔** عدل، اَقوال اور اَفعال میں انصاف و مُساوات کا نام ہے اس کے مقابل فَحْشَاء یعنی بے حیائی ہے۔ اس سے مراد قبیح اقوال اور افعال ہیں۔

(2)......**احسان کا حکم فرمایا۔** احسان یہ ہے کہ جس نے ظلم کیا اس کو معاف کرو اور جس نے برائی کی اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ اس کے مقابل مُنْكَرْ ہے یعنی محسن کے احسان کا انکار کرنا۔

(3)......**رشتہ داروں کو دینے، اُن کے ساتھ صلہ رحمی کرنے اور شفقت ومحبت سے پیش آنے کا حکم فرمایا۔** اس کے مقابل بَغْی ہے۔ اس کا مطلب اپنے آپ کو اونچا قرار دینا اور اپنے تعلق داروں کے حقوق تلف کرنا ہے۔ [3]

﴿یَعِظُكُمْ: وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے۔﴾ یعنی اس آیت میں جس چیز کا حکم دیا گیا اور جس سے منع کیا گیا اس میں حکمت یہ ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو اور وہ کام کرو جس میں اللّٰہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ [4]

---

1 ......ترمذی، کتاب البرّ والصلة، باب ما جاء فی قطیعة الرحم، ٣٦٣/٣، الحدیث: ١٩١٤.

2 ......مستدرك، کتاب البرّ والصلة، من سرّہ ان یدفع عنه میتة السوء فلیصل رحمه، ٢٢٢/٥، الحدیث: ٧٢٦٢.

3 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ٩٠، ١٣٩/٣-١٤٠، ملخصاً.

4 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ٩٠، ١٤٠/٣.

سورۂ نحل کی آیت نمبر 90 سے متعلق بزرگانِ دین کے اَقوال

سورۂ نحل کی اس آیتِ مبارکہ سے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ یہ آیت تمام خیر وشر کے بیان کو جامع ہے۔(1)

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’طاعات فرض بھی ہیں اور نوافل بھی، اور آدمی ان سب میں صبر کا محتاج ہے اور اللہ تعالٰی نے ان سب کو اس میں جمع فرمادیا

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ عدل اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے۔‘‘

عدل فرض، احسان نفل اور قرابت داروں کو دینا مُرَوَّت اور صلہ رحمی ہے اور یہ تمام اُمور صبر کے محتاج ہیں۔ دوسری قسم گناہوں پر مشتمل ہے اور ان پر صبر کرنے کی بھی بہت زیادہ حاجت ہے۔ اللہ تعالٰی نے مختلف قسم کے گناہوں کو اپنے اس ارشادِ گرامی میں جمع فرمادیا

وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔(2)

تفسیر مدارک میں ہے کہ یہی آیت حضرت عثمان بن مظعون رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اسلام کا سبب ہوئی، وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے ایمان میرے دل میں جگہ پکڑ گیا۔ اس آیت کا اثر اتنا زبردست ہوا کہ ولید بن مغیرہ اور ابو جہل جیسے سخت دل کفار کی زبانوں پر بھی اس کی تعریف آ ہی گئی۔ یہ آیت اپنے حُسنِ بیان اور جامعیت کی وجہ سے ہر خطبہ کے آخر میں پڑھی جاتی ہے۔(3)

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا

---

1 ......شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان... الخ، فصل فى فضائل السور والآيات، ذكر الآية الجامعة للخير والشرّ فى سورة النحل، ٢/٤٧٣، الحديث: ٢٤٤٠.

2 ......احياء العلوم، كتاب الصبر والشكر، بيان مظان الحاجة الى الصبر وانّ العبد لا يستغنى عنه... الخ ٤/٨٧.

3 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٩٠، ص٦٠٦، ملخصاً.

وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَیْكُمْ كَفِیْلًاؕ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ(۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کا عہد پورا کرو جب قول باندھو اور قسمیں مضبوط کرکے نہ توڑو اور تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن کر چکے ہو بیشک اللہ تمہارے کام جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کا عہد پورا کرو جب تم کوئی عہد کرو اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو۔ بیشک اللہ تمہارے کام جانتا ہے۔

﴿وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ: اور اللہ کا عہد پورا کرو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کرنے والے کاموں اور نہ کرنے والے کاموں کا اِجمالی طور پر ذکر فرمایا اور اس آیت سے بعض اِجمالی اَحکام کو تفصیل سے بیان فرما رہا ہے اور ان میں سب سے پہلے عہد پورا کرنے کا ذکر کیا کیونکہ اس حق کو ادا کرنے کی تاکید بہت زیادہ ہے۔ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے (بیعتِ رضوان کے موقع پر) رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اسلام پر بیعت کی تھی، انہیں اپنے عہد پورے کرنے کا حکم دیا گیا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے وہ عہد ہے جسے انسان اپنے اختیار سے اپنے اوپر لازم کرلے اور اس میں وعدہ بھی داخل ہے کیونکہ وعدہ عہد کی قسم ہے۔[1] حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''وعدہ عہد ہی کی ایک قسم ہے۔ حضرت میمون بن مہران رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''تم جس شخص سے بھی عہد کرو تو اسے پورا کرو، خواہ وہ شخص مسلمان ہو یا کافر، کیونکہ تم نے اس عہد پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام لیا (اور اسے ضامن بنایا) ہے۔[2]

حضرت علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''عہد سے مراد ہر وہ چیز ہے جسے پورا کرنا انسان پر لازم ہے خواہ اسے پورا کرنا اللہ تعالیٰ نے بندے پر لازم کیا ہو یا بندے نے خود اسے پورا کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا ہو جیسے پیرانِ عظام کے اپنے مریدین سے لئے ہوئے عہد کیونکہ ان میں مریدین اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور کسی کام میں اللہ تعالیٰ

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٩١، ٣/١٤٠.

2 ......تفسير كبير، النحل، تحت الآية: ٩١، ٧/٢٦٣.

کی مخالفت نہ کرنے کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں لہٰذا مریدین پر اسے پورا کرنا لازم ہے۔[1]

وعدہ پورا کرنے کی فضیلت اور عہد شکنی کی مذمت

اس آیت میں عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا اس مناسبت سے ہم یہاں وعدہ پورا کرنے کی فضیلت اور عہد شکنی کی مذمت پر مشتمل 3 اَحادیث ذکر کرتے ہیں۔

(1)......حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم میرے لیے چھ چیزوں کے ضامن ہوجاؤ میں تمہارے لیے جنت کا ذمہ دار ہوتا ہوں۔ (۱) جب بات کرو سچ بولو۔ (۲) جب وعدہ کرو اسے پورا کرو۔ (۳) جب تمھارے پاس امانت رکھی جائے اسے ادا کرو۔ (۴) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ (۵) اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔ (۶) اپنے ہاتھوں کو روکو۔''[2] یعنی ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ۔

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن عہد شکنی کرنے والے کے لئے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔[3]

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لئے ایک جھنڈا ہوگا جس کے ذریعے وہ پہچانا جائے گا۔[4]

﴿وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا: اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو۔﴾ قسموں کو مضبوط کرنے سے مراد یہ ہے کہ قسم کھاتے وقت اللّٰہ تعالٰی کے اَسماء اور صفات زیادہ ذکر کئے جائیں اور قسم توڑنے کی ممانعت مضبوط کرنے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مُطْلَقاً قسم توڑنا منع ہے۔ یا قسم مضبوط کرنے سے مراد یہ ہے کہ قصداً قسم کھائی جائے، اس صورت میں لَغْو قسم اس حکم سے خارج ہوجائے گی۔[5]

---

1 ......صاوی، النحل، تحت الآیة: ۹۱، ۳/۱۰۸۸-۱۰۸۹.

2 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث عبادة بن الصامت رضی اللّٰه عنه، ۸/۴۱۲، الحدیث: ۲۲۸۲۱.

3 ......بخاری، کتاب الادب، باب ما یدعی الناس بآبائهم، ۴/۱۴۹، الحدیث: ۶۱۷۷.

4 ......بخاری، کتاب الحیل، باب اذا غصب جاریة فزعم انّها ماتت... الخ، ۴/۳۹۴، الحدیث: ۶۹۶۶.

5 ......تفسیر جمل، النحل، تحت الآیة: ۹۱، ۴/۲۶۲، ملخصاً.

یہاں قسم سے متعلق چند اہم مسائل یاد رکھیں:

(1)......قسم کھانا جائز ہے مگر جہاں تک ہو سکے کم قسم کھانا بہتر ہے اور بات بات پر قسم نہیں کھانی چاہیے، بعض لوگوں نے قسم کو تکیہ کلام بنا رکھا ہے کہ قصداً اور بلا قصد زبان پر جاری ہو جاتی ہے اور اس کا بھی خیال نہیں رکھتے کہ بات سچی ہے یا جھوٹی، یہ سخت معیوب ہے۔ غیرِ خدا کی قسم مکروہ ہے اور یہ شرعاً قسم بھی نہیں یعنی اس کے توڑنے سے کفارہ لازم نہیں۔ (1)

(2)......بعض قسمیں ایسی ہیں کہ اُنہیں پورا کرنا ضروری ہے مثلاً کوئی ایسا کام کرنے کی قسم کھائی جو بغیر قسم کرنا ضروری تھا یا گناہ سے بچنے کی قسم کھائی تو اس صورت میں قسم سچی کرنا ضروری ہے۔ مثلاً یوں کہا کہ خدا کی قسم ظہر پڑھوں گا یا چوری یا زنا نہ کروں گا۔ دوسری وہ کہ اُس کا توڑنا ضروری ہے مثلاً گناہ کرنے یا فرائض و واجبات ادا نہ کرنے کی قسم کھائی، جیسے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھوں گا یا چوری کروں گا یا ماں باپ سے کلام نہ کروں گا تو ایسی قسم توڑ دے۔ تیسری وہ کہ اُس کا توڑنا مستحب ہے مثلاً ایسے کام کی قسم کھائی کہ اُس کے غیر میں بہتری ہے تو ایسی قسم کو توڑ کر وہ کرے جو بہتر ہے۔ چوتھی وہ کہ مباح کی قسم کھائی یعنی کرنا اور نہ کرنا دونوں یکساں ہیں اس میں قسم کو باقی رکھنا افضل ہے۔ (2)

(3)......قسم کا کفارہ غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا اُن کو کپڑے پہنانا ہے یعنی یہ اختیار ہے کہ ان تین باتوں میں سے جو چاہے کرے۔ (3)

نوٹ: قسم سے متعلق مسائل کی تفصیلی معلومات کے لئے بہار شریعت حصہ 9 سے ''قسم کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔ (4)

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًاؕ تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَكُمْ

1......بہار شریعت، حصہ نہم، قسم کا بیان، ۲/۲۹۸، ملخصاً۔

2......بہار شریعت، حصہ نہم، قسم کا بیان، ۲/۲۹۹، ملخصاً۔

3......تبیین الحقائق، کتاب الایمان، ۳/۴۳۰.

4......نیز اس کے ساتھ ساتھ امیر اہلسنّت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کا رسالہ ''قسم کے بارے میں مدنی پھول'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بھی بہت مفید ہے۔

دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍؕ-اِنَّمَا یَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖؕ-وَ لَیُبَیِّنَنَّ لَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ(۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا سُوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کر کے توڑ دیا اپنی قسمیں آپس میں ایک بے اصل بہانہ بناتے ہو کہ کہیں ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ نہ ہو اللہ تو اس سے تمہیں آزماتا ہے اور ضرور تم پر صاف ظاہر کردے گا قیامت کے دن جس بات میں جھگڑتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کرکے توڑ دیا، (ایسا نہ ہو کہ) تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ بنالو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ (طاقت و مال والا) ہے۔ اللہ تو اس کے ذریعے تمہیں صرف آزماتا ہے اور وہ ضرور قیامت کے دن تمہارے لئے صاف ظاہر کردے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا: اور تم نہ ہونا۔﴾ یعنی تم اپنے معاہدے اور قسمیں توڑ کر اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کر کے توڑ دیا۔ مکہ مکرمہ میں ربطہ بنت عمرو نامی ایک عورت تھی جس کی طبیعت میں بہت وہم تھا اور عقل میں فتور، وہ دوپہر تک محنت کر کے سوت کاتا کرتی اور اپنی باندیوں سے بھی کتواتی اور دوپہر کے وقت اس کاتے ہوئے کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالتی اور باندیوں سے بھی تڑوا دیتی، یہی اس کا معمول تھا۔[1] آیت کا معنی یہ ہے کہ اپنے عہد کو توڑ کر اس عورت کی طرح بے وقوف نہ بنو۔

﴿ تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ: (ایسا نہ ہو کہ) تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ بنالو۔﴾ امام مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ایک قوم سے معاہدہ کرتے اور جب دوسری قوم اُس سے زیادہ تعداد، مال یا قوت میں پاتے تو پہلوں سے جو معاہدے کئے تھے وہ توڑ دیتے اور اب دوسرے سے معاہدہ کرتے، اللہ تعالیٰ نے اس طرح کرنے سے منع فرمایا اور عہد پورا کرنے کا حکم دیا۔[2]

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٩٢، ٣/١٤٠.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٩٢، ٣/١٤٠-١٤١ ملخصاً.

باہمی تعلقات سے متعلق لوگوں کا رویہ

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس چیز کے نظارے ہمارے معاشرے میں بھی عام نظر آتے ہیں کہ جب تک کوئی اپنے منصب اور مقام و مرتبے پر قائم ہے تب تک لوگ اس کی جی حضوری کرتے ہیں اور جب اسے معزول کر دیا جائے یا اس کا مرتبہ کم کر دیا جائے تو لوگ اسے چھوڑ دیتے ہیں، اس کی طرف توجہ تک نہیں کرتے اور اس کے ساتھ ایسے ہو جاتے ہیں گویا اسے پہچانتے ہی نہ ہوں۔ (1) یہ حالات تقریباً 300 سال پہلے کے ہیں اور فی زمانہ تو اس اعتبار سے حالات مزید بگڑ چکے ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

﴿ اِنَّمَا یَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ: **اللہ تو اس کے ذریعے تمہیں صرف آزماتا ہے۔**﴾ یعنی تمہیں جو عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں صرف آزماتا ہے تاکہ تم میں سے اطاعت گزاروں اور نافرمانوں کو ظاہر کر دے اور تم دنیا کے اندر عہد وغیرہ کے بارے میں جو جھگڑتے تھے، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ضرور تمہارے لئے صاف ظاہر کر دے گا کہ عہد توڑنے والے کو عذاب دے گا اور پورا کرنے والے کو ثواب سے نوازے گا۔ (2)

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ یُّضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ لَتُسْــٴَـلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت کرتا لیکن اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے اور ضرور تم سے تمہارے کام پوچھے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔

---

1 ......صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ۹۲، ۳/۱۰۸۹.

2 ......جلالین، النحل، تحت الآیۃ: ۹۲، ص۲۲۵، ملخصاً.

﴾ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً : اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔﴿ فرمایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب ایک ہی دین پر ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کی اپنی مَشِیَّت اور حکمت ہے جس کے مطابق وہ فیصلے فرماتا ہے تو وہ اپنے عدل سے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اس میں کسی دوسرے کو دخل کی ہمت ہے نہ اجازت، البتہ یہ یاد رہے کہ لوگ اس مشیت کو سامنے رکھ کر گناہوں پر جَری نہ ہوجائیں کیونکہ قیامت کے دن لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا لہٰذا مشیت کا معاملہ جدا ہے اور حکمِ الٰہی کا جدا۔

وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِۚ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی قسمیں آپس میں بے اصل بہانہ نہ بنالو کہ کہیں کوئی پاؤں جمنے کے بعد لغزش نہ کرے اور تمہیں برائی چکھنی ہو بدلہ اس کا کہ اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور تمہیں بڑا عذاب ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ قدم ثابت قدمی کے بعد پھسل جائیں گے اور تم اللہ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے سزا کا مزہ چکھو گے اور تمہارے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا۔

﴾ وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ : اور تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ۔﴿ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے عہد اور قسمیں توڑنے سے منع فرمایا تھا، اب یہاں دوبارہ اس کام سے تاکیداً منع فرمانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ معاہدہ اور قسمیں پورا کرنے کا معاملہ انتہائی اہم ہے کیونکہ عہد کی خلاف ورزی میں دین و دنیا کا نقصان ہے اور عہد پورا کرنے میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ تمہارے قدم اسلام کے صحیح راستے پر ثابت قدمی کے بعد پھسل جائیں گے اور تم خود عہد کی خلاف ورزی کرنے یا دوسروں کو عہد پورا کرنے سے روکنے کی وجہ سے دنیا میں عذاب کا مزہ چکھو گے کیونکہ تم عہد توڑ کر گناہ کا ایک طریقہ رائج کرنے کا ذریعہ بنے ہو گے اور تمہارے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہوگا۔[1] بعض

[1] ......جلالین مع صاوی، النحل، تحت الآیة: ۹۴، ۴/۱۰۹۰.

مفسرین کے نزدیک اس آیت میں بیعتِ اسلام کو توڑنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ثابت قدمی کے بعد قدموں کے پھسل جانے کی وعید اسی کے مناسب ہے۔[1]

عہد کی پاسداری کے 3 واقعات

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام میں عہد کی پاسداری کی بہت اہمیت ہے، اسی مناسبت سے یہاں عہد کی پاسداری سے متعلق 3 واقعات ملاحظہ ہوں

(1)......صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابو جندل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیڑیوں میں بندھے ہوئے کسی طرح حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے تو ان کے باپ سہیل بن عمرو نے ان کی واپسی کا مطالبہ کر دیا اور اس کے بغیر معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ جب حضرت ابو جندل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو معلوم ہو گیا کہ اب وہ کفار کی طرف دوبارہ لوٹا دیئے جائیں گے تو گڑگڑا کر مسلمانوں سے فریاد کرنے لگے۔ چونکہ کفار سے معاہدہ ہو چکا تھا اس لئے حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے موقع کی نزاکت کا خیال فرماتے ہوئے حضرت ابو جندل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا کہ تم صبر کرو۔ عنقریب **اللّٰہ** تعالیٰ تمہارے لئے اور دوسرے مظلوموں کے لئے ضرور ہی کوئی راستہ نکالے گا۔ ہم صلح کا معاہدہ کر چکے اب ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے۔ غرض حضرت ابو جندل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اسی طرح پھر مکہ واپس جانا پڑا۔[2]

(2)......حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’میں اور حضرت حُسَیل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہیں سے آ رہے تھے کہ راستے میں کفار نے ہم دونوں کو روک کر کہا ’’تم دونوں بدر کے میدان میں حضرت محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی مدد کرنے کے لئے جا رہے ہو۔ ہم نے جواب دیا: ہمارا بدر جانے کا ارادہ نہیں ہم تو مدینے جا رہے ہیں۔ کفار نے ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم صرف مدینے جائیں گے اور جنگ میں رسولُ **اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ شریک نہ ہوں گے۔ اس کے بعد جب ہم دونوں (بدر کے میدان میں) بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوئے اور اپنا واقعہ بیان کیا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم دونوں واپس چلے جاؤ، ہم ہر حال میں کفار سے کئے ہوئے عہد کی پابندی کریں گے اور ہمیں کفار کے مقابلے میں صرف **اللّٰہ** تعالیٰ کی مدد درکار ہے۔[3]

1......خازن، النحل، تحت الآية: ٩٤، ١٤١/٣.

2......سیرت ابن هشام، امر الحديبية في آخر سنة ست وذكر بيعة الرضوان...الخ، عليّ يكتب شروط الصلح، ص٤٣٢، ملخصاً.

3......مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب الوفاء بالعهد، ص٩٨٨، الحديث: ٩٨(١٧٨٧).

(3)......حضرت سلیم بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور رومیوں کے درمیان ایک معاہدہ تھا، حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان کے شہروں کی طرف تشریف لے گئے تاکہ جب معاہدہ ختم ہو تو ان پر حملہ کر دیں لیکن اچانک ایک آدمی کو چار پائے یا گھوڑے پر دیکھا وہ کہہ رہا تھا: **اللّٰہ اکبر !** عہد پورا کرو، عہد شکنی نہ کرو۔ کیا دیکھتے ہیں کہ یہ شخص حضرت عمرو بن عَبَسَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے ’’جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو وہ اس معاہدے کو نہ توڑے اور نہ باندھے جب تک کہ اس کی مدت ختم نہ ہو جائے یا وہ برابری کی بنیاد پر اس کی طرف پھینک نہ دے۔ راوی فرماتے ہیں ’’یہ سن کر حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لوگوں کو لے کر واپس لوٹ گئے۔[1]

وَ لَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًاؕ-اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۹۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ کے عہد پر تھوڑے دام مول نہ لو بیشک وہ جو اللّٰہ کے پاس ہے تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ کے عہد کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو۔ بیشک جو اللّٰہ کے پاس ہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

﴿وَ لَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا : اور اللّٰہ کے عہد کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو۔﴾ یعنی اسلام کا عہد توڑنے کی صورت میں اگر تمہیں دنیا کی کوئی بھلائی ملے تو اس کی طرف توجہ مت دو کیونکہ اسلام پر قائم رہنے کی صورت میں اللّٰہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو بھلائی تیار کی ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو تم اسلام کا عہد توڑ کر دنیا میں پاؤ گے۔ اگر تم دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کے مابین فرق جانتے تو یہ بات سمجھ جاتے۔[2] اگلی آیت میں اِسی بات کی مزید

---

1 ......ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی الغدر، ۳/۲۱۲، الحدیث: ۱۵۸۶.

2 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۹۵، ۷/۲۶۶.

وضاحت فرمائی گئی ہے۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو تمہارے پاس ہے ہو چکے گا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اور ضرور ہم صبر کرنے والوں کو ان کا وہ صلہ دیں گے جو ان کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کے بہترین کاموں کے بدلے میں ان کا اجر ضرور دیں گے۔

﴿مَا عِنْدَكُمْ: جو تمہارے پاس ہے۔﴾ یعنی تمہارے پاس جو دنیا کا سامان ہے یہ سب فنا اور ختم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو خزانۂ رحمت اور آخرت کا ثواب ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کو پچھلی آیت میں بیان فرمایا کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے وہ تمہاری دنیوی کمائی سے بہتر ہے لہٰذا اپنے عہد کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے نہ توڑو۔

دنیا و آخرت کا مُوازنہ

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جس شخص کو اس بات کی معرفت حاصل ہو جائے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی ہے اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے (تو اس کے لئے باقی اور بہتر کے بدلے فانی اور ناقص کو بیچ دینا مشکل نہیں ہوتا) جس طرح برف کے مقابلے میں جواہر بہتر اور باقی رہنے والے ہیں اور برف کے مالک پر برف کو جواہر اور موتیوں کے بدلے میں بیچنا مشکل نہیں ہوتا، اسی طرح دنیا اور آخرت کا معاملہ ہے، دنیا اس برف کی طرح ہے جو دھوپ میں رکھی ہوئی ہو، وہ ختم ہونے تک پگھلتی رہتی ہے اور آخرت اس جوہر کی طرح ہے جو فنا نہیں ہوتا، لہٰذا دنیا اور آخرت کے درمیان تَفاوُت کے بارے میں جس قدر یقین اور معرفت مضبوط ہو گی اسی قدر اس کا سودا کرنے اور معاملہ کرنے میں رغبت مضبوط ہو گی حتّٰی کہ جس شخص کا یقین مضبوط ہوتا ہے وہ اپنے نفس اور مال دونوں کو بیچ دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اوران کے مال اس بدلے میں خرید لئے کہ ان کے لیے جنت ہے۔

پھر بتایا کہ انہیں اس سودے میں نفع ہوا، چنانچہ ارشاد فرمایا

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو سودا تم نے کیا ہے۔[3]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ دنیا کے فنا اور زائل ہوجانے اور آخرت کے ہمیشہ باقی رہنے میں خوب غور وفکر کرے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دے اور دنیا کی فانی نعمتوں اور لذتوں سے بے رغبتی اختیار کرے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةًۚ وَ لَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے اور ضرور انہیں ان کا نیگ دیں گے جو ان کے سب سے بہتر کام کے لائق ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان ہو تو ہم ضرور اسے پاکیزہ زندگی دیں گے اور ہم ضرور انہیں ان کے بہترین کاموں کے بدلے میں ان کا اجر دیں گے۔

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ: جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان ہو۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان ہو تو ہم ضرور اسے دنیا میں حلال رزق اور قناعت عطا فرما کر اور

1 ......توبہ:۱۱۱.

2 ......توبہ:۱۱۱

3 ......احیاء العلوم، کتاب الفقر والزهد، الشطر الثانی من الكتاب فی الزهد، بیان حقیقة الزهد، ٤/٢٦٨.

آخرت میں جنت کی نعمتیں دے کر پاکیزہ زندگی دیں گے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اچھی زندگی سے عبادت کی لذت مراد ہے۔ **حکمت:** مومن اگرچہ فقیر بھی ہو اُس کی زندگانی دولت مند کافر کے عیش سے بہتر اور پاکیزہ ہے کیونکہ مومن جانتا ہے کہ اس کی روزی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے جو اُس نے مقدر کیا اس پر راضی ہوتا ہے اور مومن کا دل حرص کی پریشانیوں سے محفوظ اور آرام میں رہتا ہے اور کافر جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر نظر نہیں رکھتا وہ حریص رہتا ہے اور ہمیشہ رنج، مشقت اور تحصیلِ مال کی فکر میں پریشان رہتا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال پر ثواب ملنے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے، کافر کے تمام نیک اعمال بیکار ہیں۔ (1)

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع

ع ۱۳ ۱۱ ۱۹

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے۔ بیشک اس کا کوئی قابو ان پر نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس کا قابو تو انہیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور اسے شریک ٹھہراتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو۔ بیشک اسے ان لوگوں پر کوئی قابو نہیں جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا قابو تو انہیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور وہ جو شریک ٹھہراتے ہیں۔

﴿ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ: تو جب تم قرآن پڑھنے لگو۔﴾ یعنی قرآنِ کریم کی تلاوت شروع کرتے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھو۔ یہ مستحب ہے۔ (2)

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ۹۷، ۳/۱۴۱-۱۴۲، ملخصاً.

2 ......جلالين مع صاوی، النحل، تحت الآية: ۹۷، ۳/۱۰۹۰.

نوٹ: یادرہے کہ تعوُّذ کے مسائل سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں گزر چکے ہیں۔

﴿اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ: بیشک اسے کوئی قابو نہیں۔﴾ یعنی شیطان کو ان لوگوں پر تَسَلُّط حاصل نہیں جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے مومن شیطانی وسوسے قبول نہیں کرتے یعنی اگرچہ شیطان کوشش بھی کرے تو اسے کامیابی نہیں ملتی۔

﴿اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ: اس کا قابو تو انہیں پر ہے۔﴾ یعنی شیطان کو ان لوگوں پر تَسَلُّط حاصل ہے جو اسے اپنا دوست بناتے ہیں اور اس کے وسوسوں کی پیروی کرتے ہیں اور وہ شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے مختلف چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیتے ہیں۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کوئی زور زبردستی نہیں کرتا بلکہ جو خود ہی اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور اسے دوست بناتا ہے وہی اس کا اثر قبول کرتا ہے۔

وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍۙ-وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍؕ-بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ(۱۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے کافر کہیں تم تو دل سے بنالاتے ہو بلکہ ان میں اکثر کو علم نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ اتارتا ہے تو کافر کہتے ہیں: تم خود گھڑ لیتے ہو بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں۔

﴿وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ: اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیں۔﴾ شانِ نزول: مشرکینِ مکہ اپنی جہالت کی وجہ سے آیتیں منسوخ ہونے پر اعتراض کرتے تھے اور اس کی حکمتوں سے ناواقف ہونے کے باعث اس چیز کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) ایک روز ایک حکم دیتے ہیں اور دوسرے روز

[1]......مدارك، النحل، تحت الآية: ١٠٠، ص٦٠٨، ملخصاً.

دوسرا حکم دیدیتے ہیں۔ وہ اپنے دل سے باتیں بناتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور اپنی حکمت سے ایک حکم کو منسوخ کر کے دوسرا حکم دیتے ہیں تو اس میں (کوئی نہ کوئی) حکمت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ اتارتا ہے کہ اس میں کیا حکمت اور اس کے بندوں کے لئے اس میں کیا مصلحت ہے لیکن کافر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہتے ہیں: تم خود گھڑ لیتے ہو حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ کافروں کی اکثریت جاہل ہے اور وہ نسخ اور تبدیلی کی حکمت وفوائد سے خبردار نہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ قرآنِ کریم کی طرف افتراء کی نسبت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ جس کلام کی مثل بنانا انسان کی طاقت سے باہر ہے تو وہ کسی انسان کا بنایا ہوا کیسے ہوسکتا ہے۔[1]

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اسے پاکیزگی کی روح نے اتارا تمہارے رب کی طرف سے ٹھیک کہ اس سے ایمان والوں کو ثابت قدم کرے اور ہدایت اور بشارت مسلمانوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اسے مقدس روح نے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم کردے اور (یہ) مسلمانوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو لوگ قرآن کے بارے میں آپ پر بہتان لگا رہے ہیں آپ ان سے فرمادیں کہ اسے میرے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں اور اس قرآن کے ناسخ ومنسوخ کو میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے مجھ پر نازل فرمایا ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم کردے اور ناسخ ومنسوخ کی تصدیق کی وجہ سے ان کے ایمانوں کو اور مضبوط کردے اور یہ قرآن مسلمانوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔[2]

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ١٠١، ٣/١٤٣، روح البيان، النحل، تحت الآية: ١٠١، ٥/٨١، خزائن العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ص۵۱۸-۵۱۹، ملتقطاً۔

2 ......تفسير طبری، النحل، تحت الآية: ١٠٢، ١٤/٦٤٧، ملخصاً.

وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌؕ لِسَانُ الَّذِیْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں یہ تو کوئی آدمی سکھاتا ہے جس کی طرف ڈھالتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ روشن عربی زبان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ کافر کہتے ہیں: اس نبی کوایک آدمی سکھاتا ہے، جس آدمی کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن روشن عربی زبان میں ہے۔

﴿**وَلَقَدْ نَعْلَمُ:اور بیشک ہم جانتے ہیں۔**﴾ جب قرآنِ کریم کی حلاوت اور اس کے علوم کی نورانیت دلوں کی تسخیر کرنے لگی اور کفار نے دیکھا کہ دنیا اس کی گرویدہ ہوتی چلی جارہی ہے اور کوئی تدبیر اسلام کی مخالفت میں کامیاب نہیں ہوتی تو اُنہوں نے طرح طرح کے بہتان لگانے شروع کردیئے ،کبھی قرآن پاک کو سحر بتایا، کبھی پہلوں کے قصے اور کہانیاں کہا، کبھی یہ کہا کہ سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ خود بنالیا ہے اور ہر طرح کوشش کی کہ کسی طرح لوگ اس مقدس کتاب کی طرف سے بدگمان ہوں، انہیں مکاریوں میں سے ایک مکر یہ بھی تھا کہ انہوں نے ایک عجمی غلام کے بارے میں یہ کہا کہ وہ محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سکھاتا ہے۔ اس کے رد میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ ایسی باطل باتیں دنیا میں کون قبول کرسکتا ہے، جس غلام کی طرف کفار نسبت کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے، ایسا کلام بنانا اس کے لئے تو کیا ممکن ہوتا، تمہارے فُصحاء و بُلغاء جن کی زبان دانی پر اہلِ عرب کو فخر و ناز ہے وہ سب کے سب حیران ہیں اور چند جملے قرآن کی مثل بنانا ان کے لئے محال اور اُن کی قدرت سے باہر ہے تو ایک عجمی کی طرف ایسی نسبت کس قدر باطل اور ڈھٹائی کا فعل ہے۔ خدا کی شان کہ جس غلام کی طرف کفار یہ نسبت کرتے تھے اس کو بھی اس کلام کے اِعجاز نے تسخیر کیا اور وہ بھی رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اطاعت گزاروں کے حلقے میں داخل ہوا اور صدق و اِخلاص کے ساتھ اسلام لایا۔[1]

[1] ......خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۳/۱۴۳-۱۴۴، ملخصاً.

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِۙ لَا یَهْدِیْهِمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۰۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ انھیں راہ نہیں دیتا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں راہ نہیں دکھاتا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ: بیشک جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے۔﴾ یعنی بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی حجتوں اور دلائل پر ایمان نہیں لاتے تاکہ (ان پر ایمان لاکر) وہ اس کی تصدیق کرتے جس پر یہ حجتیں دلالت کرتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ دنیا میں انہیں حق بات قبول کرنے کی توفیق اور سیدھے راستے کی ہدایت نہیں دیتا، جب قیامت کے دن یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اس وقت ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ (1)

اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی جھوٹے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جھوٹا بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی جھوٹے ہیں۔

﴿اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ: جھوٹا بہتان وہی باندھتے ہیں۔﴾ کافروں کی طرف سے قرآنِ پاک سے متعلق رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر جو اپنی طرف سے قرآن بنا لینے کا بہتان لگایا گیا تھا اس آیت میں اس کا رد کیا گیا ہے۔ آیت

1 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ١٠٤، ٧/٦٥٠، ملخصاً.

کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جھوٹ بولنا اور بہتان باندھنا بے ایمانوں ہی کا کام ہے۔[1]

جھوٹ کی مذمت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جھوٹ کبیرہ گناہوں میں بدترین گناہ ہے۔قرآنِ مجید میں اس کے علاوہ بہت سی جگہوں پر جھوٹ کی مذمت فرمائی گئی اور جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی۔بکثرت اَحادیث میں بھی جھوٹ کی برائی بیان کی گئی ہے،ان میں سے **4** اَحادیث یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

(1)......حضرت **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:’’صدق کو لازم کرلو، کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ فُجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔[2]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:’’جو شخص جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور جھوٹ باطل ہی ہے (یعنی جھوٹ چھوڑنے کی چیز ہی ہے) اس کے لیے جنت کے کنارے میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے جھگڑا کرنا چھوڑا حالانکہ وہ حق پر ہو یعنی حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا نہیں کرتا، اس کے لیے جنت کے وسط میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے اپنے اَخلاق اچھے کیے، اس کے لیے جنت کے اعلیٰ درجے میں مکان بنایا جائے گا۔[3]

(3)......حضرت سفیان بن اَسید حَضْرَمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا’’بڑی خیانت کی یہ بات ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تجھے اس بات میں سچا جان رہا ہے اور تو اس سے جھوٹ بول رہا ہے۔[4]

1......خازن، النحل، تحت الآیة: ١٠٥، ٣/١٤٤، ملخصاً.
2......بخاری، کتاب الادب، باب قول اللّٰہ تعالی: یا ایّھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وکونوا مع الصادقین، ٤/١٢٥، الحدیث: ٦٠٩٤، مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضله، ص١٤٠٥، الحدیث: ١٠٥(٢٦٠٧).
3......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی المراء، ٣/٤٠٠، الحدیث: ٢٠٠٠.
4......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی المعاریض، ٤/٣٨١، الحدیث: ٤٩٧١.

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بندہ بات کرتا ہے اور محض اس لیے کرتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے اس کی وجہ سے جہنم کی اتنی گہرائی میں گرتا ہے جو آسمان وزمین کے درمیان کے فاصلہ سے زیادہ ہے اور زبان کی وجہ سے جتنی لغزش ہوتی ہے، وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جتنی قدم سے لغزش ہوتی ہے۔''[1]

نوٹ: جھوٹ سے متعلق مزید معلومات کے لئے بہارِ شریعت حصہ **16** سے ''**جھوٹ کا بیان**'' مطالعہ فرمائیں۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ(۱۰۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جو ایمان لاکر اللّٰہ کا منکر ہو سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو ہاں وہ جو دل کھول کر کافر ہو ان پر اللّٰہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو ایمان لانے کے بعد اللّٰہ کے ساتھ کفر کرے سوائے اس آدمی کے جسے (کفر پر) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو لیکن وہ جو دل کھول کر کافر ہوں ان پر اللّٰہ کا غضب ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِهٖ: جو ایمان لانے کے بعد اللّٰہ کے ساتھ کفر کرے۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت عمار، ان کے والد حضرت یاسر، ان کی والدہ حضرت سمیہ، حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت سالم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو پکڑ کر کفار نے سخت سخت ایذائیں دیں تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں (لیکن یہ حضرات اسلام سے نہ پھرے تو) کفار نے حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے والدین کو بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا۔ حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (ضعیف تھے جس کی وجہ سے بھاگ نہیں سکتے تھے، انہوں) نے مجبور

[1]......شعب الایمان، الرابع والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ٤/٢١٣، الحدیث: ٤٨٣٢.

ہو کر جب دیکھا کہ جان پر بن گئی تو بادلِ نخواستہ کلمۂ کفر کا تلفُّظ کر دیا۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خبر دی گئی کہ حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کافر ہوگئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’ہرگز نہیں، حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سر سے پاؤں تک ایمان سے پُر ہیں اور اس کے گوشت اور خون میں ذوقِ ایمانی سرایت کر گیا ہے۔ پھر حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ روتے ہوئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’کیا ہوا؟ حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اے خدا کے رسول! بہت ہی برا ہوا اور بہت ہی برے کلمے میری زبان پر جاری ہوئے۔ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اس وقت تیرے دل کا کیا حال تھا؟ حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی ’’دل ایمان پر خوب جما ہوا تھا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے شفقت و رحمت فرمائی اور فرمایا کہ اگر پھر ایسا اتفاق ہو تو یہی کرنا چاہیے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (1)

حالتِ اِکراہ میں کلمۂ کفر کہنے سے متعلق 4 شرعی مسائل

(1)......اس آیت سے معلوم ہوا کہ حالتِ اکراہ میں اگر دل ایمان پر جما ہوا ہو تو کلمۂ کفر کا زبان پر جاری کرنا جائز ہے جب کہ آدمی کو (کسی ظالم کی طرف سے) اپنی جان یا کسی عُضْو کے تلف ہونے کا (حقیقی) خوف ہو۔ (اور اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی دو معنی والی بات کہنے میں گزارا چل سکتا ہو جس سے کفار اپنی مراد لیں اور کہنے والا اس کی درست مراد لے تو ضروری ہے کہ ایسی دو معنی والی بات ہی کہے جبکہ اس طرح کہنا جانتا ہو۔)

(2)......اگر اس حالت میں بھی صبر کرے اور قتل کر ڈالا جائے تو اسے اجر ملے گا اور وہ شہید ہوگا جیسا کہ حضرت خُبَیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے صبر کیا اور وہ سولی پر چڑھا کر شہید کر ڈالے گئے۔ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں سیّدُ الشُّہداء فرمایا۔

(3)......جس شخص کو مجبور کیا جائے اگر اس کا دل ایمان پر جما ہوا نہ ہو تو وہ کلمۂ کفر زبان پر لانے سے کافر ہو جائے گا۔

(4)......اگر کوئی شخص بغیر مجبوری کے مذاق کے طور پر یا علم نہ ہونے کی وجہ سے کلمۂ کفر زبان پر جاری کرے وہ کافر ہو جائے گا (2)۔ (3)

---

❶......خازن، النحل، تحت الآية: ١٠٦، ٣/١٤٤ ملخصاً.

❷......تفسيرات احمديه، النحل، تحت الآية: ١٠٦، ص ٥٠١.

❸......کفریہ کلمات سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کیلئے امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی کتاب ’’کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ(۱۰۷) اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ(۱۰۸) لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(۱۰۹)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لئے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی آخرت سے پیاری جانی اوراس لئے کہ اللہ کافروں کوراہ نہیں دیتا۔ یہ ہیں وہ جن کے دل اور کان اور آنکھوں پر اللہ نے مہر کردی ہے اور وہی غفلت میں پڑے ہیں۔ آپ ہی ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ عذاب اس لئے ہے کہ انھوں نے آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا اوراس لئے کہ اللہ کافروں کوہدایت نہیں دیتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل اور کان اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے اور یہی غافل ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ آخرت میں برباد ہونے والے ہیں۔

﴿ذٰلِكَ: یہ۔﴾ یعنی جولوگ دل کھول کر کافر ہوں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب اور بڑے عذاب کی وعید کا ایک سبب یہ ہے کہ انہوں نے آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا اور دنیا کی محبت ان کے کفر کا سبب ہے۔ **دوسرا سبب یہ ہے** کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیتا جو سمجھ بوجھ کے باوجود بھی کفر پر ڈٹے رہیں۔ [1]

﴿اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ: یہی وہ لوگ ہیں۔﴾ یعنی یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے، نہ وہ غور وفکر کرتے ہیں، نہ وعظ ونصیحت پر توجہ دیتے ہیں، نہ سیدھے اور ہدایت والے راستے کو دیکھتے ہیں اور یہی غفلت کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں کہ اپنی عاقبت اور انجام کار کے بارے میں نہیں سوچتے۔ [2]

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ۱۰۷، ص ٦۱۰، خازن، النحل، تحت الآية: ۱۰۷، ۳/۱٤٥، ملتقطاً.

2 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ۱۰۸، ص ٦۱۰.

﴿لَا جَرَمَ: حقیقت میں۔﴾ یعنی حقیقت میں یہ لوگ آخرت میں برباد ہونے والے ہیں کہ ان کے لئے جہنم کا دائمی عذاب ہے۔[1]

سب سے بڑی بدنصیبی اور خوش نصیبی

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑی بدنصیبی دل کی غفلت ہے اور سب سے بڑی خوش نصیبی دل کی بیداری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو غفلت سے محفوظ فرمائے اور ہمیں دل کی بیداری نصیب فرمائے۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع

ع ۲۰/۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بیشک تمہارا رب ان کے لیے جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے بعد اس کے کہ ستائے گئے پھر انہوں نے جہاد کیا اور صابر رہے بیشک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا ہے مہربان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر بیشک تمہارا رب ان لوگوں کے لیے جنہوں نے تکلیفیں دیئے جانے کے بعد اپنے گھر بار چھوڑے پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا بیشک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ: پھر بیشک تمہارا رب۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک وہ لوگ جنہیں ہجرت سے پہلے ان کے دین کے بارے میں مشرکین کی طرف سے تکلیفیں اور اذِیّتیں دی گئیں، اس کے بعد انہوں نے ہجرت کی اور اپنے شہر، گھر اور خاندانوں کو چھوڑ کر اہلِ اسلام کے شہر مدینہ طیبہ منتقل ہو گئے۔ پھر انہوں نے اپنے ہاتھوں، تلواروں اور زبانوں کے ساتھ مشرکین اور ان کے جھوٹے معبودوں کے خلاف جہاد کیا اور جہاد کرنے پر صبر کیا تو بیشک یہ بخشش کے مستحق ہیں، اس لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی اس آزمائش کے بعد انہیں ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔[2]

1 ......جلالین، النحل، تحت الآیة: ۱۰۹، ص۲۲۶.

2 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ۱۱۰، ۶۵۳/۷، جلالین، النحل، تحت الآیة: ۱۱۰، ص۲۲۶، ملتقطاً.

يَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہر جان اپنی ہی طرف جھگڑتی آئے گی اور ہر جان کو اس کا کیا پورا بھر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جس دن ہر جان اپنی طرف سے جھگڑتی ہوئی آئے گی اور ہر جان کو اس کا عمل پورا پورا دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

﴿یَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ: یاد کرو جس دن ہر جان آئے گی۔﴾ یعنی قیامت کے دن ہر انسان اپنی ذات کے بارے جھگڑتا ہوا آئے گا، ہر ایک نفسی نفسی کہتا ہوگا اور سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ جھگڑے سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک اپنے دنیوی عملوں کے بارے میں عذر بیان کرے گا۔[1]

قیامت کے دن انسانوں کا جھگڑنا

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگوں میں جھگڑا یہاں تک بڑھے گا کہ روح اور جسم میں بھی جھگڑا ہوگا، روح کہے گی: یارب! (جسم میں داخل ہونے سے پہلے) نہ میرے ہاتھ تھے کہ میں ان سے کسی کو پکڑتی، نہ پاؤں تھے کہ ان کے ذریعے چلتی، نہ آنکھ تھی کہ اس سے دیکھتی (گویا میں قصوروار نہیں بلکہ جسم ہی قصوروار ہے۔) جسم کہے گا: یارب! تو نے مجھے لکڑی کی طرح پیدا کیا، نہ میرا ہاتھ پکڑ سکتا تھا، نہ پاؤں چل سکتا تھا، نہ آنکھ دیکھ سکتی تھی، جب یہ روح نوری شعاع کی طرح آئی تو اس سے میری زبان بولنے لگی، آنکھ بینا ہوگئی اور پاؤں چلنے لگے، (جو کچھ کیا اُس نے کیا ہے)۔ اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرمائے گا کہ ایک اندھا اور ایک لنگڑا دونوں ایک باغ میں گئے، اندھے کو تو پھل نظر نہیں آتے تھے اور لنگڑے کا ہاتھ ان تک نہیں پہنچتا تھا تو اندھے نے لنگڑے کو اپنے اوپر سوار کر لیا اس طرح انہوں نے پھل توڑے تو سزا کے وہ دونوں مستحق ہوئے (اس لئے روح اور جسم دونوں ملزم ہیں۔)[2]

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ١١١، ص ٦١١.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ١١١، ٣/١٤٦.

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىٕنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی ایک بستی کہ امان واطمینان سے تھی ہر طرف سے اس کی روزی کثرت سے آتی تو وہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگی تو اللہ نے اسے یہ سزا چکھائی کہ اسے بھوک اور ڈر کا پہناوا پہنایا بدلہ ان کے کیے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی جو امن واطمینان والی تھی ہر طرف سے اس کے پاس اس کا رزق کثرت سے آتا تھا تو وہاں کے رہنے والے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگے تو اللہ نے ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا۔

﴿وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً: اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی۔﴾ اس آیت میں جس بستی کی مثال بیان فرمائی گئی ممکن ہے کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ کے علاوہ کوئی اور بستی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے سابقہ امتوں کی کوئی بستی مراد ہو جس کا حال اس آیت میں بیان کیا گیا ہو، اکثر مفسرین کے نزدیک اس بستی سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ یہ کلام ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ مقاتل اور بعض مفسرین کے قول کے مطابق یہ آیت مدنی ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کی 6 صفات بیان فرمائی ہیں اور یہ تمام صفات اہلِ مکہ میں موجود تھیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مثال اہلِ مدینہ کے سامنے بیان فرمائی تاکہ وہ انہیں ڈرائے کہ اگر انہوں نے مکہ والوں جیسے کام کئے تو جو بھوک اور خوف اُنہیں پہنچا وہ انہیں بھی پہنچ سکتا ہے۔[1] اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بستی جیسے کہ مکہ کے رہنے والے جو امن واطمینان سے تھے، ان پر لٹیرے اور ڈاکو چڑھائی کرتے نہ وہ قتل اور

[1] ......خازن، النحل، تحت الآیة: ١١٢، ٣/١٤٧۔

قید کی مصیبت میں گرفتار کئے جاتے، ہر طرف سے ان کے پاس ان کا رزق کثرت سے آتا تھا تو وہ لوگ نافرمانیاں کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگے اور انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا کہ سات برس تک نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعائے ضَرر کی وجہ سے قحط اور خشک سالی کی مصیبت میں گرفتار رہے یہاں تک کہ مردار کھاتے تھے پھر امن و اطمینان کی بجائے خوف و ہراس ان پر مُسَلَّط ہوا اور ہر وقت مسلمانوں کے حملے اور لشکر کشی کا اندیشہ رہنے لگا، یہ ان کے اعمال کا بدلا تھا۔[1]

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول تشریف لایا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں عذاب نے پکڑا اور وہ بے انصاف تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول تشریف لایا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ زیادتی کرنے والے تھے۔

﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ: اور بیشک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول تشریف لایا۔﴾ یعنی اہلِ مکہ کے پاس انہیں کی جنس سے ایک عظیم رسول یعنی انبیاء کے سردار محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے، اہلِ مکہ نے انہیں جھٹلایا تو اللہ تعالٰی نے اہلِ مکہ کو بھوک اور خوف کے عذاب میں مبتلا کر دیا اور ان کا حال یہ تھا کہ وہ کفر کرنے والے تھے۔[2]

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ

---

1 ......ابوسعود، النحل، تحت الآیة: ۱۱۲، ۲۹۷/۳، خازن، النحل، تحت الآیة: ۱۱۲، ۱۴۶/۳-۱۴۷، ملتقطاً.

2 ......جلالین مع صاوی، النحل، تحت الآیة: ۱۱۳، ۱۰۹۸/۳.

تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ‌ ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی دی ہوئی روزی حلال پاکیزہ کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسے پوجتے ہو۔ تم پر تو یہی حرام کیا ہے مُردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا پھر جو لاچار ہو نہ خواہش کرتا اور نہ حد سے بڑھتا تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ کا دیا ہوا حلال پاکیزہ رزق کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔ تم پر صرف مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا سب حرام کردیا ہے پھر جو مجبور ہو اس حال میں کہ نہ خواہش سے کھا رہا ہو اور نہ حد سے بڑھ رہا ہو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿فَكُلُوْا: تو کھاؤ!﴾ جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں مسلمانوں سے خطاب ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم لوٹ، غصب اور خبیث پیشوں سے حاصل کئے ہوئے جو حرام اور خبیث مال کھایا کرتے تھے ان کی بجائے حلال اور پاکیزہ رزق کھاؤ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔[1]

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ: تم پر تو یہی حرام کیا ہے۔﴾ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہ چیزیں حرام کی ہیں جن کا بیان اس آیت میں ہوا نہ کہ بحیرہ سائبہ وغیرہ جانور جنہیں کفار اپنے گمان کے مطابق حرام سمجھتے تھے۔ نیز جو شخص آیت میں مذکور حرام چیزوں میں سے کچھ کھانے پر مجبور ہو جائے تو وہ ضرورت کے مطابق ان میں سے کھا سکتا ہے۔[2]

نوٹ: اس آیت کی تفصیلی تفسیر سورۂ بقرہ، آیت نمبر **173**، سورۂ مائدہ، آیت نمبر **3** اور سورۂ انعام، آیت نمبر **145** میں گزر چکی ہے۔

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ١١٤، ٣/١٤٨، مدارك، النحل، تحت الآية: ١١٤، ص٦١٢، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، النحل، تحت الآية: ١١٥، ٣/ ٢٩٩، ملخصاً.

دینِ اسلام کی خصوصیت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام انتہائی پاکیزہ دین ہے اور اس دین کو اللہ تعالیٰ نے ہر گندی اور خبیث چیز سے پاک فرمایا ہے اور اس دین میں مسلمانوں کو طہارت و پاکیزگی کی اعلیٰ تعلیمات دی گئی ہیں۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: بے شک اسلام پاکیزہ دین ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے ہر بری چیز سے پاک فرمایا ہے اور اے انسان! اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے اس دین میں وسعت بھی رکھی ہے (کہ) جب تو اس آیت میں بیان کی گئی چیزوں میں سے کسی چیز کو کھانے پر مجبور ہو جائے (تو اسے ضرورت کے مطابق کھا سکتا ہے)۔[1]

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں اس لئے نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔ تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا: اور نہ کہو۔﴾ زمانۂ جاہلیت کے لوگ اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حلال، بعض چیزوں کو حرام کر لیا کرتے تھے اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیا کرتے تھے۔[2] اس آیت میں اس کی ممانعت فرمائی گئی اور اس کو اللہ تعالیٰ

1 ......در منثور، النحل، تحت الآية: ١١٥، ١٧٤/٥.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ١١٦، ١٤٨/٣.

پر اِفترا فرمایا گیا اور افترا کرنے والوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ بیشک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔

اپنی طرف سے کسی چیز کو شرعاً حرام کہنا اللہ تعالیٰ پر اِفترا ہے

آج کل بھی جو لوگ اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام بتادیتے ہیں جیسے میلاد شریف کی شیرینی، فاتحہ، گیارہویں، عرس وغیرہ ایصالِ ثواب کی چیزیں جن کی حرمت شریعت میں وارد نہیں ہوئی انہیں اس آیت کے حکم سے ڈرنا چاہئے کہ ایسی چیزوں کی نسبت یہ کہہ دینا کہ یہ شرعاً حرام ہیں اللہ تعالیٰ پر افترا کرنا ہے۔

﴿مَتَاعٌ قَلِیْلٌ: تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے۔﴾ یعنی ان جاہلوں کیلئے تھوڑا سا فائدہ اٹھانا اور دنیا کی چندروزہ آسائش ہے جو باقی رہنے والی نہیں جبکہ ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ (1)

وَعَلَى الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور خاص یہودیوں پر ہم نے حرام فرمائیں وہ چیزیں جو پہلے تمہیں سنائیں اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے صرف یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جو ہم نے پہلے آپ کے سامنے بیان کی ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

﴿وَعَلَى الَّذِیْنَ هَادُوْا: اور ہم نے صرف یہودیوں پر۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے پہلے سورۂ انعام میں آیت **وَعَلَى الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ**... الآیہ. (اور ہم نے یہودیوں پر ہر ناخن والا جانور حرام کردیا) میں آپ کے سامنے بیان کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام قرار

1 ......خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۱۱۷، ۳/۱۴۹.

دے کران پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی بغاوت ومَعصِیَت کا اِرتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے جس کی سزا میں وہ چیزیں اُن پر حرام ہوئیں جیسا کہ آیت فَبِظُلۡمٍ مِّنَ الَّذِیۡنَ هَادُوۡا حَرَّمۡنَا عَلَیۡهِمۡ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتۡ لَهُمۡ (تو یہودیوں کے بڑے ظلم کے سبب ہم نے وہ بعض ستھری چیزیں کہ ان کے لئے حلال تھیں ان پر حرام فرمادیں) میں ارشاد فرمایا گیا۔[1]

نوٹ: اس آیت کی تفسیر سورۂ نساء، آیت نمبر **160** اور سورۂ انعام، آیت نمبر **146** میں گزر چکی ہے۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیۡنَ عَمِلُوا السُّوۡٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡۤا اِنَّ رَبَّكَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۱۹﴾ ع ١٥/٩ ٢١

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بیشک تمہارا رب ان کے لیے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر اس کے بعد توبہ کریں اور سنور جائیں بیشک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر بیشک تمہارا رب ان لوگوں کیلئے (غفور رحیم ہے) جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر اس کے بعد توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں بیشک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ: پھر بیشک تمہارا رب۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اسلام میں داخل ہونے اور گناہگاروں کو گناہ چھوڑنے اور ان سے توبہ کرنے کی ترغیب دی ہے اور اس آیت سے مقصود اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت و مغفرت کی وسعت کا بیان ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ نادانی سے کفر ومعصیت کا اِرتکاب کر بیٹھیں، پھر ان سے توبہ کرلیں اور آئندہ اپنی توبہ پر قائم رہ کر اپنے اعمال درست کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتے ہوئے ان کی توبہ قبول فرمالے گا۔[2]

اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیۡفًا ؕ وَلَمۡ یَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ﴿۱۲۰﴾

[1] ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۱۱۸، ۳/۱۴۹.

[2] ......صاوی، النحل، تحت الآیة: ۱۱۹، ۳/۱۰۹۹، خازن، النحل، تحت الآیة: ۱۱۹، ۳/۱۴۹، ملتقطاً.

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ(۱۲۱) وَ اٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ(۱۲۲) ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ابراہیم ایک امام تھا اللہ کا فرمانبردار اور سب سے جدا اور مشرک نہ تھا۔ اس کے احسانوں پر شکر کرنے والا اللہ نے اسے چن لیا اور اسے سیدھی راہ دکھائی۔ اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بیشک وہ آخرت میں شایانِ قرب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ابراہیم تمام اچھی خصلتوں کے مالک، ایک پیشوا، اللہ کے فرمانبردار اور ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرک نہ تھے۔ اس کے احسانات پر شکر کرنے والے، اللہ نے اسے چن لیا اور اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔ اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بیشک وہ آخرت میں قرب والے بندوں میں سے ہوگا۔

﴿اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ: بیشک ابراہیم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے 9 اَوصافِ حمیدہ بیان فرمائے ہیں۔ (1) حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تمام اچھی خصلتوں اور پسندیدہ اَخلاق کے مالک تھے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے۔ (3) دینِ اسلام پر قائم تھے۔ (4) مشرک نہ تھے۔ کفارِ قریش اپنے آپ کو دینِ ابراہیمی پر خیال کرتے تھے، اس میں ان کفار کے اس نظریے کا رد ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ کے احسانات پر شکر کرنے والے تھے۔ (6) اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نبوت و خُلَّت کے لئے منتخب فرما لیا تھا۔ (7) انہیں سیدھے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف ہدایت دی تھی۔ (8) دنیا میں بھی انہیں بھلائی دی گئی۔ اس سے مراد رسالت، اَموال، اولاد، اچھی تعریف اور قبولیتِ عامہ ہے کہ تمام اَدیان والے مسلمان، یہودی، عیسائی اور عرب کے مشرکین سب اُن کی عظمت بیان کرتے اور اُن سے محبت رکھتے ہیں۔ (9) آخرت میں قرب والے بندوں میں سے ہوں گے۔ [1]

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ١٢٠-١٢٢، ص٦١٣، خازن، النحل، تحت الآية: ١٢٠-١٢٢، ٣/١٤٩-١٥٠، ملتقطاً.

ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًاؕ-وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ(۱۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا اور مشرک نہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ (آپ بھی) دینِ ابراہیم کی پیروی کریں جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرک نہ تھے۔

﴿ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ: پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی۔﴾ اس آیت میں پیروی سے مراد عقائد اور اصولِ دین میں مُوافقت کرنا ہے۔ سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس پیروی کا جو حکم دیا گیا، اس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت ومنزلت اور رفعتِ درجات کا اظہار ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دینِ ابراہیمی کی موافقت فرمانا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے اُن کے تمام فضائل وکمالات میں سب سے اعلیٰ فضل وشرف ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ یعنی اوّلین وآخرین میں سب سے زیادہ مکرّم ہیں [1] جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے۔ [2] اور تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ساری مخلوق سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مرتبہ افضل واعلیٰ ہے۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِؕ-وَ اِنَّ رَبَّكَ لَیَحْكُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ(۱۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: ہفتہ تو انہیں پر رکھا گیا تھا جو اس میں مختلف ہوگئے اور بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان میں فیصلہ کردے گا جس بات میں اختلاف کرتے تھے۔

[1] ......صاوی، النحل، تحت الآیة: ۱۲۳، ۳/۱۱۰۰، مدارك، النحل، تحت الآیة: ۱۲۳، ص۶۱۳، روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۱۲۳، ۵/۹۴، ملتقطاً.

[2] ......ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبیّ صلی اللہ علیه وسلم، ۵/۳۵۴، الحدیث: ۳۶۳۶.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہفتہ صرف انہی لوگوں پر مقرر کیا گیا تھا جنہوں نے اس دن کے بارے میں اختلاف کیا اور بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں اختلاف کرتے تھے۔

﴿ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ : ہفتہ صرف انہی لوگوں پر مقرر کیا گیا تھا۔﴾ یہودیوں نے دعویٰ کیا تھا کہ ہفتے کے دن کی تعظیم کرنا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت ہے اور وہ (اس دن کی تعظیم کر کے) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی کر رہے ہیں جبکہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی کا حکم تو دیتے ہیں لیکن جمعہ کے دن کی تعظیم کر کے ان کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت میں ہفتے کے دن کی تعظیم ہے ہی نہیں جس کی پیروی کا تم دعویٰ کر رہے ہو بلکہ ان کی شریعت میں جمعہ کے دن کی تعظیم تھی اور اسی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کے لئے جمعہ کا دن منتخب فرمایا کیونکہ یہ نعمت پوری ہونے کا دن ہے اور جنت میں بھی اسی دن نعمتیں زیادہ عطا کی جائیں گی۔ ہفتے کے دن کی تعظیم تو ان لوگوں پر فرض کی گئی تھی جنہوں نے اس کے بارے میں اپنے نبی سے اس وقت اختلاف کیا تھا جب انہوں نے لوگوں سے کہا کہ وہ جمعے کے دن کی تعظیم کریں اور اس دن کام کاج چھوڑ کر اپنے آپ کو اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے فارغ کر لیں تو لوگوں نے ان سے اختلاف کیا اور اس کام کے لئے ہفتے کے دن کا انتخاب کیا۔ اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں اس کی اجازت دے دی، پھر اس دن عبادت کرنے میں ان پر سختی کی گئی اور ہفتے کے دن ان پر شکار کرنا حرام کر دیا گیا۔ ایک عرصے کے بعد انہوں نے ہفتے کے دن شکار کرنا شروع کر دیا اور بالآخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں مسخ کر دیئے گئے۔ (1)

نوٹ: ہفتے کے دن شکار کرنے والوں کے مسخ ہونے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ سورۂ اَعراف کی آیت نمبر **163** میں بیان ہو چکا ہے۔

﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ : اور بیشک تمہارا رب۔﴾ یعنی یہودی ہفتے کے بارے میں جو اختلاف کرتے تھے اللّٰہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان اس طرح فیصلہ فرما دے گا کہ اطاعت کرنے والوں کو ثواب عطا کرے گا اور نافرمانوں کو عذاب میں

---

(1) ......صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ١٢٤، ٣/١١٠١، خازن، النحل، تحت الآیۃ: ١٢٤، ٣/١٥١، مدارك، النحل، تحت الآیۃ: ١٢٤، ص٦١٣، ملتقطاً.

مبتلا کردے گا۔[1]

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو سب سے اچھا ہو، بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے گمراہ ہوا اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ: اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تین طریقوں سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم فرمایا۔ **(1) حکمت کے ساتھ۔** اس سے وہ مضبوط دلیل مراد ہے جو حق کو واضح اور شُبہات کو زائل کردے۔ **(2) اچھی نصیحت کے ساتھ۔** اس سے مراد ترغیب و ترہیب ہے یعنی کسی کام کو کرنے کی ترغیب دینا اور کوئی کام کرنے سے ڈرانا۔ **(3) سب سے اچھے طریقے سے بحث کرنے کے ساتھ۔** اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی آیات اور دلائل سے بلائیں۔[2] اس سے معلوم ہوا کہ دعوتِ حق اور دین کی حقانیت کو ظاہر کرنے کے لئے مناظرہ جائز ہے۔

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ١٢٤، ٣/١٥١.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ١٢٥، ٣/١٥١، ملخصاً.

اَمر بالمعروف کے آداب اور چند مسائل

اس آیت کی مناسبت سے یہاں امر بالمعروف کے آداب اور اس سے متعلق 6 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں

(1)......امر بالمعروف یہ ہے کہ کسی کو اچھی بات کا حکم دینا مثلاً کسی سے نماز پڑھنے کو کہنا۔ اور نَہی عَنِ الْمُنْکَر کا مطلب یہ ہے کہ بری باتوں سے منع کرنا۔

(2)......کسی کو گناہ کرتے دیکھے تو نہایت مَتانت اور نرمی کے ساتھ اسے منع کرے اور اسے اچھی طرح سمجھائے پھر اگر اس طریقہ سے کام نہ چلا اور وہ شخص باز نہ آیا تو اب سختی سے پیش آئے، اس کو سخت الفاظ کہے، مگر گالی نہ دے، نہ فحش لفظ زبان سے نکالے اور اس سے بھی کام نہ چلے تو جو شخص ہاتھ سے کچھ کرسکتا ہے کرے۔ لیکن اس صورت میں فتنے اور قانونی پہلو کو سامنے رکھے یعنی نہ خلافِ قانون کرے اور نہ ایسا طریقہ اختیار کرے سے جس فتنہ ہو۔

(3)......امر بالمعروف کے لیے پانچ چیزوں کی ضرورت ہے۔ (۱) علم۔ کیونکہ جسے علم نہ ہو وہ اس کام کو اچھی طرح انجام نہیں دے سکتا۔ (۲) اس سے مقصود رضائے الٰہی اور دینِ اسلام کی سربلندی ہو۔ (۳) جس کو حکم دیتا ہے اس کے ساتھ شفقت و مہربانی کرے اور نرمی کے ساتھ کہے۔ (۴) حکم کرنے والا صابر اور بُردبار ہو۔ (۵) حکم کرنے والا خود اس بات پر عامل ہو، ورنہ قرآن کے اس حکم کا مِصداق بن جائے گا، کیوں کہتے ہو وہ جس کو تم خود نہیں کرتے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک ناخوشی کی بات ہے یہ کہ ایسی بات کہو، جس کو خود نہ کرو۔ اور یہ بھی قرآنِ مجید میں فرمایا کہ ’’کیا لوگوں کو تم اچھی بات کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے کو بھولے ہوئے ہو۔

(4)......امر بالمعروف کی کئی صورتیں ہیں۔ اگر غالب گمان یہ ہے کہ یہ ان سے کہے گا تو وہ اس کی بات مان لیں گے اور بری بات سے باز آجائیں گے، تو بری بات سے منع کرنا واجب ہے، اس کو باز رہنا جائز نہیں اور اگر گمان غالب یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی تہمت باندھیں گے اور گالیاں دیں گے تو ترک کرنا افضل ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ وہ اسے ماریں گے اور یہ صبر نہ کرسکے گا یا اس کی وجہ سے فتنہ وفساد پیدا ہوگا، آپس میں لڑائی ٹھن جائے گی جب بھی چھوڑنا افضل ہے اور اگر معلوم ہو کہ وہ اگر اسے ماریں گے تو صبر کرلے گا تو ان لوگوں کو برے کام سے منع کرے اور یہ شخص مجاہد ہے اور اگر معلوم ہے کہ وہ مانیں گے نہیں مگر نہ ماریں گے اور نہ گالیاں دیں گے تو اسے اختیار ہے اور افضل یہ ہے کہ بری بات سے منع کرے۔

(5)......عام شخص کسی قاضی (یعنی شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والے جج)، مفتی یا مشہور و معروف عالم کو امر بالمعروف نہ کرے کہ یہ بے ادبی ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ لوگ کسی خاص مصلحت کی وجہ سے ایک فعل کرتے ہیں، جس تک عوام کی نظر نہیں پہنچتی اور یہ شخص سمجھتا ہے، کہ جیسے ہم نے کیا انھوں نے بھی کیا، حالانکہ دونوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔ یہ حکم ان علما کے بارے میں ہے، جو احکامِ شرع کے پابند ہیں اور اتفاقاً کبھی ایسی چیز ظاہر ہوئی جو عوام کی نظر میں بری معلوم ہوتی ہے۔ وہ لوگ مراد نہیں جو حلال و حرام کی پروا نہیں کرتے اور نامِ علم کو بدنام کرتے ہیں۔

(6)......جس نے کسی کو برا کام کرتے دیکھا اور خود یہ بھی اس برے کام کو کرتا ہے تو اس برے کام سے منع کر دے کیونکہ اس کے ذمہ دو چیزیں واجب ہیں برے کام کو چھوڑنا اور دوسرے کو برے کام سے منع کرنا اگر ایک واجب کا تارک ہے تو دوسرے کا کیوں تارک بنے۔

نوٹ: مزید معلومات کے لئے بہارِ شریعت جلد 3 حصہ 16 سے ''امر بالمعروف'' کا بیان مطالعہ فرمائیں۔[1]

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ: بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی ذمہ داری صرف لوگوں تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پیغام پہنچانا اور ان تین طریقوں سے دینِ اسلام کی دعوت دینا ہے۔ اللہ تعالٰی گمراہ ہونے والوں اور ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔[2]

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَ لَىٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم سزا دو تو ویسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی تھی اور اگر تم صبر کرو تو بیشک صبر والوں کو

---

1 ......''امر بالمعروف'' سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے امیر اہلسنّت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کی کتاب ''نیکی کی دعوت'' کا مطالعہ بھی بہت مفید ہے۔

2 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۱۲۵، ۳/۱۵۱-۱۵۲.

صبر سب سے اچھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم (کسی کو) سزا دینے لگو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو بیشک صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے۔

﴿ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ: اور اگر تم سزا دینے لگو۔﴾ یعنی اگر تم کسی کو سزا دینے لگو تو وہ سزا جرم کے حساب سے ہو، اُس سے زیادہ نہ ہو اور اگر تم صبر کرو اور انتقام نہ لو تو بیشک صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے۔ **شانِ نزول:** جنگِ اُحد میں کفار نے مسلمانوں کے شُہداء کے چہروں کو زخمی کر کے اُن کی شکلوں کو تبدیل کیا تھا، اُن کے پیٹ چاک کئے اور ان کے اعضاء کاٹے تھے، ان شہداء میں حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی تھے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جب انہیں دیکھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قسم کھائی کہ ایک حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بدلہ ستر کافروں سے لیا جائے گا اور ستر کا یہی حال کیا جائے گا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہ ارادہ ترک فرمایا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دیا۔ یاد رہے کہ مُثلہ یعنی ناک کان وغیرہ کاٹ کر کسی کی ہیئت کو تبدیل کرنا شریعت میں حرام ہے۔[1]

وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَ لَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

ع ۱۶ / ۹ / ۲۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان کا غم نہ کھاؤ اور ان کے فریبوں سے دل تنگ نہ ہو۔ بیشک اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں۔

[1] ……مدارك، النحل، تحت الآية: ١٢٦، ص٦١٤، جلالين، النحل، تحت الآية: ١٢٦، ص٢٢٨، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صبر کرو اور تمہارا صبر اللّٰہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان کا غم نہ کھاؤ اور ان کی سازشوں سے دل تنگ نہ ہو۔ بیشک اللّٰہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور وہ جو نیکیاں کرنے والے ہیں۔

﴿وَاصْبِرْ : اور صبر کرو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللّٰہ تعالٰی کے راستے میں کفار کی طرف سے آپ کو جو اَذِیّتیں پہنچیں ان پر صبر فرمائیں اور آپ کا صبر کرنا اللّٰہ تعالٰی ہی کی توفیق سے ہے اور آپ ان مشرکین کا غم نہ کھائیں جو آپ کو جھٹلاتے ہیں، قرآنِ پاک کا انکار کرتے اور آپ کی نصیحتوں سے اِعراض کرتے ہیں اور مشرکین آپ کی طرف جو جادوگر اور کاہن ہونے کی نسبت کرتے ہیں اور لوگوں کو دینِ اسلام سے دور کرنے کی جو سازشیں کرتے ہیں آپ اس سے دل تنگ نہ ہوں کیونکہ ہم آپ کے ناصر و مددگار ہیں۔[1]

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ: بیشک اللّٰہ ان لوگوں کے ساتھ ہے۔﴾ یعنی اے انسان! اگر تو چاہتا ہے کہ میری مدد، میرا فضل اور میری رحمت تیرے شاملِ حال ہو تو ان لوگوں میں سے ہو جا جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور نیکیاں کرنے والے ہیں۔[2]

حضرت ہرم بن حیان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی وصیت

سورۂ نحل کی آخری تین آیات انتہائی شاندار احکام پر مشتمل ہیں، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ ان آیتوں میں بیان کئے گئے احکام پر عمل کو اپنی زندگی کا خاص وظیفہ بنالے اور اپنے متعلقین کو بھی اس کی نصیحت کرتا رہے تاکہ وہ بھی ان پر عمل کی کوشش میں مصروف ہو جائیں، ہمارے بزرگانِ دین بھی اس کی وصیت فرمایا کرتے تھے، چنانچہ منقول ہے کہ حضرت ہرم بن حیان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان سے عرض کی گئی: آپ کوئی وصیت کر دیں۔ انہوں نے فرمایا: ''وصیت تو مال کے بارے ہوتی ہے اور میرے پاس کوئی مال نہیں البتہ میں تمہیں سورۂ نحل کی آخری آیتوں یعنی ''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ'' سے لے کر سورت کے آخر تک کی وصیت کرتا ہوں (کہ ان میں جو احکام بیان ہوئے ان پر مضبوطی سے عمل پیرا ہو جاؤ۔)[3]

---

1 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ۱۲۷، ۷/۶۶۶، جلالین، النحل، تحت الآیة: ۱۲۷، ص۲۲۸، ملتقطاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۱۲۸، ۳/۱۵۳.

3 ......روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۱۲۸، ۵/۱۰۱.

(سُبْحٰنَ الَّذِیٓ)

پارہ نمبر...... 15

سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْل

سورۂ بنی اسرائیل کا تعارف

مقام نزول

حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ یہ سورت ’’ **وَ اِنْ كَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَكَ** ‘‘ سے لے کر ’’ **نَصِیْرًا** ‘‘ تک آٹھ آیتوں کے علاوہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1] علامہ بیضاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے جزم کیا (یعنی یقین کے ساتھ لکھا) ہے کہ پوری سورت ہی مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[2]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **12** رکوع، **111** آیتیں، **533** کلمات اور **3460** حروف ہیں۔[3]

سورۂ بنی اسرائیل کے اَسماء اور ان کی وجہِ تَسمِیَہ

اس سورۂ مبارکہ کے چند نام ہیں:

(1)......**سورۂ اِسراء**۔ اسراء کا معنی ہے رات کو جانا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رات کے مختصر حصے میں مکۂ مکرمہ سے بیتُ المقدس جانے کا ذکر ہے اس مناسبت سے اسے ’’سورۂ اِسراء‘‘ کہتے ہیں۔

(2)......**سورۂ سبحان**۔ سبحان کا معنی ہے پاک ہونا، اور اس سورت کی ابتداء لفظِ ’’سبحان‘‘ سے کی گئی اس مناسبت سے اسے ’’سورۂ سبحان‘‘ کہتے ہیں۔

(3)......**بنی اسرائیل**۔ اسرائیل کا معنی ہے اللّٰہ تعالیٰ کا بندہ، یہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا لقب ہے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد کو ’’بنی اسرائیل‘‘ کہتے ہیں، اس سورت میں بنی اسرائیل کے عروج وزوال اور عزت وذلت

---

[1]......خازن، تفسیر سورۃ الاسراء، ۳/۱۵۳.

[2]......بیضاوی مع حاشیۃ الشھاب، سورۃ بنی اسرائیل، ۶/۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت.

[3]......خازن، تفسیر سورۃ الاسراء، ۳/۱۵۳.

کے وہ اَحوال بیان کئے گئے ہیں جو دیگر سورتوں میں بیان نہیں ہوئے ،اس مناسبت سے اس سورت کو''بنی اسرائیل'' کہتے ہیں اور یہی اس کا مشہور نام ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل کے فضائل

اس سورت کے فضائل پر مشتمل دو اَحادیث ملاحظہ فرمائیں:

(1)......حضرت **عبداللہ بن مسعود** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ کہف اور سورۂ مریم فصاحت و بلاغت میں انتہائی کمال کو پہنچی ہوئی ہیں اور ایک عرصہ ہوا کہ میں نے انہیں زبانی یاد کرلیا تھا۔ [1]

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں ''نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس وقت تک اپنے بستر پر نیند نہیں فرماتے تھے جب تک سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زُمر کی تلاوت نہ کرلیں۔ [2]

سورۂ بنی اسرائیل کے مَضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں دینِ اسلام کے عقائد جیسے توحید، رسالت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کے دن اعمال کی جزا اور سزا ملنے پر زور دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مشرکین کے کثیر شُبہات کا اِزالہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......اس کی پہلی آیت میں سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عظیم معجزے معراج کا ایک حصہ بیان کیا گیا ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رات کے مختصر حصے میں مکۂ مکرمہ سے بیتُ المقدس تشریف لے گئے اور یہ معجزہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی اور بارگاہِ الٰہی میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت و تکریم کی روشن ترین دلیل ہے۔

(2)......بنی اسرائیل کے مُفَصَّل حالات بیان کئے گئے۔

(3)......یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو نیک اعمال کرے اور سیدھی راہ پر آئے اس میں اس کا اپنا ہی بھلا ہے اور جو برے اعمال

---

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة بنی اسرائیل، ۳/۲۵۸، الحدیث: ۴۷۰۸.

2 ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، ۲۱-باب، ۴/۴۲۲، الحدیث: ۲۹۲۹.

کرے اور گمراہی کا راستہ اختیار کرے اس میں اس کا اپنا ہی نقصان ہے۔

(4)......یہ بیان کیا گیا ہے کہ عمل کی مقبولیت کے لئے تین چیزیں درکار ہیں (1) نیک نیت۔ (2) عمل کو اس کے حقوق کے ساتھ ادا کرنا۔ (3) ایمان۔

(5)......اجتماعی زندگی گزارنے کے بہترین اصول بیان کئے گئے ہیں جیسے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ان کے بارے میں دیگر اَحکام بیان کئے گئے۔ فضول خرچی کرنے سے منع کیا گیا اور میانہ رَوی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ تنگدستی کے خوف سے اولاد کو قتل کرنے، کسی کو ناحق قتل کرنے، زنا کرنے اور یتیم کا مال ناحق کھانے سے منع کیا گیا۔ ناپ تول میں کمی نہ کرنے اور زمین پر اِترا کر نہ چلنے کا حکم دیا گیا۔

(6)......قرآنِ پاک نازل کرنے کے مَقاصد بیان کئے گئے۔

(7)......حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرشتوں کا انہیں سجدہ کرنے والا واقعہ بیان کیا گیا۔

(8)......قرآنِ پاک کے بے مثل ہونے کو بیان کیا گیا۔

(9)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کے واقعے کا کچھ حصہ بیان کیا گیا۔

(10)......قرآنِ پاک کو تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کرنے کی حکمت بیان کی گئی۔

سورۂ نحل کے ساتھ مناسبت

سورۂ بنی اسرائیل کی اپنے سے ماقبل سورت ''نحل'' کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ نحل کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار و مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا اور سورۂ بنی اسرائیل کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و شان کو بیان فرمایا۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں میں انسان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات کو بیان کیا گیا ہے۔ **تیسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ نحل میں بیان کیا گیا کہ قرآن کسی بشر کا کلام نہیں بلکہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور سورۂ بنی اسرائیل میں قرآنِ پاک نازل کرنے کے مقاصد بیان کئے گئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصا تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بیشک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

﴿**سُبْحٰنَ: پاک ہے۔**﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ''**سُبْحَانَ اللّٰہ**'' کی تفسیر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہر بری چیز سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا۔''[1]

سُبْحَانَ اللّٰہ کے 3 فضائل

اس آیت کی ابتدا میں لفظ ''**سُبْحٰنَ**'' کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے ''**سُبْحَانَ اللّٰہ**'' کے 3 فضائل درج ذیل ہیں:

1 ......مستدرك، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل والتسبيح والذكر، تفسير سبحان الله، ۲/ ۱۷۷، الحديث: ۱۸۹۱.

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے ایک دن میں سو مرتبہ ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ '' پڑھا، تو اس کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کی مثل ہوں۔[1]

(2)......حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے ''سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ'' کہا تو اس کے لئے جنت میں ایک درخت اُگا دیا جاتا ہے۔[2]

(3)......حضرت ابو ذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کون سا کلام اللّٰہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ ارشاد فرمایا ''وہ کلام جسے اللّٰہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لئے پسند فرمایا ہے (اور وہ یہ ہے) ''سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِہٖ''۔[3]

اسمِ الٰہی کی تجلی کا اثر

یاد رہے کہ ہر اسمِ الٰہی کی تجلی عامل پر پڑتی ہے یعنی جو جس اسمِ الٰہی کا وظیفہ کرتا ہے اُس میں اُسی کا اثر پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے چنانچہ جو ''یَا سُبْحَانُ'' کا وظیفہ کرے تو اللّٰہ تعالیٰ اسے گناہوں سے پاک فرمائے گا۔ جو ''یَا غَنِیُّ'' کا وظیفہ پڑھے تو وہ خود غنی اور مالدار ہو جائے گا، اسی طرح جو یَا عَفُوُّ، یَا حَلِیْمُ کا وظیفہ کرے تو اس میں یہی صفات پیدا ہونا شروع ہو جائیں گی۔ اسی مناسبت سے یہاں ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو بکر بن زیّات رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے منقول ہے کہ ایک شخص حضرت معروف کرخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: حضور! آج صبح ہمارے ہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے اور میں سب سے پہلے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے پاس یہ خبر لے کر آیا ہوں تا کہ آپ کی برکت سے ہمارے گھر میں خیر نازل ہو۔ حضرت معروف کرخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ تمہیں اپنے حفظ و اَمان میں رکھے۔ یہاں بیٹھ جاؤ اور سو مرتبہ یہ الفاظ کہو ''مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ'' یعنی اللّٰہ تعالیٰ نے جو چاہا وہی ہوا۔ اس نے سو مرتبہ یہ الفاظ دہرا لئے تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ''دوبارہ یہی الفاظ کہو۔ اس نے سو مرتبہ پھر وہی الفاظ دہرائے۔ آپ نے فرمایا ''پھر وہی الفاظ دہراؤ۔ اس طرح پانچ مرتبہ اسے (وہ الفاظ دہرانے کا) حکم دیا۔ اتنے میں ایک وزیر کی والدہ کا

1......بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل التسبیح، ٤/٢١٩، الحدیث: ٦٤٠٥.

2......ترمذی، کتاب الدعوات، ٥٩-باب، ٥/٢٨٦، الحدیث: ٣٤٧٥.

3......مستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر والتہلیل...الخ، احبّ الکلام الی اللّٰہ سبحان ربّی وبحمدہ، ٢/١٧٦، الحدیث: ١٨٨٩.

خادم ایک خط اور تھیلی لے کر حاضر ہوا اور کہا: ''اے معروف کرخی! رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ، اُمِّ جعفر آپ کو سلام کہتی ہے، اس نے یہ تھیلی آپ کی خدمت میں بھجوائی ہے اور کہا ہے کہ آپ غُرباء و مساکین میں یہ رقم تقسیم فرما دیں۔ یہ سن کر آپ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے قاصد سے فرمایا ''رقم کی تھیلی اس شخص کو دے دو، اس کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے۔ قاصد نے کہا: یہ 500 درہم ہیں، کیا سب اسے دے دوں؟ آپ نے فرمایا ''ہاں! ساری رقم اسے دے دو، اس نے پانچ سو مرتبہ ''مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ'' کہا تھا۔ پھر اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''یہ پانچ سو درہم تمہیں مبارک ہوں، اگر اس سے زیادہ مرتبہ کہتے تو ہم بھی اتنی ہی مقدار مزید بڑھا دیتے۔ (جاؤ! یہ رقم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو)۔ [1]

﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ: پاک ہے وہ ذات۔﴾ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر کمزوری، عیب اور نقص سے خداوند قدوس کی عظیم ذات پاک ہے جس نے اپنے خاص بندے یعنی مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شبِ معراج رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی حالانکہ مسجدِ اقصیٰ مکۂ مکرمہ سے تیس دن سے زیادہ کی مسافت پر ہے، وہ مسجدِ اقصیٰ جس کے اردگرد ہم نے دینی و دُنْیَوی برکتیں رکھی ہیں اور سیر کرانے کی حکمت یہ تھی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنی عظمت اور قدرت کی عظیم نشانیاں دکھانا چاہتا تھا۔ روایت ہے کہ جب سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شبِ معراج درجاتِ عالیہ اور مَراتبِ رفیعہ پر فائز ہوئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خطاب فرمایا، اے محمد! (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) یہ فضیلت و شرف میں نے تمہیں کیوں عطا فرمایا؟ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عرض کی: اس لئے کہ تو نے مجھے عَبدِیَّت کے ساتھ اپنی طرف منسوب فرمایا۔ اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔ [2]

﴿اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ: اپنے بندے کو سیر کرائی۔﴾ آیت کے اس حصے میں نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معراج شریف کا تذکرہ ہے۔ معراج شریف نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ایک جلیل معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اس سے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وہ کمالِ قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوقِ الٰہی میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا کسی کو مُیَسَّر نہیں۔

---

1 ......عيون الحكايات، الحكاية التاسعة بعد الثلاث مائة، ص٢٧٧.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ١، ٣/١٥٣-١٥٤، ملخصاً.

معراج شریف سے متعلق 3 باتیں

یہاں معراج شریف سے متعلق تین باتیں قابلِ ذکر ہیں:

(1)......نبوت کے بارہویں سال سیّدالمرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ معراج سے نوازے گئے، البتہ مہینے کے بارے میں اختلاف ہے مگر زیادہ مشہور یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو معراج ہوئی۔

(2)......مکۂ مکرمہ سے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بیتُ المقدس تک رات کے چھوٹے سے حصہ میں تشریف لے جانا نصِ قرآنی سے ثابت ہے، اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور مَنازلِ قرب میں پہنچنا اَحادیثِ صحیحہ مُعتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حدِتَواتُر کے قریب پہنچ گئی ہیں، اس کا منکر گمراہ ہے۔

(3)......معراج شریف بحالتِ بیداری جسم و روح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی، یہی جمہور اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحابِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کثیر جماعتیں اور حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جلیل القدر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اسی کے معتقد ہیں، آیات و اَحادیث سے بھی یہی سمجھ آتا ہے اور جہاں تک بیچارے فلسفیوں کا تعلق ہے جو علّت و مَعلول کے چکر میں پھنس کر عجیب وغریب شکوک و شُبہات کا شکار ہیں تو ان کے فاسد اَوہام مَحض باطل ہیں، قدرتِ الٰہی کے معتقد کے سامنے وہ تمام شبہات محض بے حقیقت ہیں۔ (1)

سفرِ معراج کا خلاصہ

معراج شریف کے بارے میں سینکڑوں اَحادیث ہیں جن کا ایک مختصر خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ معراج کی رات حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوئے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معراج کی خوشخبری سنائی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقدس سینہ کھول کر اسے آبِ زمزم سے دھویا، پھر اسے حکمت و ایمان سے بھر دیا۔ اس کے بعد تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں براق پیش کی اور انتہائی اِکرام اور احترام کے ساتھ اس پر سوار کر کے مسجدِ اقصٰی کی طرف لے گئے۔ بیتُ المقدس میں سیّدالمرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تمام اَنبیاء و مُرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی امامت فرمائی۔ پھر وہاں سے آسمانوں کی سیر کی طرف

1 ......تفسیرات احمدیه، بنی اسرائیل، تحت الآیة: ۱، ص۵۰۵، روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۱، ۵/۱۰۴، **خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۱، ص۵۲۵، ملتقطاً۔**

متوجہ ہوئے۔ حضرت جبریل امین عَلَیْهِ السَّلَام نے باری باری تمام آسمانوں کے دروازے کھلوائے ، پہلے آسمان پر حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ، دوسرے آسمان پر حضرت یحیٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی زیارت وملاقات سے مشرف ہوئے ، انہوں نے حضور انور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی عزت وتکریم کی اور تشریف آوری کی مبارک بادیں دیں ، حتّٰی کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرماتے اور وہاں کے عجائبات دیکھتے ہوئے تمام مُقَرَّبین کی آخری منزل سِدرۃُ الْمُنتہیٰ تک پہنچے ۔ اس جگہ سے آگے بڑھنے کی چونکہ کسی مقرب فرشتے کو بھی مجال نہیں ہے اس لئے حضرت جبریل امین عَلَیْهِ السَّلَام آگے ساتھ جانے سے معذرت کر کے وہیں رہ گئے ، پھر مقامِ قربِ خاص میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ترقیاں فرمائیں اور اس قربِ اعلیٰ میں پہنچے کہ جس کے تَصَوُّر تک مخلوق کے اَفکار وخیالات بھی پرواز سے عاجز ہیں ۔ وہاں رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر خاص رحمت وکرم ہوا اور آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ انعاماتِ الٰہیہ اور مخصوص نعمتوں سے سرفراز فرمائے گئے ، زمین وآسمان کی بادشاہت اور ان سے افضل وبرتر علوم پائے ۔ اُمت کے لئے نمازیں فرض ہوئیں ، نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے بعض گناہگاروں کی شفاعت فرمائی ، جنت ودوزخ کی سیر کی اور پھر دنیا میں اپنی جگہ واپس تشریف لے آئے ۔ جب سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اس واقعے کی خبریں دیں تو کفار نے اس پر بہت واویلا کیا اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے بیتُ المقدس کی عمارت کا حال اور ملکِ شام جانے والے قافلوں کی کیفیّتیں دریافت کرنے لگ گئے ۔ حضور انور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے انہیں سب کچھ بتادیا اور قافلوں کے جو اَحوال سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے بتائے تھے ، قافلوں کے آنے پر اُن سب کی تصدیق ہوئی ۔

معراجِ حبیب اور معراجِ کلیم میں فرق

اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو جو معراج عطا فرمائی اور اپنے کلیم حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو جو معراج عطا فرمائی ، یہاں ان میں فرق ملاحظہ ہو ، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں :

کلیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی معراج درختِ دنیا پر ہوئی (چنانچہ ارشاد فرمایا)

نُوۡدِیَ مِنۡ شَاطِیَٔ الۡوَادِ الۡاَیۡمَنِ فِی الۡبُقۡعَۃِ الۡمُبٰرَکَۃِ مِنَ الشَّجَرَۃِ [1]

برکت والی جگہ میں میدان کے دائیں کنارے سے ایک درخت سے انہیں ندا کی گئی۔(ت)

حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی معراج سِدرۃُ المنتہٰی وفردوسِ اعلیٰ تک بیان فرمائی (چنانچہ ارشاد فرمایا)

عِنۡدَ سِدۡرَۃِ الۡمُنۡتَہٰی ﴿۱۴﴾ عِنۡدَہَا جَنَّۃُ الۡمَاۡوٰی [2]

سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔(ت) [3]

مزید فرماتے ہیں: کلیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیۡم پر حجابِ نار سے تجلی ہوئی (چنانچہ ارشاد فرمایا)

فَلَمَّا جَآءَہَا نُوۡدِیَ اَنۡۢ بُوۡرِکَ مَنۡ فِی النَّارِ وَ مَنۡ حَوۡلَہَا [4]

پھر موسیٰ آگ کے پاس آئے تو (انہیں) ندا کی گئی کہ اُس (موسیٰ) کو جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے اور جو اس (آگ) کے آس پاس (فرشتے) ہیں انہیں برکت دی گئی۔(ت)

حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر جلوۂ نور سے تجلی ہوئی اور وہ بھی غایت تفخیم و تعظیم کیلئے بالفاظِ ابہام بیان فرمائی گئی (کہ)

اِذۡ یَغۡشَی السِّدۡرَۃَ مَا یَغۡشٰی [5]

جب چھا گیا سدرہ پر جو کچھ چھایا۔[6]

(اللہ تعالیٰ نے) کلیمُ اللّٰہ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیۡم سے طور پر کلام کیا اور اسے سب پر ظاہر فرما دیا (چنانچہ ارشاد فرمایا)

وَ اَنَا اخۡتَرۡتُکَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا یُوۡحٰی ﴿۱۳﴾ اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ [7] الی اخر الایات. (آیات کے آخر تک)

اور میں نے تجھے پسند کیا تو اب اسے غور سے سن جو وحی کی جاتی ہے۔ بیشک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔(ت)

حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے فوق السّمٰوٰت مُکالمہ فرمایا اور سب سے چھپایا (چنانچہ ارشاد فرمایا)

---

1 ......قصص: ۳۰.

2 ......النجم: ۱۴، ۱۵.

3 ......فتاوی رضویہ، ۳۰/۱۸۲۔

4 ......نمل: ۸.

5 ......نجم: ۱۶.

6 ......فتاوی رضویہ، ۳۰/۱۸۲-۱۸۳۔

7 ......طٰہٰ: ۱۳، ۱۴.

فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی [1] پھراس نے اپنے بندے کووحی فرمائی جواس نے وحی فرمائی۔(ت) [2]

﴾اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا: مسجدِ اقصیٰ تک۔﴿ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرانے میں ایک **حکمت** یہ ہے کہ تمام اَنبیاء و مُرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا شرف اور فضیلت ظاہر ہوجائے کیونکہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کی جگہ میں انہیں امام بن کر نماز پڑھائی اور جسے گھر والوں پر مُقدّم کیا جائے اس کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ سلطان ہوتا ہے کیونکہ سلطان کو اپنے علاوہ لوگوں پر مُطْلَقاً تَقدُّم حاصل ہے۔ **دوسری حکمت** یہ ہے کہ حشر کے دن مخلوق اسی سرزمین میں جمع ہوگی اس لئے یہ جگہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قدموں کی برکات سے نہال ہوجائے تا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت پر محشر میں وُقوف آسان ہو۔ [3]

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ پہلی حکمت کے حوالے سے کیا خوب فرماتے ہیں:

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سِر عیاں ہوں معنیٔ اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

﴾اَلَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ: جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔﴿ آیت کے اس حصے میں اللّٰہ تعالیٰ نے مسجدِ اقصیٰ کی شان بیان فرمائی کہ اس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں دینی بھی اور دنیوی بھی۔ دینی برکتیں یہ کہ وہ سرزمینِ پاک وحی کے اترنے کی جگہ اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عبادت گاہ اور ان کی قیام گاہ بنی اور ان کی عبادت کا قبلہ تھی۔ دنیوی برکتیں یہ کہ وہاں قرب وجوار میں نہروں اور درختوں کی کثرت تھی جس سے وہ زمین سرسبز وشاداب ہے اور میووں اور پھلوں کی کثرت سے بہترین عیش وراحت کا مقام ہے۔ [4]

﴾لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا: تا کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔﴿ آیت کے اس حصے میں معراج شریف کی ایک حکمت بیان کی گئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو رات کے کچھ حصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی تا کہ ہم انہیں اپنی قدرت کے عجائبات دکھائیں۔ علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی

---

1 ......النجم: ۱۰.

2 ......فتاوی رضویہ، ۳۰/۱۷۹-۱۸۰۔

3 ......صاوی، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱، ۳/۱۱۰۶.

4 ......مدارك، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱، ص۶۱۵، خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱، ۳/۱۵۴، **خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۱، ص۵۲۵، ملتقطاً۔**

عَلَیْہ فرماتے ہیں: بے شک اس رات نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا، انہیں نماز پڑھائی اور بڑی عظیم نشانیاں دیکھیں۔مزید فرماتے ہیں: اس آیت میں ''مِنْ اٰیٰتِنَا'' کے الفاظ ہیں، جن کا مطلب یہ ہے کہ کچھ نشانیاں دکھائیں جبکہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے ہیں۔ (1) اس آیت کے ظاہر سے ایسا لگتا ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر فضیلت حاصل ہے، حالانکہ ایسا نہیں اور نہ ہی کوئی ان کی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اِس اعتبار سے فضیلت کا قائل ہے کیونکہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت بھی اللّٰہ تعالیٰ کی (تمام نہیں بلکہ) بعض ہی نشانیاں ہیں جبکہ اللّٰہ تعالیٰ کی (دوسری) نشانیاں اِس (آسمان وزمین کی بادشاہت) سے کہیں زیادہ اور بڑھ کر ہیں اور (اسی اعتبار سے ہم کہتے ہیں کہ) اللّٰہ تعالیٰ نے معراج کی رات اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جونشانیاں وعجائبات دکھائے وہ زمین وآسمان کی بادشاہت سے بڑھ کر ہیں، اس بیان سے ظاہر ہوگیا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فضیلت حاصل ہے(2)۔(3)

وَ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا ؕ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کیا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہراؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنادیا کہ میرے سوا کسی

1 ......انعام:۷۵.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱، ۳/۱۵۴ ملخصاً.

3 ......معراج شریف سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''فیضان معراج'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

کو کارساز نہ بناؤ۔

﴿ وَ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ : اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی۔ ﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس اکرام کا ذکر فرمایا جو اس نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر فرمایا اور اس آیت میں وہ اپنے اس اکرام کا ذکر فرما رہا ہے جو اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کتاب تورات عطا فرمائی اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنا دیا کہ وہ اس کتاب کے ذریعے انہیں جہالت اور کفر کے اندھیروں سے علم اور دین کے نور کی طرف نکالتے ہیں تاکہ اے بنی اسرائیل! تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ بناؤ۔[1]

ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ③

ترجمۂ کنزالایمان: اے ان کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا ہے بیشک وہ بڑا شکرگزار بندہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا، وہ یقیناً بہت شکر گزار بندہ تھا۔

﴿ ذُرِّیَّةَ مَنْ : اے ان لوگوں کی اولاد۔ ﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ان لوگوں کی اولاد! جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا اور طوفانِ نوح سے محفوظ فرمایا، تم بھی تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار اور شکر گزار بندے بن جاؤ جیسے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے کہ وہ ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنے والے تھے۔[2]

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شکر گزاری

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بطورِ خاص شکر گزار بندہ فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب کوئی چیز کھاتے، پیتے یا لباس پہنتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور اس کا شکر بجالاتے تھے۔[3]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شکر گزاری

سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ اقدس میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ وصف انتہائی

1 ……تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیۃ: ۲، ۷/۲۹۷۔
2 ……جلالین مع صاوی، الاسراء، تحت الآیۃ: ۳، ۳/۱۱۱۳۔
3 ……خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۳، ۳/۱۶۱۔

اعلیٰ طریقے سے پایا جاتا تھا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ شکر گزار بندے تھے، چنانچہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب کھانا تناوُل فرماتے اور پانی پیتے، جب بیتُ الخلا سے باہر تشریف لاتے، جب نیا لباس زیبِ تن فرماتے، جب آئینہ دیکھتے، جب بستر پر تشریف لاتے، جب نیند سے بیدار ہوتے، جب سواری پر سوار ہوتے، جب کوئی مسلمان ہوتا، جب کوئی خوشی کی خبر ملتی، جب کوئی پسندیدہ چیز دیکھتے اور جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھتے تو خود کو عافیت ملنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتے اور اس کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نماز میں اس قدر قیام فرماتے کہ آپ کے مبارک پاؤں سوج جاتے۔ (ایک دن) حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ایسا کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیئے ہیں! حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”اے عائشہ! (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا)، ”اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا“ کیا میں (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا) شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (1)

حضرت عروہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہ دعا مانگا کرتے تھے ”اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ“ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی عبادت اچھی طرح کرنے پر میری مدد فرما (2)۔ (3)

وَ قَضَیْنَاۤ اِلٰی بَنِیۡۤ اِسْرَآءِیۡلَ فِی الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیۡنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِیۡرًا ④

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں وحی بھیجی کہ ضرور تم زمین میں دو بار فساد مچاؤ گے اور ضرور بڑا غرور کرو گے۔

1 ......مسلم، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب اكثار الاعمال والاجتهاد فى العبادة، ص١٥١٥، الحديث: ٨١(٢٨٢٠).

2 ......مصنف ابن ابى شيبه، كتاب الدعاء، امر النبى صلى الله عليه وسلم عمر بن الخطاب ان يدعوا به، ١٣٤/٧، الحديث: ٢.

3 ......شکر کرنے کی ترغیب پانے کے لئے کتاب ”شکر کے فضائل“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے بنی اسرائیل کی طرف کتاب میں وحی بھیجی کہ ضرور تم زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور تم ضرور بڑا تکبر کرو گے۔

﴿فِی الْكِتٰبِ: کتاب میں۔﴾ اس آیت میں بنی اسرائیل کے بارے میں بیان کیا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں تورات میں یہ غیب کی خبر دی تھی کہ تم زمین میں یعنی سرزمینِ شام میں دو مرتبہ فساد کرو گے۔ یہ غیب کی خبر پوری ہوئی اور جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا تھا ویسے ہی وقوع میں آیا کہ بنی اسرائیل نے فساد کیا، ظلم و بغاوت پر اترے اور اس کا انجام دیکھنے کے بعد پھر سنبھلے لیکن پھر دوبارہ فساد میں مبتلا ہو گئے اور ہر مرتبہ فساد کے نتیجے میں ذلیل و رسوا ہوئے۔

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِؕ وَ كَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ان میں پہلی بار کا وعدہ آیا ہم نے تم پر اپنے کچھ بندے بھیجے سخت لڑائی والے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کو گھسے اور یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب ان دو مرتبہ میں سے پہلی بار کا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے بندے بھیجے جو سخت لڑائی والے تھے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کیلئے گھس گئے اور یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا۔

﴿وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا: ان دو مرتبہ میں سے پہلی بار کا وعدہ۔﴾ اس آیت میں گزشتہ آیت کی تفصیل بیان کی جارہی ہے کہ جب دو مرتبہ کے فساد میں سے پہلی مرتبہ کے فساد کا وقت آیا تو فساد کی صورت یہ بنی کہ انہوں نے توریت کے احکام کی مخالفت کی اور گناہ کے کاموں میں پڑ گئے اور حرام چیزوں کے مُرتکب ہونے لگے حتّٰی کہ انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت شعیاء عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ایک قول کے مطابق حضرت ارمیاء عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کیا اور جب بنی اسرائیل نے یہ فساد کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر بہت زور و قوت والے لشکروں کو مُسلّط کر دیا تاکہ وہ انہیں لوٹیں اور انہیں قتل کریں، قید کریں (اور ذلیل و رسوا

کریں۔) چنانچہ ان مسلط کئے جانے والے لشکروں نے بنی اسرائیل کے علماء کو قتل کیا، توریت کو جلایا، مسجد اقصیٰ کو ویران کیا اور ستر ہزار افراد کو گرفتار کیا۔ [1] یہ مسلط کئے جانے والے لشکر کون سے تھے، اس بارے میں مختلف اَقوال ہیں البتہ ان میں سے جس نے بنی اسرائیل کو بدترین طریقے سے ہزیمت سے دوچار کیا وہ بخت نصر تھا جس نے انہیں تہس نہس کرکے چھوڑا اور یوں وعدہِ الٰہی پورا ہوا۔

بدعملی کا دُنیوی انجام

اس سے معلوم ہوا کہ بدعملی کی وجہ سے ظالم بادشاہ مسلط کر دیئے جاتے ہیں، کیونکہ ظالم بادشاہ بھی عذابِ الٰہی ہوتا ہے۔ نیز بدعملی کے مزید دنیوی نقصانات ملاحظہ ہوں چنانچہ حضرت **عبداللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہماری طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا ''اے مہاجرین! جب تم پانچ کاموں میں مبتلا کر دیئے جاؤ (تو تمہارا کیا حال ہوگا) اور میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان کاموں میں مبتلا ہو جاؤ، **(1)** جب کسی قوم میں بے حیائی کے کام اِعلانیہ ہونے لگ جائیں تو ان میں طاعون اور وہ بیماریاں عام ہو جاتی ہیں جو پہلے کبھی ظاہر نہ ہوئی تھیں۔ **(2)** جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو ان پر قحط اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں اور بادشاہ ان پر ظلم کرتے ہیں۔ **(3)** جب لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی چھوڑ دیتے ہیں تو اللّٰہ تعالیٰ بارش کو روک دیتا ہے، اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا۔ **(4)** جب لوگ اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں تو اللّٰہ تعالیٰ ان پر دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے اور وہ ان کا مال وغیرہ سب کچھ چھین لیتے ہیں۔ **(5)** جب مسلمان حکمران اللّٰہ تعالیٰ کے قانون کو چھوڑ کر دوسرا قانون نافذ کرتے ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ کے احکام میں سے کچھ پر عمل کرتے اور کچھ کو چھوڑ دیتے ہیں تو اللّٰہ تعالیٰ ان کے درمیان اختلاف پیدا فرما دیتا ہے۔ [2]

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ

---

1 ......بیضاوی، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ٤-٥، ٣/٤٣٢، خازن، الاسراء، تحت الایۃ: ٥، ٣/١٦٢، مدارك، الاسراء، تحت الآیۃ: ٥، ص٦١٦، جلالین، الاسراء، تحت الآیۃ: ٥، ص٢٣٠.

2 ......ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العقوبات، ٤/٣٦٧، الحدیث: ٤٠١٩.

اَكْثَرَ نَفِیْرًا ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے ان پر اُلٹ کرتمہارا حملہ کردیااور تم کو مالوں اور بیٹوں سے مدد دی اور تمہارا جتھا بڑھا دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے تمہارا غلبہ ان پر اُلٹ دیا اور مالوں اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد کی اور ہم نے تمہاری تعداد بھی زیادہ کردی۔

﴿ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَیْهِمْ: پھر ہم نے تمہارا غلبہ ان پر اُلٹ دیا۔﴾ اس آیت میں بنی اسرائیل کی بربادی کے بعد دوبارہ سنبھلنے کی داستان بیان کی جارہی ہے کہ گناہوں اور نافرمانیوں کے نتیجے میں تباہ و برباد ہونے کے بعد جب تم نے توبہ کی اور تکبر وفساد سے باز آئے تو ہم نے تمہیں دولت دی اور تمہیں اتنی قوت وطاقت عطا فرمائی کہ تم دوبارہ مقابلہ کرنے کے قابل ہوئے چنانچہ تمہیں اُن لوگوں پر غلبہ عطا کردیا گیا جو تم پر مسلط ہوچکے تھے۔ (1)

افرادی اور مالی قوت کی اہمیت

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ افرادی اور مالی قوت کی بھی بڑی اہمیت ہے اور طاقت کے میدان میں ان کا بڑا عمل دخل ہے اور اگر ان کا صحیح استعمال ہو تو یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم بھلائی کرو گے اپنا بھلا کرو گے اور برا کرو گے تو اپنا پھر جب دوسری بار کا وعدہ آیا کہ دشمن تمہارا

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٦، ٣/١٦٢، ملتقطاً.

منہ بگاڑ دیں اور مسجد میں داخل ہوں جیسے پہلی بار داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر قابو پائیں تباہ کر کے برباد کر دیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم بھلائی کرو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے تو تمہاری جانوں کیلئے ہی ہوگا۔ پھر جب دوسری بار کا وعدہ آیا تا کہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تا کہ مسجد میں داخل ہو جائیں جیسے پہلی بار داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے تباہ و برباد کر دیں۔

﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ: اگر تم بھلائی کرو گے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل کو غلبہ و طاقت اور اقتدار و اختیار عطا کیا گیا تو ساتھ ہی انہیں یہ بھی فرما دیا کہ اگر تم بھلائی کرو گے اور اس پر ثابت قدم رہو گے اور اسی بھلائی کے راستے پر چلتے رہو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے اور دوبارہ پرانی روِش اپناؤ گے اور فتنہ و فساد اور نافرمانی کی زندگی گزارنے لگو گے تو اس کا انجام تمہیں ہی بھگتنا پڑے گا چنانچہ وہی ہوا کہ اللہ تعالٰی کے فرمان کے مطابق جب دوسری بار بنی اسرائیل کے فساد کرنے کا وقت آیا اور انہوں نے دوبارہ وہی پرانی حرکتیں کرنا شروع کر دیں اور انہوں نے پھر فساد برپا کیا حتّٰی کہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قتل کے درپے ہوئے تو اللہ تعالٰی نے حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بچا لیا اور اپنی طرف اُٹھا لیا اور بنی اسرائیل نے حضرت زکریا اور حضرت یحیٰی عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کر دیا تو اللہ تعالٰی نے ان پر اہلِ فارس اور روم کو مسلط کیا تا کہ وہ انہیں قتل کریں، قید کریں اور اتنا پریشان کریں کہ رنج و پریشانی کے آثار ان کے چہروں سے ظاہر ہوں پھر ان مسلط ہونے والے لوگوں نے یہ بھی کیا کہ وہ بیتُ المقدس کی مسجد میں داخل ہوئے اور اسے ویران کر دیا اور بنی اسرائیل کے شہروں پر غلبہ پا کر انہیں تباہ و برباد کر دیا۔[1]

بنی اسرائیل کے دوہرے فساد اور ان کے انجام سے مسلمان نصیحت حاصل کریں

بنی اسرائیل کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم اپنی تاریخ کو دیکھیں تو پہلی نظر میں ہی مسلمانوں کے عروج و زوال کا سبب واضح ہو جائے گا کہ مسلمان جب تک قرآنِ مجید کے احکامات اور رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت پر عمل پیرا رہے تو دنیا بھر میں انہیں غلبہ، قوت اور اقتدار حاصل رہا اور انہیں لاثانی شان و شوکت حاصل رہی اور جب سے انہوں نے قرآن و حدیث کی پیروی میں سستی کرنا شروع کی اور حرام و ناجائز اَفعال میں مبتلا ہوئے تب

1 ……تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیۃ: ۷، ۷/۳۰۱، خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۷، ۳/۱۶۲، ملتقطاً۔

سے ان کی شوکت اور اقتدار زوال پذیر ہونا شروع ہوگیا اور ایک وقت ایسا بھی آیا جس میں اسلامی ملکوں اور شہروں کو تباہی و بربادی کے ایسے طوفان کا سامنا کرنا پڑا کہ لاکھوں افراد کی آبادی پر مشتمل شہروں میں کوئی زندہ انسان نظر نہ آتا تھا اور وحشی پرندے اور جانوران کی لاشوں پر گوشت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے گھوم رہے تھے۔ پھر جب مسلمان اپنی بے عملی چھوڑ کر عمل کی طرف مائل ہوئے اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کو انہوں نے حرزِ جاں بنایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر دنیا میں طاقت اور سلطنت عطا فرمادی اور مسلمان اپنی کھوئی ہوئی شان وشوکت بحال کرنے میں کافی حد تک کامیاب ہوئے، لیکن جب پھر مسلمانوں میں بدعملی کا رواج ہوا اور مسلمان شراب ورَباب کی مستی میں گم ہوگئے اور نفسانی لذات کے حصول کو اپنا مشغلہ بنالیا اور مال ودولت کی حرص وہَوس کا شکار ہو گئے تو اس کے بعد مسلمانوں کا جو حال ہوا ہے وہ صاحبِ نظر سے پوشیدہ نہیں، اگر اب بھی مسلمان نہ سنبھلے اور انہوں نے اپنی عملی حالت کو نہ سدھارا تو حالات اس سے بھی بدتر ہو جائیں گے۔

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْ ۚ وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا ﴿۸﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر شرارت کرو تو ہم پھر عذاب کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے اور اگر تم پھر دوبارہ (شرارت) کرو گے تو ہم دوبارہ (سزا) دیں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کیلئے قید خانہ بنادیا ہے۔

﴿اَنْ یَّرْحَمَكُمْ : کہ تم پر رحم فرمائے۔﴾ یعنی اے بنی اسرائیل! دوسری مرتبہ کے بعد بھی اگر تم دوبارہ توبہ کرلو اور گناہوں سے باز آجاؤ تو ہم تم پر پھر اپنا رحم وکرم کریں گے لیکن اگر تم نے تیسری مرتبہ پھر شرارت کی اور فتنہ وفساد کیا تو ہم پھر تمہیں اس کی سزا دیں گے چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے تیسری مرتبہ بھی وہی حرکات کیں اور زمانۂ مصطفوی صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کی تو اُن پر ذلت مسلط کر دی گئی۔[1] اور فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا لوگوں کی طرف سے کوئی سہارا مل گیا تو ان کی کچھ بچت ہو جائے گی ورنہ ان پر ذلت مسلط کر دی گئی ہے، چنانچہ ہمارے زمانے میں یہودیوں کو دیکھ لیں کہ انہیں مغربی ممالک کا سہارا حاصل ہے، اگر وہ ہٹ جائے تو ایک دن میں اپنی اوقات دیکھ لیں گے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًاۙ(۹) وَّ اَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۠(۱۰)

ع۱

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔ اور یہ کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا ثواب ہے۔ اور یہ کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ: بیشک یہ قرآن۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کی تین خوبیاں بیان فرمائی ہیں (1) قرآن سب سے سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور وہ راستہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنا، اس کے رسولوں پر ایمان لانا اور اُن کی اطاعت کرنا ہے۔ (یہی راستہ سیدھا جنت تک اور خدا تک پہنچانے والا اور اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں یعنی ولیوں اور ان نیک بندوں کا ہے جن کی پیروی کا قرآنِ پاک میں حکم دیا گیا ہے)۔ (2) نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو جنت

[1]......روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۸، ۵/۱۳۴-۱۳۵، ملخصاً.

کی بشارت دیتا ہے۔(3) آخرت کے منکرین کو دردناک عذاب کی خبر دیتا ہے۔[1]

وَ یَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِؕ-وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آدمی برائی کی دعا کرتا ہے جیسے بھلائی مانگتا ہے اور آدمی بڑا جلد باز ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (کبھی) آدمی برائی کی دعا کر بیٹھتا ہے جیسے وہ بھلائی کی دعا کرتا ہے اور آدمی بڑا جلد باز ہے۔

﴿وَ یَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ: اور آدمی برائی کی دعا کردیتا ہے۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی جس طرح بھلائی کی دعائیں مانگتا ہے اسی طرح بعض اوقات برائی کی دعا بھی کر دیتا ہے جیسے کئی مرتبہ غصے میں آکر اپنے اور اپنے گھر والوں کے اور اپنے مال واولاد کے خلاف دعا کر دیتا ہے، غصہ میں آکر ان سب کو کوستا ہے اور اُن کے لئے بددعائیں کرتا ہے تو یہ انسان کی جلد بازی ہے (اور جلد بازی عموماً نقصان دیتی ہے۔) اگر اللہ تعالیٰ اس کی یہ بددعائیں قبول کرلے تو وہ شخص یا اس کے اہل ومال ہلاک ہوجائیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول نہیں فرماتا۔[2] جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ لَوْ یُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللہ لوگوں پر عذاب اسی طرح جلدی بھیج دیتا جس طرح وہ بھلائی جلدی طلب کرتے ہیں تو ان کی مدت ان کی طرف پوری کردی جاتی۔

بددعا کرنے سے بچیں

اس سے معلوم ہوا کہ غصے میں اپنے یا کسی مسلمان کیلئے بددعا نہیں کرنی چاہیے اور ہمیشہ منہ سے اچھی بات نکالنی چاہیے کہ نہ معلوم کونسا وقت قبولیت کا ہو۔ ہمارے معاشرے میں عموماً مائیں بچوں کو طرح طرح کی بددعائیں دیتی رہتی ہیں، مثلاً تیرا بیڑہ غرق ہو، تو تباہ ہوجائے، تو مرجائے، تجھے کیڑے پڑیں وغیرہ، وغیرہ، اس طرح کے جملوں سے احتراز لازم ہے۔

1 ......تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیة: ۹-۱۰، ۳۰۳/۷-۳۰۴، مدارک، الاسراء، تحت الآیة: ۹-۱۰، ص۶۱۷، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۱۱، ۱۳۷/۵، خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۱۱، ۱۶۷/۳، ملتقطاً.

3 ......یونس: ۱۱.

بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں انسان سے کافر مراد ہے اور برائی کی دعا سے اس کا عذاب کی جلدی کرنا مراد ہے، چنانچہ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ نضر بن حارث کافر نے کہا، یارب! اگر یہ دینِ اسلام تیرے نزدیک حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا دردناک عذاب بھیج ۔اللّٰہ تعالٰی نے اس کی یہ دعا قبول کر لی اور اُس کی گردن ماری گئی۔[1]

جلد بازی کی مذمت

اس آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ آدمی بڑا جلد باز ہے۔اسے سامنے رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو ہمارے معاشرے میں لوگوں کی ایک تعداد ایسی نظر آتی ہے جو دینی اور دنیوی دونوں طرح کے کاموں میں نامطلوب جلد بازی سے کام لیتے ہیں، جیسے وضو کرنے میں، نماز ادا کرنے میں، تلاوتِ قرآن کرنے میں، روزہ افطار کرنے میں، تراویح ادا کرنے میں، قربانی کرنے میں، ذبح کے بعد جانور کی کھال اتارنے میں، ارکانِ حج ادا کرنے میں، دعا کی قبولیت میں، بددعا کرنے میں، کسی کو گناہگار قرار دینے میں، کسی کے خلاف بدگمانی کرنے میں، دنیا طلب کرنے میں، نہ ملنے پر شکوہ کرنے میں، رائے قائم کرنے میں، کسی سے جھگڑا مول لینے میں، کسی پر غصہ نافذ کرنے میں، کسی کے خلاف یا کسی کام سے متعلق فیصلہ کرنے میں، گاڑی چلانے میں، گاڑی سے اترنے یا چڑھنے میں اور روڈ پار کرنے وغیرہ بے شمار دینی اور دُنیوی اُمور میں لوگ جلد بازی کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات لوگوں کی عبادات ہی ضائع ہو جاتی ہیں اور کبھی وہ دنیوی معاملات میں بھی شدید نقصان سے دوچار ہو جاتے ہیں اور ان کے پاس ندامت اور پچھتاوے کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ایسے حضرات کو چاہئے کہ وہ درج ذیل دو اَحادیث سے نصیحت حاصل کریں اور جلد بازی کی آفات اور اس کے نقصانات سے خود کو بچانے کی کوشش کریں۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بُردباری اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔‘‘[2]

حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

1 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ١١، ص٦١٧.

2 ......ترمذی، كتاب البر والصلة، باب ما جاء فی التّأنّی والعجلة، ٣/٤٠٧، الحديث:٢٠١٩.

’’جس نے تَوَقُّف کیا تو اس نے (اپنا مقصد) پالیا یا قریب ہے کہ وہ (اسے) پالے اور جس نے جلدی کی تو اس نے خطا کی یا قریب ہے کہ وہ خطا کھا جائے۔ (1)

یاد رہے کہ بعض کام ایسے ہیں جن میں جلدی کرنا مذموم نہیں بلکہ ان میں جلدی کرنا شریعت کی طرف سے مطلوب ہے جیسے قضا نمازیں اور نمازِ جنازہ ادا کرنے میں، قرض کی ادائیگی میں، زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہونے کے بعد زکوٰۃ ادا کرنے میں، گناہوں سے توبہ کرنے میں، نیک اعمال کرنے میں، اولاد جوان ہو جائے تو ان کی شادی کرنے وغیرہ میں جلدی کرنا۔ اچھی اور بری جلدی میں فرق واضح ہے جسے ہر آدمی موقع محل کے مطابق سمجھ سکتا ہے۔ (2)

وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَؕ وَ كُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا (۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی اور دن کی نشانی دکھانے والی کی کہ اپنے ربّ کا فضل تلاش کرو اور برسوں کی گنتی اور حساب جانو اور ہم نے ہر چیز خوب جدا جدا ظاہر فرما دی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹا ہوا کیا اور دن کی نشانی کو دیکھنے والی بنایا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو اور ہم نے ہر چیز کو خوب جدا جدا تفصیل سے بیان کر دیا۔

﴿اٰیَتَیْنِ: دو نشانیاں۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی قدرت کی دو عظیم نشانیاں بیان فرمائیں اور وہ دو نشانیاں دن

1 ......معجم الکبیر، ابن لهیعة عن ابی عشانة، ۱۷/ ۳۱۰، الحدیث: ۸۵۸.

2 ......جلد بازی کی مذمت اور نقصانات وغیرہ سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’جلد بازی‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا فائدہ مند ہے۔

اور رات ہیں، چنانچہ فرمایا کہ ہم نے رات کی نشانی کو مٹا ہوا بنایا یعنی رات کو تاریک بنایا کہ اس میں ہر چیز چھپ جاتی ہے اور تاریک بنانے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں آرام کیا جائے جبکہ دن کو روشن بنایا تا کہ اس میں سب چیزیں نظریں آئیں اور تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل یعنی اپنی روزی آسانی سے کما سکو۔ (1)

آیت ''لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ'' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......بیکار رہنا اور کمائی نہ کرنا بہت نامناسب ہے، اللہ تعالیٰ نے ہاتھ پاؤں برتنے کو دیئے ہیں اس لئے انہیں بیکار نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو ہاتھ پاؤں اور دیگر جسمانی اَعضا سلامت ہونے اور کمائی کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود اپنوں یا پرایوں سے مانگ کر گزارہ کرتے ہیں۔

(2)......رزق حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، محض ہماری کمائی کا نتیجہ نہیں، اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اپنے ہنر و کمال پر ناز نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر نگاہ رکھے۔ اپنی محنت کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل پر نگاہ رکھنا ہی توکّل ہے۔

﴿لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ: تا کہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو۔﴾ یعنی رات اور دن کی تخلیق کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ رات اور دن کے دورے سے تم دنوں کا حساب بناتے ہو، پھر دنوں سے ہفتے اور مہینے اور پھر سال بنتے ہیں تو گویا یہ نظام تمہاری زندگی کو سہولتیں فراہم کرنے کیلئے ہے اور اسی دن رات کی تبدیلی سے تم دینی و دنیوی کاموں کے اوقات کا حساب لگاتے ہو۔ (2)

﴿وَ كُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا: اور ہم نے ہر چیز کو خوب جدا جدا تفصیل سے بیان کر دیا۔﴾ یعنی ہم نے قرآن میں ہر چیز کو تفصیل سے بیان فرما دیا خواہ اس کی حاجت تمہیں دین میں ہو یا دنیا کے کاموں میں۔ مقصد یہ ہے کہ ہر ایک چیز کی تفصیل بیان فرما دی جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا

---

1 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ۱۲، ص۶۱۸، جلالين، الاسراء، تحت الآية: ۱۲، ص ۲۳۱، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الاسراء، تحت الآية: ۱۲، ۵/۱۳۹، ملخصاً.

مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے اس کتاب میں کسی شے کی کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

نیز ایک اور آیت میں ارشاد کیا

وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ [3]

غرض ان آیات سے ثابت ہے کہ قرآنِ کریم میں جمیع اَشیاء کا بیان ہے، سُبْحَانَ اللہ عَزَّوَجَلَّ! کیا کتاب ہے اور کیسی اس کی جامعیت ہے، اس کی کچھ جھلک دیکھنی ہو تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی عظیم الشان کتاب "اِنْبَاءُ الْحَیِّ اَنَّ کَلَامَہُ الْمَصُوْنُ تِبْیَانٌ لِکُلِّ شَیْءٍ" (قرآن ہر چیز کا بیان ہے) کا مطالعہ فرمائیں جس میں آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے انتہائی شاندار انداز میں علومِ قرآن کی وسعت کا بیان فرمایا ہے۔

وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًاؕ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے سے لگادی ہے اور اس کے لیے قیامت کے دن ایک نوشتہ نکالیں گے جسے کھلا ہوا پائے گا۔ فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔

---

1 ......انعام:۳۸.

2 ......النحل:۸۹.

3 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۱۲، ۳/۱٦۸، جمل، الاسراء، تحت الآیة: ۱۲، ٤/۳۰۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے میں لگا دی ہے اور ہم اس کیلئے قیامت کے دن ایک نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔ (فرمایا جائے گا کہ) اپنا نامہ اعمال پڑھ، آج اپنے متعلق حساب کرنے کیلئے تو خود ہی کافی ہے۔

﴿فِیْ عُنُقِهٖ: اس کی گردن میں۔﴾ یعنی جو کچھ کسی بھی آدمی کے لئے مقدر کیا گیا ہے، اچھا یا برا، نیک بختی یا بدبختی وہ اس کو اس طرح لازم ہے اور ہر وقت اس طرح اس کے ساتھ رہے گی جیسے گلے کا ہار کہ آدمی جہاں جاتا ہے وہ ساتھ رہتا ہے، کبھی جدا نہیں ہوتا۔[1] امام مجاہد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے کہا کہ ہر انسان کے گلے میں اس کی سعادت یا شقاوت کا نَوِشْتہ ڈال دیا جاتا ہے۔[2] پھر جب قیامت کا دن آئے گا تو آدمی کا نامہ اعمال کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور اس کے بعد کا مرحلہ اگلی آیت میں بیان فرمایا گیا ہے کہ اس سے فرمایا جائے گا: اپنا نامہ اعمال پڑھ، آج اپنے متعلق حساب کرنے کیلئے تو خود ہی کافی ہے۔

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کو راہ پر آیا اور جو بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے ہدایت پائی اس نے اپنے فائدے کیلئے ہی ہدایت پائی اور جو گمراہ ہوا تو اپنے نقصان کو

---

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ١٣، ١٦٨/٣، ملخصاً.

2 ......جلالین، الاسراء، تحت الآیة: ١٣، ص ٢٣١.

ہی گمراہ ہوا اور کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں۔

﴿مَنِ اهْتَدٰی: جس نے ہدایت پائی۔﴾ ان آیات کا مَنشا یہ ہے کہ انسان کو اپنی ہدایت و نیک اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا، یہ نہ ہوگا کہ نیکی تو یہ کرے اور جزا کسی اور کو دے دی جائے اور یہ خود محروم رہے، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اس کی نیکی سے دوسرے کو بھی فائدہ پہنچ جائے جیسے ایصالِ ثواب یا صدقہ جاریہ وغیرہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ یونہی آدمی کے بہکنے کا گناہ اور وبال بھی اسی پر ہوگا، یہ نہیں ہوگا کہ ایک آدمی دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے، ہاں جہاں تک گناہ کی ترغیب دینے کا یا اس کے اَسباب مُہَیّا کرنے کا تعلق ہے تو اس کا گناہ بہرحال اپنی جگہ ملے گا، چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے

وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اٹھائیں گے۔

اور فرماتا ہے

وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کچھ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں۔

بہرحال آیات کا آپس میں تَعارُض نہیں۔

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا: اور ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم جس کو بھی سزا دیتے ہیں اس کی ہدایت کے اسباب مہیا ہونے کے بعد اور پھر اس آدمی کے جان بوجھ کر حق سے انکار کرنے کے بعد ہی سزا دیتے ہیں چنانچہ پہلے ہم رسول بھیجتے ہیں جو اُمت کو اس کے فرائض سے آگاہ فرماتا ہے اور راہِ حق ان پر واضح کرتا ہے اور حجت قائم فرماتا ہے پھر جب لوگ رسول کی نافرمانی کرتے ہیں تو ہم انہیں عذاب دیتے ہیں۔

1 ……عنکبوت: ۱۳.
2 ……نحل: ۲۵.

وَ اِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں اس کے خوشحالوں پر احکام بھیجتے ہیں پھر وہ اس میں بے حکمی کرتے ہیں تو اس پر بات پوری ہوجاتی ہے تو ہم اسے تباہ کرکے برباد کردیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کے خوشحال لوگوں کو احکام بھیجتے ہیں پھر وہ اس بستی میں نافرمانی کرتے ہیں تو اس بستی پر بات پوری ہوجاتی ہے تو ہم اسے تباہ وبرباد کردیتے ہیں۔

﴿وَ اِذَاۤ اَرَدْنَا: اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ اَقوام کا اِجمالی حال اور گمراہ قوموں کا مزاج بیان فرمایا ہے کہ کس طرح وہ مرحلہ وار سزا وعذاب کے مستحق ہوتے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ایسا نہیں ہوتا کہ بغیر کسی رہنمائی اور مہلت کے انہیں عذاب میں مبتلا کردیا جاتا ہے بلکہ ہوتا یہ ہے کہ سب سے پہلے تو ہم قوم کے سرداروں اور خوشحال لوگوں کو اپنے رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ذریعے احکام بھیجتے ہیں تاکہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری کی طرف آئیں اور احکاماتِ الٰہیہ پر عمل پیرا ہوں لیکن زیادہ تر یہی ہوا کہ سرداروں اور مالداروں نے رسول کی بارگاہ میں سر جھکانے کی بجائے نافرمانی کا راستہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں وہ عذاب کے مستحق بنے اور عذابِ الٰہی کا فیصلہ ان پر صادق آیا اور وہ تباہ وبرباد ہوئے۔

قوم کے سرداروں کو انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے

اس آیت میں سرداروں کا بطورِ خاص ذکر کیا گیا کیونکہ عوام اپنے سرداروں کے ہی پیچھے چلتے ہیں، جو وہ کرتے ہیں عوام وہی کرتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سردارانِ قوم کو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کہ ان کی غلطی عام آدمی کی غلطی سے بہت بڑھ کر ہوتی ہے۔

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے کتنی ہی سنگتیں نوح کے بعد ہلاک کردیں اور تمہارا رب کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار دیکھنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی قومیں ہلاک کردیں اور تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی کافی خبر رکھنے والا، دیکھنے والا ہے۔

﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ: اور کتنی ہی قومیں ہم نے ہلاک کردیں۔﴾ یعنی حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے کے بعد کتنی ہی تکذیب کرنے والی اُمتیں جیسے قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ لوط وغیرہ ہم نے ہلاک کردیں کیونکہ انہوں نے اپنے نبیوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مخالفت کی، لہٰذا مکہ والوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔[1] اور ان کے ساتھ ساری کائنات کے لوگوں کو اس سے خبردار رہنا چاہیے کہ اگر انہوں نے سابقہ امتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والا راستہ اختیار کیا اور اسی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ ان امتوں کی طرح انہیں بھی کہیں عذاب میں مبتلا نہ کردے۔

﴿وَ كَفٰى بِرَبِّكَ: اور تمہارا رب کافی ہے۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ تمام معلومات کو جاننے والا، تمام دیکھی جانے والی چیزوں کو دیکھنے والا ہے لہٰذا مخلوق کا کوئی حال بھی اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا نہیں ہے اور یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مُمکِنات پر قادر ہے لہٰذا وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی ویسی جزا دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے جس کا وہ مستحق ہے نیز اللہ تعالیٰ عَبث اور ظلم سے بھی پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان تین صفات یعنی مکمل علم، کامل قدرت اور ظلم سے براءت میں فرمانبرداروں کے لئے عظیم بشارت جبکہ کافروں اور گناہگاروں کے لئے عظیم خوف ہے۔[2]

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۱۷، ۳/۱۶۹، ملخصاً.

2 ......تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیة: ۱۷، ۷/۳۱۶.

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿١٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو یہ جلدی والی چاہے ہم اسے اس میں جلد دے دیں جو چاہیں جسے چاہیں پھر اس کے لیے جہنم کر دیں کہ اس میں جائے مذمت کیا ہوا دھکے کھاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو جلدی والی (دنیا) چاہتا ہے تو ہم جسے چاہتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے جس میں وہ مذموم، مردود ہو کر داخل ہوگا۔

﴿ **اَلْعَاجِلَةَ: جلدی والی (دنیا)۔** ﴾ یعنی جو صرف دنیا کا طلب گار ہو تو یہ ضروری نہیں کہ طالبِ دنیا کی ہر خواہش پوری کی جائے اور اُسے دیا ہی جائے اور جو وہ مانگے وہی دیا جائے ایسا نہیں ہے بلکہ ہم ان میں سے جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں دیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محروم کر دیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ بہت چاہتا ہے اور تھوڑا دیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عیش چاہتا ہے مگر تکلیف ملتی ہے۔ ان حالتوں میں کافر دنیا و آخرت دونوں کے خسارے میں رہا اور اگر دنیا میں اس کو اس کی پوری مراد دیدی گئی تو آخرت کی بدنصیبی وشقاوت جب بھی ہے جبکہ مومن کا حال اس سے بالکل جدا ہے کہ جو آخرت کا طلب گار ہے اگر وہ دنیا میں فقر سے بھی زندگی بسر کر گیا تو آخرت کی دائمی نعمتیں اس کے لئے موجود ہیں اور اگر دنیا میں بھی فضلِ الٰہی سے اس کو عیش ملا تو دونوں جہان میں کامیاب، الغرض مومن ہر حال میں کامیاب ہے اور کافر اگر دنیا میں آرام پا بھی لے تو بھی کیا؟ کیونکہ بالآخر تو اسے ذلیل ورسوا ہو کر جہنم میں ہی جانا ہے۔[1]

دنیا کی خاطر آخرت برباد نہ کریں

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی نصیب میں ہے خواہ اسے فکر سے حاصل کریں یا فراغت سے، لہٰذا بندے کو چاہیے کہ وہ اپنی دنیا بہتر بنانے کے لئے اپنی آخرت کو برباد نہ کرے، یونہی وہ کسی کی دنیا کی خاطر بھی اپنی آخرت

1 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ١٨، ص ٦١٩، خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ١٨، ص ٥٢٩، ملتقطاً۔

تباہ نہ کرے۔ حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں بدترین درجے والا وہ بندہ ہے جو دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کردے۔[1] یاد رہے کہ مومنِ کامل کا دل دنیا میں رہتا ہے مگر دل میں دنیا نہیں رہتی بلکہ دل میں صرف دین رہتا ہے اور اگر دل میں دین کی بجائے دنیا آجائے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے جیسے کشتی پانی میں جائے تو تیرے گی لیکن پانی کشتی میں آجائے تو کشتی ڈوب جائے گی۔

وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو ایمان والا تو انہیں کی کوشش ٹھکانے لگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ: اور جو آخرت چاہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں طالبِ دنیا کا بیان کیا گیا جبکہ اس آیت میں طالبِ آخرت کا بیان ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو آخرت کا طلبگار ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے یعنی نیک اعمال بجالاتا ہے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہ وہ آدمی ہے جس کا عمل مقبول ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال کا اچھا صِلہ دیا جائے گا۔

عمل کی مقبولیت کے لئے درکار تین چیزیں

اس آیت میں مومن ہونے کی شرط کا بیان ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں، نیکیوں کے لئے ایمان ایسا ضروری ہے جیسے نماز کے لئے وضو، یا بہترین غذا کے لئے زہر سے خالی ہونا۔ ایمان جڑ ہے اور اعمال

[1]......ابن ماجه، کتاب الفتن، باب اذا التقی المسلمان بسیفهما، ٤/٣٣٩، الحدیث: ٣٩٦٦.

اس کی شاخیں۔ صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے یہاں بڑی پیاری بات ارشادفرمائی کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عمل کی مقبولیت کے لئے تین چیزیں درکار ہیں: ایک تو طالبِ آخرت ہونا یعنی نیت نیک۔ دُوسرے سعی یعنی عمل کو باہتمام اس کے حقوق کے ساتھ ادا کرنا۔ تیسری ایمان جو سب سے زیادہ ضروری ہے۔ [1]

كُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَآءِ وَ هٰۤؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِیْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ع

ع ۲ / ۱۲ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: ہم سب کو مدد دیتے ہیں ان کو بھی اور ان کو بھی تمہارے رب کی عطا سے اور تمہارے رب کی عطا پر روک نہیں۔ دیکھو ہم نے ان میں ایک کو ایک پر کیسی بڑائی دی اور بیشک آخرت درجوں میں سب سے بڑی اور فضل میں سب سے اعلیٰ ہے۔ اے سننے والے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کہ تو بیٹھ رہے گا مذمت کیا جاتا بیکس۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم آپ کے رب کی عطا سے اِن (دنیا کے طلبگاروں) اوراُن (آخرت کے طلبگاروں) سب کی مدد کرتے ہیں اور تمہارے رب کی عطا پر کوئی روک نہیں۔ دیکھو! ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر کیسی بڑائی دی اور بیشک آخرت درجات کے اعتبار سے سب سے بڑی ہے اور فضیلت میں سب سے بڑی ہے۔ اے سننے والے! اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا، ورنہ تُو مذموم، بے یارومددگار ہوکر بیٹھا رہے گا۔

﴿ **كُلًّا نُّمِدُّ: ہم سب کی مدد کرتے ہیں۔** ﴾ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ جو دنیا چاہتے ہیں اور جو طالبِ آخرت ہیں ہم سب کی مدد کرتے ہیں۔ [2] چنانچہ دیکھ لیں کہ کفار اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمن ہیں لیکن وہ چونکہ دنیا کے طالب ہیں اور اس کیلئے

1 ...... خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۱۹، ص۵۲۹۔

2 ...... خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۲۰، ۳/۱۷۰.

کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی عطا فرمایا ہے بلکہ ہمارے زمانے میں تو دُنْیوی ترقی میں وہ مسلمانوں سے بہت آگے ہیں اور یونہی جو مسلمان محنت کرتا ہے وہ بھی اپنی محنت کا صلہ پاتا ہے۔ الغرض دنیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سب کو عطا فرمارہا ہے، سب کو روزی مل رہی ہے، دنیا میں سب اس سے فیض اُٹھاتے ہیں نیک ہوں یا بد البتہ انجام ہر ایک کا اس کے حسب حال ہوگا، اور اگلی آیت میں فرمایا کہ دیکھو! ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر مال، عزت، شہرت، کمال میں بڑائی دی ہے لیکن ان تمام چیزوں کے ساتھ یہ حقیقت ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ درجات اور فضیلت کے اعتبار سے آخرت ہی سب سے بڑی چیز ہے۔

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہُوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے خوبصورت، نرم بات کہنا۔

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ : اور تمہارے رب نے حکم فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 16 آیات میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً 25 کاموں کا حکم دیا ہے۔ آیت کے ابتدائی حصے کا معنی یہ ہے کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے حکم فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت

میں اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہیں جو کام کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا انہیں کرو اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے بچو۔ اس میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا اقرار، ان سے محبت اور ان کی تعظیم کرنا بھی داخل ہیں کیونکہ اس کا بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! فرمادو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔[2]

﴿ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا: اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ ﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد اس کے ساتھ ہی ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا، اس میں حکمت یہ ہے کہ انسان کے وجود کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور ایجاد ہے جبکہ ظاہری سبب اس کے ماں باپ ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے انسانی وجود کے حقیقی سبب کی تعظیم کا حکم دیا، پھر اس کے ساتھ ظاہری سبب کی تعظیم کا حکم دیا۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے حکم فرمایا کہ تم اپنے والدین کے ساتھ انتہائی اچھے طریقے سے نیک سلوک کرو کیونکہ جس طرح والدین کا تم پر احسان بہت عظیم ہے تو تم پر لازم ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ اسی طرح نیک سلوک کرو۔[3]

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے سے متعلق 12 اَحادیث

اس آیت میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا گیا، اسی مناسبت سے ترغیب کے لئے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور ان کے حقوق سے متعلق 12 اَحادیث یہاں ذکر کی جاتی ہیں

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے عرض کی، یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، سب سے زیادہ حسنِ صحبت (یعنی احسان) کا مستحق کون ہے؟ ارشاد فرمایا: ''تمہاری ماں (یعنی ماں کا حق سب سے زیادہ ہے۔) انہوں نے پوچھا، پھر کون؟ ارشاد فرمایا: ''تمہاری ماں۔ انہوں نے پوچھا، پھر کون؟ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

1 ......ال عمران: ۳۱.

2 ......صاوی، الاسراء، تحت الآیۃ: ۲۳، ۱۱۲۵/۳.

3 ......تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیۃ: ۲۳، ۳۲۱/۷، ۳۲۳.

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پھر ماں کو بتایا۔ انہوں نے پھر پوچھا کہ پھر کون؟ ارشاد فرمایا: تمہارا والد۔ [1]

(2)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''زیادہ احسان کرنے والا وہ ہے جو اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ باپ کے نہ ہونے (یعنی باپ کے انتقال کر جانے یا کہیں چلے جانے) کی صورت میں احسان کرے۔ [2]

(3)......حضرت اسماء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں ''جس زمانہ میں قریش نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے معاہدہ کیا تھا، میری ماں جو مشرکہ تھی میرے پاس آئی، میں نے عرض کی، یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میری ماں آئی ہے اور وہ اسلام کی طرف راغب ہے یا وہ اسلام سے اِعراض کیے ہوئے ہے، کیا میں اس کے ساتھ سلوک کروں؟ ارشاد فرمایا: ''اس کے ساتھ سلوک کرو۔ [3] یعنی کافرہ ماں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جائے گا۔

(4)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: میں جنت میں گیا اس میں قرآن پڑھنے کی آواز سنی، میں نے پوچھا: یہ کون پڑھتا ہے؟ فرشتوں نے کہا، حارثہ بن نعمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''یہی حال ہے احسان کا، یہی حال ہے احسان کا۔ [4] اور شعب الایمان کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ'' حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی ماں کے ساتھ بہت بھلائی کرتے تھے۔ [5]

(5)......حضرت ابو اسید بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک سے یہ بات ہے کہ اولاد ان کے انتقال کے بعد ان کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ [6]

(6)......اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں (جس کا خلاصہ ہے کہ) ''ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رسالت

---

1 ......بخاری، کتاب الادب، باب من احقّ الناس بحسن الصحبة، ٩٣/٤، الحدیث: ٥٩٧١.

2 ......مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب فضل صلة اصدقاء الاب والامّ ونحوهما، ص١٣٨٢، الحدیث: ١٣(٢٥٥٢).

3 ......بخاری، کتاب الادب، باب صلة الوالد المشرك، ٩٦/٤، الحدیث: ٥٩٧٨.

4 ......شرح السنّة، کتاب البرّ والصلة، باب برّ الوالدین، ٤٢٦/٦، الحدیث: ٣٣١٢.

5 ......شعب الایمان، الخامس والخمسون من شعب الایمان... الخ، ١٨٤/٦، الحدیث: ٧٨٥١.

6 ......کنز العمال، حرف النون، کتاب النکاح، قسم الاقوال، الباب الثامن فی برّ الوالدین، ١٩٢/٨، الحدیث: ٤٥٤٤١، الجزء السادس عشر.

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، میں اپنے ماں باپ کے ساتھ زندگی میں نیک سلوک کرتا تھا، وہ انتقال کر گئے ہیں تو اب ان کے ساتھ نیک سلوک کی کیا صورت ہے؟ ارشاد فرمایا ’’انتقال کے بعد نیک سلوک سے یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھے۔‘‘ یعنی جب اپنے ثواب ملنے کے لئے کچھ نفلی نماز پڑھے یا روزے رکھے تو کچھ نفل نماز ان کی طرف سے کہ انہیں ثواب پہنچائے یا نماز روزہ جو نیک عمل کرے ساتھ ہی انہیں ثواب پہنچنے کی بھی نیت کر لے کہ انہیں بھی ثواب ملے گا اور تیرا بھی کم نہ ہوگا۔[1]

(7)......حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’پروردگار کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے اور پروردگار کی ناخوشی باپ کی ناراضی میں ہے۔‘‘[2]

(8)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ کی اطاعت والد کی اطاعت کرنے میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والد کی نافرمانی کرنے میں ہے۔[3]

(9)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تین شخص جنت میں نہ جائیں گے (1) ماں باپ کا نافرمان۔ (2) دیّوث۔ (3) مَردوں کی وضع بنانے والی عورت۔[4]

(10)......حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ماں باپ کی نافرمانی کے علاوہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ میں سے جسے چاہے معاف فرما دے گا جبکہ ماں باپ کی نافرمانی کی سزا انسان کو موت سے پہلے زندگی ہی میں مل جائے گی۔[5]

(11)......حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’یہ بات کبیرہ گناہوں میں ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض

1......فتاوی رضویہ، رسالہ: الحقوق لطرح العقوق، ۲۴/۳۹۵، ملخصاً۔
2......ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین، ۳/۳۶۰، الحدیث: ۱۹۰۷.
3......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ۱/۶۴۱، الحدیث: ۲۲۵۵.
4......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: ابراھیم، ۲/۴۳، الحدیث: ۲۴۴۳.
5......شعب الایمان، الخامس والخمسون من شعب الایمان... الخ، فصل فی عقوق الوالدین، ۶/۱۹۷، الحدیث: ۷۸۹۰.

کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے؟ ارشاد فرمایا ’’ہاں، اس کی صورت یہ ہے کہ یہ دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے، وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے، اور یہ دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے، وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔‘‘ [1] صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’صحابۂ کرام (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ) جنھوں نے عرب کا زمانۂ جاہلیت دیکھا تھا، ان کی سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ اپنے ماں باپ کو کوئی کیوں کر گالی دے گا یعنی یہ بات ان کی سمجھ سے باہر تھی۔ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نے بتایا کہ مراد دوسرے سے گالی دلوانا ہے اوراب وہ زمانہ آیا کہ بعض لوگ خود اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتے ہیں اور کچھ لحاظ نہیں کرتے۔ [2]

(12)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس شخص کی ناک خاک آلود ہو۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کس کی ناک خاک آلود ہو؟ ارشاد فرمایا ’’جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، پھر وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوا۔ [3]

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے اوران کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور والدین کی نافرمانی سے بچائے۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے اور ان کے حقوق سے متعلق مزید معلومات کے لئے فتاویٰ رضویہ کی جلد نمبر **24** سے رسالہ ’’اَلْحُقُوْقُ لِطَرْحِ الْعُقُوْقُ‘‘ (نافرمانی کو ختم کرنے کے لئے حقوق کی تفصیل کا بیان) [4] اور بہارِ شریعت حصہ 16 سے ’’**سلوک کا بیان**‘‘ مطالعہ کیجئے۔

﴿اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا: اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔﴾ یعنی اگر تیرے والدین پر کمزوری کا غلبہ ہو جائے اوران کے اَعضا میں طاقت نہ رہے اور جیسا تو بچپن میں اُن کے پاس بے طاقت تھا ایسے ہی وہ اپنی آخری عمر میں تیرے پاس ناتواں رہ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا یعنی ایسا کوئی

---

1 ...... مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرھا، ص ۶۰، الحدیث: ۱۴۶ (۹۰).

2 ...... **بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم، سلوک کرنے کا بیان، ۳/۵۵۲۔**

3 ...... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب رغم من ادرك ابویہ او احدھما عند الکبر... الخ، ص ۱۳۸۱، الحدیث: ۹ (۲۵۵۱).

4 ...... یہ رسالہ تسہیل وتخریج کے ساتھ بنام ’’والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق‘‘ مکتبۃ المدینہ سے جداگانہ بھی شائع ہو چکا ہے، اسے وہاں سے ہدیۃً حاصل کر کے مطالعہ فرمائیں۔

کلمہ زبان سے نہ نکالنا جس سے یہ سمجھا جائے کہ اُن کی طرف سے طبیعت پر کچھ بوجھ ہے اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے خوبصورت، نرم بات کہنا اور حسنِ ادب کے ساتھ اُن سے خطاب کرنا۔ (1)

والدین سے متعلق اسلام کی عظیم تعلیم

یہاں آیت کی مناسبت سے دو باتیں یاد رکھیں، ایک یہ کہ کوئی شخص ماں باپ کو اُن کا نام لے کر نہ پکارے یہ خلافِ ادب ہے اور اس میں اُن کی دل آزاری ہے لیکن وہ سامنے نہ ہوں تو اُن کا ذکر نام لے کر کرنا جائز ہے۔ دوسری یہ کہ ماں باپ سے اس طرح کلام کرے جیسے غلام و خادم آقا سے کرتا ہے۔ ان آیات اور اَحادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر ذی شعور انسان پر واضح ہو جائے گا کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور ان کے حقوق کی رعایت کرنے کی جیسی عظیم تعلیم اسلام نے اپنے ماننے والوں کو دی ہے ویسی پوری دنیا میں پائے جانے والے دیگر مذاہب میں نظر نہیں آتی۔ فی زمانہ غیر مسلم ممالک میں بوڑھے والدین ایسی نازک ترین صورتِ حال کا شکار ہیں کہ ان کی جوان اولاد کسی طور پر بھی انہیں سنبھالنے اور ان کی خدمت کر کے ان کا سہارا بننے کے لئے تیار نہیں ہوتی، اسی وجہ سے وہاں کی حکومتیں ایسی پناہ گاہیں بنانے پر مجبور ہیں جہاں بوڑھے اور بیمار والدین اپنی زندگی کے آخری ایام گزار سکیں۔

وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے لیے نرم دلی سے عاجزی کا بازو جھکا کر رکھ اور دعا کر کہ اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

(1) ……خازن، الاسراء، تحت الآية: ۲۳، ۳/۱۷۰-۱۷۱، مدارك، الاسراء، تحت الآية: ۲۳، ص ۶۲۰، ملتقطاً.

﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا: اوران کیلئے جھکا کررکھ۔﴾ اس آیت میں مزید حکم دیا کہ والدین کے ساتھ نرمی اور عاجزی کے ساتھ پیش آؤ اور ہر حال میں ان کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرو کیونکہ اُنہوں نے تیری مجبوری کے وقت تجھے محبت سے پرورش کیا تھا اور جو چیز اُنہیں درکار ہو وہ اُن پر خرچ کرنے میں دریغ نہ کرو۔ [1] گویا زبانی کے ساتھ ساتھ عملی طور پر بھی ان سے اچھا برتاؤ کرو اور یونہی مالی طور پر بھی ان سے اچھا سلوک کرو کہ ان پر خرچ کرنے میں تأمُّل نہ کرو۔

﴿وَقُلْ: اور کہو۔﴾ حقوقِ والدین کے بیان کے آخر میں فرمایا کہ ان کیلئے دعا کرو۔ گویا یہ فرمایا گیا کہ دنیا میں بہتر سے بہترین سلوک اور خدمت میں کتنا بھی مبالغہ کرلیا جائے لیکن والدین کے احسان کا حق ادا نہیں ہوتا، اس لئے بندے کو چاہیے کہ بارگاہِ الٰہی میں اُن پر فضل ورحمت فرمانے کی دعا کرے اور عرض کرے کہ یارب! میری خدمتیں اُن کے احسان کی جزا نہیں ہوسکتیں تو اُن پر کرم کر کہ اُن کے احسان کا بدلہ ہو۔ [2]

والدین کے لئے روزانہ دعا کرنی چاہئے

والدین کیلئے دعا کو اپنے روزانہ کے معمولات میں داخل کرلینا چاہیے اور ان کی صحت و تندرستی، ایمان و عافیت کی سلامتی کی دعا کرنی چاہیے اور اگر فوت ہوگئے ہوں تو ان کیلئے قبر میں راحت، قیامت کی پریشانیوں سے نجات، بے حساب بخشش اور جنت میں داخلے کی دعا کرنی چاہیے۔ یاد رہے کہ اگر والدین کافر ہوں تو اُن کے لئے ہدایت و ایمان کی دعا کرنی چاہیے کہ یہی اُن کے حق میں رحمت ہے۔ اور دنیاوی اعتبار سے اچھا سلوک ان کے ساتھ بھی لازم ہے۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم لائق ہوئے تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

---

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ٢٤، ١٧١/٣، ملخصاً.

2 ......مدارك، الاسراء، تحت الآیة: ٢٤، ص ٦٢٠-٦٢١، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم لائق ہوئے تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ: **تمہارا رب خوب جانتا ہے۔**﴾ آیت کا مفہوم اپنے اِطلاق پر بھی ہے اور والدین کی خدمت کے حوالے سے لیں تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں والدین کی اطاعت کا کتنا ارادہ ہے اور اُن کی خدمت کا کتنا ذوق ہے۔ ہاں اگر یہ ہوا کہ تمہارے دلوں میں تو ماں باپ کی خدمت کا شوق تھا لیکن اس کا موقعہ نہیں ملا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر پکڑ نہ فرمائے گا کیونکہ وہ ارادوں اور نیتوں کو جانتا ہے اور یونہی تم واقعی نیک تھے اور اس کے باوجود تم سے والدین کی خدمت میں کوئی کمی واقع ہوگئی اور تم نے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمالے گا کیونکہ وہ بخشنے والا ہے۔[1]

یہاں یہ یاد رہے کہ حقوقِ والدین میں اگر کوئی کمی ہوئی تو جب تک اس کی تلافی ممکن ہو تلافی بھی کرنا ضروری ہے جیسے اگر ان کا دل دکھایا تو ان سے معافی مانگنا بھی ضروری ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور فضول نہ اڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو (بھی دو) اور فضول خرچی نہ کرو۔

﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ: **اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو۔**﴾ اس آیت میں والدین کے بعد دیگر لوگوں کے حقوق بیان کئے جارہے ہیں چنانچہ سب سے پہلے رشتے داروں کا فرمایا کہ انہیں ان کا حق دو یعنی اُن کے ساتھ صِلہ رحمی کرو، ان سے محبت سے پیش آؤ، ان سے میل جول رکھو اور ان کی خبر گیری کرتے رہو اور ضرورت کے موقع پر ان کی مدد کرو اور اُن کے ساتھ ہر جگہ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ رشتہ داروں کا خرچ اٹھانے سے متعلق حکمِ شرعی یہ ہے کہ اگر رشتے دار مَحارم میں سے ہوں اور محتاج ہو جائیں تو اُن کا خرچ اُٹھانا یہ بھی ان کا حق ہے اور صاحبِ اِستطاعت رشتہ دار پر لازم وواجب ہے۔[2]

1 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٢٥، ص ٦٢١، خازن، الاسراء، تحت الآية: ٢٥، ٣/١٧١-١٧٢، ملتقطاً.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٢٦، ٣/١٧٢.

یاد رہے کہ رشتے داروں سے حسنِ سلوک کا قرآنِ پاک میں بکثرت حکم دیا گیا ہے چنانچہ کم از کم 8 مقامات پر اللہ تعالیٰ نے رشتے داروں سے حسنِ سلوک کا فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ رشتے داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے، نیز یہاں رشتے داروں کے بعد مسکینوں اور مسافروں کا حق دینے کا فرمایا کہ اُن کا حق دو۔

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا: اور فضول خرچی نہ کرو۔﴾ یعنی اپنا مال ناجائز کام میں خرچ نہ کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے تبذیر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جہاں مال خرچ کرنے کا حق ہے اس کی بجائے کہیں اور خرچ کرنا تبذیر ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنا پورا مال حق یعنی اس کے مَصرف میں خرچ کر دے تو وہ فضول خرچی کرنے والا نہیں اور اگر کوئی ایک درہم بھی باطل یعنی ناجائز کام میں خرچ کر دے تو وہ فضول خرچی کرنے والا ہے۔[1]

اِسراف کا حکم اور اس کے معانی

اسراف بلاشبہ ممنوع اور ناجائز ہے اور علماءِ کرام نے اس کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں، ان میں سے 11 تعریفات درج ذیل ہیں:

(1)......غیرِ حق میں صَرف کرنا۔ (2)......اللہ تعالیٰ کے حکم کی حد سے بڑھنا۔ (3)......ایسی بات میں خرچ کرنا جو شرعِ مُطَہَّر یا مُرَوّت کے خلاف ہو، اول حرام ہے اور ثانی مکروہِ تنزیہی۔ (4)......طاعتِ الٰہی کے غیر میں صرف کرنا۔ (5)......شرعی حاجت سے زیادہ استعمال کرنا۔ (6)......غیرِ طاعت میں یا بلا حاجت خرچ کرنا۔ (7)......دینے میں حق کی حد سے کمی یا زیادتی کرنا۔ (8)......ذلیل غرض میں کثیر مال خرچ کر دینا۔ (9)......حرام میں سے کچھ یا حلال کو اِعتدال سے زیادہ کھانا۔ (10)......لائق و پسندیدہ بات میں لائق مقدار سے زیادہ صرف کر دینا۔ (11)......بے فائدہ خرچ کرنا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ان تعریفات کو ذکر کرنے اور ان کی تحقیق و تفصیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں ’’ہمارے کلام کا ناظر خیال کر سکتا ہے کہ ان تمام تعریفات میں سب سے جامع و مانع و واضح تر تعریف اول ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ اُس عبداللہ کی تعریف ہے جسے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ علم کی گٹھری فرماتے اور جو خلفائے اربعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے بعد تمام جہان سے علم میں زائد ہے اور جو ابو حنیفہ جیسے امام الائمہ کا مُورِثِ علم ہے

[1]......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۲۶، ۳/۱۷۲.

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ وَعَنۡہُ وَعَنۡہُمۡ اَجۡمَعِیۡن۔[1]

تبذیر اور اسراف میں فرق

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ نے تبذیر اور اسراف میں فرق سے متعلق جو کلام ذکر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تبذیر کے بارے میں علماءِ کرام کے دو قول ہیں:

(1)......تبذیر اور اسراف دونوں کے معنی ناحق صَرف کرنا ہیں۔ یہی صحیح ہے کہ یہی قول حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس اور عام صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ کا ہے۔

(2)......تبذیر اور اسراف میں فرق ہے، تبذیر خاص گناہوں میں مال برباد کرنے کا نام ہے۔

اس صورت میں اسراف تبذیر سے عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عَبث میں صرف کرنے کو بھی شامل ہے اور عبث مُطْلَقاً گناہ نہیں تو چونکہ اسراف ناجائز ہے اس لئے یہ خرچ کرنا معصیت ہوگا مگر جس میں خرچ کیا وہ خود معصیت نہ تھا۔ اور عبارت ''لَاتُعۡطِ فِی الۡمَعَاصِیۡ'' کا ظاہر یہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ تبذیر کے مقصود اور حکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم میں معصیت لازم ہے۔[2]

اِنَّ الۡمُبَذِّرِیۡنَ كَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّیٰطِیۡنِ ؕ وَ كَانَ الشَّیۡطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوۡرًا ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

﴿اِخۡوَانَ الشَّیٰطِیۡنِ: شیطان کے بھائی۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ فضول خرچی نہ کرو جبکہ اس آیت میں فرمایا کہ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں کیونکہ یہ ان کے راستے پر چلتے ہیں اور چونکہ شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے، لہٰذا اُس کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔[3]

1......فتاوی رضویہ، ۱/۶۹۶-۶۹۷۔

2......فتاوی رضویہ، ۱/۶۹۷-۶۹۸ ملخصاً۔

3......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٢٧، ص ٦٢١، ملخصاً.

وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تو ان سے منہ پھیرے اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی تجھے امید ہے تو ان سے آسان بات کہہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی تجھے امید ہے ان سے منہ پھیرو تو ان سے آسان بات کہو۔

﴿ **وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ: اور اگر تم ان سے منہ پھیرو۔** ﴾ اس سے اوپر والی آیات میں رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کا بیان ہوا تھا، اور اس آیت میں فرمایا کہ اگر کسی وقت تمہارے پاس فوری دینے کو کچھ نہ ہو تو ان سے آسان بات کہو جیسے اُن کی خوش دلی کے لئے اُن سے وعدہ کرلو یا اُن کے حق میں دعا کردو۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت سالم، حضرت خبّاب (اور ان کے علاوہ چند صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم) وقتاً فوقتاً رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی حاجات وضروریات کے لئے سوال کرتے رہتے تھے، اگر کسی وقت حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ حیاءً اُن سے اِعراض کرتے اور اِس انتظار میں خاموش ہو جاتے کہ اللّٰہ تعالیٰ کچھ بھیجے تو اُنہیں عطا فرمائیں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ [1]

مستحق کو جھڑکنا حرام اور غیر مستحق کو دینا منع ہے

یاد رہے کہ کسی بھی صورت مجبور رشتے دار، مسکین یا سائل کو جھڑکنا نہیں چاہیے۔ مستحق کو جھڑکنا حرام ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے

وَ اَمَّا السَّآىٕلَ فَلَا تَنْهَرْ [2] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور کسی بھی صورت مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔

1 ......جلالین، الاسراء، تحت الآیة: ۲۸، ص۲۳۲، خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۲۸، ۳/۱۷۲، ملتقطاً.

2 ......سورہ والضحی: ۱۰.

البتہ جو غیر مستحق ہے اسے نہ دینے کا حکم ہے چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے گدائی تین قسم ہے: ایک غنی مالدار جیسے اکثر جوگی اور سادھو بچّے، انھیں سوال کرنا حرام اور انھیں دینا حرام، اور اُن کے دیئے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی، فرض سر پر باقی رہے گا۔ دوسرے وہ کہ واقع میں فقیر ہیں، قدرِ نصاب کے مالک نہیں مگر قوی وتندرست کسب پر قادر ہیں اور سوال کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں جوان کے کسب سے باہر ہو، کوئی حرفت یا مزدوری نہیں کی جاتی مفت کا کھانا کھانے کے عادی ہیں اور اس کے لیے بھیک مانگتے پھرتے ہیں انھیں سوال کرنا حرام، اور جو کچھ انھیں اس سے ملے وہ ان کے حق میں خبیث۔ انھیں بھیک دینا منع ہے کہ معصیت پر اعانت ہے، لوگ اگر نہ دیں تو مجبور ہوں کچھ محنت مزدوری کریں۔ مگر ان کے دیئے سے زکوٰۃ ادا ہوجائیگی جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو کہ فقیر ہیں۔ تیسرے وہ عاجز ناتواں کہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قدرت، یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے پر قادر نہیں، انھیں بقدرِ حاجت سوال حلال، اور اس سے جو کچھ ملے ان کے لیے طیّب، اور یہ عمدہ مصارفِ زکوٰۃ سے ہیں اور انھیں دینا باعثِ اجرِ عظیم، یہی ہیں وہ جنھیں جھڑکنا حرام ہے۔ (1)

وَ لَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ پورا کھول دو کہ پھر ملامت میں، حسرت میں بیٹھے رہ جاؤ۔

﴾ **وَ لَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ : اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو۔** ﴿ اس آیت میں خرچ کرنے میں اِعتدال کو ملحوظ رکھنے کا فرمایا گیا ہے اور اسے ایک مثال سے سمجھایا گیا کہ نہ تو اس طرح ہاتھ روکو کہ بالکل خرچ ہی نہ کرو اور یہ معلوم ہو گویا کہ ہاتھ گلے سے باندھ دیا گیا ہے اور دینے کے لئے ہل ہی نہیں سکتا، ایسا کرنا تو سببِ ملامت ہوتا

1 ......فتاوی رضویہ، کتاب الزکوۃ، ۱۰/ ۲۵۳-۲۵۴۔

ہے کہ بخیل کنجوس کو سب لوگ برا کہتے ہیں اور نہ ایسا ہاتھ کھولو کہ اپنی ضروریات کے لئے بھی کچھ باقی نہ رہے کہ اس صورت میں آدمی کو پریشان ہو کر بیٹھنا پڑتا ہے۔ اِس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں یہ روایت ہے کہ ایک مسلمان عورت کے سامنے ایک یہودیہ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سخاوت کا بیان کیا اور اس میں اس حد تک مُبالغہ کیا کہ حضور سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ترجیح دیدی اور کہا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سخاوت اس اِنتہا پر پہنچی ہوئی تھی کہ اپنی ضروریات کے علاوہ جو کچھ بھی اُن کے پاس ہوتا سائل کو دے دینے سے دریغ نہ فرماتے، یہ بات مسلمان خاتون کو ناگوار گزری اور اُنہوں نے کہا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سب صاحبِ فضل وکمال ہیں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جود ونَوال میں کچھ شُبہ نہیں لیکن ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے اور یہ کہہ کر اُنہوں نے چاہا کہ یہودیہ کو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جود وکرم کی آزمائش کرادی جائے چنانچہ انہوں نے اپنی چھوٹی بچی کو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں اس لئے بھیجا کہ ان سے قمیص مانگ لائے اُس وقت حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس ایک ہی قمیص تھی جو زیبِ تن تھی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہی اُتار کر عطا فرمادی اور اپنے دولت سرائے اقدس میں تشریف رکھی، شرم سے باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ اذان کا وقت آیا، اذان ہوئی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے انتظار کیا، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف نہ لائے تو سب کو فکر ہوئی۔ حال معلوم کرنے کے لئے دولت سرائے اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ جسم مبارک پر قمیص نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (1)

نوٹ: یاد رہے کہ اس آیت میں خطاب اگرچہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن مراد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۳۰﴾ ع

۴/۸

---

1 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۲۹، ۵/۱۵۱-۱۵۲، خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۲۹، ص۵۳۱، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارا رب جسے چاہے رزق کشادہ دیتا اور کستا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارا رب جس کیلئے چاہتا ہے رزق کھول دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کی خوب خبر رکھنے والا، جاننے والا ہے۔

﴿ اِنَّ رَبَّكَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ: **بیشک تمہارا رب جس کیلئے چاہتا ہے رزق کھول دیتا ہے۔**﴾ یعنی رزق کشادہ کرنا یا تنگ کر دینا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت میں ہے، وہی جس کا رزق بڑھانا چاہے بڑھا دیتا ہے اور جس کا تنگ کرنا چاہے تنگ کر دیتا ہے، وہ تمام لوگوں کے حالات اور مصلحتوں کو خوب جانتا ہے، لہٰذا اس نے جسے امیر بنایا وہ بھی حکمت کے مطابق ہے اور جسے غریب رکھا وہ بھی حکمت کے مطابق ہے۔[1]

لوگوں کو امیر و غریب بنائے جانے کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مالی اعتبار سے ایک جیسا نہیں بنایا بلکہ بعض کو امیر بنایا اور بعض کو غریب رکھا اور اِس میں اُس کی بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں، جیسے ایک حکمت یہ ہے کہ بعض لوگوں کے ایمان کی بھلائی اسی میں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مال عطا کرے اور اگر وہ غریب ہوں تو ان کا ایمان تباہ ہو جائے گا اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں کثیر مال عطا کرتا ہے اور بعض لوگوں کے ایمان کی بھلائی اسی میں ہوتی ہے کہ ان کے پاس مال کم ہو اور اگر ان کے پاس زیادہ مال آ جائے تو ان کا ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں غریب رکھتا ہے۔ اسی طرح بعض کو امیر اور بعض کو غریب بنانے کی ایک حکمت یہ ہے کہ اس سے دُنْیَوی معاملات کا انتظام اچھے طریقے سے چل رہا ہے اور ہر انسان کی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل ہو رہی ہے کہ اگر تمام انسانوں کو امیر کر دیا جائے تو اس سے دُنْیَوی معاملات کا نظام تباہ ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں کوئی کسی کا نوکر، خادم یا ملازم بننے کو تیار نہ ہو گا، یونہی کوئی گلیوں بازاروں، کچرا کنڈی اور باتھ روموں کی صفائی کرنے پر راضی نہ ہو گا، ایسے ہی کوئی ایسا پیشہ اختیار کرنے پر رضا مند نہ ہو گا جسے امیر لوگ پسند نہیں کرتے جیسے جوتوں کی سلائی صفائی کا کام، حجامت بنانے اور کپڑوں کی سلائی کا کام وغیرہ، یوں شہری اور ملکی نظام کا جو حال ہو گا وہ ہر عقلمند آسانی سے سمجھ سکتا ہے اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے اور

[1] ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۳۰، ۵/۱۵۲، ملخصاً.

اس کی قضا پر راضی رہے اور اگر اس کے رزق میں تنگی ہو تو صبر کرے اور رزق میں وسعت ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِیَّاكُمْؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے ہم تمہیں بھی اور انہیں بھی روزی دیں گے بیشک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور غربت کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، بیشک انہیں قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

﴿وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ: اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔﴾ اس رکوع میں متعدد کبیرہ گناہوں کے بارے میں واضح طور پر حکم دیا ہے کہ ان سے بچو، چنانچہ یہاں بیان کردہ پہلا گناہ اولاد کو قتل کرنا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بہت سے اہلِ عرب اپنی چھوٹی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے، امیر تو اس لئے کہ کوئی ہمارا داماد نہ بنے اور ہم ذلت و عار نہ اٹھائیں جبکہ غریب و مُفلس اپنی غربت کی وجہ سے کہ انہیں کہاں سے کھلائیں گے [1] دونوں گروہوں کا فعل ہی حرام تھا اور قرآن و حدیث میں دونوں کی مذمت بیان کی گئی ہے البتہ یہاں بطورِ خاص غریبوں کو اس حرکت سے منع کیا گیا ہے۔

بیٹیوں سے متعلق اسلام کا زریں کارنامہ

یہ آیتِ مبارکہ بھی اسلام کے زریں کارناموں میں سے ایک ہے کہ قتل و بربریت کی اس بدترین صورت کا بھی اسلام نے قلع قمع کیا اور بچیوں، عورتوں کو ان کے حقوق دلائے اور انسانی حقوق کے حوالے سے ایک مکروہ باب کو ختم کیا بلکہ بچیوں کی پرورش کرنے پر عظیم بشارتیں عطا فرمائیں چنانچہ

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس

1 ……خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۳۱، ۳/۱۷۳، نور العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۳۲، ص۴۵۴، ملخصاً۔

کی پرورش میں دولڑکیاں بالغ ہونے تک رہیں، وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ پاس پاس ہوں گے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی انگلیاں ملا کر فرمایا: کہ اس طرح۔ (1)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ’’جس کی لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور اس کی توہین نہ کرے اور اپنے بیٹوں کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللّٰہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (2)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: ایک عورت اپنی دولڑکیاں لے کر میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے کچھ مانگا، میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا، میں نے وہی دے دی۔ عورت نے کھجور تقسیم کر کے دونوں لڑکیوں کو دے دی اور خود نہیں کھائی جب وہ چلی گئی اور حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ بیان کیا، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جسے خدا نے لڑکیاں دی ہوں، اگر وہ ان کے ساتھ احسان کرے تو وہ جہنم کی آگ سے اس کے لیے روک ہو جائیں گی۔ (3)

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةًؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ۔﴾ اِس آیت میں دوسرے گناہ کی حرمت و خباثت کو بیان کیا گیا ہے اور وہ ہے، ’’زنا‘‘ اسلام بلکہ تمام آسمانی مذاہب میں زنا کو بدترین گناہ اور جرم قرار دیا گیا ہے۔ یہ پرلے درجے کی بے حیائی

1 ......مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب فضل الاحسان الی البنات، ص١٤١٥، الحدیث: ١٤٩(٢٦٣١).

2 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی فضل من عال یتیماً، ٤/٤٣٥، الحدیث: ٥١٤٦.

3 ......بخاری، کتاب الادب، باب رحمة الوالد وتقبیله ومعانقته، ٤/٩٩، الحدیث: ٥٩٩٥، مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب فضل الاحسان الی البنات، ص١٤١٤، الحدیث: ١٤٧(٢٦٢٩).

اور فتنہ وفساد کی جڑ ہے بلکہ اب تو ایڈز کے خوفناک مرض کی شکل میں اس کے دوسرے نقصانات بھی سامنے آرہے ہیں، جس ملک میں زنا کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے وہیں ایڈز پھیلتا جا رہا ہے۔ یہ گویا دنیا میں عذابِ الٰہی کی ایک صورت ہے۔

زنا کی مذمت پر 5 اَحادیث

یہاں آیت کی مناسبت سے زنا کی مذمت پر 5 اَحادیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب مرد زنا کرتا ہے تو اُس سے ایمان نکل کر سر پر سائبان کی طرح ہو جاتا ہے، جب اِس فعل سے جدا ہوتا ہے تو اُس کی طرف ایمان لوٹ آتا ہے۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تین شخصوں سے اللّٰہ تعالٰی نہ کلام فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ اُن کی طرف نظرِ رحمت فرمائے گا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ (1) بوڑھا زانی۔ (2) جھوٹ بولنے والا بادشاہ (3) تکبر کرنے والا فقیر۔[2]

(3)......حضرت مقداد بن اسود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے ارشاد فرمایا ’’زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟‘‘ انہوں نے عرض کی: زنا حرام ہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُسے حرام کیا ہے اور وہ قیامت تک حرام رہے گا۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’دس عورتوں کے ساتھ زنا کرنا اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرنے (کے گناہ) سے ہلکا ہے۔[3]

(4)......حضرت میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میری امت اس وقت تک بھلائی پر رہے گی جب تک ان میں زنا سے پیدا ہونے والے بچے عام نہ ہو جائیں گے اور جب ان

---

1 ......ابو داؤد، کتاب السنّة، باب الدليل على زيادة الايمان ونقصانه، ٤/٢٩٣، الحديث: ٤٦٩٠.

2 ......مسلم، كتاب الايمان، باب بيان غلظ تحريم اسبال الازار والمنّ بالعطية... الخ، ص٦٨، الحديث: ١٧٢(١٠٧).

3 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، بقية حديث المقداد بن الاسود رضى الله عنه، ٩/٢٢٦، الحديث: ٢٣٩١٥.

میں زنا سے پیدا ہونے والے بچے عام ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب میں مبتلا فرما دے گا۔[1]

(5)......صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ایک طویل حدیث ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں نے رات کے وقت دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے مقدس سرزمین کی طرف لے گئے (اس حدیث میں چند مشاہدات بیان فرمائے اُن میں ایک یہ بات بھی ہے) ہم ایک سوراخ کے پاس پہنچے جو تنور کی طرح اوپر سے تنگ ہے اور نیچے سے کشادہ، اُس میں آگ جل رہی ہے اور اُس آگ میں کچھ مرد اور عورتیں برہنہ ہیں۔ جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے تو وہ لوگ اوپر آ جاتے ہیں اور جب شعلے کم ہو جاتے ہیں تو شعلے کے ساتھ وہ بھی اندر چلے جاتے ہیں (یہ کون لوگ تھے ان کے متعلق بیان فرمایا) یہ زانی مرد اور عورتیں ہیں۔[2]

زنا کی عادت سے بچنے کے آسان نسخے

اس بری عادت سے محفوظ رہنے یا نجات پانے کے آسان نسخے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے والا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک عورت ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جس نے کسی حسن و جمال والی عورت کو دیکھا اور وہ اسے پسند آ گئی، پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر اپنی نگاہوں کو اس سے پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی عبادت کی

---

1 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث میمونة بنت الحارث الهلالیّة زوج النبی صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم، ۱۰/ ۲٤٦، الحدیث: ۲٦٨٩٤.

2 ......بخاری، کتاب الجنائز، ۹۳-باب، ۱/٤٦٧، الحدیث: ۱۳۸٦.

3 ......بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءة فلیصم، ۳/٤۲۲، الحدیث: ٥٠٦٦.

توفیق عطا فرمائے گا جس کی لذت اسے حاصل ہوگی۔[1]

بدکاری سے بچنے اوراس سے نفرت پیدا کرنے کا ایک طریقہ درج ذیل حدیث میں بھی موجود ہے، اگر اس حدیث پر غور کرتے ہوئے اپنی ذات پر غور کریں تو دل میں اس گناہ سے ضرور نفرت پیدا ہوگی ۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''ایک نوجوان بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوا اوراس نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیجئے ۔ یہ سن کر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اسے مارنے کے لئے آگے بڑھے اور کہنے لگے، ٹھہر جاؤ، ٹھہر جاؤ۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' اسے میرے قریب کردو۔ وہ نوجوان حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب پہنچ کر بیٹھ گیا۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے فرمایا'' کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری ماں کے ساتھ کوئی ایسا فعل کرے؟ اس نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، خدا کی قسم! میں ہرگز یہ پسند نہیں کرتا۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کی ماں کے ساتھ ایسی بری حرکت کرے۔ پھر ارشاد فرمایا'' کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری بیٹی کے ساتھ کوئی یہ کام کرے۔ اس نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللّٰہ کی قسم! میں ہرگز یہ پسند نہیں کرتا۔ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کی بیٹی کے ساتھ ایسا قبیح فعل کرے۔ پھر ارشاد فرمایا'' کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری بہن کے ساتھ کوئی یہ حرکت کرے۔ اس نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، خدا کی قسم! میں ہرگز اسے پسند نہیں کرتا۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کی بہن کے ساتھ ایسے گندے کام میں مشغول ہو۔ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پھوپھی اور خالہ کا بھی اسی طرح ذکر کیا اور اس نوجوان نے یونہی جواب دیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کے سینے پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر دعا فرمائی'' اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهٗ وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ وَحَصِّنْ فَرْجَهٗ '' اے اللّٰہ! اس کے گناہ بخش دے، اس کے دل کو پاک فرما دے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ فرما دے۔ اس دعا کے بعد وہ نوجوان کبھی زنا کی طرف مائل نہ ہوا۔[2]

1 ......جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الهمزة، ٣/٤٦، الحديث: ٧٢٠١.

2 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حديث ابی امامة الباهلی... الخ، ٨/٢٨٥، الحديث: ٢٢٢٧٤.

وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّؕ-وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِؕ-اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا(۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی جان جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے ناحق نہ مارو اور جو ناحق مارا جائے تو بیشک ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے ضرور اس کی مدد ہونی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق قتل نہ کرو اور جو مظلوم ہو کر مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ وارث قتل کا بدلہ لینے میں حد سے نہ بڑھے۔ بیشک اس کی مدد ہونی ہے۔

﴿وَ لَا تَقْتُلُوْا :اور قتل نہ کرو۔﴾ اس آیت میں تیسرے کبیرہ گناہ یعنی **قتلِ ناحق** کا بیان ہے۔ اسلام میں انسانی جان کی بے پناہ حرمت ہے اور کسی انسان کو قتل کرنا شدید کبیرہ گناہ ہے اور اس کی محدود صورتوں کے علاوہ کسی بھی طرح اجازت نہیں۔ یہاں قتل کی مُمانعت وحُرمت کے ساتھ اس کی اجازت کی ایک صورت بیان فرمائی گئی ہے اور وہ ہے کسی کو قصاص میں قتل کرنا یعنی قتل کے بدلے قتل اور یہ بھی عدالت کے فیصلے کے بعد ہے، یہ نہیں کہ بغیر کورٹ کے فیصلے کے خود ہی قصاص لیتے پھریں، اس کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں۔ پھر قصاص میں قتل کی اجازت کے ساتھ اس کی بھی حدود وقُیود بیان فرمائی ہیں کہ قصاص میں قتل کرنے میں بھی مقتول کا وارث حد سے نہ بڑھے جیسے زمانۂ جاہلیت میں ایک مقتول کے عِوض میں کئی کئی لوگوں کو قتل کر دیا جاتا تو فرمایا گیا کہ صرف قاتل سے قصاص لیا جائے گا، کسی اور سے نہیں۔ آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قصاص لینے کا حق ولی کو ہے اور ولی میں وہی ترتیب ہے جو عَصبات (رشتے داروں کی ایک خاص قسم) میں ہے اور جس کا ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قصاص حقُّ الْعَبد ہے، اگر ولی چاہے تو معاف کر دے۔ آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ **بیشک اس کی مدد ہونی ہے** یعنی ولی کی یا مقتول مظلوم کی یا اُس شخص کی جس کو ولی ناحق قتل کرے۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ اسلام میں انسانی جان کی کس قدر حرمت بیان کی گئی ہے اور آج ہمارے معاشرے کا حال یہ ہے کہ جس کا دل کرتا ہے وہ بندوق اٹھاتا ہے اور جس کو دل کرتا ہے قتل کر دیتا ہے، کہیں سیاسی وجوہات سے، تو کہیں

علاقائی اور صوبائی تَعَصُّب کی وجہ سے، یونہی کہیں زبان کے نام پر تو کہیں فرقہ بندی کے نام پر۔ ان میں سے کوئی بھی صورت جائز نہیں ہے۔ قتل کی اجازت صرف مخصوص صورتوں میں حاکمِ اسلام کو ہے اور کسی کو نہیں۔

وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰى یَبْلُغَ اَشُدَّه۪ٗ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا(۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس راہ سے جو سب سے بھلی ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور عہد پورا کرو بیشک عہد سے سوال ہونا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اسی طریقے سے جو سب سے اچھا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی پکی عمر کو پہنچ جائے اور عہد پورا کرو بیشک عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

﴿وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ: اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ۔﴾ اس آیت میں ایک کبیرہ گناہ سے منع کیا گیا ہے اور ایک اہم چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ کبیرہ گناہ تو یتیم کے مال میں خیانت کرنا ہے اور اہم چیز وعدہ پورا کرنا ہے۔ یتیم کا کل یا بعض مال غصب کر لینا، اس میں خیانت کرنا، اس کے دینے میں بلاوجہ ٹال مٹول کرنا یہ سب حرام ہے چنانچہ فرمایا کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر صرف اچھے طریقے سے اور وہ یہ ہے کہ اس کی حفاظت کرو اور اس کو بڑھاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یتیم کا ولی یتیم کے مال سے تجارت وغیرہ کر سکتا ہے، جس سے اس کا مال بڑھے کہ یہ احسن میں داخل ہے اور ایسے ہی اس کا روپیہ سود کے بغیر بینک وغیرہ میں اس کے نام پر رکھنا جائز ہے کہ یہ حفاظت کی قسم ہے۔ دوسرا حکم یہاں ارشاد فرمایا کہ یتیموں کا مال ان کے حوالے کر دو جب وہ یتیم اپنی پُختہ عمر کو پہنچ جائے اور وہ اٹھارہ سال کی عمر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے نزدیک یہی مختار ہے اور امامِ اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے علامات ظاہر نہ ہونے کی حالت میں انتہائی مدتِ بلوغ اسی آیت سے اِستدلال کر کے اٹھارہ سال قرار دی ہے۔[1]

[1] ......تفسیرات احمدیہ، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۳۴، ص۵۰۸.

﴿وَاَوْفُوْابِالْعَهْدِ: اور عہد پورا کرو۔﴾ آیت میں عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے خواہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ہو یا بندوں کا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عہد اس کی بندگی اور اطاعت کرنے کا ہے[1] اور بندوں سے عہد میں ہر جائز عہد داخل ہے۔افسوس کہ وعدہ پورا کرنے کے معاملے میں بھی ہمارا حال کچھ اچھا نہیں بلکہ وعدہ خلافی کرنا ہمارا قومی مزاج بن چکا ہے۔لیڈر قوم سے عہد کرکے توڑ دیتے ہیں اور لوگ ایک دوسرے سے عہد کرکے توڑ دیتے ہیں۔

وَاَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ماپو تو پورا ماپو اور برابر ترازو سے تولو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ماپ کرو تو پورا ماپ کرو اور بالکل صحیح ترازو سے وزن کرو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔

﴿وَاَوْفُوا الْكَیْلَ: اور پورا ماپ کرو۔﴾ دیتے وقت ناپ تول پورا کرنا فرض ہے بلکہ کچھ نیچا تول دینا یعنی بڑھا کر دینا مستحب ہے۔اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خود اس کی فضیلت بیان فرمائی کہ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے، آخرت میں تو یقیناً اچھا ہی انجام ہے، دنیا میں بھی اس کا انجام اچھا ہوتا ہے کہ لوگوں میں نیک نامی ہوتی ہے جس سے تجارت چمکتی ہے۔آج دنیا بھر میں لوگ ان ممالک سے خریدنے میں دلچسپی لیتے ہیں جہاں سے صحیح مال صحیح وزن سے ملتا ہے اور جہاں سیب کی پیٹیوں کے نیچے آلو پیاز نکلیں یا پہلی تہ اعلیٰ درجے کی نکلنے کے بعد نیچے سڑا ہوا مال نکلے وہاں کا جو انجام ہوتا ہے وہ سب سمجھ سکتے ہیں۔

خرید وفروخت سے متعلق اسلام کی تعلیمات

خرید وفروخت سے متعلق اسلام کی چند تعلیمات یہ ہیں:

حضرت واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

[1] ……روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۳۴، ۵/۱۵۵، خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۳۴، ۳/۱۷۴، ملتقطاً۔

فرمایا ’’جو شخص ایسی عیب دار چیز فروخت کر دے جس کے عیب پر خبردار نہ کیا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں رہے گا اور فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔ (1)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غلہ کے ایک ڈھیر پر گزرے تو اپنا ہاتھ شریف اس میں ڈال دیا، آپ کی انگلیوں نے اس میں تری پائی تو ارشاد فرمایا ’’اے غلہ والے! یہ کیا ہے۔ اس نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس پر بارش پڑ گئی تھی۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’تو گیلے غلہ کو تو نے ڈھیر کے اوپر کیوں نہ ڈالا تا کہ اسے لوگ دیکھ لیتے، جو ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (2)

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تمام کمائیوں میں زیادہ پاکیزہ اُن تاجروں کی کمائی ہے کہ جب وہ بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں اور جب اُن کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کریں اور جب وعدہ کریں تو اُس کا خلاف نہ کریں اور جب کسی چیز کو خریدیں تو اُس کی مذمت (برائی) نہ کریں اور جب اپنی چیز بیچیں تو اُس کی تعریف میں مبالغہ نہ کریں اور ان پر کسی کا آتا ہو تو دینے میں ڈھیل نہ ڈالیں اور جب ان کا کسی پر آتا ہو تو سختی نہ کریں۔ (3)

وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌؕ-اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـٴُـوْلًا(۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

1 ......ابن ماجه، کتاب التجارات، باب من باع عیباً فلیبیّنه، ۵۹/۳، الحدیث: ۲۲۴۷.

2 ......مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبیّ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من غشّنا فلیس منّا، ص۶۵، الحدیث: ۱۰۲.

3 ......شعب الایمان، الرابع والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۲۲۱/۴، الحدیث: ۴۸۵۴.

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔﴾ یعنی جس چیز کو دیکھا نہ ہو اُس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے دیکھا ہے اور جس بات کو سنا نہ ہو اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے سنا ہے۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جھوٹی گواہی نہ دو۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ''اس سے مراد یہ ہے کہ کسی پر وہ الزام نہ لگاؤ جو تم نہ جانتے ہو۔[1] ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں جھوٹی گواہی دینے، جھوٹے الزامات لگانے اور اس طرح کے دیگر جھوٹے اَقوال کی مُمانعت کی گئی ہے۔[2]

جھوٹی گواہی دینے اور غلط الزامات لگانے کی مذمت پر اَحادیث

یہاں جھوٹی گواہی دینے اور غلط الزامات لگانے کی مذمت پر 3 روایات ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔[3]

(2)......حضرت معاذ بن انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو کسی مسلمان کو ذلیل کرنے کی غرض سے اس پر الزام عائد کرے تو اللہ تعالیٰ جہنم کے پُل پر اسے روک لے گا یہاں تک کہ اپنے کہنے کے مطابق عذاب پالے۔[4]

(3)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو کسی مسلمان پر ایسی چیز کا الزام لگائے جس کے بارے میں وہ خود بھی جانتا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے (جہنم کے ایک مقام) ''رَدْغَۃُ الْخَبَالْ'' میں اس وقت تک رکھے گا جب تک کہ اپنے الزام کے مطابق عذاب نہ پالے۔[5]

اِس آیت اور دیگر روایات کو سامنے رکھنے کی شدید حاجت ہے کیونکہ آج کل الزام تراشی کرنا اس قدر عام ہے کہ کوئی حد ہی نہیں، جس کا جو دل کرتا ہے وہ دوسروں پر الزام لگا دیتا ہے، جگہ جگہ ذلیل کرتا ہے اور ثبوت مانگیں تو یہ دلیل

---

1 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٣٦، ص٦٢٣.

2 ......تفسير قرطبی، الاسراء، تحت الآية: ٣٦، ١٨٧/٥، الجزء العاشر .

3 ......ابن ماجه، كتاب الاحكام، باب شهادة الزور، ١٢٣/٣، الحديث: ٢٣٧٣ .

4 ......ابو داؤد، كتاب الادب، باب من ردّ عن مسلم غيبة، ٣٥٤/٤، الحديث: ٤٨٨٣ .

5 ......كتاب الجامع فی آخر المصنّف، باب من حلّت شفاعته دون حدّ، ٣٥٣/١٠، الحديث: ٢١٠٦٩ .

کہ میں نے کہیں سنا تھا یا مجھے کسی نے بتایا تھا، اب کس نے بتایا، بتانے والا کتنا معتبر تھا؟ اس کو کہاں سے پتہ چلا؟ اس کے پاس کیا ثبوت ہیں؟ کوئی معلوم نہیں۔

﴿ **كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا : ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔** ﴾ آیت کے آخر میں فرمایا کہ کان، آنکھ اور دل سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ تم نے اُن سے کیا کام لیا؟ کان کو قرآن وحدیث سننے، علم وحکمت اور وعظ ونصیحت کی اور ان کے علاوہ دیگر نیک باتیں سننے میں استعمال کیا یا غیبت سننے، لَغْو اور بیکار باتیں سننے، جماع کی باتیں سننے، بہتان، زنا کی تہمت، گانے، باجے اور فحش سننے میں لگایا۔ یونہی آنکھ سے جائز وحلال کو دیکھا یا فلمیں، ڈرامے دیکھنے اور بدنگاہی کرنے میں استعمال کیا اور دل میں صحیح عقائد اور اچھے اور نیک خیالات وجذبات تھے یا غلط عقائد اور گندے منصوبے اور شہوت سے بھرے خیالات ہی ہوتے تھے۔ اس آیت کی مناسبت سے ایک مسئلہ بھی ہے کہ خیال ہی خیال میں کسی عورت سے بدکاری کرنا بھی حرام ہے اور یہ دل کے زنا میں داخل ہوگا۔

وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَیِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین میں اتراتا نہ چل بیشک تو ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔ یہ جو کچھ گزرا ان میں کی بُری بات تیرے رب کو ناپسند ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین میں اتراتے ہوئے نہ چل بیشک تو ہرگز نہ زمین کو پھاڑ دے گا اور نہ ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو پہنچ جائے گا۔ ان تمام کاموں میں سے جو برے کام ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔

﴿ **وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا : اور زمین میں اتراتے ہوئے نہ چل۔** ﴾ یعنی تکبر وخود نمائی سے نہ چل۔[1]

اسلام ہماری مُعاشرت اور رہن سہن کے طریقے بھی سکھاتا ہے

یاد رہے کہ فخر وتکبر کی چال اور متکبرین کی سی بیٹھک وغیرہ سب ممنوع ہیں، ہمارے چلنے پھرنے بیٹھنے اٹھنے میں

[1]……جلالین، الاسراء، تحت الآیة: ۳۷، ص۲۳۳.

تواضع اور انکساری ہونی چاہیے، گفتگو نرم ہو اور چلنا آہستگی اور وقار کے ساتھ ہو۔ متکبرانہ اور اَوباشوں اور لفنگوں والی چال اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام ہمیں صرف عقائد و عبادات ہی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ ہماری معاشرت اور رہن سہن کے طریقے بھی ہمیں بتاتا ہے۔ مسلمان کی زندگی کے ہر پہلو سے اسلامی پہلو کی جھلک نظر آنی چاہیے۔ ان مسلمانوں پر افسوس ہے جنہیں کفار کے طریقوں پر عمل کرنے میں تو فخر محسوس ہوتا ہے اور اسلامی طریقے اپنانے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔ آیت میں فرمایا گیا کہ **زمین میں اتراتے ہوئے نہ چل بیشک تو ہرگز نہ زمین کو پھاڑ دے گا اور نہ ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو پہنچ جائے گا۔** معنی یہ ہیں کہ تکبر و خودنمائی سے کچھ فائدہ نہیں البتہ کئی صورتوں میں گناہ لازم ہو جاتا ہے لہٰذا اترانا چھوڑو اور عاجزی و انکساری قبول کرو۔

چلنے کی چند سنتیں اور آداب

یہاں آیت کی مناسبت سے چلنے کی چند سنتیں اور آداب یاد رکھیں:

(1)......اگر موقع ہو تو راستے کے کنارے کنارے چلیں۔

(2)......نہ اتنا تیز چلیں کہ لوگوں کی نظریں اٹھیں نہ اتنا آہستہ کہ آپ مریض معلوم ہوں بلکہ درمیانی چال چلیں۔

(3)......لفنگوں کی طرح گریبان کھول کر، اکڑتے ہوئے ہرگز نہ چلیں کہ یہ شُرفا کی چال نہیں بلکہ احمقوں اور مغروروں کی چال ہے۔

(4)......چلنے میں یہ بھی احتیاط کریں کہ جوتے کی آواز پیدا نہ ہو۔

(5)......راہ چلنے میں پریشان نظری یعنی ادھر ادھر دیکھنے سے بچیں۔

(6)......راستے میں دو عورتیں کھڑی ہوں یا جا رہی ہوں تو ان کے بیچ میں سے نہ گزریں۔

(7)......پھدکتے ہوئے بازاری انداز میں نہ چلیں بلکہ نظریں نیچی کئے ہوئے پُر وقار طریقے پر چلیں۔

ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِؕ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۳۹

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ان وحیوں میں سے ہے جو تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجی حکمت کی باتیں اور اے سننے والے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کہ تو جہنم میں پھینکا جائے گا طعنہ پاتا دھکے کھاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وحی کی اُن حکمت والی باتوں میں سے ہیں جو تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجی ہیں اور اے سننے والے! تو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا، ورنہ تجھے ملامت زدہ، مردود کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

﴿مِنَ الْحِكْمَةِ: حکمت والی باتوں میں سے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اس (رکوع) میں جو احکام دیئے گئے ہیں وہ حکمت والے احکام ہیں، حکمت کا کام وہ ہے جس کی صحت پر عقل گواہی دے اور اُس سے نفس کی اصلاح ہو، یہاں آیت میں جو احکام دیئے گئے ہیں وہ سب کے سب پُر از حکمت ہیں۔ ان اَحکام کا خلاصہ یہ ہے: **(1)** اولاد کا قتل ناجائز و حرام ہے۔ **(2)** زنا کے قریب نہ جاؤ۔ **(3)** کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو۔ **(4)** یتیم کے مال میں خیانت سے بچو اور وقت پر اس کا مال اس کے حوالے کر دو۔ **(5)** وعدہ پورا کرو۔ **(6)** ناپ تول میں کمی زیادتی نہ کرو۔ **(7)** بغیر تحقیق کے باتوں کے پیچھے نہ پڑو۔ **(8)** آنکھ، کان اور دل کی حفاظت کرو کہ ان کے متعلق سوال ہوگا۔ **(9)** زمین میں اِترا کر نہ چلو۔ تکبر و خود نُمائی اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند اور عاجزی و اِنکساری پسند ہے۔ **(10)** شرک سے بچو۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان آیات کا حاصل توحید اور نیکیوں اور طاعتوں کا حکم دینا اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت دلانا ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ یہ اٹھارہ آیتیں **وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ** سے **مَدْحُوْرًا** تک حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تختیوں میں تھیں، ان کی ابتدا توحید کے حکم سے ہوئی اور انتہا شرک کی ممانعت پر۔[2] اس سے معلوم ہوا کہ ہر حکمت کی اصل توحید و ایمان ہے اور کوئی قول و عمل اس کے بغیر قابلِ قبول نہیں۔

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ اِنَاثًاؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا۠(۴۰)

ع

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ٣٩، ٣/١٧٥.

2 ......مدارک، الاسراء، تحت الآیة: ٣٩، ص٦٢٤.

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹے چن دیئے اور اپنے لیے فرشتوں سے بیٹیاں بنائیں بیشک تم بڑا بول بولتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارے رب نے تمہارے لئے بیٹے چن لئے اور اپنے لیے فرشتوں سے بیٹیاں بنالیں۔ بیشک تم بہت بڑی بات بول رہے ہو۔

﴿ قَوْلًا عَظِیْمًا: بڑی بات۔﴾ مشرکینِ عرب فرشتوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بیٹیاں کہتے تھے، ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ بدنصیبو! اپنے لئے لڑکیاں پسند نہیں کرتے ان کی پیدائش پر ناراض ہوتے اور برا مناتے ہو بلکہ انہیں قتل کردیتے ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے لڑکیاں ثابت کرتے ہو کیا خدا نے تمہارے خیال کے مطابق اچھی چیز یعنی لڑکے تمہیں دیئے اور بری چیز اپنے لئے رکھی۔ یقیناً تم بہت ہی سخت بات کہہ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہو جو جسم کے خواص سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے پھر اس میں بھی اپنی بڑائی رکھتے ہو کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور اس کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہو۔[1] یہ تمہاری کتنی بے ادبی اور گستاخی ہے۔

وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْاؕ-وَ مَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان فرمایا کہ وہ سمجھیں اور اس سے انھیں نہیں بڑھتی مگر نفرت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان فرمایا تاکہ وہ سمجھیں اور یہ سمجھانا ان کے دور ہونے کو ہی بڑھا رہا ہے۔

﴿ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ: اس قرآن میں۔﴾ اس رکوع میں عقائدِ اسلامیہ میں سے چاروں اہم ترین بنیادی عقائد کو بیان کیا

[1] ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۴۰، ۵/۱۶۰-۱۶۱.

گیا ہے، پہلے قرآن کے بارے میں پھر توحیدِ باری تعالیٰ کے بارے میں، پھر رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں اور پھر قیامت کے بارے میں۔ سب سے پہلے قرآن کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے اس قرآن میں نصیحت کی باتیں بار بار بیان فرمائیں اور کئی طرح سے بیان فرمائیں جیسے کہیں دلائل سے، تو کہیں مثالوں سے، کہیں حکمتوں سے اور کہیں عبرتوں سے اور ان مختلف اندازوں میں بیان کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ لوگ کسی طرح نصیحت و ہدایت کی طرف آئیں اور سمجھیں۔ یہاں قرآنِ پاک نے علمِ نفسیات کے ایک اصول کو بیان فرمادیا کہ لوگوں سے ان کی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق کلام کیا جائے کیونکہ بعض لوگ دلائل سے مانتے ہیں اور بعض ڈر سے اور کچھ مثالوں سے۔ یونہی بعض اوقات ایک آدمی کی حالت ہی مختلف ہوتی رہتی ہے، کسی وقت اسے ڈرا کر سمجھانا مفید ہوتا ہے اور کسی وقت نرمی سے۔ تو قرآنِ پاک نے تمام لوگوں کو ان کے تمام اَحوال کی رعایت کرتے ہوئے سمجھایا ہے۔ لیکن آیت کے آخر میں فرمایا کہ اس اِصلاح و تفہیم نے کفار کی حق سے نفرت میں ہی اضافہ کیا کیونکہ بارش اگرچہ بابرکت ہوتی ہے لیکن اگر کسی جگہ پر گندگی کا ڈھیر ہو تو وہاں بدبو میں ہی اضافہ ہوتا ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّا بْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِیْرًا ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر اس کے ساتھ اور خدا ہوتے جیسا یہ بکتے ہیں جب تو وہ عرش کے مالک کی طرف کوئی راہ ڈھونڈ نکالتے۔ اسے پاکی اور برتری ان کی باتوں سے بڑی برتری۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: جیسا کافر کہہ رہے ہیں اس طرح اگر اللہ کے ساتھ اور معبود ہوتے جب تو وہ عرش کے مالک کی طرف کوئی راہ ڈھونڈ نکالتے۔ وہ ظالموں کی بات سے پاک اور بہت ہی بلند و بالا ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی توحید کی ایک قطعی مگر نہایت عام فہم دلیل بیان فرمائی ہے کہ بالفرض اگر دو خدا ہوتے تو ان میں ایک کا دوسرے سے ٹکراؤ لازمی طور پر ممکن ہوتا جیسے ان میں سے ایک ارادہ کرتا کہ زید حرکت

کرے اور دوسرا ارادہ کرتا ہے کہ وہ ساکن رہے۔ اب حرکت اور سکون دونوں چیزیں فی نفسہ ممکن تو ہیں، اسی طرح دو خداؤں کا حرکت اور سکون میں سے ہر ایک چیز کا ارادہ کرنا بھی ممکن ہے لیکن دونوں کے ارادے کے بعد ہوتا کیا؟ اگر ان کے ارادوں کے مطابق حرکت اور سکون دونوں چیزیں واقع ہوں تو دو مُتضاد چیزوں کا جمع ہونا لازم آئے گا اور اگر دونوں واقع نہ ہوں تو ان خداؤں کا عاجز ہونا لازم آئے گا اور اگر ایک واقع ہو دوسری نہ ہو تو دونوں میں سے ایک خدا کا عاجز ہونا لازم آئے گا اور جو عاجز ہے وہ خدا نہیں کیونکہ عاجز ہونا محتاجی اور نقص ہے اور واجبُ الوجود ہونے کے مُنافی ہے تو ثابت ہوا کہ دو خدا ہونا ہی محال ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کی پاکی بولتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ساتوں آسمان اور زمین اور جو مخلوق ان کے درمیان ہے سب اسی کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی بھی شے ایسی نہیں جو اس کی حمد بیان کرنے کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان چیزوں کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔ بیشک وہ حلم والا، بخشنے والا ہے۔

﴿تُسَبِّحُ لَهُ: اس کی پاکی بیان کرتی ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا کہ ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں بسنے والی ساری مخلوق اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا اور تسبیح وتقدیس میں مشغول ہے اور یہ تسبیح دونوں طرح ہے، **زبانِ حال** سے بھی اور وہ اس طرح کہ تمام مخلوقات کے وجود اپنے صانع یعنی بنانے والے کی قدرت وحکمت پر دلالت کرتے ہیں اور یہ تسبیح **زبانِ قال** سے بھی ہے۔ [1] اور یہ بھی ثابت وصحیح ہے اور اَحادیثِ کثیرہ اس پر دلالت کرتی ہیں اور

[1] ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ٤٤، ٥/١٦٢، ملخصاً۔

سَلف صالحین سے یہی منقول ہے۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے [1] اور ہر چیز کی زندگی اس کے حسبِ حیثیت ہے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ دروازہ کھولنے کی آواز اور چھت کا چٹخنا یہ بھی تسبیح کرنا ہے اور ان سب کی تسبیح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے۔ یہاں جَمادات کی تسبیح سے متعلق چنداَحادیث ملاحظہ ہوں، چنانچہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی انگشتِ مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوتے میں نے دیکھے اور ہم کھاتے وقت کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ [2]

حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو میرے اعلانِ نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لکڑی کے ایک ستون سے تکیہ فرما کر خطبہ فرمایا کرتے تھے، جب منبر بنایا گیا اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ ستون رونے لگا، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس پر دستِ کرم پھیرا (شفقت فرمائی اور تسکین دی)۔ [4] ان تمام اَحادیث سے جمادات کا کلام اور تسبیح کرنا ثابت ہوا۔

﴿ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ: لیکن تم لوگ ان چیزوں کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ تو حق ہے کہ تمام اَشیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح بیان کرتی ہیں کیونکہ یہ بات خود اللہ عَزَّوَجَلَّ بتارہا ہے البتہ تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔ زبانِ حال کی تسبیح تو وہ لوگ نہیں سمجھتے جو مخلوق میں غور کرکے خالق کی معرفت حاصل نہیں کرتے اور زبانِ قال کی تسبیح عمومی طور پر کوئی نہیں سمجھتا کیونکہ ہر شے کس زبان میں تسبیح کرتی ہے ہم نہیں سمجھتے اور ہر چیز کی تسبیح کا جان لینا ہمارے لئے مشکل ہے۔ البتہ

---

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ٤٤، ٣/١٧٦.

2 ......بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوّۃ فی الاسلام، ٢/٤٩٥، الحدیث: ٣٥٧٩.

3 ......مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وتسلیم الحجر علیہ قبل النبوّۃ، ص١٢٤٩، الحدیث: ٢(٢٢٧٧)

4 ......بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ٢/٤٩٦، الحدیث: ٣٥٨٣.

اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کو ان چیزوں کی تسبیح سمجھنے کی صلاحیت دیدے تو وہ جدا بات ہے۔

وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم نے قرآن پڑھا ہم نے تم پر اور ان میں کہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھپا ہوا پردہ کردیا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اے حبیب! جب تم نے قرآن پڑھا تو ہم نے تمہارے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک چھپا ہوا پردہ کردیا۔

﴿وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ: اور اے حبیب! جب تم نے قرآن پڑھا۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب سورۂ تَبَّتْ یَدَا نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی پتھر لے کر آئی، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مع حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے تشریف رکھتے تھے، وہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نہ دیکھ سکی اور حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہنے لگی، تمہارے آقا کہاں ہیں؟ مجھے معلوم ہوا ہے اُنہوں نے میری ہَجْو (مذمت) کی ہے۔ حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، وہ شعر گوئی نہیں کرتے ہیں۔ تو وہ یہ کہتی ہوئی واپس ہوئی کہ میں ان کا سر کچلنے کے لئے یہ پتھر لائی تھی۔ حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بڑے تعجب سے عرض کیا کہ (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے یہاں موجود ہونے کے باوجود) اس نے آپ کو دیکھا نہیں؟ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ حائل رہا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

وَّ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِذَا ذَكَرْتَ

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ٤٥، ٣/١٧٦.

رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰۤى اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف ڈال دیئے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں ٹینٹ اور جب تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کی یاد کرتے ہو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں نفرت کرتے۔ ہم خوب جانتے ہیں جس لیے وہ سنتے ہیں جب تمہاری طرف کان لگاتے ہیں اور جب آپس میں مشورہ کرتے ہیں جبکہ ظالم کہتے ہیں تم پیچھے نہیں چلے مگر ایک ایسے مرد کے جس پر جادو ہوا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف ڈال دیئے ہیں تا کہ اس قرآن کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا اور جب تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتے ہو تو وہ کافر نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ جب وہ آپ کی طرف کان لگا کر سنتے ہیں تو وہ اسے کیوں سنتے ہیں اور جب وہ آپس میں مشورہ کرتے ہیں جب ظالم کہتے ہیں: تم تو صرف ایک ایسے مرد کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو ہوا ہے۔

﴿ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً: اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف ڈال دیئے ہیں۔ ﴾ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کفار کی ضد و انانیّت کے باعث اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں جس سے وہ قرآن کریم کو درست طور پر سمجھ نہیں سکتے اور ان کے کانوں میں بھی بوجھ ڈال دیئے جس کے باعث وہ قرآن شریف سنتے نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی صحیح سمجھ ایمان اور تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے، اس کے بغیر بسا اوقات ذہن الٹا کام کرتا ہے جیسا آجکل دیکھا جا رہا ہے۔ ہر کتاب روشنی میں پڑھی جاتی ہے، قرآن کو پڑھنے، سمجھنے کیلئے روشنی تقویٰ ہے۔ لہٰذا فہمِ قرآن کیلئے اس روشنی کو حاصل کرنا چاہیے۔

﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖ: ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ اسے کیوں سنتے ہیں۔﴾ یعنی کفار سنتے بھی ہیں تو تمسخر اور تکذیب کے لئے، یہ ان کا ایک جرم ہے اور ان کا دوسرا جرم یہ ہے کہ ان میں سے کوئی آپ کو مجنوں کہتا ہے اور کوئی جادوگر اور کوئی کاہن اور کوئی شاعر۔[1]

اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دیکھو انھوں نے تمہیں کیسی تشبیہیں دیں تو گمراہ ہوئے کہ راہ نہیں پاسکتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دیکھو! انہوں نے تمہارے لئے کیسی مثالیں بیان کی ہیں تو یہ گمراہ ہوئے پس یہ راستہ پانے کی طاقت نہیں رکھتے۔

﴿اُنْظُرْ: دیکھو!﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ کفار حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کیلئے کیسی باتیں کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ناقص صفات کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں جیسے جادوگر، کاہن وغیرہ کے ساتھ۔[2]

حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کسی صفت کو کسی گھٹیا چیز کے ساتھ تشبیہ دینا کفر ہے

اس سے معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یا آپ کی کسی صفت کو کسی گھٹیا چیز کے ساتھ تشبیہ دینا کفر ہے، جیسے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علمِ مبارک کو مَعَاذَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کوئی جانوروں کے علم سے تشبیہ دے تو یقیناً ایسا شخص توہین کا مُرتکب ہے۔

وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ

---

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۴۷، ۳/۱۷۶-۱۷۷، ملخصاً.

2 ......بیضاوی، بنی اسرائیل، تحت الآیة: ۴۸، ۳/۴۵۰، ملخصاً.

فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَاؕ-قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۚ-فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَؕ-قُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا(۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے کیا سچ مچ نئے بن کر اٹھیں گے۔ تم فرماؤ کہ پتھر یا لوہا ہوجاؤ۔ یا اور کوئی مخلوق جو تمہارے خیال میں بڑی ہو تو اب کہیں گے ہمیں کون پھر پیدا کرے گا تم فرماؤ وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا تو اب تمہاری طرف مسخرگی سے سر ہلا کر کہیں گے یہ کب ہے تم فرماؤ شاید نزدیک ہی ہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور انہوں نے کہا: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا واقعی ہمیں نئے سرے سے پیدا کرکے اٹھایا جائے گا؟ تم فرماؤ کہ پتھر بن جاؤ یا لوہا۔ یا اور کوئی مخلوق جو تمہارے خیال میں بہت بڑی ہے تو اب کہیں گے: ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا؟ تم فرماؤ: وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تو اب آپ کی طرف تعجب سے اپنے سر ہلا کر کہیں گے: یہ کب ہوگا؟ تم فرماؤ: ہوسکتا ہے کہ یہ نزدیک ہی ہو۔

﴿وَقَالُوْٓا: اور انہوں نے کہا۔﴾ یہاں سے آخر رکوع تک قیامت کے بارے میں کفار کے عمومی اعتراض اور اس کے جواب کا بیان ہے چنانچہ کفار نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا واقعی ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟ یہ بات اُنہوں نے بہت تعجب سے کہی اور مرنے اور خاک میں مل جانے کے بعد زندہ کئے جانے کو اُنہوں نے بہت بعید سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کیا اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم فرماؤ کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا اس سے بڑی کوئی مخلوق مثلاً آسمان بن جاؤ تب بھی اللہ تعالیٰ تمہیں زندگی دے سکتا ہے، یہ سب ایسی چیزیں ہیں کہ زندگی سے دور ہیں اور ان میں کبھی تمہاری طرح روح نہ پھونکی گئی تو اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو ان سب کو بھی زندگی دے سکتا ہے، چہ جائیکہ ہڈیاں اور جسم کے ذرّے، انہیں زندہ کرنا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے، یہ ہڈیاں اور اَجسام تو پہلے بھی زندہ رہ چکے ہیں۔ لہٰذا اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی تمہیں زندہ کرے گا اور پہلی حالت کی طرف واپس فرمائے گا۔ اس کے بعد مزید فرمایا کہ یہ کفار اب کہیں گے: ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا؟ تم فرماؤ

کہ تمہیں وہی دوبارہ پیدا کرے گا جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔ یہ سن کر کفار پھر بھی ماننے کی طرف نہیں آئیں گے بلکہ مذاق کے طور پر تعجب کے ساتھ اپنے سر ہلا کر کہیں گے: یہ کب ہوگا؟ تو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا گیا کہ تم فرما دو: ہوسکتا ہے کہ یہ نزدیک ہی ہو۔ (1)

یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا۠ ﴿۵۲﴾

ع ۱۲ ۵/۵

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے چلے آؤ گے اور سمجھو گے کہ نہ رہے تھے مگر تھوڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے جواب دوگے اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑا عرصہ رہے ہو۔

﴿یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ: جس دن وہ تمہیں بلائے گا۔﴾ یعنی جس دن اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں قبروں سے میدانِ قیامت کی طرف بلائے گا تو تم سب اپنے سروں سے خاک جھاڑتے چلے آؤ گے اور اس وقت سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ کہتے اور یہ اقرار کرتے ہوئے آؤ گے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی پیدا کرنے والا اور مرنے کے بعد اُٹھانے والا ہے اور قیامت کے کٹھن اَوقات کی وجہ سے یا اس کے مقابلے میں تم سمجھو گے کہ دنیا میں یا قبروں میں تمہارا قیام بڑا مختصر تھا۔ (2)

وَ قُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُؕ-اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْؕ-اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میرے بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو بیشک شیطان ان کے آپس میں فساد ڈال دیتا ہے بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔

1 ...... خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۴۹-۵۱، ۳/۱۷۷، مدارك، الاسراء، تحت الآیة: ۴۹-۵۱، ص۶۲۵-۶۲۶، ملتقطاً.

2 ...... خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۵۲، ۳/۱۷۷، مدارك، الاسراء، تحت الآیة: ۵۲، ص۶۲۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اے حبیب! آپ میرے بندوں سے فرما دیں کہ وہ ایسی بات کہیں جو سب سے اچھی ہو۔ بیشک شیطان لوگوں کے درمیان فساد ڈال دیتا ہے۔ بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

﴿وَ قُلْ: اور آپ فرما دیں۔﴾ اِس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مشرکین مسلمانوں کے ساتھ بدکلامیاں کرتے اور انہیں ایذائیں دیتے تھے، انہوں نے سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اس کی شکایت کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو بتایا گیا کہ وہ کفار کی جاہلانہ باتوں کا ویسا ہی جواب نہ دیں بلکہ صبر کریں اور انہیں صرف یہ دعا دیدیا کریں **یَهْدِیْكُمُ اللّٰهُ** (اللہ تمہیں ہدایت دے۔) یہ حکم یعنی بہر حال صرف صبر ہی کرنا، جہاد کے حکم سے پہلے تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا اور ارشاد فرمایا گیا ”**یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ**“ (اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو)“[1] اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئی ایک کافر نے اُن کی شان میں بیہودہ کلمہ زبان سے نکالا تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر کرنے اور معاف فرمانے کا حکم دیا۔[2]

بہر حال آیت میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ایمان والوں سے فرما دیں کہ وہ کافروں سے وہ بات کیا کریں جو نرم ہو یا پاکیزہ ہو، ادب اور تہذیب کی ہو، ارشاد و ہدایت کی ہو حتّٰی کہ کفار اگر بے ہودگی کریں تو اُن کا جواب اُنہیں کے انداز میں نہ دیا جائے۔ فی زمانہ جہاد کا حکم موجود ہے لیکن وہ حکومت کے انتظام سے ہوتا ہے، یہ نہیں کہ اب کوئی کافر کسی مسلمان سے بدکلامی کرے تو یہ اس سے جہاد و قتال شروع کر دے بلکہ اب اگر ایسا ہو تو بھی قانونی کاروائی ہی کی جا سکتی ہے۔ ہاں کافر قوم مسلمانوں سے عمومی رویہ یہ بنا لے اور اب سلطنت جہاد کا فیصلہ کرے تو وہ جدا حکم ہے۔ اور انفرادی طور پر تو کفار کی بداَخلاقی کا جواب اخلاق سے دینا اب بھی سنت ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ دلیل تو قوی دو مگر بے ہودہ بات منہ سے نہ نکالو۔ فی زمانہ اس حکم پر عمل کرنے کی سخت حاجت ہے کیونکہ ہمارے ہاں دلیل سے پہلے گولی اور گالی کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ آیت کے آخری حصے میں بتا دیا کہ بدتہذیبی اور بدتمیزی شیطان کے ہتھیار ہیں اور ان

1 ......توبہ: ۷۳۔

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۵۳، ۳ / ۱۷۷، خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۵۳، ملتقطاً۔

کے ذریعے وہ تمہیں غصہ دلواتا اور بھڑکاتا ہے کہ ترکی بہ ترکی جواب دو، جس سے لڑائی فساد کی نوبت آجائے۔ یہ شیطان کی انسان سے دشمنی ہے اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۵۴﴾ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے وہ چاہے تو تم پر رحم کرے یا چاہے تو تمہیں عذاب کرے اور ہم نے تم کو ان پر کڑوڑا بنا کر نہ بھیجا۔ اور تمہارا رب خوب جانتا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور بیشک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی اور داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، وہ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ اور تمہارا رب خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور بیشک ہم نے نبیوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ: تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، وہ چاہے تو اے کافرو! تمہیں توبہ اور ایمان کی توفیق عطا فرما کر تم پر رحم فرمائے اور چاہے تو حالتِ کفر میں باقی رکھ کر عذاب دے۔ پھر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فرمایا کہ ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ ان کے اعمال کے ذمہ دار ہوں بلکہ آپ صرف مُبَلِّغ بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ (1)

﴿وَرَبُّكَ اَعْلَمُ: اور تمہارا رب خوب جانتا ہے۔﴾ یعنی تمہارا رب آسمان و زمین میں موجود ساری مخلوق کے سب اَحوال

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٥٤، ١٧٨/٣، مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٥٤، ص٦٢٦، ملتقطاً.

کو جانتا ہے اوراس بات کوبھی کہ کون کس لائق ہے۔[1] یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبیوں کو دوسروں پر مخصوص فضائل کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی جیسے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خلیل بنانا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کلیم اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حبیب بنایا بلکہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بے شمار اُمور میں فضیلتِ تامہ عطا فرمائی۔

﴿وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا: ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔﴾ زبور کتابِ الٰہی ہے جو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہوئی۔ اس میں ایک سو پچاس سورتیں ہیں، سب میں دعا اور اللہ تعالیٰ کی ثنا اوراس کی تحمید و تمجید ہے، نہ اس میں حلال وحرام کا بیان، نہ فرائض نہ حدود واَحکام۔ اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نام لے کر ذکر فرمایا گیا۔ مفسرین نے اس کی چند وجوہات بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت میں بیان فرمایا گیا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی پھر ارشاد کیا کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زبور عطا کی باوجود یہ کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت کے ساتھ ملک بھی عطا کیا تھا لیکن اس کا ذکر نہ فرمایا، اس میں تنبیہ ہے کہ آیت میں جس فضیلت کا ذکر ہے وہ فضیلتِ علم ہے نہ کہ فضیلتِ ملک و مال۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں فرمایا ہے کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خاتَم الانبیاء ہیں اور اُن کی اُمت خَیرُ الْاُمَم، اسی سبب سے آیت میں حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور زبور کا ذکر خصوصیت سے فرمایا گیا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ یہود کا گمان تھا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد کوئی نبی نہیں اور توریت کے بعد کوئی کتاب نہیں، اس آیت میں حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زبور عطا فرمانے کا ذکر کر کے یہود کی تکذیب کر دی گئی اور اُن کے دعوے کا بُطلان ظاہر فرما دیا گیا۔[2] الغرض یہ آیت سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فضیلتِ کُبریٰ پر دلالت کرتی ہے۔

فارسی کا ایک قطعہ ہے۔

ای وصفِ تو در کتابِ موسیٰ وے نعتِ تو در زبورِ داؤد مقصود توئی زِ آفرینش باقی بہ طفیلِ تُست موجود

اے وہ ذات جس کی شان موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کتاب میں موجود ہے اور جس کی نعت حضرت داؤد عَلَیْہِ

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ٥٥، ١٧٨/٣.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ٥٥، ١٧٨/٣.

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی زبور میں بھی ہے۔مخلوق کی پیدائش میں اصلِ مقصود آپ کی ذات ہے اور باقی ساری مخلوق آپ کے طفیل ہے۔ (1)

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِیْلًا ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ پکارو انہیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: پکارو انہیں جن کو تم اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے ہو تو وہ تم سے تکلیف ہٹانے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ اسے پھیر دینے کا۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ جب کفار شدید قحط میں مبتلا ہوئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتے اور مردار کھا گئے اور بالآخر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں فریاد لے کر آئے اور آپ سے دعا کی اِلتجا کی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جب بتوں کو خدا مانتے ہو تو اس وقت انہیں پکارو اور وہ تمہاری مدد کریں اور جب تم جانتے ہو کہ وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے تو کیوں انہیں معبود بناتے ہو۔ (2)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ بت معبود نہیں، نہ تو اس پر قادر ہیں کہ تکلیف مٹا دیں اور نہ اس پر کہ تم سے مصیبت منتقل کر کے دوسرے پر ڈال دیں۔

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ

1 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۵۵، ۵/۱۷۴.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۵۶، ۳/۱۷۸.

وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ مقبول بندے جن کی یہ کافر عبادت کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ وہ اللّٰہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

﴿اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ: وہ جنہیں یہ پوجتے ہیں۔﴾ کفار کے بہت سے گروہ تھے۔ کوئی بتوں اور دیوی، دیوتاؤں کو پوجتا تھا اور کوئی فرشتوں کو، یونہی عیسائی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے تھے اور یہودیوں کا ایک گروہ حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو، یونہی بہت سے لوگ ایسے جنوں کو پوجتے تھے جو اسلام قبول کر چکے تھے لیکن ان کے پوجنے والوں کو خبر نہ تھی تو اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اُن لوگوں کو شرم دلائی کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا جن مُقَرَّبِیْنِ بارگاہِ الٰہی کو یہ لوگ پوجتے ہیں وہ تو خود اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ تک رسائی کیلئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے تاکہ جو سب سے زیادہ مقرب ہو اس کو وسیلہ بنائیں تو جب یہ مقربین بھی بارگاہِ الٰہی تک رسائی کیلئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں اور رحمتِ الٰہی کی امید رکھتے ہیں اور عذابِ الٰہی سے ڈرتے ہیں تو کافر انہیں کس طرح معبود سمجھتے ہیں۔ [1]

اللّٰہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو اس کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا جائز ہے

اس سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ آیت میں وسیلہ بنانے کا جواز بیان کیا گیا ہے اور شرک کا رد کیا گیا ہے۔ وسیلہ ماننے اور خدا ماننے میں زمین و آسمان کا فرق ہے، جو وسیلے کو شرک کہے وہ اس آیت کے مطابق مَعَاذَ اللّٰہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی شرک کا مُرتکب

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۵۷، ۳/۱۷۸، ملتقطاً۔

قرار دیتا ہے۔ اِس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کائنات کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں کہ بارگاہِ الٰہی میں سب سے مقرب وہی ہیں تو بقیہ سب انہیں کو وسیلہ بناتے ہیں اور اسی لئے میدانِ قیامت میں سب لوگ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں ہی جمع ہو کر حاضری دیں گے اور بارگاہِ الٰہی میں سفارش کروائیں گے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے

ان کی امّت میں بنایا انھیں رحمت بھیجا یوں نہ فرما کہ ترا رحم میں دعویٰ کیا ہے

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے مجھ سے حساب بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے

وَ اِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ ہم اسے روزِ قیامت سے پہلے نِیست کردیں گے یا اسے سخت عذاب دیں گے یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ ہم اسے روزِ قیامت سے پہلے ختم کردیں گے یا اسے سخت عذاب دیں گے۔ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

﴿قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ : قیامت کے دن سے پہلے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ ہم اسے فرمانبردار ہونے کی صورت میں اچھی موت کے ساتھ روزِ قیامت سے پہلے ختم کردیں گے اور اگر گناہگار ہو تو اسے دُنْیَوی عذاب کے ساتھ ہلاک کردیں گے اور اگر کسی کافر بستی کو دنیوی عذاب نہ آیا تو آخرت میں شدید عذاب دیں گے اور یہ بات لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا جب کسی بستی میں زنا اور سود کی کثرت ہوتی ہے تو اللّٰہ تعالیٰ اس کی ہلاکت کا حکم دیتا ہے۔[1]

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۵۸، ۱۷۹/۳۔

وَ مَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَؕ-وَ اٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَاؕ-وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا(۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم ایسی نشانیاں بھیجنے سے یوں ہی باز رہے کہ انہیں اگلوں نے جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو ناقہ دیا آنکھیں کھولنے کو تو انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم ایسی نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہمیں نشانیاں بھیجنے سے صرف اس چیز نے باز رکھا کہ ان نشانیوں کو پہلے لوگوں نے جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی واضح نشانی دی تو انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں ڈرانے کے لئے ہی بھیجتے ہیں۔

﴿ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ: کہ ان نشانیوں کو پہلے لوگوں نے جھٹلایا۔﴾ اِس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اہلِ مکہ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ صفا پہاڑ کو سونا کر دیں اور پہاڑوں کو سرزمینِ مکہ سے ہٹا دیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وحی کی کہ اگر آپ فرمائیں تو آپ کی اُمت کو مہلت دی جائے اور اگر آپ فرمائیں تو جو انہوں نے طلب کیا ہے وہ پورا کیا جائے لیکن اگر پھر بھی وہ ایمان نہ لائے تو اُن کو ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا جائے گا، اس لئے کہ ہماری سنت یہی ہے کہ جب کوئی قوم نشانی طلب کر کے ایمان نہیں لاتی تو ہم اُسے ہلاک کر دیتے ہیں اور مہلت نہیں دیتے۔ ایسا ہی ہم نے پہلوں کے ساتھ کیا ہے۔ اسی بیان میں یہ آیت نازل ہوئی۔[1] اور فرمایا گیا کہ ہمیں کفار کی مطلوبہ نشانیاں بھیجنے سے صرف اس چیز نے باز رکھا کہ ان نشانیوں کو پہلے لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اور اس کی واضح مثال یہ ہے کہ ہم نے قومِ ثمود کے مطالبے پر حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نشانی کے طور پر اونٹنی دی تو قوم نے ماننے کی بجائے اس اونٹنی پر ہی ظلم کیا کہ اسے قتل کر دیا اور یوں گویا اپنی جانوں پر بھی ظلم کیا اور نتیجے میں وہ ہلاک ہو گئے اور یاد رکھو کہ ہم نشانیاں جلد آنے والے عذاب سے ڈرانے کے لئے ہی بھیجتے ہیں۔

[1]……تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیۃ: ۵۹، ۷/۳۵۹، مدارك، الاسراء، تحت الآیۃ: ۵۹، ص۶۲۸، ملتقطاً۔

وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِؕ وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْۤ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِؕ وَ نُخَوِّفُهُمْۙ فَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا طُغْیَانًا كَبِیْرًا۠ (۶۰)

رکوع ۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم نے تم سے فرمایا کہ سب لوگ تمہارے رب کے قابو میں ہیں اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو اور وہ پیڑ جس پر قرآن میں لعنت ہے اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو انھیں نہیں بڑھتی مگر بڑی سرکشی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم نے تم سے فرمایا: بیشک سب لوگ تمہارے رب کے قابو میں ہیں اور ہم نے آپ کو جو مشاہدہ کرایا اسے لوگوں کیلئے آزمائش بنادیا اور اس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو ان کی سرکشی بڑھ جاتی ہے۔

﴿ **وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ :اور جب ہم نے تم سے فرمایا۔** ﴾ یعنی فرمایا گیا کہ سب لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قبضۂ قدرت میں ہیں تو آپ تبلیغ فرمایئے اور کسی کا خوف نہ کیجئے ، اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کا نگہبان ہے۔ (1)

اللہ تعالیٰ کی طرف اِحاطہ کی نسبت سے کیا مراد ہے؟

یاد رکھیں کہ قرآن وحدیث میں جہاں بھی یہ مذکور ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ گھیرے ہوئے ہے یا احاطہ کئے ہوئے ہے تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم اور قدرت سب کو گھیرے ہوئے ہے، نہ کہ خود ربِ تعالیٰ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات جسمانی اعتبار سے گھیرنے اور گھرنے سے پاک ہے کہ وہ جسم سے پاک ہے۔

﴿ **اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ : مگر لوگوں کیلئے آزمائش۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ شبِ معراج بیداری کی حالت میں جو آیاتِ الٰہیہ کا آپ کو

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۶۰، ۳/۱۷۹-۱۸۰۔

معائنہ کروایا گیا تو وہ لوگوں کیلئے ایک آزمائش تھا چنانچہ جب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں کو واقعہ معراج کی خبر دی تو کفار نے اس کی تکذیب کی اور بعض مسلمان بھی مُرتد ہو گئے اور کفار مذاق کے طور پر بیتُ المقدس کی عمارت کا نقشہ دریافت کرنے لگے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سارا نقشہ بتادیا تو اس پر کفار آپ کو جادوگر کہنے لگے۔ اس آیت میں معراجِ جسمانی کا ثبوت ہے کیونکہ مشرکین نے اس کا انکار کیا اور فتنہ اٹھایا، اگر یہ صرف خواب کی معراج ہوتی تو نہ اس کا انکار ہوتا اور نہ فتنہ۔ یہاں دکھانے سے معراج کی رات کی وہ سیر ہے جس کی خبر حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مکہ والوں کو دی، حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سن کر اسے ماننے کی وجہ سے صدیق بن گئے اور کفارِ مکہ سن کر اس کا انکار کرنے کی وجہ سے زندیق بن گئے۔ غرضیکہ معراج کو مان کر کوئی صدیق بنا اور کوئی انکار کر کے زندیق ہوا۔

﴿وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ: اور لعنتی درخت۔﴾ یعنی زقوم کا درخت جو جہنم میں پیدا ہوتا ہے، اس کو سببِ آزمائش بنادیا یہاں تک کہ ابوجہل نے کہا کہ اے لوگو! محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمہیں جہنم کی آگ سے ڈراتے ہیں کہ وہ پتھروں کو جلا دے گی، پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس میں درخت اُگیں گے۔ آگ میں درخت کہاں رہ سکتا ہے؟ یہ اعتراض کفار نے کیا اور قدرتِ الٰہی سے غافل رہے اور یہ نہ سمجھے کہ اُس قادرِ مختار کی قدرت سے آگ میں درخت پیدا کرنا کچھ بعید نہیں۔ [1]

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًاۚ(۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے بولا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس نے کہا: کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا؟

[1]......خازن، الاسراء، تحت الآية: ۶۰، ۳/۱۸۰، روح البيان، الاسراء، تحت الآية: ۶۰، ۵/۱۷۸، ملتقطاً.

﴿وَ اِذْ قُلْنَا : اور جب ہم نے کہا۔﴾ یہاں سے ایک مرتبہ پھر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کی قوم اور ان کے اہلِ زمانہ کی طرف سے پہنچنے والی مشقتوں کا ذکر فرمایا جبکہ اس آیت سے یہ بیان فرمایا کہ سابقہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ ان کے اہلِ زمانہ کی ایسی ہی رَوِش رہی ہے، ان میں سے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھ لیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے مقرب بندے ہیں، انہیں ابلیس کی طرف سے کیسی شدید مشقت کا سامنا ہوا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قوم نے ان سے صرف تکبر اور حسد کی وجہ سے جھگڑا کیا اور ان کے خلاف طرح طرح سے باطل شبہات پیش کئے، تکبر کی بنا پر یہ لوگ ایمان سے محروم رہے اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نبوت اور بلند درجہ ملنے پر ان سے حسد کیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ تکبر اور حسد نے ہی ابلیس کو ایمان سے نکال کر کفر میں داخل کر دیا، مخلوق میں تکبر اور حسد بڑا پرانا مرض ہے۔[1] آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن شیطان نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے حسد اور اپنی ذات کے تکبر کی وجہ سے یہ جواب دیا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے حالانکہ میری پیدائش آگ سے ہے اور میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے افضل ہوں۔

قَالَ اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ٘ لَىٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا دیکھ تو جو یہ تو نے مجھ سے معزز رکھا اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا مگر تھوڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہنے لگا: بھلا دیکھ تو جسے تو نے میرے اوپر معزز بنایا، اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور

1 ……تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیۃ: ۶۱، ۷/۳۶۵.

میں تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ شیطان نے مزید کہا کہ جسے تو نے میرے اوپر معزز بنایا اور اس کو مجھ پر فضیلت دی اور اس کو سجدہ کرایا تو میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا یعنی گمراہ کردوں گا سوائے ان چند لوگوں کے جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ بچائے اور محفوظ رکھے، اور وہ اس کے مخلص بندے ہیں۔[1] شیطان کے اس کلام پر اللہ تعالیٰ نے اس سے جو فرمایا وہ اگلی آیات میں ہے۔

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَیْهِمْ بِخَیْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَ عِدْهُمْ ؕ وَ مَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا دور ہو تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بیشک تم سب کا بدلہ جہنم ہے بھرپور سزا۔ اور ڈگا دے ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے اور ان پر لام باندھ لا اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا اور ان کا ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں اور انہیں وعدہ دے اور شیطان انہیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: چلا جا تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بیشک جہنم تم سب کی بھرپور سزا ہے۔ اور تو اپنی آواز کے ذریعے جسے پھسلا سکتا ہے پھسلا دے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ذریعے چڑھائی کردے اور مالوں اور اولاد میں تو ان کا شریک ہوجا اور ان سے وعدے کرتا رہ اور شیطان ان سے دھوکے ہی کے وعدے کرتا ہے۔

﴿وَاسْتَفْزِزْ: اور پھسلا دے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں شیطان کے جواب میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ تو یہاں میری

[1] ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۶۲، ۵/۱۸۰، ملخصاً۔

بارگاہ سے نکل جا اور تجھے قیامت تک کی مہلت دی گئی ہے اور یاد رکھ کہ جو تیری پیروی کرے گا تو اسے جہنم کی بھرپور سزا ملے گی اور اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مزید فرمایا کہ تو اپنی آواز کے ذریعے جسے پھسلا سکتا ہے پھسلا دے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ذریعے چڑھائی کردے یعنی اپنے تمام مکروفریب کے جال اور اپنے تمام لشکران کے خلاف استعمال کرلے اور تجھے مہلت دی جاتی ہے کہ گناہ کروا کر ان کے مالوں اور اولاد میں تو ان کا شریک ہو جا اور ان سے جھوٹے وعدے کرتا رہ۔ **شیطان کے پھسلانے کے بارے میں علماء نے فرمایا** کہ اس کا پھسلانا وسوسے ڈالنا اور معصیت کی طرف بلانا ہے اور بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے مراد گانے باجے اور لہوولعب کی آوازیں ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ہے کہ جو آواز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف منہ سے نکلے وہ شیطانی آواز ہے۔[1] **مال و اولاد میں شریک ہونے سے کیا مراد ہے،** اس سلسلے میں زجاج نے کہا کہ جو گناہ مال میں ہو یا اولاد میں ہو، ابلیس اس میں شریک ہے، مثلاً سود اور مال حاصل کرنے کے دوسرے حرام طریقے اور یونہی فسق و ممنوعات میں خرچ کرنا، نیز زکوٰۃ نہ دینا یہ مالی اُمور ہیں جن میں شیطان کی شرکت ہے جبکہ زنا اور ناجائز طریقے سے اولاد حاصل کرنا یہ اولاد میں شیطان کی شرکت ہے۔[2]

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِیْلًا ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں، اور تیرا رب کافی کارساز ہے۔

﴿اِنَّ عِبَادِیْ: بیشک میرے بندے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے ارشاد فرمایا کہ تجھے مہلت اور اختیار دیا گیا کہ تو میری مخلوق کو گمراہ کردے اور اپنے جال میں پھنسائے مگر میرے وہ بندے جو اصحابِ فضل و صلاح ہیں جیسے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انہیں میں تجھ سے محفوظ رکھوں گا اور شیطانی مکروفریب اور وَساوِس ان سے دور کروں گا۔[3]

---

1 ……روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ٦٤، ٥/١٨٠-١٨١، خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ٦٥، ٣/١٨١، ملتقطاً.

2 ……مدارک، الاسراء، تحت الآیۃ: ٦٤، ص ٦٣٠، ملخصاً.

3 ……خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ٦٥، ٣/١٨٢، ملخصاً.

انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گناہوں سے معصوم اور اولیاء کرام محفوظ ہوتے ہیں

انہی آیات کی بنا پر انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ معصوم ہیں اور انہی کو سامنے رکھ کر علماء نے فرمایا ہے کہ اولیاءِ کرام رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡهِمۡ بھی گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندوں میں وہ بھی شامل ہیں۔

رَبُّكُمُ الَّذِیۡ یُزۡجِیۡ لَكُمُ الۡفُلۡكَ فِی الۡبَحۡرِ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمۡ رَحِیۡمًا ﴿۶۶﴾ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الۡبَحۡرِ ضَلَّ مَنۡ تَدۡعُوۡنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمۡ اِلَی الۡبَرِّ اَعۡرَضۡتُمۡ ؕ وَ كَانَ الۡاِنۡسَانُ كَفُوۡرًا ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارا رب وہ ہے کہ تمہارے لیے دریا میں کشتی رواں کرتا ہے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو بیشک وہ تم پر مہربان ہے۔ اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو اس کے سوا جنہیں پوجتے ہیں سب گم ہوجاتے ہیں پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہو اور آدمی بڑا ناشکرا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارا رب وہ ہے کہ تمہارے لیے دریا میں کشتیاں جاری کرتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو، بیشک وہ تم پر مہربان ہے۔ اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو اللّٰہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ سب گم ہوجاتے ہیں پھر جب تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ناشکرا ہے۔

﴿ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الۡبَحۡرِ : اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے مشرکو! تمہارا حال یہ ہے کہ جب تمہیں سمندری سفر میں مصیبت آتی ہے اور ڈوبنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ سب گم ہوجاتے ہیں اور ان جھوٹے معبودوں میں سے کسی کا نام زبان پر نہیں لاتے اور اس وقت اللّٰہ تعالٰی سے ہی حاجت روائی چاہتے ہو اور اسی کو پکارنے لگتے ہو لیکن پھر جب وہ تمہیں طوفان سے نجات دیدیتا ہے اور تمہیں خشکی

کی طرف صحیح سلامت لے آتا ہے تو تم پھراس کی توحید سے منہ پھیر لیتے ہو اور دوبارہ انہیں ناکارہ بتوں کی پرستش شروع کر دیتے ہو۔اس ساری صورتِ حال کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔[1]

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم اس سے نڈر ہوئے کہ وہ خشکی ہی کا کوئی کنارہ تمہارے ساتھ دھنسا دے یا تم پر پتھراؤ بھیجے پھر اپنا کوئی حمایتی نہ پاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ اللہ تمہارے ساتھ خشکی کا کنارہ زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر بھیجے پھر تم اپنے لئے کوئی حمایتی نہ پاؤ۔

﴿اَفَاَمِنْتُمْ: کیا تم بے خوف ہوگئے۔﴾ یعنی اے لوگو! کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ تمہارے دریا سے نجات پانے کے بعد اللہ تعالیٰ تمہیں خشکی کے کنارے سمیت زمین میں دھنسا دے جیسا کہ قارون کو زمین میں دھنسا دیا تھا۔آیت کا مقصد یہ ہے کہ خشکی وتری سب اللہ تعالیٰ کے تحتِ قدرت ہیں جیسا وہ سمندر میں غرق کرنے اور بچانے دونوں پر قادر ہے ایسا ہی خشکی میں بھی زمین کے اندر دھنسا دینے اور محفوظ رکھنے دونوں پر قادر ہے۔خشکی ہو یا تری ہر کہیں بندہ اس کی رحمت کا محتاج ہے۔وہ تمہیں زمین میں دھنسانے پر بھی قادر ہے اور یہ بھی قدرت رکھتا ہے کہ تم پر پتھروں کی بارش برسا دے جیسے قومِ لوط پر بھیجی تھی اور پھر تم اپنے لئے کوئی حمایتی نہ پاؤ جو تمہیں بچا سکے۔[2] الغرض ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا چاہیے۔

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۶۷، ۳/۱۸۲، ملخصاً۔

2 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۶۸، ۵/۱۸۳، خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۶۸، ۳/۱۸۲، ملتقطاً۔

الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا اس سے نڈر ہوئے کہ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیجے تو تم کو تمہارے کفر کے سبب ڈبو دے پھر اپنے لیے کوئی ایسا نہ پاؤ کہ اس پر ہمارا پیچھا کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ وہ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیج دے تو وہ تمہیں تمہارے کفر کے سبب غرق کردے پھر تم اپنے لئے کوئی ایسا نہ پاؤ جو ہم سے کوئی مطالبہ کرسکے۔

﴿اَمْ اَمِنْتُمْ: یا تم بے خوف ہوگئے۔﴾ مزید فرمایا کہ سمندر کی مشکلات سے نجات پانے کے بعد تم دوبارہ شرک میں پڑ جاتے ہو تو کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیج دے تو وہ تمہیں تمہارے کفر کے سبب غرق کردے پھر تم اپنے لئے کوئی ایسا نہ پاؤ جو ہم سے کوئی مطالبہ کرسکے اور ہم سے دریافت کرسکے کہ ہم نے ایسا کیوں کیا کیونکہ ہم (قادر ومختار ہیں،) جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، ہمارے کام میں کوئی دخل دینے والا اور دم مارنے والا نہیں۔[1] الغرض کسی بھی حال میں کوئی بھی فرد اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے بے خوف نہیں ہوسکتا ہے۔ اس کی قدرت نے آدمی کو ہر طرف سے گھیرا ہوا ہے۔

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ﴿۷۰﴾ ع

رکوع ۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔

[1] ……روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۶۹، ۵/۱۸۳، مدارك، الاسراء، تحت الآیة: ۶۹، ص ۶۳۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر بہت سی برتری دی۔

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ : اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی۔﴾ یعنی انسان کو عقل، علم، قوتِ گویائی، پاکیزہ صورت، مُعْتَدل قد و قامت عطا کئے گئے، جانوروں سے لے کر جہازوں تک کی سواریاں عطا فرمائیں، نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں دنیا و آخرت سنوارنے کی تدبیریں سکھائیں اور تمام چیزوں پر غلبہ عطا فرمایا، قوتِ تسخیر بخشی کہ آج انسان زمین اور اس سے نیچے یونہی ہواؤں بلکہ چاند تک کو تسخیر کر چکا ہے اور مریخ تک کی معلومات حاصل کر چکا ہے، بَحر و بَر میں انسان نے اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں۔ یہ چند ایک مثالیں ہیں ورنہ اس کے علاوہ لاکھوں چیزیں اولادِ آدم کو عطا فرما کر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے عزت دی ہے اور انسان کو بقیہ تمام مخلوقات سے افضل بنایا ہے۔

﴿وَرَزَقْنٰهُمْ: اور انہیں رزق دیا۔﴾ یعنی لطیف اور خوش ذائقہ غذائیں دیں جو گوشت اور نباتات دونوں پر مشتمل ہوتی ہیں اور جنہیں لوگ خوب اچھی طرح پکا کر کھاتے ہیں۔ پکی ہوئی غذا کھانا بھی انسان کا خاصہ ہے کیونکہ انسان کے سوا حیوانات میں پکی ہوئی غذا اور کسی کی خوراک نہیں۔ (1)

﴿وَفَضَّلْنٰهُمْ : اور انہیں فضیلت دی۔﴾ آیت میں فرمایا گیا کہ ہم نے اولادِ آدم کو اپنی کثیر مخلوق پر فضیلت دی۔ امام حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ یہاں اکثر سے کل مراد ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے) اور اکثر کا لفظ کل کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں بھی ارشاد ہوا "**وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ**" اور "**وَمَا یَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا**" ان آیات میں اکثر کل ہی کے معنی میں ہے لہٰذا ملائکہ بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہیں اور انسانوں کے خاص افراد یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرشتوں کے خاص افراد سے افضل ہیں اور نیک انسان عام فرشتوں سے افضل ہیں۔ (2)

مومن کی عزت

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مومن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک فرشتوں سے زیادہ عزت رکھتا ہے۔ (3) اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بندگی پر

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۷۰، ۱۸۳/۳.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۷۰، ۱۸۳/۳، ملخصاً.

3 ......شعب الایمان، الثالث من شعب الایمان... الخ، فصل فی معرفۃ الملائکۃ، ۱۷۴/۱، الحدیث: ۱۵۲.

مجبور ہیں کیونکہ ان کی فطرت ہی یہ ہے، ان میں عقل تو ہے لیکن شہوت نہیں اور جانوروں میں شہوت ہے لیکن عقل نہیں جبکہ آدمی میں شہوت و عقل دونوں ہیں تو جس نے عقل کو شہوت پر غالب کیا وہ فرشتوں سے افضل ہے اور جس نے شہوت کو عقل پر غالب کیا وہ جانوروں سے بدتر ہے۔ [1]

یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْۚ-فَمَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا(۷۱) وَ مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا(۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے تو جو اپنا نامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا یہ لوگ اپنا نامہ پڑھیں گے اور تاگے بھر ان کا حق نہ دبایا جائے گا۔ اور جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہے اور اور بھی زیادہ گمراہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے تو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ لوگ اپنا نامہ اعمال پڑھیں گے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور جو اس زندگی میں اندھا ہوگا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور وہ زیادہ گمراہ ہوگا۔

﴾یَوْمَ نَدْعُوْا: جس دن ہم بلائیں گے۔﴿ ارشاد فرمایا کہ یاد کرو جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے جس کی وہ دنیا میں پیروی کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: اس سے مراد وہ پیشوا ہے جس کی دعوت پر دنیا میں لوگ چلے خواہ اس نے حق کی دعوت دی ہو یا باطل کی۔ [2] خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہر قوم اپنے سردار کے پاس جمع ہوگی جس کے حکم پر دنیا میں چلتی رہی اور اُنہیں اُسی کے نام سے پکارا جائے گا کہ اے فلاں کے پیروکارو! [3]

1 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ۷۰، ص ۶۳۱.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ۷۱، ۳/۱۸۳.

3 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ۷۱، ص ۶۳۲، ملخصاً.

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں صالحین کو ہی اپنا پیشوا بنانا چاہیے تاکہ قیامت میں انہی کے ساتھ حشر ہو۔

﴿فَمَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ: تو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔﴾ یعنی نیک لوگ جو دنیا میں صاحبِ بصیرت تھے اور راہِ راست پر چلتے رہے، اُن کو اُن کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ اس میں اپنی نیکیاں لکھی ہوئی دیکھیں گے تو اس کو ذوق وشوق سے پڑھیں گے اور جو بدبخت ہیں، کفار ہیں اُن کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، وہ انہیں دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور دہشت سے پوری طرح پڑھنے پر قادر نہ ہوں گے۔ تو نیک لوگوں کے اعمال کے ثواب میں ادنیٰ بھی کمی نہ کی جائے گی اور یونہی کفار کی سزا میں بھی کمی نہ ہوگی، [1] ہاں گناہگار مسلمانوں کی سزا میں کمی بھی ہوگی اور بہت بڑی تعداد کی معافی بھی۔

﴿اَعْمٰى: اندھا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو دنیا کی زندگی میں ہدایت کا راستہ دیکھنے سے اندھا ہوگا وہ آخرت میں نجات کا راستہ دیکھنے سے بھی اندھا ہوگا بلکہ قیامت میں وہ اور بھی زیادہ گمراہ ہوگا۔ [2]

وَ اِنْ كَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَهٗ ۖۗ وَ اِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِیْلًا ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ تو قریب تھا کہ تمہیں کچھ لغزش دیتے ہماری وحی سے جو ہم نے تم کو بھیجی کہ تم ہماری طرف کچھ اور نسبت کر دو اور ایسا ہوتا تو وہ تم کو اپنا گہرا دوست بنا لیتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کفار تو چاہتے تھے کہ تمہیں اس وحی سے ہٹا دیں جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے کہ تم ہمارے اوپر وحی سے ہٹ کر کوئی بات منسوب کر دو اور اس وقت وہ آپ کو گہرا دوست بنا لیں۔

﴿لَیَفْتِنُوْنَكَ: کہ تمہیں ہٹا دیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ قبیلہ ثقیف کا ایک وفد سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

---

1 ……روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۷۱، ۵/۱۸۷-۱۸۸، جلالین، الاسراء، تحت الآیة: ۷۱، ص۲۳۶، خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۷۲، ۳/۱۸۴، ملتقطاً۔

2 ……خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۷۲، ۳/۱۸۴، ملخصاً۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ اگر آپ تین باتیں منظور کرلیں تو ہم آپ کی بیعت کرلیں گے، ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ انہوں نے کہا: یارسولَ اللہ! ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی طرف سے ہمیں ایسا اعزاز ملے جو دوسروں کو نہ ملا ہوتا کہ ہم فخر کرسکیں اور اس میں اگر آپ کو اندیشہ ہو کہ عرب کے دوسرے لوگ شکایت کریں گے تو آپ اُن سے کہہ دیجئے گا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم ہی ایسا تھا یعنی مَعَاذَ اللہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھ دیجئے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (1) اور بتا دیا گیا ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تربیت اور معاملات کی نگہبانی تو خود اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کرسکیں۔

وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ شَیْــٴًـا قَلِیْلًاۗۙ(۷۴) اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا(۷۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے۔ اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دُونی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا مائل ہوجاتے۔ اور اگر ایسا ہوتا تو ہم تمہیں دنیوی زندگی میں دگنی سزا اور موت کے بعد دگنی سزا کا مزہ چکھاتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔

﴿**وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ : اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کفار کی بات کا رد اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و شان اور معصومیت کا بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص رحمت ہر وقت اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے شاملِ حال رہتی ہے چنانچہ فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر ہم تمہیں معصوم بنا کر ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا مائل ہوجاتے لیکن

(1)......تفسیر سمرقندی، الاسراء، تحت الآیة: ۷۳، ۲/۲۷۸، خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۷۳، ۳/۱۸۴، ملتقطاً۔

ایسا نہ ہوا بلکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو ثابت قدم رکھا اور اگر بالفرض ایسا ہوتا کہ آپ ان کی طرف جھکتے تو ہم تمہیں دنیوی زندگی میں دگنی سزا اور موت کے بعد دگنی سزا کا مزہ چکھاتے کیونکہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مرتبہ دوسروں سے بلند تر ہے اس لئے آپ سے پاکیزگی اور کردار میں عظمت کا تقاضا بھی دوسروں کی بنسبت زیادہ ہے۔

وَ اِنْ كَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِیُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَ اِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک قریب تھا کہ وہ تمہیں اس زمین سے ڈگا دیں کہ تمہیں اس سے باہر کردیں اور ایسا ہوتا تو وہ تمہارے پیچھے نہ ٹھہرتے مگر تھوڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک قریب تھا کہ وہ تمہیں اس سرزمین سے پھسلا دیں تا کہ تمہیں اس سے نکال دیں اور اگر ایسا ہوتا تو وہ تمہارے پیچھے تھوڑی ہی مدت ٹھہرتے۔

﴿لِیُخْرِجُوْكَ مِنْهَا: کہ تمہیں اس سے نکال دیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفار نے آپس میں اتفاق کر کے چاہا کہ سب مل کر رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سرزمینِ عرب سے باہر نکال دیں لیکن اللّٰہ تعالٰی نے ان کا یہ ارادہ پورا نہ ہونے دیا اور اُن کی یہ مراد بر نہ آئی۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی[1] اور فرمادیا گیا کہ ان لوگوں نے آپ کو یہاں سے نکالنے کا منصوبہ بنایا مگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ایسا نہ ہونے دیا اور اگر بالفرض یہ آپ کو نکال دیتے تو آپ کے بعد یہ بھی جلد ہلاک کر دیئے جاتے کیونکہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے تشریف لے جانے کے بعد عذابِ الٰہی آجاتا ہے۔

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا ﴿۷۷﴾ ع ۸

ترجمۂ کنزالایمان: دستور ان کا جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور تم ہمارا قانون بدلتا نہ پاؤ گے۔

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۷۶، ۳/۱۸۵.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جیسے ہمارے ان رسولوں کا طریقہ رہا جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا اور تم ہمارے قانون میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

﴿سُنَّةَ: طریقہ۔﴾ گزشتہ آیت میں فرمایا تھا کہ اگر بالفرض یہ آپ کو نکال دیتے تو آپ کے بعد یہ بھی جلد ہلاک کردیئے جاتے کیونکہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے تشریف لے جانے کے بعد عذابِ الٰہی آجاتا ہے جیسے ہمارا ان رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں طریقہ رہا جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا کہ جس قوم نے انہیں ان کے وطن سے نکالا (اور وہاں کوئی مسلمان باقی نہ رہا اور ان لوگوں کے ایمان لانے کی بھی کوئی امید نہ رہی) تو ہم نے اس قوم کو ہلاک کردیا اور تم ہمارے اِس قانون میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔[1] اہلِ مکہ کی بچت کی وجہ یہ رہی کہ وہاں مسلمان بھی باقی رہے اور وہاں خانہ کعبہ تھا اسی لئے اس علاقے کو بہر حال اسلامی حدود میں آنا تھا اور وہاں کے لوگوں کے بارے میں ایمان کی امید قوی بھی موجود تھی۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور صبح کا قرآن بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور صبح کا قرآن، بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ: نماز قائم رکھو۔﴾ اس آیت میں فرمایا کہ نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک۔ اس دورانیے میں چار نمازیں آگئیں: ظہر، عصر، مغرب، عشاء، کیونکہ یہ چاروں نمازیں سورج ڈھلنے سے رات گئے تک پڑھی

[1] ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ۷۷، ۳/۱۸۵، ملخصاً.

جاتی ہیں۔ مزید فرمایا کہ صبح کا قرآن قائم رکھو، اس سے نمازِ فجر مراد ہے اور اس کو قرآن اس لئے فرمایا گیا کہ قراءت ایک رُکن ہے (اور عربی کا ایک عام قاعدہ ہے کہ ایک جز بول کر بعض اوقات پورا کل مراد ہوتا ہے جیسا کہ خود قرآنِ کریم میں ہی یہ قاعدہ کئی جگہ موجود ہے) جیسے نماز کو رکوع و سجود سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔[1] اِس آیت سے معلوم ہوا کہ قراءت نماز کا رُکن ہے۔

نمازِ فجر کی فضیلت

فجر کی نماز کی فضیلت میں فرمایا کہ بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں یعنی نمازِ فجر میں رات کے فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے بھی آ جاتے ہیں چنانچہ حدیثِ مبارک ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''باجماعت نماز کو تمہارے تنہا کی نماز پر پچیس درجے فضیلت حاصل ہے اور فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''اگر تم چاہو تو یہ پڑھ لو

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔[2]

وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ﳓ عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر فائز فرمائے گا کہ جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

---

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۷۸، ۳/۱۸۵، مدارک، الاسراء، تحت الآیة: ۷۸، ص۶۳۳، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاة الفجر فی جماعة، ۱/۲۳۳، الحدیث: ۶۴۸، سنن نسائی، کتاب الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة، ص۸۷، الحدیث: ۴۸۵.

﴿وَمِنَ الَّیۡلِ فَتَہَجَّدۡ بِہٖ: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو۔﴾ نمازِ تہجد سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر فرض تھی، جمہور کا یہی قول ہے جبکہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُمت کے لئے یہ نماز سنت ہے۔[1]

تہجد کے فضائل

اِس آیت میں تہجد کا بطورِ خاص ذکر فرمایا گیا ہے، اس مناسبت سے نمازِ تہجد کی فضیلت پر مشتمل 5 اَحادیث درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت ابو امامہ باہلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’رات میں قیام کو اپنے اوپر لازم کرلو کہ یہ اگلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف قربت کا ذریعہ اور گناہوں کو مٹانے والا اور گناہ سے روکنے والا ہے۔[2]

(2)......حضرت اسماء بنتِ یزید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن لوگ ایک میدان میں جمع کیے جائیں گے، اس وقت منادی پکارے گا، کہاں ہیں وہ جن کی کروٹیں خواب گاہوں سے جدا ہوتی تھیں؟ وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور تھوڑے ہوں گے یہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے پھر اور لوگوں کے لیے حساب کا حکم ہوگا۔[3]

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جنت میں ایک بالاخانہ ہے کہ باہر کا اندر سے دکھائی دیتا ہے اور اندر کا باہر سے۔ حضرت ابو مالک اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی، یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کس کے لیے ہے؟ ارشاد فرمایا ’’اُس کے لیے جو اچھی بات کرے اور کھانا کھلائے اور رات میں قیام کرے جب لوگ سوتے ہوں۔[4]

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو

---

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۷۹، ۳/۱۸۵-۱۸۶، **خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۷۹، ص۵۴۱، ملتقطاً۔**

2 ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعاء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۵/۳۲۳، الحدیث: ۳۵۶۰.

3 ......شعب الایمان، باب الحادی والعشرون من شعب الایمان... الخ، تحسین الصلاۃ والاکثار منها لیلاً ونهاراً... الخ، ۳/۱۶۹، الحدیث: ۳۲۴۴.

4 ......مستدرك، من کتاب صلاۃ التطوّع، صلاۃ الحاجۃ، ۱/۶۳۱، الحدیث: ۱۲۴۰.

شخص رات میں بیدار ہو اور اپنے اہلِ خانہ کو جگائے پھر دونوں دو دو رکعت پڑھیں تو کثرت سے یاد کرنے والوں میں لکھے جائیں گے۔[1]

(5)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’میں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے کوئی ایسا کام ارشاد فرمائیے جسے میں اختیار کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ ارشاد فرمایا ’’سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو، رات میں نماز پڑھو جب لوگ سوتے ہوں تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔[2]

تہجد سے متعلق چند مسائل

یہاں نمازِ تہجد کے بارے میں چند شرعی مسائل یاد رکھیں:

(1)......صَلَاۃُ اللَّیْل کی ایک قسم تہجد ہے کہ عشا کی نماز کے بعد رات میں سو کر اُٹھیں اور نوافل پڑھیں، سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں۔

(2)......تہجد نفل کا نام ہے اگر کوئی عشا کے بعد سو گیا پھر اٹھ کر قضا نماز پڑھی تو اُس کو تہجد نہ کہیں گے۔

(3)......کم سے کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے آٹھ تک ثابت ہیں۔

(4)......جو شخص تہجد کا عادی ہو بلا عذر اُسے تہجد چھوڑنا مکروہ ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ارشاد فرمایا: ’’اے عبداللّٰہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، تو فلاں کی طرح نہ ہونا کہ رات میں اُٹھا کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔[3]

﴿ **عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا: قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر فائز فرمائے گا کہ جہاں سب تمہاری حمد کریں۔** ﴾ آیت میں مقامِ محمود کا ذکر ہے اور مقامِ محمود مقامِ شفاعت ہے کہ اس میں اوّلین و آخرین حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی حمد کریں گے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی

1......مستدرک، من کتاب صلاۃ التطوّع، تودیع المنزل برکعتین، ۱/۶۲۴، الحدیث: ۱۲۳۰.

2......مستدرک، کتاب الاطعمۃ، فضیلۃ اطعام الطعام، ۵/۱۷۹، الحدیث: ۷۲۵۶.

3......بخاری، کتاب التہجد، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ، ۱/۳۹۰، الحدیث: ۱۱۵۲.

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی گئی: مقامِ محمود کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا ’’وہ شفاعت ہے۔‘‘ (1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فتاویٰ رضویہ میں ایک مقام پر یہ آیت اور مختلف کتب سے اوپر بیان کردہ حدیث پاک ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ’’اور شفاعت کی حدیثیں خود متواتر و مشہور اور صحاح وغیرہ میں مروی ومسطور۔ اس دن آدم صفی اللہ سے عیسیٰ کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نفسی نفسی فرمائیں گے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ’’اَنَا لَھَا اَنَا لَھَا‘‘ میں ہوں شفاعت کے لئے، میں ہوں شفاعت کے لئے (فرمائیں گے) انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم، سب سر بگریبان، وہ ساجد وقائم، سب محلِ خوف میں، وہ آمن وناہم (یعنی خود امن میں اور امت کے امن کے خواہش مند)، سب اپنی فکر میں، انہیں فکرِ عوالم، سب زیرِ حکومت، وہ مالک وحاکم، بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کرینگے، ان کا رب انہیں فرمائے گا ’’یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَہْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ‘‘ اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سنی جائے گی، اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا، اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہے۔ اس وقت اولین وآخرین میں حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کی حمد وثناء کا غلغلہ پڑ جائے گا اور دوست، دشمن، موافق، مخالف، ہر شخص حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کی افضلیتِ کبریٰ وسیادتِ عظمیٰ پر ایمان لائے گا۔ (2)

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے وسیلہ اور مقامِ محمود کی دعا مانگنے کی فضیلت

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو اذان سن کر یہ دعا کرے ’’اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلَاۃِ الْقَائِمَۃِ آتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِیلَۃَ وَالْفَضِیلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ‘‘ یعنی اے اللہ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد مصطفٰی کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقامِ محمود پر کھڑے کرنا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔‘‘ تو اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہوگئی۔ (3)

---

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل، ۵/۹۳، الحدیث: ۳۱۴۸.

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۳۰/۱۷۰-۱۷۱۔

3 ......بخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء، ۱/۲۲۴، الحدیث: ۶۱۴.

اور مسلم شریف کی روایت میں اس دعا کے پڑھنے سے پہلے درود پڑھنے کا بھی فرمایا گیا ہے۔[1]

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یقینی طور پر وسیلہ اور مقامِ محمود عطا فرمائے گا، چاہے مسلمان نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے اس کی دعا کریں یا نہ کریں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا، البتہ مسلمانوں کو اس کی دعا مانگنے کی جو ترغیب دی گئی ہے وہ اس لئے ہے کہ اس میں ان کا اپنا عظیم فائدہ ہے کہ اس عمل کے ذریعے انہیں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت نصیب ہو گی۔

وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یوں عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے سچی طرح داخل کر اور سچی طرح باہر لے جا اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! یوں عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے پسندیدہ طریقے سے نکال دے اور میرے لئے اپنی طرف سے مددگار قوت بنا دے۔

﴿وَ قُلْ: اور یوں عرض کرو۔﴾ اس آیت میں ایک دعا سکھائی گئی ہے اور اس کے بہت سے مَطالب و معانی مفسرین نے بیان فرمائے ہیں، چنانچہ بعض مفسرین نے اس کا معنی یہ بیان فرمایا کہ میرا داخل ہونا اور نکلنا پسندیدہ طریقے سے کر دے، جہاں بھی میں داخل ہوں اور جہاں سے بھی میں باہر آؤں خواہ وہ کوئی مکان ہو یا منصب ہو یا کام۔ بعض مفسرین نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ مجھے قبر میں اپنی رضا اور طہارت کے ساتھ داخل کر اور قبر سے اٹھاتے وقت عزت و کرامت کے ساتھ

[1] ......مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذّن لمن سمعه ثمّ یصلّی علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم... الخ، ص۲۰۳، الحدیث: ۱۱(۳۸۴).

باہر لا۔ بعض مفسرین نے کہا: اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے اپنی طاعت و بندگی میں صدق کے ساتھ داخل کر اور اپنی نافرمانی کے کاموں سے صدق کے ساتھ خارج فرما دے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مجھے مدینہ طیبہ میں پسندیدہ داخلہ عنایت کر اور مکہ مکرمہ سے میرا نکلنا صدق کے ساتھ کر[1] کہ اس سے میرا دل غمگین نہ ہو۔ مگر یہ آخری توجیہ اس صورت میں صحیح ہو سکتی ہے جب کہ یہ آیت مدنی نہ ہو بلکہ مکی ہو۔

﴿وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا: اور میرے لئے اپنی طرف سے مددگار قوت بنا دے۔﴾ یعنی اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے وہ قوت عطا فرما جس سے میں تیرے دشمنوں پر غالب ہو جاؤں اور مجھے وہ حجت دے جس سے میں ہر مخالف پر فتح پاؤں اور وہ واضح و نمایاں غلبہ جس سے میں تیرے دین کو تقویت دوں۔ یہ دعا قبول ہوئی اور اللّٰہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اُن کے دین کو غالب کرنے اور انہیں دشمنوں سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا۔[2]

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ: اور تم فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔﴾ یعنی اسلام آیا اور کفر مٹ گیا اور خلاصہ یہ کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے تو نور آیا اور اندھیرا گیا، اسلام آیا اور کفر گیا، قرآن آیا اور شیطان گیا، خیر آئی اور شر گیا، ہدایت آئی اور گمراہی گئی مگر یہ سب کچھ اس دولہا کے دم قدم سے ہوا جس کے دم کی یہ ساری بہار ہے سب کچھ وہ ہی لائے، ان پر درود اور سلام ہو۔

ہے انھیں کے دم قدم کی باغِ عالم میں بہار وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

﴿اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا: بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔﴾ ارشاد فرمایا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا کیونکہ اگرچہ باطل کو کسی وقت

1 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ۸۰، ص ۶۳۴، خازن، الاسراء، تحت الآية: ۸۰، ۳/۱۸۸-۱۸۹، ملتقطاً.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ۸۰، ۳/۱۸۹، ملخصاً.

میں قوت وغلبہ حاصل ہو بھی جاتا ہے مگر اس کو پائیداری حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کا انجام بربادی وخواری ہی ہوتا ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فتح مکہ کے دن جب مکۂ مکرمہ میں داخل ہوئے تو مشرکین نے کعبہ مقدسہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے جن کے قدموں کو ابلیس نے مشرکوں کے لئے لوہے اور رانگ سے جوڑ کر مضبوط کر دیا تھا۔ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہ آیت پڑھ کر اس لکڑی سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے وہ گرتا جاتا تھا۔[2]

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَۙ-وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا(۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم قرآن میں وہ چیز اتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو خسارہ ہی بڑھتا ہے۔

﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ: اور ہم قرآن میں وہ چیز اتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔﴾ قرآن شفا ہے کہ اس سے ظاہری وباطنی اَمراض، گمراہی اور جہالت وغیرہ دور ہوتے ہیں اور ظاہری وباطنی صحت حاصل ہوتی ہے۔ باطل عقائد، رذیل اخلاق اس کے ذریعے دفع ہوتے ہیں اور عقائدِ حقہ، معارفِ الٰہیہ، صفاتِ حمیدہ اور اَخلاقِ فاضلہ حاصل ہوتے ہیں کیونکہ یہ کتابِ مجید ایسے علوم ودلائل پر مشتمل ہے جو وہم پر مَبنی چیزوں

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۸۱، ۳/۱۸۹.

2 ......معجم الصغیر، حرف الیاء، من اسمه: یوسف، ص۱۳۶، الجزء الثانی.

کواور شیطانی ظلمتوں کو اپنے انوار سے نیست و نابُود کر دیتے ہیں اور اس کا ایک ایک حرف برکات کا گنجینہ وخزانہ ہے جس سے جسمانی امراض اور آسیب دور ہوتے ہیں۔ (1)

قرآنِ مجید میں جسمانی امراض کی بھی شفا موجود ہے

یاد رہے کہ قرآنِ کریم کی حقیقی شفا تو روحانی امراض سے ہے لیکن جسمانی امراض کی بھی اس میں شفا موجود ہے اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَقوال واَفعال سے ثابت ہے، اس کی دو مثالیں درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ عرب کے کسی قبیلے میں گئے، اس قبیلے کے لوگوں نے ان کی مہمان نوازی نہ کی۔ اسی دوران قبیلے کے سردار کو ایک بچھو نے ڈنک مار دیا تو وہ لوگ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ کیا تم میں سے کسی کے پاس دوا ہے یا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے کہا ''تم نے چونکہ ہماری مہمان نوازی نہیں کی اس لئے ہم اس وقت تک دم نہیں کریں گے جب تک تم اس کی اجرت نہ دو گے۔ چنانچہ انہوں نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے لئے بکریوں کا ایک ریوڑ مقرر کیا، پھر (ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے) سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور اپنے تھوک کی چھینٹیں اس پر ڈالیں تو وہ تندرست ہو گیا۔ پھر قبیلے کے لوگ بکریاں لے کر آئے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے کہا ''ہم اس وقت تک یہ بکریاں نہیں لیں گے جب تک (ان کے بارے میں) رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پوچھ نہ لیں۔ جب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسکرائے اور ارشاد فرمایا ''تمہیں کس نے بتایا تھا کہ یہ دم ہے؟ ان بکریوں کو لے لو اور اس میں سے میرا حصہ بھی نکال لو۔ (2)

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں ''جس مرض میں رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی روح قبض کر لی گئی تھی، اس مرض میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سورۂ فلق اور سورۂ والناس پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے تھے اور جب طبیعت زیادہ ناساز ہوئی تو میں وہ سورتیں پڑھ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دم کیا کرتی اور خود آپ کے

---

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۸۲، ۱۸۹/۳، روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۸۲، ۱۹۴/۵، **خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۸۲، ص۵۴۲، ملتقطاً۔**

2 ......بخاری، کتاب الطب، باب الرّقی بفاتحۃ الکتاب، ۳۰/۴، الحدیث: ۵۷۳۶.

ہاتھ کو پھیرتی کیونکہ وہ (میرے ہاتھ سے زیادہ) بابرکت ہے۔[1] البتہ آیت کے آخر میں فرمایا کہ مومنوں کیلئے تو قرآن شفا ہے مگر اس قرآن کے ذریعے ظالموں یعنی کافروں کا خسارہ ہی بڑھتا ہے کہ کفر و ضد میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ یَـٴُـوْسًا ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے برائی پہنچے تو ناامید ہوجاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم انسان پر احسان کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف سے دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے برائی پہنچتی ہے تو مایوس ہوجاتا ہے۔

﴿وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا: اور جب ہم احسان کرتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب ہم کسی کافر انسان پر احسان کرتے ہیں کہ اس کو صحت اور (مال، جان، اولاد میں) وسعت عطا فرماتے ہیں تو وہ ہمارے ذکر اور دعا سے، ہماری بندگی کرنے اور ہمارا شکر ادا کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف سے دور ہٹ جاتا ہے یعنی تکبر کرتا ہے جبکہ جب اسے برائی پہنچتی ہے اور کوئی تکلیف ونقصان اور کوئی فقر و حادثہ درپیش ہوتا ہے تو تَضَرُّع وزاری سے دعائیں کرتا ہے اور اُن دعاؤں کی قبولیت کا اثر ظاہر نہ ہونے پر مایوس ہوجاتا ہے۔[2] کافر کی اِس حالت کو بتا کر مسلمان کو سمجھایا گیا ہے کہ اسے ایسا نہیں بننا چاہیے بلکہ نعمت پر خدا کا شکر ادا کرے اور مصیبت میں صبر کرے اور دعا مانگے اور بالفرض اگر دعا کی قبولیت میں تاخیر ہو تو وہ مایوس نہ ہو بلکہ اللہ تعالٰی کی رحمت کا امیدوار رہے۔

---

1 ......بخاری، کتاب الطب، باب فی المرأۃ ترقی الرجل، ۴/۳۴، الحدیث: ۵۷۵۱.

2 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۸۳، ۵/۱۹۵، خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۸۳، ۳/۱۸۹، جلالین، الاسراء، تحت الآیۃ: ۸۳، ص۲۳۷، ملخصاً.

کافر کی علامت

اِس سے معلوم ہوا کہ آرام وراحت کے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بھول جانا اور صرف مصیبت میں لمبی دعائیں مانگنا اور اگر قبولیت میں دیر ہو تو مایوس ہو جانا کافر یا غافل کی علامت ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان تینوں عیبوں سے پاک و صاف رہیں اپنی حالت و مزاج کو اِس حدیث مبارک کے مطابق بنائیں جو حضرت صہیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مسلمان پر تعجب ہے کہ اس کی ہر حالت خیر ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتی کہ اگر اسے راحت پہنچے اور وہ شکر کرے تو اس کے لیے راحت خیر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچے اور وہ صبر کرے تو صبر اس کے لیے بہتر ہے۔ [(1)]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ گناہ یا قطعِ رحمی کی دعا نہ مانگے اور جب تک کہ جلد بازی سے کام نہ لے۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جلد بازی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ’’جلد بازی یہ ہے کہ (دعا مانگنے والا) کہے، میں نے دعا مانگی مگر مجھے امید نہیں کہ قبول ہو لہٰذا اس پر دل تنگ ہو جائے اور دعا مانگنا چھوڑ دے۔ [(2)]

قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِیْلًا۠ ﴿۸۴﴾ ع ۹

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ سب اپنے کینڈے پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کون زیادہ راہ پر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: سب اپنے اپنے انداز پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو زیادہ ہدایت کے راستے پر ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہر کوئی اپنے اپنے انداز پر کام کرتا ہے، جس کی فطرت اور اصل، شریف اور طاہر ہو، اُس

1 ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب المؤمن امرہ کلّہ خیر، ص۱۵۹۸، الحدیث: ۶۴(۲۹۹۹).

2 ......مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب بیان انّہ یستجاب للدّاعی ما لم یعجّل... الخ، ص۱۴۶۳، الحدیث: ۹۲(۲۷۳۵).

سے اَفعالِ جمیلہ اوراَخلاقِ پاکیزہ صادر ہوتے ہیں اور جس کا نفس خبیث ہے اس سے افعالِ خبیثہ سرزد ہوتے ہیں۔ [1]

اِس آیت کی روشنی میں ہر کوئی اپنے بارے میں غور کرے کہ اس کا تعلق کس گروہ سے ہے اور غور کرنے کے بعد جو شخص اپنے نفس میں بھلائی، اطاعت اور شکر پائے تو وہ اللّٰہ تعالیٰ کی حمد بجالائے اور جو اپنے نفس میں شر،فسق، ناشکری اور مایوسی پائے تو اسے چاہیے کہ وہ اُس وقت کے آنے سے پہلے پہلے اپنی اصلاح کرلے جب معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔

وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِؕ-قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا(۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں ۔تم فرماؤ: روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

﴿وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ: اور تم سے پوچھتے ہیں۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق دو اَحادیث درج ذیل ہیں،

(1)......حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں مدینہ منورہ کے غیر آباد حصے میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ (چلتے ہوئے) ایک چھڑی سے ٹیک لگاتے تھے، اس دوران یہودیوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزر ہوا تو ان میں سے بعض افراد نے کہا: ان سے روح کے بارے میں دریافت کرو اور دوسرے بعض افراد نے کہا: ان سے دریافت نہ کرو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی ایسی بات کہہ دیں جو تمہیں پسند نہ آئے۔ بعض افراد نے کہا: ہم ضرور پوچھیں گے، تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: اے ابوالقاسم! روح کیا ہے؟ (حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں:) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خاموش ہوگئے تو میں نے کہا: آپ کی طرف وحی کی جارہی

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۸۴، ۳/۱۸۹.

ہے، میں کھڑا رہا اور جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو فرمایا

وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِؕ-قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ: روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ [1]

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: قریش نے یہودیوں سے کہا: ہمیں کوئی ایسی بات بتائیں جسے ہم اس شخص (یعنی محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) سے پوچھیں۔ انہوں نے کہا: ان سے روح کے بارے میں پوچھو۔ قریش نے آپ سے دریافت کیا تو اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی

وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِؕ-قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ: روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ [2]

بخاری شریف کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور اس وقت نازل ہوئی ہے جب مدینہ منورہ میں یہودیوں نے روح کے بارے میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا، اور ترمذی شریف کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت مکی ہے، ان دونوں احادیث میں ایک تطبیق یہ ہے کہ ممکن ہے یہ آیت دومرتبہ نازل ہوئی ہو، پہلی بار مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل ہوئی جب کفارِ قریش نے روح کے بارے میں سوال کیا اور دوسری بار مدینہ منورہ میں اس وقت نازل ہوئی جب یہودیوں نے روح کے بارے میں دریافت کیا۔ دوسری تطبیق یہ ہے کہ بخاری شریف کی روایت میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ اسی آیت کی وحی ہوئی بلکہ صرف نزولِ وحی کی کَیفِیَّت طاری ہونے کا ذکر ہے، اس لئے ممکن ہے اس وقت یہ وحی ہوئی ہو کہ یہودیوں کے سوال کے جواب میں وہی آیت تلاوت فرمادیں جو اس سے پہلے آپ پر نازل ہوچکی ہے اور وہ آیت یہ ہے

وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِؕ-قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تم

---

1 ......بخاری، کتاب العلم، باب قول اللّٰہ تعالی: وما اوتیتم من العلم الّا قلیلاً، ۱/۶۶، الحدیث: ۱۲۵.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل، ۵/۹۵، الحدیث: ۳۱۵۱.

وَمَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا فرما ؤ: روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

یہ تطبیق علامہ اسماعیل بن عمر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تفسیر ابن کثیر میں اسی مقام پر ذکر کی ہے۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو روح کا علم حاصل ہے

اِس آیت میں بتا دیا گیا کہ روح کا معاملہ نہایت پوشیدہ ہے اور اس کے بارے میں علمِ حقیقی سب کو حاصل نہیں بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جسے عطا فرمائے وہی اسے جان سکتا ہے جیسا کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس کا علم عطا کیا گیا، چنانچہ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’ایک جماعت نے گمان کیا ہے کہ **اللہ** تعالیٰ نے روح کا علم مخلوق پر مُبہَم کر دیا اور اسے اپنی ذات کے لئے خاص کر دیا ہے، حتّٰی کہ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی روح کے بارے میں علم نہیں رکھتے حالانکہ **اللہ** تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا منصب و مقام اس سے بہت عظیم ہے کہ آپ کو بھی روح کا علم نہ ہو حالانکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **عالِم باللہ** ہیں اور **اللہ** تعالیٰ نے یہ ارشاد فرما کر آپ پر احسان فرمایا ہے کہ

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر **اللہ** کا فضل بہت بڑا ہے۔

ان لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ روح کا علم ان علوم میں سے ہے جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو **اللہ** تعالیٰ نے نہیں سکھائے، کیا انہیں اس بات کی خبر نہیں کہ **اللہ** تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وہ سب کچھ سکھا دیا ہے جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہیں جانتے تھے۔ [2]

اسی طرح علامہ بدر الدین عینی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا منصب بہت بلند ہے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **اللہ** تعالیٰ کے حبیب اور اس کی مخلوق کے سردار ہیں، اور یہ کیسے ہو سکتا ہے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو روح کے بارے میں علم نہ ہو حالانکہ **اللہ** تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ......النساء: ۱۱۳.

2 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۸۵، ۵/۱۹۸.

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ ارشاد فرما کر احسان فرمایا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللّٰہ کا فضل بہت بڑا ہے۔ (1)

﴿وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا: اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔﴾ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’علمِ حادث علمِ قدیم کے مقابلے میں تھوڑا ہے کیونکہ بندوں کا علم مُتناہی (یعنی اس کی ایک انتہا) ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کے علم کی کوئی انتہاء نہیں اور متناہی علم غیر متناہی علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے اس عظیم سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ ہو جس کی کوئی انتہا نہیں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کا علم انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے سات سمندروں کے مقابلے میں ایک قطرہ ہو اور انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا علم ہمارے نبی محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے سات سمندروں کے مقابلے میں ایک قطرہ ہو اور ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا علم اللّٰہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے سات سمندروں کے مقابلے میں ایک قطرہ ہو تو وہ علم جو بندوں کو دیا گیا ہے فی نَفْسِہٖ اگرچہ کثیر ہے لیکن اللّٰہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں تھوڑا ہے۔ (2) اللّٰہ تعالیٰ کے علم سے متعلق صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت خضر عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کشتی میں سوار ہوئے تو ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر ایک یا دو چونچیں سمندر میں ماریں۔ حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، میرا اور آپ کا علم اللّٰہ تعالیٰ کے علم کے سامنے اس طرح ہے جیسے چڑیا کا سمندر میں چونچ مارنا۔ (3) یہ بھی سمجھانے کیلئے بیان کیا گیا ہے ورنہ متناہی اور غیر متناہی میں کوئی نسبت ہی نہیں ہوتی۔

وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًاۙ(۸۶) اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَؕ-اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا(۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے پھر تم کوئی نہ پاتے کہ تمہارے

1 ……عمدة القاری، کتاب العلم، باب قول اللّٰہ تعالی: وما اوتیتم من العلم الاّ قلیلاً، ۲/۲۸۴، تحت الحدیث: ۱۲۵.

2 ……روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۸۵، ۵/۱۹۷.

3 ……بخاری، کتاب العلم، باب ما یستحبّ للعالم اذا سئل: ایّ الناس اعلم؟... الخ، ۱/۶۳، الحدیث: ۱۲۲.

لیے ہمارے حضور اس پر وکالت کرتا۔مگر تمہارے رب کی رحمت بیشک تم پر اس کا بڑا فضل ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم چاہتے تو ہم جو آپ کی طرف وحی بھیجتے ہیں اسے لے جاتے پھر تم اپنے لئے ہمارے حضور کوئی وکیل نہ پاتے ۔مگر تمہارے رب کی رحمت ہی ہے۔بیشک تمہارے اوپر اس کا بڑا فضل ہے۔

﴿وَلَىِٕنْ شِئْنَا:اور اگر ہم چاہتے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو اس قرآن کو جو کہ شفاء اور مومنوں کے لئے رحمت ہے اور ان تمام علوم کا جامع ہے جو آپ کو عطا کئے گئے ،اِسے سینوں اور صحیفوں سے مَحْو فرما دیتے ، پھر آپ کوئی وکیل نہ پاتے جو ہماری بارگاہ میں آپ کے لئے اس قرآن کو لوٹا دینے کی وکالت کرتا لیکن آپ کے رب کی رحمت ہی ہے کہ اس نے قیامت تک اسے باقی رکھا اور ہر طرح کی کمی بیشی اور تبدیلی سے محفوظ فرما دیا۔اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان دَر احسان ہے کہ اس نے پہلے قرآن نازل فرما کر احسانِ عظیم فرمایا اور پھر اسے محفوظ فرما کر اور قیامت تک باقی رکھ کر احسان فرمایا۔اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک تمہارے اوپر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بڑا فضل ہے کہ اُس نے آپ پر قرآن کریم نازل فرمایا، آپ کو تمام بنی آدم کا سردار اور خاتَمُ النَّبِیِّین کیا اور مقامِ محمود عطا فرمایا۔[1]

قرآنِ مجید کی تلاوت اور اس کے اَحکام پر عمل کی ترغیب

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس آیت کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اے لوگو! قرآن (کے احکام) پر پابندی سے عمل کرو اور اس میں کمی کرنا چھوڑ دو کیونکہ ہم اسے تمہارے سینوں اور صحیفوں سے لے جانے پر قادر ہیں لیکن قیامت آنے تک اسے باقی رکھنا ہماری تم پر رحمت ہی ہے اور جب قیامت قریب آئے گی تو ہم اسے سینوں اور صحیفوں سے مَحْو کر دیں گے۔[2]

قرآنِ کریم سے متعلق حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک قرآن جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ نہ جائے۔عرش کے گرد قرآن کی ایسی بھنبھناہٹ ہوگی جیسی شہد کی مکھی کی ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن سے فرمائے گا’’ تیرا کیا حال ہے۔قرآن عرض کرے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ،

1 ......ابوسعود، الاسراء، تحت الآية: ٨٦-٨٧، ٣/ ٣٥٠، مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٨٦-٨٧، ص٦٣٥، جلالين مع صاوى، الاسراء، تحت الآية: ٨٦-٨٧، ٣/١١٥١-١١٥٢، ملتقطاً.

2 ......صاوى، الاسراء، تحت الآية: ٨٦، ٣/١١٥١-١١٥٢.

میں تیرے پاس سے گیا اور تیری ہی طرف لوٹ آیا ہوں، میری تلاوت تو کی گئی لیکن میرے احکامات پر عمل نہ کیا گیا۔[1]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’بے شک یہ قرآن جو تمہارے سامنے موجود ہے، عنقریب اسے اٹھا لیا جائے گا۔ ایک شخص نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ ہم نے اسے دلوں میں اور صحیفوں میں محفوظ کر رکھا ہے، ہم اپنے بچوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں اور ہمارے بچے اپنی اولاد کو قرآن سکھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ’’وہ ایک رات میں چلا جائے گا اور صبح کے وقت لوگ اسے نہیں پائیں گے اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ قرآن دلوں اور صحیفوں سے محو کر دیا جائے گا۔[2]

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہی فرمایا کہ قرآنِ پاک خوب پڑھو اس سے پہلے کہ قرآن پاک اٹھا لیا جائے کیونکہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ قرآن پاک نہ اُٹھایا جائے۔[3] اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پاک کی تلاوت کرنے، اسے سمجھنے اور اس کے احکامات پر عمل کی توفیق عطا کرے، آمین۔

قُلْ لَّىٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار رہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار رہو۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اگر تمام جن و انس اس پر متفق ہو جائیں کہ فصاحت و بلاغت، حسنِ ترتیب، علومِ غیبیہ اور معارفِ الٰہیہ

1 ......مسند الفردوس، باب لام الف، ۵/۷۹، الحدیث: ۷۵۱۳.

2 ......ابو سعود، الاسراء، تحت الآیۃ: ۸۶، ۳/۳۵۰.

3 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی ادمان تلاوتہ، ۲/۳۵۵، الحدیث: ۲۰۲۶.

وغیرہا میں سے کسی کمال میں قرآن کے برابر کوئی چیز لے آئیں تو وہ ایسا نہ کرسکیں گے۔ مشرکین نے کہا تھا کہ ہم چاہیں تو اس قرآن کی مثل بنالیں اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تبارَکَ وَتَعَالٰی نے اُن کی تکذیب کی کہ خالق کے کلام کے مثل مخلوق کا کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر وہ سب باہم مل کر کوشش کریں جب بھی ممکن نہیں کہ اِس کلام کے مثل لاسکیں چنانچہ ایسا ہی ہوا، تمام کفار عاجز ہوئے اور انہیں رسوائی اُٹھانا پڑی اور وہ ایک سطر بھی قرآن کریم کے مقابل بنا کر پیش نہ کر سکے۔ (1)

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ٘ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثل طرح طرح بیان فرمائی تو اکثر آدمیوں نے نہ مانا مگر ناشکر کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بار بار بیان کی ہے تو اکثر لوگوں نے ناشکری کرنے کے علاوہ نہ مانا۔

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے بار بار بیان کی ہے۔﴾ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ان آیات سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم اور جلیل نعمت ہے اس لئے ہر عالم اور حافظ پر لازم ہے کہ وہ اس نعمت کا شکر ادا کرے اور اس کے حقوق ادا کرنے پر ہمیشگی اختیار کرے۔

(2)......انسان اور اس کے علاوہ کسی اور مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ وہ ایسا کلام پیش کرسکے جو اللہ تعالیٰ کے کلام کی طرح جامع ہو، اس کی عبارت، الفاظ کی عمدگی اور فصاحت انتہا کو پہنچی ہوئی ہو، اس کے اشارے باریکی اور کمالِ دانشمندی کی، اس کے نِکات لَطافت اور نَظافت کی اور اس کے حقائق حقیقت اور پاکیزگی کی انتہاء کو پہنچے ہوئے ہوں۔

---

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۸۸، ۳/۱۹۱، مدارک، الاسراء، تحت الآیة: ۸۸، ص ۶۳۵، ملتقطاً۔

(3)......اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں پہچانتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جانے والی تنبیہات سے تنبیہ حاصل نہیں کرتے اسی لئے ہزار میں سے ایک شخص جنت میں جائے گا اور باقی جہنم میں جائیں گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے حق بات سے اور اسے سیکھنے سے اِعراض کیا۔[1]

قرآن مخلوق نہیں ہے

یہاں یہ بات یاد رہے کہ قرآنِ مجید مخلوق نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی اور غیر مخلوق ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جو قرآن کریم کو مخلوق کہے یا اس کے بارے میں توَقُّف کرے یا اس کے بارے میں شک کرے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا۔[2] نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فتاویٰ رضویہ کی 15 ویں جلد میں موجود اپنے رسالے ''سُبْحٰنَ السُّبُّوْحُ عَنْ عَیْبِ کِذْبٍ مَقْبُوْحٍ'' (جھوٹ جیسے بدترین عیب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاک ہونے کا بیان)۔ میں قرآن عظیم کے غیر مخلوق ہونے پر ائمۂ اسلام کے 32 ارشادات ذکر کئے ہیں اور ان میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ 9 صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ فرماتے تھے کہ جو قرآن کو مخلوق بتائے وہ کافر ہے۔[3]

وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ قَبِیْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِی السَّمَآءِ ؕ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ

1......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۸۹، ۵/۲۰۱-۲۰۲.

2......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۸۹، ۵/۲۰۲.

3......فتاوی رضویہ، ۱۵/۳۸۰۔

ع ۱۰

اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے کہ ہم ہرگز تم پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ بہادو۔ یا تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تم اس کے اندر بہتی نہریں رواں کرو۔ یا تم ہم پر آسمان گرادو جیسا تم نے کہا ہے ٹکڑے ٹکڑے یا اللّٰه اور فرشتوں کو ضامن لے آؤ۔ یا تمہارے لیے طلائی گھر ہو یا تم آسمان میں چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللّٰه کا بھیجا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا: ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ بہادو۔ یا تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تم ان کے درمیان خوب نہریں جاری کردو۔ یا تم ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرادو جیسا تم نے کہا ہے یا اللّٰه اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔ یا تمہارے لئے کوئی سونے کا گھر ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں۔ تم فرماؤ: میرا رب پاک ہے میں تو صرف اللّٰه کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔

﴿وَقَالُوْا: اور انہوں نے کہا۔﴾ آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب قرآنِ کریم کا اِعجاز خوب ظاہر ہو چکا اور واضح معجزات نے حجت قائم کردی اور کفار کے لئے عذر کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو وہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے طرح طرح کی نشانیاں طلب کرنے لگے اور اُنہوں نے کہہ دیا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے، چنانچہ مروی ہے کہ کفارِ قریش کے سردار کعبہ معظّمہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے رسولُ اللّٰه صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بلوایا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ آج گفتگو کرکے آپ سے معاملہ طے کرلیں تاکہ ہم پھر آپ کے حق میں (کوئی بھی کاروائی کرنے میں) معذور سمجھے جائیں۔ عرب میں کوئی آدمی ایسا نہیں ہوا جس نے اپنی قوم پر وہ شدتیں کی ہوں جو آپ نے کردی ہیں۔ آپ نے ہمارے باپ دادا کو برا کہا، ہمارے دین کو عیب

لگائے، ہمارے دانش مندوں کو کم عقل ٹھہرایا، ہمارے معبودوں کی توہین کی، ہماری جماعت متفرق کر دی اور کوئی برائی اُٹھا نہ رکھی یعنی سب کچھ آپ نے کیا۔ یہ بتاؤ کہ اس سے تمہاری غرض کیا ہے؟ اگر تم مال چاہتے ہو تو ہم تمہارے لئے اتنا مال جمع کر دیں کہ ہماری قوم میں تم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ اور اگر اعزاز چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنالیں اور اگر ملک وسلطنت چاہتے ہو تو ہم تمہیں بادشاہ تسلیم کر لیں، یہ سب باتیں کرنے کے لئے ہم تیار ہیں اور اگر تمہیں کوئی دماغی بیماری ہوگئی ہے یا کوئی خَلِش ہو گیا ہے تو ہم تمہارا علاج کریں اور اس میں جس قدر خرچ ہوا ُٹھائیں۔ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''ان میں سے کوئی بات نہیں اور میں مال، سلطنت اور سرداری کسی چیز کا طلب گار نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ اللہ تعالٰی نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور حکم دیا کہ میں تمہیں اس کے ماننے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور نعمتِ آخرت کی بشارت دوں اور انکار کرنے پر عذابِ الٰہی کا خوف دلاؤں۔ میں نے تمہیں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا پیغام پہنچایا ہے۔ اگر تم اسے قبول کرو تو یہ تمہارے لئے دنیا وآخرت کی خوش نصیبی ہے اور نہ مانو تو میں صبر کروں گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فیصلہ کا انتظار کروں گا۔ اس پر ان لوگوں نے کہا: اے محمد! (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اگر آپ ہمارے معروضات کو قبول نہیں کرتے ہیں تو اِن پہاڑوں کو ہٹا دیجئے اور میدان صاف نکال دیجئے اور نہریں جاری کر دیجئے اور ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر دیجئے۔ ہم ان سے پوچھ دیکھیں کہ آپ جو فرماتے ہیں کیا وہ سچ ہے؟ اگر وہ کہہ دیں گے تو ہم مان لیں گے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''میں ان باتوں کے لئے نہیں بھیجا گیا اور جو پہنچانے کے لئے میں بھیجا گیا تھا وہ میں نے پہنچا دیا، اگر تم مانو تو تمہارا نصیب اور نہ مانو تو میں خدائی فیصلے کا انتظار کروں گا۔ کفار نے کہا: پھر آپ اپنے رب سے عرض کر کے ایک فرشتہ بلوا لیجئے جو آپ کی تصدیق کرے اور اپنے لئے باغ محل اور سونے چاندی کے خزانے طلب کیجئے۔ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ میں اس لئے نہیں بھیجا گیا۔ میں بشیر ونذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس پر وہ لوگ کہنے لگے: تو ہم پر آسمان گروا دیجئے اور ان میں سے بعض یہ بولے کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اور فرشتوں کو ہمارے پاس نہ لائیے۔ اس پر نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس مجلس سے اٹھ آئے اور عبد اللہ بن اُمیہ آپ کے ساتھ اُٹھا اور آپ سے کہنے لگا: خدا کی قسم! میں کبھی ایمان نہ لاؤں گا جب تک آپ سیڑھی لگا آسمان پر نہ چڑھو اور میری نظروں کے سامنے وہاں سے ایک کتاب اور فرشتوں کی ایک جماعت لے کر نہ آؤ اور خدا کی قسم! اگر یہ بھی کرو تو میں سمجھتا ہوں کہ میں پھر بھی نہ مانوں گا۔ حضور پُر نور

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ اس قدر ضد اور عناد میں ہیں اور ان کی حق سے دشمنی حد سے گزر گئی ہے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اُن کی حالت پر رنج ہوا اس پر آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ [1]

﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ: تم فرماؤ، میرا رب پاک ہے۔﴾ کفار کے تمام مطالبات کے جواب میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایک ہی جواب دینے کا ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ میرا کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پیغام پہنچا دینا ہے، وہ میں نے پہنچا دیا ہے اور جس قدر معجزات و آیات یقین و اطمینان کے لئے درکار ہیں اُن سے بہت زیادہ میرا پروردگار عَزَّوَجَلَّ ظاہر فرما چکا لہٰذا حجت پوری ہو چکی ہے۔ اب یہ سمجھ لو کہ رسول کے انکار کرنے اور آیاتِ الٰہیہ سے مکرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓىٕكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَىٕنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اسی نے کہ بولے کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا۔ تم فرماؤ اگر زمین میں فرشتے ہوتے چین سے چلتے تو ان پر ہم رسول بھی فرشتہ اتارتے۔ تم فرماؤ اللہ بس ہے گواہ میرے تمہارے درمیان بیشک وہ اپنے بندوں کو جانتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوگوں کو ایمان لانے سے ان کے پاس ہدایت آجانے کے بعد اسی بات نے منع کر رکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں: کیا اللہ نے ایک آدمی کو رسول بنا کر بھیجا؟ تم فرماؤ: اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتے۔ تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے، بیشک وہ

[1]......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۹۰، ۳/۱۹۱-۱۹۲۔

اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا ، دیکھنے والا ہے۔

﴿ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا: کہ ایمان لائیں۔ ﴾ ارشاد فرمایا، حالانکہ لوگوں کے پاس ہدایت آچکی ہے مگر انہیں صرف اس بات نے ایمان لانے سے روک رکھا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ یعنی وہ لوگ رسولوں کو بشر ہی جانتے رہے اور اُن کے منصبِ نبوت اور اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے کمالات کے معترف نہ ہوئے ، یہی اُن کے کفر کی اصل وجہ تھی اور اسی لئے وہ کہا کرتے تھے کہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔ [1] اسی کا جواب اگلی آیت میں دیا گیا۔

﴿ لَوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓىٕكَةٌ: اگر زمین میں فرشتے ہوتے۔ ﴾ کفار کے جواب میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ تم ان سے فرمادو کہ اگر انسانوں کی بجائے زمین میں صرف فرشتے رہائش پذیر ہوتے جو یہاں چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتے لیکن جب زمین میں انسان بستے ہیں تو رسول بھی انسان ہی بنایا جاتا ہے۔ فرشتوں کیلئے فرشتہ ہی رسول بھیجا جاتا کیونکہ وہ اُن کی جنس سے ہوتا لیکن جب زمین میں آدمی بستے ہیں تو اُن کا ملائکہ میں سے رسول طلب کرنا نہایت ہی بے جا ہے۔ [2]

﴿ قُلْ: تم فرماؤ۔ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اس بات پر اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے کہ جس چیز کے ساتھ مجھے بھیجا گیا وہ میں نے تم تک پہنچادی اور تم نے (اسے) جھٹلایا اور دشمنی کی ، بے شک وہ اپنے بندوں یعنی رسولوں اور جن کی طرف انہیں بھیجا گیا ان کے ظاہری اور باطنی تمام احوال کی خبر رکھنے والا اور انہیں دیکھنے والا ہے تو وہ انہیں اس کی جزا دے گا۔ [3]

وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ

النصف

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۹۴، ۳/۱۹۲-۱۹۳، ملخصاً.

2 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۹۵، ۵/۲۰۵، ملخصاً.

3 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۹۶، ۵/۲۰۵.

بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے اللہ راہ دے وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ان کے لیے اس کے سوا کوئی حمایت والے نہ پاؤ گے اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اٹھائیں گے اندھے اور گونگے اور بہرے ان کا ٹھکانا جہنم ہے جب کبھی بجھنے پر آئے گی ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ یہ ان کی سزا ہے اس پر کہ انہوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا اور بولے کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا سچ مچ ہم نئے بن کر اٹھائے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور جنہیں وہ گمراہ کردے تو تم ہرگز ان کیلئے اس کے سوا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے اور گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے جب کبھی بجھنے لگے گی تو ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ یہ ان کی سزا ہے اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہنے لگے: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کرکے اٹھایا جائے گا؟

﴿وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ: اور جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت پانے والا ہوتا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ’’اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور جنہیں وہ گمراہ کردے تو تم ہرگز ان کیلئے اس کے سوا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اس حال میں اٹھائیں گے کہ وہ جس طرح دنیا میں حق دیکھنے کی بصیرت نہ رکھتے تھے، حق بات بول نہیں سکتے تھے اور حق بات سننے سے بہرے تھے اسی طرح آخرت میں بھی اس چیز کو دیکھنے سے اندھے ہوں گے جو ان کی نگاہوں کو ٹھنڈا کرے، وہ بات بولنے سے گونگے ہوں گے جو ان کی طرف سے قبول کی جائے اور اس بات کو سننے سے بہرے ہوں گے جو ان کے کانوں کو لذت دے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے، جب

کبھی (اس کی آگ) بجھنے لگے گی تو ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔[1]

قیامت کے دن کفار منہ کے بل چلیں گے

اس آیت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفار کو منہ کے بل اٹھائے گا، اس سے متعلق بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کافر کو اس کے چہرے کے بل کس طرح اٹھایا جائے گا؟ ارشاد فرمایا ’’وہ رب جس نے اسے دنیا میں دو قدموں پر چلایا کیا اس بات پر قادر نہیں کہ وہ قیامت کے دن اسے چہرے کے بل چلائے؟ (کیوں نہیں، وہ اس بات پر ضرور قادر ہے۔)[2]

اور سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن لوگ تین حالتوں میں اٹھائے جائیں گے، بعض لوگ پیدل چلیں گے، بعض سوار اور کچھ لوگ چہروں کے بل چلیں گے۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، چہروں کے بل کیسے چلیں گے؟ ارشاد فرمایا ’’جس نے انہیں قدموں پر چلایا وہ انہیں منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے، سن لو! وہ اپنے منہ کے ذریعے ہر بلند جگہ اور کانٹے سے بچیں گے۔[3]

﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ: یہ ان کی سزا ہے۔﴾ اِس سے پہلی آیت میں جو وعید بیان ہوئی اُس سے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ عذاب ان کی سزا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہوئے کہنے لگے: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟[4]

> اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَ جَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾

---

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۹۷، ۱۹۳/۳، مدارک، الاسراء، تحت الآیة: ۹۷، ص۶۳۷، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف الحشر، ۲۵۲/۴، الحدیث: ۶۵۲۳

3 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل، ۹۶/۵، الحدیث: ۳۱۵۳.

4 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۹۸، ۱۹۳/۳، مدارک، الاسراء، تحت الآیة: ۹۸، ص۶۳۷، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے ان لوگوں کی مثل بنا سکتا ہے اور اس نے ان کے لیے ایک میعاد ٹھہرا رکھی ہے جس میں کچھ شبہ نہیں تو ظالم نہیں مانتے بے ناشکری کئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں وہ اس پر قادر ہے کہ ان لوگوں کی مثل اور پیدا کردے اور اس نے ان کے لیے ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جس میں کچھ شبہ نہیں تو ظالموں نے کفر کے علاوہ کچھ ماننے سے انکار کردیا۔

﴿اَوَلَمْ یَرَوْا: اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کیا ان کافروں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے کسی سابقہ مادے کے بغیر آسمان اور زمین جیسی عظیم مخلوق پیدا کردی ہے تو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ان لوگوں کی مثل اور پیدا کردے کیونکہ زمین و آسمان کے مقابلے میں انسانوں کی مثل پیدا کرنا آسان ہے اور جب وہ انسانوں کی مثل پیدا کرنے پر قادر ہے تو انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اور اس نے ان (کے مرنے، دوبارہ زندہ کئے جانے اور عذاب) کے لیے ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جس میں کچھ شبہ نہیں اور جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے، صرف اسی کی عبادت کرنے اور قیامت کے دن جزا کے لئے دوبارہ زندہ کئے جانے کی بات رکھ دی گئی تو ظالموں نے کفر کے علاوہ کچھ ماننے سے انکار کردیا (یعنی صرف کفر ہی کو اختیار کیا اور ایمان کی طرف نہ آئے۔)(1)

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا۠ (۱۰۰)

ع

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو انہیں بھی روک رکھتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جائیں اور آدمی بڑا کنجوس ہے۔

1 ……روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۹۹، ۵/۲۰۷، البحر المحیط، الاسراء، تحت الآیة: ۹۹، ۶/۸۰-۸۱، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو خرچ ہوجانے کے ڈر سے تم انہیں روک رکھتے اور آدمی بڑا کنجوس ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس سے پہلے آیت نمبر 90 میں کفار کا ایک مطالبہ گزرا کہ ان کے شہر میں نہریں اور چشمے جاری کردیئے جائیں تاکہ ان کے مال زیادہ ہوجائیں اور ان کی معیشت بہتر ہوجائے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ ان سے فرمادیں ''اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو بھی تم اپنے بخل اور کنجوسی پر قائم رہتے اور خرچ ہوجانے کے ڈر سے ان خزانوں کو روک رکھتے۔[1]

اس آیتِ مبارکہ میں لوگوں کے خرچ کرنے کا حال بیان ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر کتنا خرچ فرمایا ہے اور کتنا خرچ فرما رہا ہے اس کا عالَم ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کا دستِ کرم بھرا ہوا ہے اور شب و روز کا خرچ کرنا بھی اسے کم نہیں کرتا، تم ذرا غور تو کرو کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو بنایا ہے تب سے اس نے کتنا خرچ فرمایا ہے لیکن جو کچھ اس کے دستِ قدرت میں ہے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے قبضہ میں میزان ہے جسے وہ بلند و پست فرماتا ہے۔[2]

﴿وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا: اور آدمی بڑا کنجوس ہے۔﴾ یہاں انسان کو اس کی اصل کے اعتبار سے بڑا کنجوس فرمایا گیا ہے کیونکہ انسان کو محتاج پیدا کیا گیا ہے اور محتاج لازمی طور پر وہ چیز پسند کرتا ہے جس سے محتاجی کا ضَرر اس سے دور ہوجائے اور اسی لئے وہ اس چیز کو اپنی ذات کے لئے روک لیتا ہے جبکہ اس کی سخاوت خارجی اَسباب کی وجہ سے ہوتی ہے جیسے اسے اپنی تعریف پسند ہوتی ہے یا ثواب ملنے کی امید ہوتی ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ انسان اپنی اصل کے اعتبار سے بخیل ہے۔[3]

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ فَسْــٴَـلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾

---

1 ......تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیة: ۱۰۰، ۷/۴۱۲.

2 ......بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ تعالی: لما خلقت بیدیّ، ۴/۵۴۳، الحدیث: ۷۴۱۱.

3 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۱۰۰، ۳/۱۹۴.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں دیں تو بنی اسرائیل سے پوچھو جب وہ ان کے پاس آیا تو اس سے فرعون نے کہا اے موسیٰ میرے خیال میں تو تم پر جادو ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں دیں تو بنی اسرائیل سے پوچھو، جب وہ موسیٰ ان کے پاس تشریف لائے تو فرعون نے ان سے کہا: اے موسیٰ! بیشک میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ تم پر جادو کیا ہوا ہے۔

﴿تِسۡعَ اٰیٰتٍۭ: نو نشانیاں۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جو نو نشانیاں عطا کی گئیں وہ یہ ہیں: (1) عصا، (2) یدِ بیضا، (3) بولنے میں دِقّت جو حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان مبارک میں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دور فرما دیا، (4) دریا کا پھٹنا اور اس میں رستے بننا، (5) طوفان، (6) ٹڈی، (7) گھن، (8) مینڈک، (9) خون۔ [1] ان میں سے آخری 6 نشانیوں کا مُفَصَّل بیان نویں پارے کے چھٹے رکوع میں گزر چکا ہے۔ ان مذکورہ بالا میں سے بعض تو معجزے تھے اور بعض فرعون پر عذاب جو بالواسطہ معجزے تھے کہ حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مخالفت ہی کی وجہ سے فرعون پر عذاب آئے۔

قَالَ لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَاۤ اَنۡزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ بَصَآئِرَ ۚ وَ اِنِّیۡ لَاَظُنُّكَ یٰفِرۡعَوۡنُ مَثۡبُوۡرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنۡ یَّسۡتَفِزَّهُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ فَاَغۡرَقۡنٰهُ وَ مَنۡ مَّعَهٗ جَمِیۡعًا ﴿۱۰۳﴾ۙ وَّ قُلۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ لِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اسۡكُنُوا الۡاَرۡضَ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِیۡفًا ﴿۱۰۴﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: کہا یقیناً تو خوب جانتا ہے کہ انہیں نہ اتارا مگر آسمانوں اور زمین کے مالک نے دل کی آنکھیں کھولنے والیاں اور میرے گمان میں تو اے فرعون تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔ تو اس نے چاہا کہ ان کو زمین سے نکال دے تو

[1] ……خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۱۰۱، ۳/۱۹۴.

ہم نے اسے اوراس کے ساتھیوں سب کوڈبودیا۔اوراس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایااس زمین میں بسوپھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تم سب کوگھال میل لے آئیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: یقیناً تو جان چکا ہے کہ ان نشانیوں کوعبرتیں کرکے آسمانوں اورزمین کے رب ہی نے نازل فرمایا ہے اوراے فرعون! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔تو فرعون نے چاہا کہ ان (بنی اسرائیل) کوزمین سے نکال دے تو ہم نے اسے اوراس کے ساتھیوں کوغرق کردیا۔اوراس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا: اس سرزمین میں سکونت اختیار کرو پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کوجمع کرلائیں گے۔

﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ: فرمایا: یقیناً تو جان چکا ہے۔﴾ فرعون نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ! میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ تم پر جادو کیا ہوا ہے یعنی مَعَاذَ اللّٰہ جادو کے اثر سے تمہاری عقل اپنی جگہ پر نہیں رہی ہے یا یہاں مَسحور، ساحر کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ عجائب جو آپ دکھلاتے ہیں یہ جادو کے کرشمہ ہیں اس پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے جواب دیا: اے فرعون! یقیناً تو جان چکا ہے کہ ان نشانیوں کوعبرتیں بنا کر آسمانوں اورزمین کے رب عَزَّوَجَلَّ ہی نے نازل فرمایا ہے کیونکہ ان نشانیوں اور معجزات سے میری سچائی، میرا کامل العقل ہونا، میرا جادوگر نہ ہونا اور ان نشانیوں کا خدا عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہونا ظاہر ہے اوراے فرعون! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔[1]

﴿فَاَرَادَ: تو اس نے چاہا۔﴾ یعنی فرعون نے چاہا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اوراُن کی قوم کو سرزمینِ مصر سے نکال دے لیکن اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے فرعون کو اس کے ساتھیوں سمیت غرق کردیا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اور ان کی قوم کو سلامتی عطا فرمائی۔[2]

﴿وَقُلْنَا: اورہم نے فرمایا۔﴾ فرعون کی غَرقابی کے بعد اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اب تم اس سرزمین یعنی زمینِ مصروشام میں سکونت اختیار کرواور پھر جب قیامت آئے گی تو ہم تمہیں دوبارہ جمع کریں گے اور میدانِ قیامت میں پھر سعادت مندوں اور بدبختوں کوایک دوسرے سے ممتاز کردیں گے۔[3]

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ۱۰۱-۱۰۲، ۳/۱۹٤، روح البيان، الاسراء، تحت الآية: ۱۰۱-۱۰۲، ۵/۲۰۸، ملتقطاً.
2 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ۱۰۳، ۳/۱۹۵.
3 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ۱۰٤، ۳/۱۹۵.

وقف لازم

وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۘ(۱۰۵) وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا(۱۰۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا اور حق ہی کے ساتھ اترا اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشی اور ڈر سناتا۔ اور قرآن ہم نے جدا جدا کرکے اتارا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور ہم نے اسے بتدریج رہ رہ کر اتارا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا اور حق کے ساتھ ہی یہ اترا اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔ اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کرکے نازل کیا تاکہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا۔

﴿وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ: اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا۔﴾ یعنی قرآن شیاطین کے خَلْط مَلْط سے محفوظ رہا اور اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ ہوسکی۔ لہٰذا قرآن کا ایک ایک جملہ، کلمہ اور حرف برحق ہے۔

ہر بیماری سے شفا کا عمل

اس آیتِ شریفہ کا یہ جملہ ’’ وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ ‘‘ ہر ایک بیماری کے لئے عملِ مُجَرَّب ہے، مرض کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر پڑھ کر دم کردیا جائے تو بِاِذْنِ اللّٰہ بیماری دور ہوجاتی ہے۔ مشہور بزرگ حضرت محمد بن سماک رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ بیمار ہوئے تو اُن کے مُتَوَسِّلین قارورہ لے کر ایک نصرانی طبیب کے پاس علاج کی خاطر گئے۔ راستے میں ایک صاحب ملے، نہایت خوبصورت اور خوش لباس، ان کے جسم مبارک سے نہایت پاکیزہ خوشبو آرہی تھی، انہوں نے فرمایا: کہاں جاتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ حضرت ابنِ سماک رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قارورہ دکھانے کے لئے فلاں طبیب کے پاس جاتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، سُبْحَانَ اللّٰہ، اللّٰہ کے ولی کے لئے خدا کے دشمن سے مدد چاہتے ہو۔ قارورہ پھینکو، واپس جاؤ اور اُن سے کہو کہ مقامِ درد پر ہاتھ رکھ کر پڑھو بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ یہ فرما کر وہ بزرگ غائب ہوگئے۔ ان صاحبوں نے واپس ہوکر حضرت ابن سماک رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے واقعہ بیان کیا، اُنہوں نے مقامِ درد پر ہاتھ رکھ کر یہ

کلمے پڑھے تو فوراً آرام ہو گیا اور حضرت ابن سماک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے۔[1]

﴿وَقُرْاٰنًا: اور قرآن کو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے قرآن کو تئیس سال کے عرصہ میں جدا جدا کر کے نازل کیا تا کہ اس کے مضامین بآسانی سننے والوں کے ذہن نشین ہوتے رہیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے حالات و واقعات کی ضرورت کے مطابق نازل کیا۔[2]

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ﴿۱۰۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کہ تم لوگ اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بیشک وہ جنہیں اس کے اترنے سے پہلے علم ملا جب ان پر پڑھا جاتا ہے ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: (اے لوگو!) تم اس قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بیشک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم ان لوگوں سے فرمادو کہ اے لوگو! تم اس قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ اور اپنے لئے نعمتِ آخرت اختیار کرو یا عذابِ جہنم، وہ تمہاری مرضی ہے لیکن جن سلیم الفطرت لوگوں کو اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے کسی آسمانی کتاب کا علم دیا گیا یعنی مومنین اہلِ کتاب جو رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بِعْثَت سے پہلے انتظار و جستجو میں تھے اور حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت کے بعد شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے جیسے کہ حضرت زید بن عمرو بن نفیل اور حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوذر وغیرہم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ، تو جب ان حضرات کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔[3]

---

1 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ١٠٥، ص٦٣٩.

2 ......روح البيان، الاسراء، تحت الآية: ١٠٦، ٥/٢١٠، ملخصاً.

3 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ١٠٧، ص٦٣٩، خازن، الاسراء، تحت الآية: ١٠٧، ٣/١٩٥، ملتقطاً.

وَّ یَقُوۡلُوۡنَ سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنۡ کَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا ﴿۱۰۸﴾ وَ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ یَبۡکُوۡنَ وَ یَزِیۡدُہُمۡ خُشُوۡعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدة

السجدة ۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں پاکی ہے ہمارے رب کو بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونا تھا۔ اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونے والا تھا۔ اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں اور یہ قرآن ان کے دلوں کے جھکنے کو اور بڑھا دیتا ہے۔

﴿ وَیَقُوْلُوْنَ: اور کہتے ہیں۔﴾ گزشتہ آیت میں جن سعادت مندوں کا تذکرہ کیا گیا تھا اگلی آیات میں انہی کے قول وفعل کا ذکر ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ ہر عیب سے پاک ہے لہٰذا وہ وعدہ خلافی سے بھی پاک ہے تو بیشک ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ پورا ہونے والا تھا جو اُس نے اپنی پہلی کتابوں میں فرمایا تھا کہ نبی آخر الزماں محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مبعوث فرمائیں گے اور یہ وعدہ پورا ہو چکا۔ یہ تو ان حضرات کا قول وعقیدہ تھا اور ان کا عمل یہ ہے کہ جب یہ قرآن سنتے ہیں تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور عجز و نیاز سے اور نرم دِلی سے روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں اور یہ قرآن ان کے دلوں کے خشوع وخضوع کو اور ان کے دلوں کے جھکنے کو اور بڑھا دیتا ہے۔[1]

تلاوتِ قرآن کے وقت رونا مستحب ہے

قرآنِ کریم کی تلاوت کے وقت رونا مستحب ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بے شک یہ قرآن حُزن کے ساتھ اترا ہے، اس لئے جب تم اسے پڑھو تو رُؤو اور اگر رو نہ سکو تو رونے جیسی شکل بناؤ۔‘‘[2]

1 ……خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱۰۸-۱۰۹، ۳/۱۹۵۔

2 ……ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنّۃ فیہا، باب فی حسن الصوت بالقرآن، ۲/۱۲۹، الحدیث: ۱۳۳۷۔

اور یہ رونا اگر اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوتو اس کی بڑی فضیلت ہے، چنانچہ ترمذی ونسائی کی حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''وہ شخص جہنم میں نہ جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے۔ [1]

تلاوتِ قرآن سے دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم دل میں نرمی اور خشوع وخضوع پیدا کرتا ہے۔اسی لئے حدیثِ مبارک میں حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دل ایسے زنگ آلود ہوتے ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہوجاتا ہے۔صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان دلوں کی صفائی کس چیز سے ہوگی؟ ارشاد فرمایا: موت کو زیادہ یاد کرنے اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے۔ [2]

﴿وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ: اور وہ ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں۔﴾ یادرہے کہ یہ آیت ان آیات میں سے ایک ہے جنہیں پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہوجاتا ہے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰىۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جو کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، تم جو کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں اور اپنی نماز

[1] ......ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبیل اللّٰه، ۲۳۶/۳، الحدیث: ۱۶۳۹، نسائی، کتاب الجهاد، فضل من عمل فی سبیل اللّٰه علی قدمه، ص۵۰۵، الحدیث: ۳۱۰۵.

[2] ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی ادمان تلاوته، ۳۵۲/۲، الحدیث: ۲۰۱۴.

میں نہ آواز زیادہ بلند کرو اور نہ بالکل آہستہ کردو اور دونوں کے درمیان کا راستہ تلاش کرو۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ ایک رات سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے طویل سجدہ کیا اور اپنے سجدہ میں یااَللّٰہُ یارَحْمٰنُ فرماتے رہے۔ ابوجہل نے سنا تو کہنے لگا کہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) ہمیں تو کئی معبودوں کے پوجنے سے منع کرتے ہیں اور خود دو کو پکارتے ہیں، اللّٰہ کو اور رحمٰن کو (مَعَاذَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ)۔[1] اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا اللّٰہ اور رحمٰن دو نام ایک ہی معبودِ برحق کے ہیں خواہ کسی نام سے پکارو، اس کے بہت سے نام ہیں اور سب نام اچھے ہیں جیسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ننانوے نام معروف ہیں اور حقیقتاً اس سے بھی زیادہ نام ہیں جن کے معنی بہت پاکیزہ ہیں۔

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا: اور اپنی نماز میں نہ آواز زیادہ بلند کرو اور نہ بالکل آہستہ کردو۔﴾ شانِ نزول: حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مکۂ مکرمہ میں جلوہ فرماتھے۔ آپ جس وقت اپنے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو نماز پڑھایا کرتے تو اپنی آواز مبارک قرآن کریم پڑھنے میں بلند فرمایا کرتے تھے، جب کافر سن لیتے تو قرآن کریم اور اس کے اتارنے والے اور لانے والے کی شان میں گستاخانہ کلمات بکتے تو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا'' وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ ''یعنی نماز کی قراءت کو اونچا نہ کرو کہ کافر سن لیں گے تو بیہودہ کلمات بکیں گے۔ '' وَلَا تُخَافِتْ بِهَا ''یعنی اَصحاب سے یوں آہستہ نہ پڑھو کہ وہ سن نہ سکیں '' وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا '' اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔[2]

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾ ع

ع ۱۲ ۱۱ ۱۲

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۱۱۰، ۳/۱۹۵-۱۹۶.

2 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة بنی اسرائیل، باب ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها، ۳/۲۶۳، الحدیث: ۴۷۲۲.

ترجمۂ کنزالایمان: اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کمزوری سے کوئی اس کا حمایتی نہیں اور اس کی بڑائی بولنے کو تکبیر کہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم کہو: سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں اور کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار نہیں اور اس کی اچھی طرح بڑائی بیان کرو۔

﴿وَ قُلْ: اور تم کہو۔﴾ آیت میں فرمایا گیا کہ سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے ہیں جس نے اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا جیسا کہ مشرکینِ عرب اور یہود و نصاریٰ کہتے تھے۔ مشرکین فرشتوں کو رب کی بیٹیاں اور یہودی حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو، اور عیسائی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے۔ (اور اے حبیب!) **مزید یہ کہو کہ** بادشاہی میں اس رب عَزَّوَجَلَّ کا کوئی شریک نہیں جیسا کہ مشرکین کہتے ہیں نیز کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار نہیں یعنی وہ کمزور نہیں کہ اس کو کسی حمایتی اور مددگار کی حاجت ہو کہ کمزور کو ہی مددگار کی حاجت ہوتی ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اس کی اچھی طرح بڑائی بیان کرو۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کے 3 فضائل

اس آیت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کا فرمایا گیا، اس مناسبت سے یہاں حمد کے 3 فضائل درج ذیل ہیں:

(1)...... حضرت **عبداللہ بن عباس** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''**قیامت کے دن جنت کی طرف سب سے پہلے وہی لوگ بلائے جائیں گے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔**'' [2]

(2)...... حضرت جابر بن **عبداللہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بہترین ذکر ''**لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه**'' ہے اور بہترین دعا ''**اَلْحَمْدُ لِلّٰه**'' ہے۔'' [3]

(3)...... حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

---

1 ...... روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱۱۱، ۵/۲۱۴، ملخصاً.

2 ...... شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۴/۹۰، الحدیث: ۴۳۷۳.

3 ...... ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء انّ دعوۃ المسلم مستجابۃ، ۵/۲۴۸، الحدیث: ۳۳۹۴.

فرمایا ’’اللہ تعالیٰ کے نزدیک چار کلمے بہت پیارے ہیں۔ ’’سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر‘‘[1]

تکبیر یعنی اللّٰہُ اکبر کہنے کے 2 فضائل

اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی اچھی طرح بڑائی بیان کرنے کا فرمایا گیا، اس کی مناسبت سے یہاں تکبیر کہنے کے 2 فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے ’’اللّٰہُ اکبر‘‘ کہا تو اُس کے لئے اِس کے بدلے بیس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اُس کے بیس گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔[2]

(2)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ’’اَللّٰہُ اَکْبَرُ‘‘ (کہنا) آسمان و زمین کے درمیان کی فضا بھر دیتا ہے۔[3]

اس کی شرح میں مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس (کلمے) کا ثواب اس کی عظمت اُن تمام چیزوں کو بھر دیتی ہے، یہ ہمیں سمجھانے کے لیے ہے کہ ہماری کوتاہ نظریں ان آسمان زمین تک ہی محدود ہیں، ورنہ رب تعالیٰ کی کبریائی کے مقابل آسمان و زمین کی کیا حقیقت ہے۔[4]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حمد و ثنا اور عظمت و بڑائی بیان کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

بچوں کو سکھائی جانے والی آیت

امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس آیت کا نام آیت **الْعِزّ** رکھا ہے اور بنی عبد المطلب کے بچے جب بولنا شروع کرتے تھے تو ان کو سب سے پہلے یہی آیت ’’**قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ**‘‘ سکھائی جاتی تھی۔[5]

1 ......مسلم، کتاب الآداب، باب کراهة التسمیة بالاسماء القبیحة وبنافع وغیره، ص ۱۱۸۱، الحدیث: ۱۲(۲۱۳۷).

2 ......مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ۱۸۲/۳، الحدیث: ۸۰۹۹.

3 ......مشکاة المصابیح، کتاب الدعوات، باب ثواب التسبیح والتحمید...الخ، الفصل الثالث، ۴۳۴/۱، الحدیث: ۲۳۲۲.

4 ......مرآة المناجیح، کتاب الدعوات، باب ثواب التسبیح والتحمید...الخ، الفصل الثالث، ۳۸۴/۳، تحت الحدیث: ۲۲۱۲۔

5 ......مدارک، الاسراء، تحت الآیة: ۱۱۱، ص ۶۴۰.

سُوۡرَةُ الۡكَهۡف

سورۂ کہف کا تعارف

مقام نزول

یہ سورت مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **12** رکوع، **111** آیتیں، **1577** کلمے اور **6360** حروف ہیں۔[2]

''کہف'' نام رکھنے کی وجہ

کہف کا معنی ہے پہاڑی غار، اور اس سورت کی آیت نمبر **9** تا **26** میں اصحابِ کہف یعنی پہاڑی غار والے چند اولیاءِ کرام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ کہف'' رکھا گیا۔[3]

سورۂ کہف کے فضائل

(1)......سورۂ کہف پڑھنے سے گھر میں سکون اور برکت نازل ہوتی ہے، چنانچہ حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''ایک مرتبہ ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سورۂ کہف پڑھی، گھر میں ایک جانور بھی تھا، وہ بدکنا شروع ہو گیا تو انہوں نے سلامتی کی دعا کی (اور غور سے دیکھا کہ کیا بات ہے؟ تو) انہیں ایک بادل نظر آیا، جس نے انہیں ڈھانپ رکھا تھا، ان صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس واقعہ کا ذکر جب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کیا، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا، اے فلاں! قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے رہا کرو، وہ بادل سکینہ تھا جو قرآنِ مجید کی وجہ سے نازل ہوا۔[4]

(2)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو

1......خازن، تفسیر سورة الکھف، ۱۹۶/۳.

2......خازن، تفسیر سورة الکھف، ۱۹۶/۳.

3......صاوی، سورة الکھف، ۱۱۷۹/۴.

4......بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوّة فی الاسلام، ۵۰۴/۲، الحدیث: ۳۶۱۴.

سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات یاد کرے گا وہ دجال (کے فتنے) سے محفوظ رہے گا۔[1]

(3)......حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا تو آئندہ جمعے تک اس کے لئے خاص نور کی روشنی رہے گی۔[2]

سورۂ کہف کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اَصحابِ کہف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اور حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں کئے گئے کفار کے سوالات کا جواب دیا گیا ہے، چنانچہ آیت نمبر 9 سے لے کر 26 تک اصحابِ کہف کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور اس واقعے میں ان لوگوں کے لئے ایک بہترین مثال ہے جو اپنے دین اور عقیدے کی حفاظت کے لئے اپنا وطن، عزیز رشتہ دار، دوست اَحباب اور اپنا مال چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ اصحابِ کہف چند نوجوان مسلمان تھے جو کہ بت پرست بادشاہ سے اپنے دین کی حفاظت کی خاطر سب کچھ چھوڑ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہو گئے تھے، اور آیت نمبر 83 سے لے کر 99 تک حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا واقعہ بیان کیا گیا اور اس واقعے میں بادشاہوں اور حکمرانوں کے لئے بڑی عبرت و نصیحت ہے کیونکہ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حکمرانی مشرق سے لے کر مغرب تک تھی اس کے باوجود وہ اللہ تعالٰی سے ڈرنے والے، اس کے احکام کی اطاعت کرنے والے، اپنی رعایا سے شفقت و مہربانی کے ساتھ پیش آنے والے اور ان کے ساتھ عدل و انصاف کرنے والے تھے۔

اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......اس کی ابتداء میں قرآنِ مجید کے اوصاف بیان کئے گئے کہ یہ عدل والی اور مستقیم کتاب ہے اور مسلمانوں کو جنت کی بشارت دینے اور کافروں کو جہنم کے عذاب کی وعید سنانے کے لئے نازل ہوئی ہے۔

(2)...... یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کس قدر غمزدہ ہوا کرتے تھے۔

(3)......اصحابِ کہف کا واقعہ بیان کر کے حق ظاہر کرنے کے بعد کفار کی سرزنش کی گئی اور وہ عذاب بیان کیا گیا جو ان

---

1 ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی، ص٤٠٤، الحدیث: ٢٥٧(٨٠٩).

2 ......مستدرك، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الکھف، فضیلۃ قراءۃ سورۃ الکھف یوم الجمعۃ، ٣/١١٧، الحدیث: ٣٤٤٤.

کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

(4)......ایمان لانے والے اور نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کی جزا جنت اور اس کی نعمتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

(5)......ایک امیر آدمی جو کہ متکبر اور کافر تھا اور ایک غریب آدمی جو کہ مومن تھا ان کا واقعہ بیان کیا گیا تا کہ مسلمان اپنی تنگدستی کی وجہ سے پریشان نہ ہوں اور کافر اپنی دولت کی وجہ سے دھوکے میں نہ پڑیں۔

(6)......دنیوی زندگی کی ایک مثال بیان کی گئی۔

(7)......فرشتوں کے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کرنے اور شیطان کے سجدہ نہ کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا۔

(8)......آیت نمبر 60 سے لے کر 82 تک حضرت موسیٰ اور حضرت خضر عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا گیا۔

(9)......آخرت میں کفار کے اعمال برباد اور ضائع ہونے کا اعلان کیا گیا۔

(10)......نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو ابدی نعمتوں کی بشارت دی گئی۔

(11)......آخر میں یہ بیان کیا گیا اللّٰہ تعالیٰ کے علم کی کوئی حد اور انتہاء نہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل کے ساتھ مناسبت

سورۂ کہف کی اپنے سے ماقبل سورت ''بنی اسرائیل'' کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ قرآنِ پاک میں اللّٰہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کو ایک ساتھ ذکر کیا جاتا ہے اور چونکہ سورۂ بنی اسرائیل کی ابتداء میں اللّٰہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی گئی تھی اس لئے اس کے بعد وہ سورت ذکر کی گئی جس کی ابتداء میں اللّٰہ تعالیٰ کی حمد بیان کی گئی ہے۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ کہف کی ابتداء سورۂ بنی اسرائیل کے اختتام سے مناسبت رکھتی ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل کا اختتام اللّٰہ تعالیٰ کی حمد پر ہوا تھا اور سورۂ کہف کی ابتداء بھی اللّٰہ تعالیٰ کی حمد سے ہوئی۔ **تیسری مناسبت** یہ ہے کہ یہودیوں کے کہنے پر مشرکین نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے تین چیزوں کے بارے میں سوال کیا ان میں سے ایک چیز یعنی روح کے بارے میں سوال کا جواب سورۂ بنی اسرائیل میں دے دیا گیا اور دوسرے دو سوالوں یعنی اصحابِ کہف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے واقعے کا جواب سورۂ کہف میں دیا گیا۔[1]

[1]......تناسق الدرر، سورۃ الکھف، ص ۹۹-۱۰۰۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ﴿ؕ۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں اصلاً کجی نہ رکھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی۔

﴿ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔** ﴾ اس سورت کی ابتداء اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت اور قرآنِ پاک کی شان سے کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کتاب یعنی قرآن نازل فرمایا جو اس کی بہترین نعمت اور بندوں کے لئے نجات وفلاح کا سبب ہے اور اس قرآن میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی یعنی نہ کوئی لفظی خرابی، نہ معنوی، نہ اس کی آیتوں میں آپس میں اختلاف ہے اور نہ تضاد۔[1]

آیت ” اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اس آیت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بندہ فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول کی شان اس میں ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا بندہ کہا جائے نہ کہ اسے اللہ تعالیٰ کی اولاد کہنا شروع کر دیا جائے جیسے عیسائی حضرت

[1]......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۱، ۳/۱۹۷، ملخصاً.

عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو مَعَاذَ اللّٰہ، اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں۔

(2)......قرآنِ کریم کا نازل ہونا بہت بڑی نعمت ہے، امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''قرآن مجید کو نازل کرنا حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے اور ہمارے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے نعمت تو اس طور پر ہے کہ اس مُقدّس کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو توحید اور اللہ تعالیٰ کی پاکی پر نیز اللہ تعالیٰ کی صِفاتِ جلال واِکرام کے علوم کے اَسرار پر مطلع کیا، فرشتوں اور انبیاءِ کرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اَحوال، قضاء وقدر کے احوال کے اسرار، عالَمِ سِفلی کے اَحوال کا عالَمِ عُلوی کے احوال سے تعلق رکھنے کے اسرار، عالَمِ آخرت کے احوال کا عالَمِ دنیا کے احوال سے تعلق رکھنے کے اسرار، عالَمِ جسمانیات کے عالَمِ روحانیات سے مَربوط ہونے کی کیفیت وغیرہ کے اَسرار عطا فرمائے اور بے شک یہ چیزیں عظیم ترین نعمتوں میں سے ہیں۔ اور اس کتاب کا ہمارے حق میں نعمت ہونا اس طور پر ہے کہ یہ کتاب پابندیوں اور اَحکامات، وعدہ اور وعید، ثواب اور عذاب کے بیان پر مشتمل ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ کتاب انتہائی اعلیٰ درجے کی کامل کتاب ہے تو اس سے ہر ایک اپنی طاقت اور فہم کے مطابق نفع حاصل کرے۔ (1)

قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًاۙ(۲) مَّاكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًاۙ(۳) وَّ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًاۗ(۴)

ترجمۂ کنزالایمان: عدل والی کتاب کہ اللہ کے سخت عذاب سے ڈرائے اور ایمان والوں کو جو نیک کام کریں بشارت دے کہ ان کے لیے اچھا ثواب ہے۔ جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنا کوئی بچہ بنایا۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: لوگوں کی مصلحتوں کو قائم رکھنے والی نہایت معتدل کتاب تا کہ اللہ کی طرف سے سخت عذاب سے

(1)......تفسیر کبیر، الکھف، تحت الآیۃ: ۱، ۷/۴۲۲۔

ڈرائے اور اچھے اعمال کرنے والے مومنوں کو خوشخبری دے کہ ان کے لیے اچھا ثواب ہے۔ جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اوران لوگوں کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنا کوئی بچہ بنایا ہے۔

﴿قَیِّمًا: لوگوں کی مصلحتوں کو قائم رکھنے والی نہایت مُعْتَدِل کتاب۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید بندوں کی دینی اور دُنیوی مصلحتوں کو قائم رکھنے والی انتہائی معتدل کتاب ہے اور اسے اس لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کو سخت عذاب سے ڈرائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اچھے اعمال کرنے والے مومنوں کو خوشخبری دیں کہ ان کے لیے اچھا ثواب یعنی جنت اور اس کی نعمتیں ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور قرآن کریم کو اس لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ وہ اس کے ذریعے یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ ان لوگوں کو ڈرائیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کوئی اولاد بنائی ہے۔ [1]

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّ لَا لِاٰبَآىٕهِمْؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْؕ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس بارے میں نہ وہ کچھ علم رکھتے ہیں نہ ان کے باپ دادا کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس بارے میں نہ تو وہ کچھ علم رکھتے ہیں اور نہ ان کے باپ دادا۔ کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے۔ وہ بالکل جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

﴿مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّ لَا لِاٰبَآىٕهِمْ: اس بارے میں نہ تو وہ کچھ علم رکھتے ہیں اور نہ ان کے باپ دادا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ نے اپنا کوئی بچہ بنایا ہے) اس بارے میں نہ تو وہ کچھ علم رکھتے ہیں اور نہ ان کے باپ دادا جن کی وہ اس عقیدے میں پیروی کر رہے ہیں، یعنی علم اس بات کا تقاضا ہی نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کوئی اولاد بنائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے

---

1 ……روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۲-۴، ۵/۲۱۵، جلالین، الکھف، تحت الآیۃ: ۲-۴، ص۲۴۱، ملتقطاً۔

بچے کا ہونا فی نَفْسِہٖ محال ہے اورانہوں نے یہ بات ان چیزوں میں غور وفکر کے بغیر محض جہالت کی وجہ سے کہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہوسکتی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے لئے بچہ ہونا کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے ۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شان میں بالکل جھوٹ کہہ رہے ہیں اور اس بات کے سچ ہونے کا امکان تک بھی نہیں ہے ۔ (1)

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ہوسکتا ہے کہ تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کو ختم کردو۔

﴿عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ: ان کے پیچھے۔﴾ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چونکہ کفار کے ایمان نہ لانے پر نہایت رنجیدہ رہتے تھے اور اس کیلئے بہت زیادہ کوشش کرتے تھے اِس پر اِس آیت میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قلبِ مبارک کی تسلی فرمائی گئی ہے کہ آپ ان بے ایمانوں کے ایمان سے محروم رہنے پر اس قدر رنج وغم نہ کیجئے اور اپنی جانِ پاک کو اس غم سے ہلاکت میں نہ ڈالئے کہ وہ قرآن پاک پر ایمان نہیں لاتے ۔ (2)

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا جذبۂ تبلیغ

اس طرح کی آیات سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جذبۂ تبلیغ، امت پر رحمت وشفقت کی اِنتہا اور رسالت کے حقوق کو انتہائی اعلیٰ طریقے سے ادا کرنے کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ جن کا حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ طرزِ عمل یہ تھا کہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کاہن، ساحر، شاعر، مجنون کہتے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے شریر لڑکوں کے غول لگا دیتے جو پھبتیاں کستے، گالیاں دیتے اور یہ دیوانہ ہے، یہ دیوانہ ہے، کا شور مچا

1 ......روح البیان، الکہف، تحت الآیۃ: ۵، ۵/۲۱۵-۲۱۶.

2 ......صاوی، الکہف، تحت الآیۃ: ۶، ۴/۱۱۸۲، ملخصاً.

کر پتھر پھینکتے، راستوں میں کانٹے بچھاتے، جسم مبارک پر نجاست ڈالتے، دھکے دیتے، مقدس اور نازک گردن میں چادر کا پھندہ ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے، نیز رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ساتھ غریب مسلمانوں پر بھی ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے، صحرائے عرب کی تیز دھوپ میں تنور کی طرح گرم ریت کے ذروں پر مسلمانوں کو پیٹھ کے بل لٹا کر ان کے سینوں پر بھاری پتھر رکھ دیتے، لوہے کو آگ میں گرم کر کے ان سے مسلمانوں کے جسموں کو داغتے، ان کے ساتھ رحمۃٌ لِّلعالَمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا طرزِ عمل کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اس قدر غمزدہ ہو رہے ہیں جس سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جان چلی جانے کا خطرہ ہے۔

سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ مبارکہ کے اس روشن باب کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی حالت پر غور کرے کہ کیا فی زمانہ مسلمانوں کی بے راہ روی، اسلامی احکام پر عمل سے دوری، یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کافروں کے طور طریقے اور رسم و رواج کی پیروی اور مسلمانوں میں پھیلی فحاشی وعُریانی دیکھ کر اس نے ان کی اصلاح کی کتنی کوشش کی اور ان کے یہ حالات دیکھ کر اسے کتنا دکھ، افسوس اور رنج و غم ہوا۔

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَیْهَا صَعِیْدًا جُرُزًا ﴿۸﴾ ط

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے زمین کا سنگار کیا جو کچھ اس پر ہے کہ انہیں آزمائیں ان میں کس کے کام بہتر ہیں۔ اور بیشک جو کچھ اس پر ہے ایک دن ہم اسے پٹ پر میدان کر چھوڑیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے زمین پر موجود چیزوں کو زمین کیلئے زینت بنایا تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے۔ اور بیشک جو کچھ زمین پر ہے ہم اسے خشک میدان بنا دیں گے۔

﴿زِیْنَةً لَّهَا: زمین کیلئے زینت۔﴾ آیت میں فرمایا گیا کہ ہم نے زمین پر موجود چیزوں کو زمین کیلئے زینت بنایا ہے خواہ وہ حیوان ہوں یا نباتات یا معدنیات یا نہریں اور دریا وغیرہا اور ان چیزوں کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم لوگوں کو

آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے اور کون زہد و تقویٰ اختیار کرتا ہے اور مُحَرَّمات وممنوعات سے بچتا ہے۔[1]

﴿صَعِیۡدًا جُرُزًا: خشک میدان۔﴾ اِس آیت میں دنیا کی ناپائیداری اور قابلِ فنا ہونے کو بیان فرمایا ہے کہ جو کچھ زمین پر ہے قیامت کے دن وہ سب کا سب خشک میدان کی طرح بنا دیا جائے گا جس پر کوئی رونق نہیں ہوگی اور زمین کو اس کے آباد ہونے کے بعد ویران کر دیا جائے گا اور حیوانات، نباتات اور اس کے علاوہ جو بھی چیزیں اس کیلئے باعثِ زینت تھیں ان میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے گا لہٰذا ایسی فانی چیز سے کیا دل لگانا۔

دنیا کی محبت کم کرنے کا عمدہ طریقہ

دنیا کی محبت دور کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ یہی ہے کہ اس کی فنائیت میں غور کیا جائے، آدمی جتنا اس میں غور کرتا جاتا ہے اتنی ہی دنیا کی محبت اس کے دل سے کم ہوتی جاتی ہے۔ دنیا کی محبت کم کرنے کیلئے امام غزالی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام سے اسی آیت سے متعلقہ کچھ کلام پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جو شخص دنیا میں آتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی میزبان کے پاس کوئی مہمان ہو اور اس میزبان کی یہ عادت ہو کہ ہمیشہ مہمانوں کے لیے مکان آراستہ رکھتا ہو، لہٰذا اس نے مہمانوں کو یکے بعد دیگرے بلا کر ان کے سامنے انتہائی خوبصورت برتنوں میں عمدہ ڈشیں سجائیں، چاندی کی انگیٹھیوں میں عود اور اگر بتیاں سلگائیں، کمروں میں اعلیٰ قسم کا اسپرے کروایا تاکہ مہمانوں کے دماغ معطر رہیں اور خوب فرحت وسکون پائیں۔ عقلمند مہمان ان جملہ لَوازمات سے خوب لطف اندوز ہوتا ہے اور رخصت کے وقت اپنے اعزاز و اکرام کی بناء پر میزبان کا شکریہ ادا کرتا ہے لیکن بیوقوف مہمان اس بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے کہ میزبان نے یہ جتنا اہتمام کیا ہے اور یہ سبھی اَشیاء اسے دینے ہی کے لئے سجائی ہیں تاکہ رخصت کے وقت انہیں اپنے ساتھ لے جائے۔ وہ اسی میں پڑا رہتا ہے کہ رخصت کے وقت اس کے سامنے سے تمام چیزوں کو اٹھا لیا جاتا ہے۔ جب خالی ہاتھ پلٹتا ہے تو بڑا کبیدہ خاطر، رنجیدہ اور نادم ہوتا ہے بلکہ روتا ہے کہ ہائے میرے ساتھ کیا ہوا۔ یونہی یہ دنیا مہمان خانہ ہے، اس کے سامانِ آرائش و زیبائش کو دیکھ کر الجھ نہیں جانا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے حرص، طمع اور لالچ میں گرفتار ہو جائیں اور موت کا وقت سر پہ آن پہنچے، پھر سوائے پچھتاوے کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔[2]

---

1 ......جلالین، الکھف، تحت الآیۃ: ۷، ص ۲٤۱.

2 ......کیمیائے سعادت، عنوان سوم: معرفت دنیا، فصل چہارم، ۱/۹۵۔

دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے
شہد دکھائے، زہر پلائے، قاتل، ڈائن، شوہر کُش
اس مردار پہ کیا للچانا دنیا دیکھی بھالی ہے

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِیْمِۙ كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ اِذْ اَوَى الْفِتْیَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔ جب ان جوانوں نے غار میں پناہ لی پھر بولے اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کے سامان کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑی غار اور جنگل کے کنارے والے وہ ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے۔ جب ان نوجوانوں نے ایک غار میں پناہ لی، پھر کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے معاملے میں ہدایت کے اسباب مہیا فرما۔

﴿ اَمْ حَسِبْتَ: کیا تمہیں معلوم ہوا۔﴾ یہاں سے اَصحابِ کہف کا واقعہ شروع ہوتا ہے اور اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی عجیب وغریب نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا کیونکہ اس واقعے میں بہت سی نصیحتیں اور حکمتیں ہیں۔ حضرت عبد**اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا کہ رقیم اس وادی کا نام ہے جس میں اصحابِ کہف ہیں۔[1]

﴿ اِذْ اَوَى الْفِتْیَةُ اِلَى الْكَهْفِ: جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب ان نوجوانوں نے اپنی کافر قوم سے اپنا ایمان بچانے کے لئے ایک غار میں پناہ لی اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کی، اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہدایت و نصرت اور رزق و مغفرت اور دشمنوں سے امن عطا فرما اور ہمارے لئے

1 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ۹، ۳/۱۹۸.

ہمارے معاملے میں ہدایت کے اَسباب مہیا فرما۔ اصحاب ِکہف کے متعلق قوی ترین قول یہ ہے کہ وہ سات حضرات تھے اگرچہ ان کے ناموں میں کسی قدر اختلاف ہے لیکن حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت پر جو خازن میں ہے ان کے نام یہ ہیں۔ (1) مکسلمینا، (2) یملیخا، (3) مرطونس، (4) بینونس، (5) ساری نونس، (6) ذونوانس، (7) کشفیط طنونس اور اُن کے کتے کا نام قطمیر ہے۔[1]

اصحابِ کہف کے ناموں کی برکت

اصحابِ کہف کے نام بڑے بابرکت ہیں اور اَکابر بزرگانِ دین نے ان کے فوائد وخواص بیان کئے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ اَسماء لکھ کر دروازے پر لگا دیئے جائیں تو مکان جلنے سے محفوظ رہتا ہے، سرمایہ پر رکھ دیئے جائیں تو چوری نہیں ہوتا، کشتی یا جہاز اُن کی برکت سے غرق نہیں ہوتا، بھاگا ہوا شخص ان کی برکت سے واپس آ جاتا ہے، کہیں آگ لگی ہو اور یہ اسماء کپڑے میں لپیٹ کر ڈال دیئے جائیں تو وہ بجھ جاتی ہے، بچے کے رونے، باری کے بخار، درد ِسر، اُمُّ الصِّبیان (خاص قسم کے دماغی جھٹکے اور دورے،) خشکی و تری کے سفر میں، جان و مال کی حفاظت، عقل کی تیزی اور قیدیوں کی آزادی کے لئے یہ اسماء لکھ کر تعویذ کی طرح بازو میں باندھے جائیں۔[2]

اصحابِ کہف کا واقعہ

اکثر مفسرین کے نزدیک اصحابِ کہف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا واقعہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد رونما ہوا اور بعض مفسرین کے نزدیک یہ واقعہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے کا ہے اور اس کا ذکر اہلِ کتاب کی مذہبی کتابوں میں موجود ہے اور اسی وجہ سے یہودیوں نے بڑی توجہ کے ساتھ ان کے حالات محفوظ رکھے۔ بہرحال یہ واقعہ کس زمانے میں رونما ہوا اس کی اصل حقیقت اللّٰہ تعالٰی ہی بہتر جانتا ہے، البتہ ہم یہاں معتبر مفسرین کی طرف سے بیان کردہ اس واقعے کی بعض تفصیلات کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں، چنانچہ مفسرین کے بیان کے مطابق اصحابِ کہف اُفْسُوس نامی ایک شہر کے شُرفاء ومعززین میں سے ایماندار لوگ تھے۔ ان کے زمانے میں دقیانوس نامی ایک بڑا جابر بادشاہ تھا جو لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کرتا اور جو شخص بھی بت پرستی پر راضی نہ ہوتا اسے قتل کر ڈالتا تھا۔ دقیانوس بادشاہ

---

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۲، ۳/۲۰۷.

2 ......جمل، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۲، ۴/۴۰۹.

کے جبر وظلم سے اپنا ایمان بچانے کے لئے اصحابِ کہف بھاگے اور قریب کے پہاڑ میں غار کے اندر پناہ گزین ہوئے، وہاں سوگئے اور تین سو برس سے زیادہ عرصہ تک اسی حال میں رہے۔ بادشاہ کو جستجو سے معلوم ہوا کہ وہ ایک غار کے اندر ہیں تو اس نے حکم دیا کہ غار کو ایک سنگین دیوار کھینچ کر بند کر دیا جائے تاکہ وہ اس میں مر کر رہ جائیں اور وہ ان کی قبر ہو جائے، یہی ان کی سزا ہے۔ حکومتی عملے میں سے یہ کام جس کے سپرد کیا گیا وہ نیک آدمی تھا، اس نے ان اصحاب کے نام، تعداد اور پورا واقعہ رانگ کی تختی پر کندہ کرا کر تانبے کے صندوق میں دیوار کی بنیاد کے اندر محفوظ کر دیا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسی طرح ایک تختی شاہی خزانہ میں بھی محفوظ کرا دی گئی۔ کچھ عرصہ بعد دقیانوس ہلاک ہوا، زمانے گزرے، سلطنتیں بدلیں یہاں تک کہ ایک نیک بادشاہ فرمانروا ہوا جس کا نام بیدروس تھا اور اس نے 68 سال حکومت کی۔ اس کے دورِ حکومت میں ملک میں فرقہ بندی پیدا ہوئی اور بعض لوگ مرنے کے بعد اٹھنے اور قیامت آنے کے منکر ہو گئے۔ بادشاہ ایک تنہا مکان میں بند ہو گیا اور اس نے گریہ وزاری سے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ یارب! کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما جس سے مخلوق کو مُردوں کے اٹھنے اور قیامت آنے کا یقین حاصل ہو جائے۔ اسی زمانہ میں ایک شخص نے اپنی بکریوں کے لئے آرام کی جگہ حاصل کرنے کے واسطے اسی غار کو تجویز کیا اور (کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر) دیوار کو گرا دیا۔ دیوار گرنے کے بعد کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ گرانے والے بھاگ گئے۔ اصحابِ کہف اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرحاں وشاداں اُٹھے، چہرے شگفتہ، طبیعتیں خوش، زندگی کی تر وتازگی موجود۔ ایک نے دوسرے کو سلام کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، نماز سے فارغ ہو کر یملیخا سے کہا کہ آپ جائیے اور بازار سے کچھ کھانے کو بھی لائیے اور یہ بھی خبر لائیے کہ دقیانوس بادشاہ کا ہم لوگوں کے بارے میں کیا ارادہ ہے۔ وہ بازار گئے تو انہوں نے شہر پناہ کے دروازے پر اسلامی علامت دیکھی اور وہاں نئے نئے لوگ پائے، یہ دیکھ کر انہیں تعجب ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ کل تک تو کوئی شخص اپنا ایمان ظاہر نہیں کر سکتا تھا جبکہ آج اسلامی علامتیں شہر پناہ پر ظاہر ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد آپ تندور والے کی دوکان پر گئے اور کھانا خریدنے کے لئے اسے دقیانوسی سکے کا روپیہ دیا جس کا رواج صدیوں سے ختم ہو گیا تھا اور اسے دیکھنے والا بھی کوئی باقی نہ رہا تھا۔ بازار والوں نے خیال کیا کہ کوئی پرانا خزانہ ان کے ہاتھ آ گیا ہے، چنانچہ وہ انہیں پکڑ کر حاکم کے پاس لے گئے، وہ نیک شخص تھا، اس نے بھی ان سے دریافت کیا کہ خزانہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا خزانہ کہیں نہیں ہے۔ یہ روپیہ ہمارا اپنا ہے۔ حاکم نے کہا: یہ بات کسی طرح قابلِ یقین نہیں، کیونکہ اس میں جو سال لکھا ہوا ہے وہ تین سو برس سے زیادہ کا ہے اور آپ نوجوان ہیں، ہم لوگ بوڑھے ہیں، ہم نے تو کبھی یہ سکہ دیکھا ہی

نہیں۔آپ نے فرمایا: میں جو دریافت کروں وہ ٹھیک ٹھیک بتاؤ تو عُقدہ حل ہوجائے گا۔ یہ بتاؤ کہ دقیانوس بادشاہ کس حال وخیال میں ہے؟ حاکم نے کہا، آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں، سینکڑوں برس پہلے ایک بے ایمان بادشاہ اس نام کا گزرا ہے۔آپ نے فرمایا: کل ہی تو ہم اس کے خوف سے جان بچا کر بھاگے ہیں اور میرے ساتھی قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزین ہیں، چلو میں تمہیں ان سے ملادوں، حاکم اور شہر کے سردار اور ایک کثیر مخلوق ان کے ہمراہ غار کے کنارے پہنچ گئے۔اصحابِ کہف یملیخا کے انتظار میں تھے، جب انہوں نے کثیر لوگوں کے آنے کی آواز سنی تو سمجھے کہ یملیخا پکڑے گئے اور دقیانوسی فوج ہماری جستجو میں آرہی ہے۔چنانچہ وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد میں مشغول ہوگئے۔اتنے میں شہر کے لوگ پہنچ گئے اور یملیخا نے بقیہ حضرات کو تمام قصہ سنایا، ان حضرات نے سمجھ لیا کہ ہم اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے اتنا طویل زمانہ سوئے رہے اور اب اس لئے اٹھائے گئے ہیں کہ لوگوں کے لئے موت کے بعد زندہ کئے جانے کی دلیل اور نشانی بنیں۔جب حاکمِ شہر غار کے کنارے پہنچا تو اس نے تانبے کا صندوق دیکھا، اس کو کھلوایا تو تختی برآمد ہوئی، اس تختی میں اُن اصحاب کے اَسماء اور اُن کے کتے کا نام لکھا تھا، یہ بھی لکھا تھا کہ یہ جماعت اپنے دین کی حفاظت کے لئے دقیانوس کے ڈر سے اس غار میں پناہ گزین ہوئی، دقیانوس نے خبر پا کر ایک دیوار سے انہیں غار میں بند کردینے کا حکم دیا، ہم یہ حال اس لئے لکھتے ہیں تاکہ جب کبھی یہ غار کھلے تو لوگ ان کے حال پر مطلع ہوجائیں۔یہ تختی پڑھ کر سب کو تعجب ہوا اور لوگ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء بجالائے کہ اس نے ایسی نشانی ظاہر فرمادی جس سے موت کے بعد اٹھنے کا یقین حاصل ہوتا ہے۔حاکمِ شہر نے اپنے بادشاہ بیدروس کو واقعہ کی اطلاع دی، چنانچہ بادشاہ بھی بقیہ معززین اور سرداروں کو لے کر حاضر ہوا اور شکرِ الٰہی کا سجدہ بجالایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی۔اصحابِ کہف نے بادشاہ سے مُعانقہ کیا اور فرمایا ہم تمہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرتے ہیں۔**والسلام علیک ورحمة اللہ وبرکاته**، اللّٰہ تعالیٰ تیری اور تیرے ملک کی حفاظت فرمائے اور جن واِنس کے شر سے بچائے۔بادشاہ کھڑا ہی تھا کہ وہ حضرات اپنے خواب گاہوں کی طرف واپس ہوکر مصروفِ خواب ہوئے اور اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں وفات دیدی، بادشاہ نے سال کے صندوق میں ان کے اَجساد کو محفوظ کیا اور اللّٰہ تعالیٰ نے رُعب سے ان کی حفاظت فرمائی کہ کسی کی مجال نہیں کہ وہاں پہنچ سکے۔بادشاہ نے سرِ غار مسجد بنانے کا حکم دیا اور ایک خوشی کا دن معین کردیا کہ ہر سال لوگ عید کی طرح وہاں آیا کریں۔[1]

---

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ١٠، ٣/١٩٨-٢٠٣، تفسیر ابن کثیر، الکھف، تحت الآیۃ: ٢١، ٥/١٣٢-١٣٣، **خزائن العرفان، الکھف، تحت الآیۃ: ١٠، ص٥٤٩-٥٥٠، ملتقطاً۔**

اس سے معلوم ہوا کہ صالحین میں عرس کا معمول قدیم سے ہے۔

فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا ﴿۱۲﴾

ع ۱۲/۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی برس تھپکا۔ پھر ہم نے انھیں جگایا کہ دیکھیں دو گروہوں میں کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ ٹھیک بتاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال پردہ لگا رکھا۔ پھر ہم نے انہیں جگایا تاکہ دیکھیں کہ دو گروہوں میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ درست بتاتا ہے۔

﴿سِنِیْنَ عَدَدًا: گنتی کے کئی سال۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب وہ غار میں لیٹے تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال تک پردہ لگا رکھا یعنی انہیں ایسی نیند سلا دیا کہ کوئی آواز بیدار نہ کر سکے۔ (1)

اولیاء کی کرامات برحق ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کراماتِ اَولیاء برحق ہیں، اصحابِ کہف بنی اسرائیل کے اولیاء ہیں۔ ان کا کھائے پیے بغیر اتنی مدت زندہ رہنا کرامت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کرامت ولی سے سوتے میں بھی صادر ہوسکتی ہے اور اسی طرح بعدِ موت بھی۔ ان کے جسموں کو مٹی کا نہ کھانا یہ بھی کرامتِ اولیاء میں سے ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ ولی اپنے اختیار سے کرامت ظاہر کرے اور اسے علم بھی ہو بلکہ بعض اوقات بغیر ولی کے اختیار کے اور بغیر اس کے علم کے بھی کرامت ظاہر ہوتی ہے جیسے اصحابِ کہف کے واقعہ میں ہوا۔

﴿ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ: پھر ہم نے انہیں جگایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پھر ہم نے اصحابِ کہف کو (تین سو نو سال کی) نیند کے بعد جگایا تاکہ دیکھیں کہ ان کے سونے کی مدت کے بارے میں اختلاف کرنے والے دو گروہوں میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت

(1) ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ١١، ص٦٤٢.

زیادہ درست بتاتا ہے۔[1]

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ یَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یُهَیِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم ان کا ٹھیک ٹھیک حال تمہیں سنائیں وہ کچھ جوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کو ہدایت بڑھائی۔ اور ہم نے ان کے دلوں کی ڈھارس بندھائی جب کھڑے ہوکر بولے کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمان اور زمین کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی معبود کو نہ پوجیں گے ایسا ہو تو ہم نے ضرور حد سے گزری ہوئی بات کہی۔ یہ جو ہماری قوم ہے اس نے اللہ کے سوا خدا بنا رکھے ہیں کیوں نہیں لاتے ان پر کوئی روشن سند تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا۔

1 ……روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۲، ۵/۲۲۰.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم آپ کے سامنے ان کا ٹھیک ٹھیک حال بیان کرتے ہیں ۔ بیشک وہ کچھ جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کردیا۔ اور ہم نے ان کے دلوں کو قوت عطا فرمائی جب وہ کھڑے ہوگئے تو کہنے لگے: ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کی عبادت ہرگز نہیں کریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو اس وقت ہم ضرور حد سے بڑھی ہوئی بات کہنے والے ہوں گے۔ یہ ہماری قوم ہے انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں، یہ ان پر کوئی روشن دلیل کیوں نہیں لاتے ؟ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ اور (آپس میں کہا:) جب تم ان لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن کو یہ پوجتے ہیں ان سے جدا ہوجاؤ تو غار میں پناہ لو، تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں تمہارے لئے آسانی مہیا کردے گا۔

﴿ **اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا: جب وہ کھڑے ہوگئے تو کہنے لگے۔** ﴾ انہوں نے اپنی بات دقیانوس بادشاہ کے سامنے کی جب اس نے انہیں اپنے دربار میں بلا کر بتوں کی عبادت نہ کرنے پر باز پُرس کی تھی۔ [1]

﴿ **وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ :اور جب تم ان لوگوں سے جدا ہوجاؤ۔** ﴾ یہاں سے جو کلام ہے یہ ان حضرات کا آپس میں تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اس کافر قوم میں نہ رہو بلکہ ان سے جدا ہوجاؤ اور جا کر کہیں کسی گوشہ میں چھپ جاؤ، جہاں ان کے فتنہ سے بچ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کیا کریں۔ ہم کو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں گوشۂ عافیت ضرور دے گا۔ [2]

فتنوں کے زمانے میں ایمان کی حفاظت کا ذریعہ

اس سے معلوم ہوا کہ فتنوں کے زمانہ میں خلقت سے علیحدگی اپنے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں بھی یہی فرمایا گیا ہے چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’عنقریب مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جنہیں لے کر یہ پہاڑ کی چوٹیوں اور برساتی مقامات پر چلا جائے گا کیونکہ وہ اپنے دین کو بچانے کی خاطر فتنوں سے بھاگ رہا ہوگا۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

1 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ١٤، ص٦٤٣، ملخصاً.

2 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ١٦، ص٦٤٤، ملخصاً.

3 ......بخارى، كتاب الفتن، باب التعرّب فى الفتنة، ٤/٤٣٩، الحديث: ٧٠٨٨.

''عنقریب فتنے کھڑے ہوں گے جن میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے سے اچھا رہے گا اور کھڑا ہوا چلنے والے سے اچھا رہے گا۔ اور چلنے والا دوڑنے والے سے اچھا رہے گا۔ جو اس (فتنے) کی طرف جھانکے گا تو وہ اسے بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ ان دنوں جس کو بچاؤ کی کوئی جگہ یا پناہ گاہ ملے تو اسے اس میں پناہ لے لینی چاہئے۔ [1]

حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''عنقریب فتنے ہوں گے، خبردار پھر فتنے ہوں گے، پھر وہ فتنے ہوں گے کہ ان میں بیٹھا ہوا چلتے ہوئے سے بہتر ہوگا اور چلتا ہوا دوڑتے ہوئے سے بہتر ہوگا۔ آگاہ رہو کہ جب وہ فتنے واقع ہوں تو جس کے پاس اونٹ ہوں وہ اونٹوں سے مل جائے اور جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں میں چلا جائے اور جس کی زمین ہو وہ اپنی زمین میں پہنچ جائے۔ یہ سن کر ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس کے پاس اونٹ، بکریاں اور زمین نہ ہو تو وہ کیا کرے۔ ارشاد فرمایا'' وہ اپنی تلوار کی طرف رخ کرے اور اس کی دھار کو پتھر سے کوٹ دے، پھر اگر الگ ہونے کی طاقت رکھے تو الگ ہو جائے۔ (یعنی اپنی تلوار توڑ دے تاکہ باہمی جنگ و جدال میں حصہ ہی نہ لے سکے۔) [2]

بارگاہِ الٰہی کے مقبول بندے تقیہ نہیں کرتے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی تقیہ نہیں کرتے جیسے اصحابِ کہف نے علاقہ چھوڑ دیا لیکن تقیہ نہ کیا۔

وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِیْ فَجْوَةٍ مِّنْهُؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِؕ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا۠ (۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار سے دہنی طرف بچ جاتا ہے اور

---

1 ......بخاری، کتاب الفتن، باب تکون فتنة القاعد فیها خیر من القائم، ۴/۴۳۶، الحدیث: ۷۰۸۲.

2 ......مشکاة، کتاب الفتن، الفصل الاول، ۲/۲۷۹، الحدیث: ۵۳۸۵.

جب ڈوبتا ہے توانہیں بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہیں یہ اللّٰہ کی نشانیوں سے ہے جسے اللّٰہ راہ دے تو وہی راہ پر اور جسے گمراہ کرے تو ہر گز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار کے دائیں جانب مائل ہوکر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا کر گزر جاتا ہے حالانکہ وہ اس غار کے کھلے حصے میں ہیں۔ یہ اللّٰہ کی نشانیوں میں سے ہے۔ جسے اللّٰہ ہدایت دیتا ہے تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو تم ہرگز اس کیلئے کوئی راہ دکھانے والا مددگار نہ پاؤ گے۔

﴿وَتَرَى الشَّمْسَ: اور تم سورج کو دیکھو گے۔﴾ آیت میں فرمایا گیا کہ سورج اصحابِ کہف کے دائیں اور بائیں ہو کر گزرتا ہے یعنی ان پر تمام دن سایہ رہتا ہے اور طلوع سے غروب تک کسی وقت بھی دھوپ کی گرمی انہیں نہیں پہنچتی۔ (1)

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ان کا غار جنوب رخ (میں) واقع ہوا ہے کہ سورج نکلتے وقت بائیں اور غروب کے وقت داہنے ہو جاتا ہے اور ان پر کسی وقت دھوپ نہیں پہنچتی، یہ ہی تفسیر زیادہ قوی ہے۔ (2)

آیت میں مزید فرمایا کہ حالانکہ وہ اس غار کے کھلے حصے میں ہیں گویا ہر وقت انہیں تازہ ہوائیں پہنچتی رہتی ہیں یعنی وہ کھلے میدان میں ہونے کے باوجود دھوپ سے محفوظ ہیں، یا تو ان کی یہ کرامت ہے یا کچھ رخ ہی ایسا ہے۔

وَتَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖۗ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْهِمْ لَوَلَّیْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں اور ہم ان کی داہنی بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا کتا

1 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ۱۷، ص ٦٤٤.

2 ......نور العرفان، الکہف، تحت الآیۃ: ۱۷، ص ۴۷۰۔

اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے غار کی چوکھٹ پر اے سننے والے اگر تو انہیں جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اوران سے ہیبت میں بھر جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورتم انہیں جاگتے ہوئے خیال کرو گے حالانکہ وہ سورہے ہیں اور ہم ان کی دائیں اور بائیں کروٹ بدلتے رہتے ہیں اوران کا کتا غار کی چوکھٹ پر اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے۔اے سننے والے! اگر تو انہیں جھانک کر دیکھ لے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اور ان کی ہیبت سے بھر جائے۔

﴿ وَتَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا: اورتم انہیں جاگتے ہوئے خیال کرو گے۔﴾ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم انہیں دیکھو تو تم انہیں جاگتے ہوئے خیال کرو گے کیونکہ ان کی آنکھیں کھلی ہیں حالانکہ وہ سورہے ہیں اور ہم سال میں ایک مرتبہ دس محرم شریف کو ان کی دائیں اور بائیں کروٹ بدلتے رہتے ہیں تاکہ ایک ہی طرح لیٹے رہنے سے ان کے بدن کو نقصان نہ پہنچے اوران کا کتا غار کی چوکھٹ پر اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے اور وہ بھی ان کے ساتھ کروٹ بدلتا ہے یعنی جب اصحابِ کہف کروٹ بدلتے ہیں تو وہ بھی کروٹ بدلتا ہے۔[1]

کتے کے ضَرَر سے محفوظ رہنے کا وظیفہ

تفسیر ثعلبی میں ہے کہ جو کوئی ان کلمات ’’ **وَکَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ** ‘‘ کو لکھ کر اپنے ساتھ رکھے تو کتے کے ضرر سے امن میں رہے گا۔[2]

اللہ تعالٰی کے نیک بندوں سے محبت کی برکت

ابو فضل جوہری نے کہا ’’ بے شک جس نے نیک لوگوں سے محبت کی وہ ان کی برکتیں پائے گا، ایک کتے نے نیک بندوں سے محبت کی اوران کی صحبت میں رہا تو اللہ تعالٰی نے اس کا ذکر اپنی پاک کتاب میں فرمایا۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’ جب نیک بندوں اور اولیاءِ کرام کی صحبت میں رہنے کی برکت سے ایک کتا اتنا بلند مقام پا گیا حتّٰی کہ اللہ تعالٰی نے اس کا ذکر قرآنِ پاک میں فرمایا تو اس مسلمان کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جو اولیاء

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۸، ۳/۲۰۴-۲۰۵، ملخصاً.
2 ......تفسیر ثعلبی، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۸، ۶/۱۶۰.

اور صالحین سے محبت کرنے والا اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہونے والا ہے بلکہ اس آیت میں ان مسلمانوں کے لئے تسلی ہے جو کسی بلند مقام پر فائز نہیں۔[1] یعنی ان کیلئے تسلی ہے کہ وہ اپنی اس محبت وعقیدت کی وجہ سے اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں سرخ رُو ہوں گے۔

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، ایک شخص نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قیامت کب قائم ہو گی؟ رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نماز ادا کی اور اس کے بعد فرمایا ’’قیامت کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں ہوں۔ ارشاد فرمایا: تم نے اس کی کیا تیاری کی ہے؟ عرض کی: میرے پاس بہت زیادہ نمازیں اور روزے تو نہیں ہیں البتہ میں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت کرتا ہوں۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مرد اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے اور اے شخص! تم ان کے ساتھ ہو گے جن سے محبت کرتے ہو۔‘‘ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے زیادہ مسلمانوں کو خوش نہیں دیکھا جتنا اس دن دیکھا تھا۔[2]

﴿لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْهِمْ: اے سننے والے! اگر تو انہیں جھانک کر دیکھ لے۔﴾ آیت میں مزید فرمایا کہ اے سننے والے! اگر **تو انہیں جھانک کر دیکھ لے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اور ان کی ہیبت سے بھر جائے۔** یعنی اللہ تعالٰی نے ایسی ہیبت سے ان کی حفاظت فرمائی ہے کہ ان تک کوئی جا نہیں سکتا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت امیرِ معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنگِ روم کے وقت کہف کی طرف گزرے تو انہوں نے اصحابِ کہف کے غار میں داخل ہونا چاہا، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے انہیں منع کیا اور یہ آیت پڑھی پھر ایک جماعت حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حکم سے داخل ہوئی تو اللہ تعالٰی نے ایک ایسی ہوا چلائی کہ سب جل گئے۔[3]

وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِیَتَسَآءَلُوْا بَیْنَهُمْؕ قَالَ قَآىٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْؕ

---

1 ......قرطبی، الکھف، تحت الآیة: ۱۸، ۲۶۹/۵، الجزء العاشر.

2 ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء انّ المرء مع من احبّ، ۱۷۲/۴، الحدیث: ۲۳۹۲.

3 ......خازن، الکھف، تحت الآیة: ۱۸، ۲۰۵/۳.

قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْؕ فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِیْنَةِ فَلْیَنْظُرْ اَیُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْیَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَ لْیَتَلَطَّفْ وَ لَا یُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا(۱۹) اِنَّهُمْ اِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ یَرْجُمُوْكُمْ اَوْ یُعِیْدُوْكُمْ فِیْ مِلَّتِهِمْ وَ لَنْ تُفْلِحُوْۤا اِذًا اَبَدًا(۲۰)

نصفُ القرآن باعتبار عدد الحروف بأنّ التاء بعد الیاء من النصف الاول و اللام الثانیۃ من النصف الاخیر ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور یوں ہی ہم نے ان کو جگایا کہ آپس میں ایک دوسرے سے احوال پوچھیں ان میں ایک کہنے والا بولا تم یہاں کتنی دیر رہے کچھ بولے کہ ایک دن رہے یا دن سے کم دوسرے بولے تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے تو اپنے میں ایک کو یہ چاندی لے کر شہر میں بھیجو پھر وہ غور کرے کہ وہاں کون سا کھانا زیادہ ستھرا ہے کہ تمہارے لیے اس میں سے کھانے کو لائے اور چاہیے کہ نرمی کرے اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے۔ بیشک اگر وہ تمہیں جان لیں گے تو تمہیں پتھراؤ کریں گے یا اپنے دین میں پھیر لیں گے اور ایسا ہوا تو تمہارا کبھی بھلا نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ویسا ہی ہم نے انہیں جگایا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے حالات پوچھیں۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: تم یہاں کتنی دیر رہے ہو؟ چند افراد نے کہا: کہ ہم ایک دن رہے ہیں یا ایک دن سے کچھ کم وقت۔ دوسروں نے کہا: تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے ہو تو اپنے میں سے ایک کو یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو تاکہ وہ دیکھے کہ وہاں کون سا کھانا زیادہ عمدہ ہے پھر تمہارے پاس اسی میں سے کوئی کھانا لے آئے اور اسے چاہیے کہ نرمی سے کام لے اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے۔ بیشک اگر انہوں نے تمہیں جان لیا تو تمہیں پتھر ماریں گے یا تمہیں اپنے دین میں پھیر لیں گے اور اگر ایسا ہوا تو پھر تم کبھی بھی فلاح نہ پاؤ گے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ :اور یوں ہی ہم نے انہیں جگایا۔﴾ یہاں سے اب بقیہ واقعے کی تفصیل بیان کی گئی ہے، تفسیرات کی روشنی میں آیت کا خلاصہ یوں ہے کہ فرمایا ''جیسا ہم نے انہیں سلایا ویسا ہی ایک مدتِ دراز کے بعد ہم نے انہیں جگایا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے حالات پوچھیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ عظیمہ دیکھ کر ان کا یقین زیادہ ہو اور وہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ چنانچہ جب وہ بیدار ہوئے تو ان میں سے ایک کہنے والے یعنی مَکْسِلْمِینَا جواُن میں سب سے بڑے اور ان کے سردار تھے کہنے لگے: تم یہاں کتنی دیر رہے ہو؟ چند افراد نے کہا: کہ ہم یہاں ایک دن رہے ہیں یا ایک دن سے کچھ کم وقت۔ کیونکہ وہ غار میں طلوعِ آفتاب کے وقت داخل ہوئے تھے اور جب اُٹھے تو آفتاب قریبِ غروب تھا، اس سے انہوں نے گمان کیا کہ یہ وہی دِن ہے۔ بقیہ لوگوں نے کہا: تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے ہو کہ تھوڑا عرصہ ہوا ہے یا زیادہ، تو اپنے میں سے ایک کو یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو تاکہ وہ جا کر دیکھے کہ وہاں کون سا کھانا زیادہ عمدہ ہے جس میں حرمت کا کوئی شبہ نہ ہو پھر وہی کھانا لے آئے اور جانے والے کو چاہیے کہ آنے جانے میں نرمی سے کام لے اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے۔ اصحابِ کہف اپنے ساتھ دقیانوسی سکے لے کر گئے تھے اور سوتے وقت انہیں اپنے سرہانے رکھ لیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو خرچ ساتھ میں رکھنا طریقۂ توکل کے خلاف نہیں ہے۔ اسباب ساتھ رکھے اور بھروسہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر رکھے۔ (1)

﴿اِنَّهُمْ اِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ : بے شک اگر انہوں نے تمہیں جان لیا۔﴾ اصحابِ کہف نے آپس میں کہا کہ اگر انہوں نے تمہیں جان لیا تو تمہیں پتھر ماریں گے اور بری طرح قتل کریں گے یا جبر و ستم سے تمہیں اپنے دین میں پھیر لیں گے اور اگر ایسا ہوا تو پھر تم کبھی بھی فلاح نہ پاؤ گے۔

وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَیْهِمْ لِیَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَیْبَ فِیْهَا ۚۗ اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْهِمْ بُنْیَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾

(1) ......مدارك، الکھف، تحت الآیة: ۱۹، ص ٦٤٥، خازن، الکھف، تحت الآیة: ۱۹، ۳/۲۰۵، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم نے ان کی اطلاع کردی کہ لوگ جان لیں کہ **اللہ** کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شبہ نہیں جب وہ لوگ ان کے معاملہ میں باہم جھگڑنے لگے تو بولے ان کے غار پر کوئی عمارت بناؤ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی طرح ہم نے ان پر مطلع کردیا تاکہ لوگ جان لیں کہ **اللہ** کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کچھ شبہ نہیں، جب وہ لوگ ان کے معاملے میں باہم جھگڑنے لگے تو کہنے لگے: ان کے غار پر کوئی عمارت بنادو، ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے، جو لوگ اپنے اس کام میں غالب رہے تھے انہوں نے کہا: ہم ضرور ان کے قریب ایک مسجد بنائیں گے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ: اور اسی طرح۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جیسے ہم نے اصحابِ کہف کو جگایا تھا اسی طرح ہم نے لوگوں کو دقیانوس کے مرنے اور مدت گزر جانے کے بعد اصحابِ کہف کے بارے میں مطلع کردیا تاکہ تمام لوگ اور بالخصوص بیدروس بادشاہ کی قوم کے منکرینِ قیامت جان لیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کچھ شبہ نہیں۔ پھر اصحابِ کہف کی وفات کے بعد ان کے اردگرد عمارت بنانے میں لوگ باہم جھگڑنے لگے تو کہنے لگے: ان کے غار پر کوئی عمارت بنادو۔ ان کا رب عَزَّوَجَلَّ انہیں خوب جانتا ہے جو لوگ اپنے اس کام میں غالب رہے تھے یعنی بیدروس بادشاہ اور اس کے ساتھی، انہوں نے کہا: ہم ضرور ان کے قریب ایک مسجد بنائیں گے جس میں مسلمان نماز پڑھیں اور ان کے قرب سے برکت حاصل کریں۔[1]

بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا جائز ہے

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا اہلِ ایمان کا قدیم طریقہ ہے اور قرآنِ کریم میں اس کا ذکر فرمانا اور اس کو منع نہ کرنا اس فعل کے درست ہونے کی قوی ترین دلیل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قرب میں برکت حاصل ہوتی ہے اسی لئے اہلُ اللہ کے مزارات پر لوگ حصولِ برکت کے لئے جایا کرتے ہیں۔ قبروں کی زیارت سنت اور مُوجِبِ ثواب ہے۔

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ

[1] ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۱، ۳/۲۰۶، مدارك، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۱، ص۶۴۶، ملتقطاً.

رَجْمًۢا بِالْغَیْبِۚ وَ یَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ۬ؕ فَلَا تُمَارِ فِیْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا۪ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِیْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا۠(۲۲)

ع۵ ۳ ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: اب کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا اور کچھ کہیں گے پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا بے دیکھے الاؤ تکا بات اور کچھ کہیں گے سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا تم فرماؤ میرا رب ان کی گنتی خوب جانتا ہے انہیں نہیں جانتے مگر تھوڑے تو ان کے بارے میں بحث نہ کرو مگر اتنی ہی بحث جو ظاہر ہو چکی اور ان کے بارے میں کسی کتابی سے کچھ نہ پوچھو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اب لوگ کہیں گے کہ وہ تین ہیں (جبکہ) چوتھا ان کا کتا ہے اور کچھ کہیں گے: وہ پانچ ہیں (اور) چھٹا ان کا کتا ہے (یہ سب) بغیر دیکھے اندازے ہیں اور کچھ کہیں گے: وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ تم فرماؤ! میرا رب ان کی تعداد خوب جانتا ہے۔ انہیں بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں۔ تو ان کے بارے میں بحث نہ کرو مگر اتنی ہی جتنی ظاہر ہو چکی ہے اور ان کے بارے میں ان میں سے کسی سے کچھ نہ پوچھو۔

﴿ سَیَقُوْلُوْنَ: اب لوگ کہیں گے۔﴾ واقعہ کے آخر میں ان کی تعداد کے متعلق لوگوں کے اختلاف کا بیان فرمایا اور اس کا حل بھی ارشاد فرما دیا اور وہی حل ہر اس مسئلے کا ہے جو اہم نہ ہو اور جس کے جاننے سے کوئی خاص فائدہ نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا کہ اب لوگ کہیں گے یعنی عیسائی جیسا کہ ان میں سے سیّد نامی آدمی نے کہا کہ وہ تین ہیں جبکہ چوتھا ان کا کتا ہے اور عاقب نامی آدمی نے کہا کہ وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے۔ یہ سب بغیر دیکھے اندازے ہیں یعنی یہ دونوں اندازے غلط ہیں وہ نہ تین ہیں نہ پانچ۔ اور کچھ کہیں گے: وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے اور یہ کہنے والے مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو ثابت رکھا کیونکہ انہوں نے جو کچھ کہا وہ رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے علم حاصل کر کے کہا۔ تم فرماؤ! میرا رب ان کی تعداد خوب جانتا ہے کیونکہ تمام جہانوں کی تمام تفصیلات اور گزشتہ و آئندہ کی کائنات کا علم

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کو ہے یا جس کو وہ عطا فرمائے۔ مزید فرمایا کہ اصحاب کہف کی تعداد کو بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ میں انہیں قلیل میں سے ہوں جن کا آیت میں اِستثناء فرمایا۔ آیت کے آخر میں مزید فرمایا کہ ان کے بارے میں اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر اتنی ہی جتنی ظاہر ہو چکی ہے اور ان کے بارے میں ان میں سے کسی سے کچھ نہ پوچھو۔ (1)

وَ لَا تَقُوۡلَنَّ لِشَایۡءٍ اِنِّیۡ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا ﴿ۙ۲۳﴾ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ ۫ وَ اذۡکُرۡ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیۡتَ وَ قُلۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّہۡدِیَنِ رَبِّیۡ لِاَقۡرَبَ مِنۡ ہٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کردوں گا۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے اور اپنے رب کی یاد کر جب تو بھول جائے اور یوں کہہ کہ قریب ہے میرا رب مجھے اس سے نزدیک تر راستی کی راہ دکھائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہرگز کسی چیز کے متعلق نہ کہنا کہ میں کل یہ کرنے والا ہوں۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے اور جب تم بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرلو اور یوں کہو کہ قریب ہے کہ میرا رب اس واقعے سے زیادہ قریب ہدایت کا کوئی راستہ دکھائے۔

﴿اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ: مگر یہ کہ اللہ چاہے۔﴾ یہاں دو آیتوں میں اسلامی تعلیمات کی ایک بنیادی چیز بیان فرمائی کہ مسلمان کو چاہیے کہ اپنے ارادے میں اِنۡ شَآءَ اللّٰہ ضرور کہا کرے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اور ہرگز کسی چیز کے متعلق نہ کہنا کہ میں کل یہ کرنے والا ہوں مگر ساتھ ہی یہ کہا کرو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو میں کرلوں گا، مراد یہ ہے کہ جب کسی کام کا ارادہ ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ اِنۡ شَآءَ اللّٰہ ایسا کروں گا، بغیر اِنۡ شَآءَ اللّٰہ کے نہ کہے۔ اِس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ اہلِ مکہ نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جب روح، اَصحابِ کہف اور حضرت ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کیا تھا تو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ کل بتاؤں گا اور اِنۡ شَآءَ اللّٰہ نہیں فرمایا تھا تو کئی روز وحی نہیں آئی

1 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ۲۲، ۳/۲۰۶-۲۰۷، ملخصاً.

پھر یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ: اور جب تم بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرلو۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ اگر اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہنا یاد نہ رہے تو جب یاد آئے کہہ لو۔ یاد آنے کی مدت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اگرچہ ایک سال بعد یاد آئے اور امام حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ہے کہ جب تک اس مجلس میں رہے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہہ لے۔[2]

اس آیت کے معنی سے متعلق تفسیروں میں کئی قول مذکور ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آیت کا معنٰی یہ ہے ''اگر کسی نماز کو بھول گیا تو یاد آتے ہی ادا کرلے۔[3] نماز کے بارے میں حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو نماز پڑھنا بھول جائے تو اسے چاہئے کہ جب یاد آئے (اس وقت) نماز پڑھ لے، اس کا یہی کفارہ ہے۔[4]

﴿ وَقُلْ عَسٰۤى: اور یوں کہو کہ قریب ہے۔﴾ ارشاد فرمایا ''یوں کہو کہ قریب ہے کہ میرا رب میری نبوت پر دلائل کیلئے اصحابِ کہف کے اس واقعے سے زیادہ قریب ہدایت کا کوئی راستہ دکھائے یعنی ایسے معجزات عطا فرمائے جو میری نبوت پر اس سے بھی زیادہ ظاہر دلالت کریں جیسے کہ اَنبیاءِ سابقین کے اَحوال کا بیان اور غیوب کا علم اور قیامت تک پیش آنے والے واقعات کا بیان اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور حیوانات کا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کی گواہی دینا، وغیرہ۔[5]

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ٞ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

---

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیة: ۲۳-۲۴، ۳/۲۰۷.
2 ......خازن، الکھف، تحت الآیة: ۲۴، ۳/۲۰۷.
3 ......مدارک، الکھف، تحت الآیة: ۲۴، ص۶۴۸.
4 ......بخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب من نسی صلاة فلیصلّ اذا ذکرھا... الخ، ۱/۲۱۷، الحدیث: ۵۹۷.
5 ......خازن، الکھف، تحت الآیة: ۲۴، ۳/۲۰۸، جمل، الکھف، تحت الآیة: ۲۴، ۴/۴۱۰-۴۱۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ اپنے غار میں تین سو برس ٹھہرے نو اوپر۔ تم فرماؤ اللّٰہ خوب جانتا ہے وہ جتنا ٹھہرے اسی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے سب غیب وہ کیا ہی دیکھتا اور کیا ہی سنتا ہے اس کے سوا ان کا کوئی والی نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے اور نو سال زیادہ۔ تم فرماؤ: اللّٰہ خوب جانتا ہے وہ جتنا ٹھہرے۔ آسمانوں اور زمین کے سب غیب اسی کے لیے ہیں، وہ کتنا دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔ ان کیلئے اس کے سوا کوئی مددگار نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اصحابِ کہف کے قیام کی مدت بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر لوگ اس مدت میں جھگڑا کریں تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی کا فرمانا برحق ہے لہٰذا تم ان سے کہہ دو کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ خوب جانتا ہے کہ وہ لوگ کتنا ٹھہرے تھے، خواہ وہ ان کے غار میں سونے والی مدت ہو یا تب سے لے کر اب تک کی مدت ہو، بہر حال اللّٰہ تعالٰی ہی بہتر جانتا ہے کیونکہ آسمانوں اور زمین کے سب غیبوں کا علم اسی کو ہے، کوئی ظاہر اور کوئی باطن اس سے چھپا نہیں۔ اس حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ نجران کے نصرانیوں نے کہا تھا کہ تین سو برس تک ٹھیک ہیں اور نو کی زیادتی کیسی ہے، اس کا ہمیں علم نہیں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (1)

وَ اتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ۫ وَ لَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تلاوت کرو جو تمہارے رب کی کتاب تمہیں وحی ہوئی اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور ہرگز تم اس کے سوا پناہ نہ پاؤ گے۔

(1) ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۶، ۳/۲۰۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کی کتاب سے اس وحی کی تلاوت کرو جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور تم ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤ گے۔

﴿وَاتْلُ: اور تلاوت کر۔﴾ جب اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے واقعے پر مشتمل آیات نازل فرمادیں تو اس آیت میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ آپ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے رہیں اور کفار کی ان باتوں کی پروانہ کریں کہ آپ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آئیں یا اسے تبدیل کردیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی باتوں کو بدلنے پر کوئی قادر نہیں۔[1]

قرآنِ مجید کی تلاوت کرنی چاہئے اگرچہ سمجھ میں نہ آئے

اس آیتِ مبارکہ میں تلاوت کا بیان اصحابِ کہف کے واقعے کے اختتام کے طور پر ہے لیکن قرآنِ پاک کے عمومی الفاظ کا اعتبار کرتے ہوئے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مُطْلَقاً بھی قرآنِ پاک کی تلاوت کرنی چاہیے، سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگار چاہو گے اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنی جان کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تیری آنکھیں دنیا کی زندگی چاہتے ہوئے انہیں چھوڑ کر اوروں پر نہ پڑیں اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم

الثلثة

1 ......ابوسعود، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۶-۲۷، ۳/۳۷۶-۳۷۷.

نے اپنی یاد سے غافل کردیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ : جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ سردارانِ کفار کی ایک جماعت نے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا کہ ہمیں غُرباء اور شکستہ حالوں کے ساتھ بیٹھتے شرم آتی ہے۔ اگر آپ انہیں اپنی صحبت سے جدا کردیں تو ہم اسلام لے آئیں اور ہمارے اسلام لانے سے خلقِ کثیر اسلام لے آئے گی۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔[1] اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فرمایا گیا کہ اپنی جان کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھ جو صبح وشام اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں یعنی جو اِخلاص کے ساتھ ہر وقت اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طاعت میں مشغول رہتے ہیں۔

آیت ’’ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

اِس آیتِ مبارکہ سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے۔

(1)...... نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تربیت خود ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے جیسے یہاں ہوا کہ ایک معاملہ درپیش ہوا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خود تربیت فرمائی اور آپ کی کمال کی طرف رہنمائی فرمائی۔

(2)...... یہ بھی معلوم ہوا کہ اچھوں کے ساتھ رہنا اچھا ہے اگرچہ وہ فُقَراء ہوں اور بروں کے ساتھ رہنا برا ہے اگرچہ وہ مالدار ہوں۔

(3)...... یہ بھی معلوم ہوا کہ صبح وشام خصوصیت سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا بہت افضل ہے۔ قرآنِ پاک میں بطورِ خاص صبح وشام کے ذکر کو بکثرت بیان فرمایا ہے، جیسے اِس آیت میں بھی ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی آیتوں میں ہے۔

(4)...... یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو صالحین سے بطورِ خاص محبت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس کا حکم دیا گیا ہے۔

(5)...... صالحین کی دو علامتیں بھی اس آیت میں بیان فرمائیں اول یہ کہ وہ صبح وشام اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے ہیں اور دوسری یہ کہ ہر عمل سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور خوشنودی کے طلبگار ہوتے ہیں۔

(6)...... مزید اِس آیت میں دنیا داروں کی طرف نظر رکھنے اور ان کی پیروی سے ممانعت کے بارے میں حکم ہے۔ اس حکم

[1] ...... روح البیان، الکھف، تحت الآیة: ۲۸، ۵/۲۳۸.

میں قیامت تک کے مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ غافلوں، متکبروں، ریاکاروں، مالداروں کی نہ مانا کریں اوران کے مال ودولت پر نظریں نہ جمائیں بلکہ مخلص، صالح، غُرباء ومَساکین کے ساتھ تعلق رکھیں اوران ہی کی اطاعت کیا کریں۔ دنیا کی محبت میں گرفتار مالداروں کی بات ماننا دین کو برباد کردیتا ہے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ مال اور مالدار فی نَفْسِہٖ نہ برے ہیں اور نہ اچھے بلکہ مال کا غلط استعمال اور ایسے مالدار برے ہیں اور چونکہ مالدار عموماً نفس پرستی میں پڑجاتے ہیں اسی لئے ان کی مذمت زیادہ بیان کی جاتی ہے۔اسی سے ملتا جلتا ایک حکم حدیثِ مبارک میں ہے۔ چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ’’میری امت میں سے کچھ لوگ علمِ دین سیکھیں گے، قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم امیروں کے پاس اس لئے جاتے ہیں تاکہ ان سے دنیا حاصل کرلیں اور اپنے دین کو ان سے جدا رکھتے ہیں حالانکہ یہ نہیں ہوسکتا جیسا کہ کانٹے والے درخت سے پھل توڑنے میں کانٹے ہی ہاتھ آتے ہیں اسی طرح وہ ان کے قرب میں گناہوں سے نہیں بچ سکتے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’اگر علماء علم حاصل کرنے کے بعد اسے محفوظ رکھتے اور اسے اہل لوگوں کے سامنے پیش کرتے تو اہلِ زمانہ کے سردار بن جاتے لیکن انہوں نے اسے دنیا والوں پر اپنی دنیا حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا اس وجہ سے ذلیل ہوگئے۔ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فرماتے سنا ہے ’’جس شخص کی ساری فکر آخرت کے متعلق ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا کے غموں سے اس کی کفایت فرمائے گا اور جو شخص دنیاوی اُمور میں پریشان ہوتا رہے گا اللہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں چاہے وہ کسی وادی میں بھی گر کر مرے۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ’’جو شخص علم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ دنیاوی مَقاصد کے لئے حاصل کرے تو قیامت کے دن وہ جنت کی خوشبو ہرگز نہیں پائے گا۔ [3]

وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۙ اِنَّاۤ

1 ......ابن ماجه، كتاب السنّة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، ١/١٦٦، الحديث: ٢٥٥.

2 ......ابن ماجه، كتاب السنّة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، ١/١٦٧، الحديث: ٢٥٧.

3 ......ابوداؤد، كتاب العلم، باب فى طلب العلم لغير الله، ٣/٤٥١، الحديث: ٣٦٦٤.

اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًاۙ-اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَاؕ-وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَؕ-بِئْسَ الشَّرَابُؕ-وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرمادو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے بیشک ہم نے ظالموں کے لیے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی اور اگر پانی کے لیے فریاد کریں تو ان کی فریاد رسی ہوگی اس پانی سے کہ چرخ دیئے ہوئے دھات کی طرح ہے کہ ان کے منہ بھون دے گا کیا ہی برا پینا اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم فرمادو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے بیشک ہم نے ظالموں کے لیے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی اور اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری کی جائے گی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جواُن کے منہ کو بھون دے گا۔ کیا ہی برا پینا اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

﴿**وَ قُلْ:** اور فرمادو۔﴾ یعنی تم فرمادو کہ حق تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور حق و باطل ظاہر ہو چکا ہے لہٰذا میں تو مسلمانوں کو ان کی غربت کے باعث تمہاری دل جوئی کے لئے اپنی مجلس مبارک سے جدا نہیں کروں گا، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے اور خود ہی اپنے انجام کو سوچ لے اور سمجھ لے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ظالموں یعنی کافروں کے لیے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی اور اگر وہ پیاس کی شدت سے پانی کے لیے فریاد کریں تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری کی جائے گی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جواُن کے منہ کو بھون دے گا۔ کیا ہی برا پینا ہے اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: وہ روغن زیتون کی تلچھٹ کی طرح گاڑھا پانی ہے۔[1] اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ جب وہ منہ کے قریب کیا جائے گا

[1]......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۹، ۳/۲۰۹۔

تو منہ کی کھال اس سے جل کر گر پڑے گی۔[1] اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ وہ پگھلایا ہوا رانگ اور پیتل ہے۔[2]

گناہگار مسلمانوں کے لئے نصیحت

اس آیتِ مبارکہ میں ہر اس مسلمان کے لئے بھی بڑی نصیحت ہے جو ظلم اور گناہ کرنے میں مصروف ہے، اسے اپنے گناہوں پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے توبہ و استغفار کرنا اور نیک اعمال میں مصروف ہو جانا چاہئے ورنہ یاد رکھے کہ مرنے کے بعد کا سفر انتہائی طویل ہے، جہنم کی گرمی بڑی شدید ہے، اہلِ جہنم کا پانی پگھلے ہوئے تانبے کی طرح اور جہنمیوں کی پیپ ہے اور جہنم کی قید بہت سخت ہے۔ جہنم کے سب سے کم عذاب کے بارے میں حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جہنم میں سب سے کم عذاب جس شخص کو ہو گا اسے آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کی گرمی کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہو گا۔[3] اور حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اہلِ جہنم میں سب سے کم عذاب اس شخص کو ہو گا جسے آگ کی دو جوتیاں تسموں سمیت پہنائی جائیں گی جس کی وجہ سے اس کا دماغ ایسے کھول رہا ہو گا جیسے پتیلی میں پانی جوش سے کھولتا ہے، وہ سمجھ رہا ہو گا کہ سب سے زیادہ عذاب مجھے دیا گیا ہے حالانکہ اسے سب سے کم عذاب (دیا گیا) ہو گا۔[4] جب سب سے کم عذاب والے کا یہ حال ہو گا تو اس شخص کا حال کیا ہو گا جسے اس سے زیادہ عذاب دیا جا رہا ہو گا۔

ایک بچے کی عبرت انگیز حکایت

یہاں ایک بچے کی عبرت انگیز حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں ایک بچے کے پاس سے گزرا، وہ مٹی کے ساتھ کھیل رہا تھا اور (اس دوران) کبھی وہ ہنسنا شروع کر دیتا اور کبھی رونے لگ جاتا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اسے سلام کروں تو میرے نفس نے مجھے منع کیا، میں نے کہا: اے نفس! نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بچوں اور بڑوں کو سلام کیا کرتے تھے، پھر میں نے اسے سلام کیا تو اس نے کہا ’’وعلیک السلام ورحمة اللّٰه،

---

1 ...... ترمذی، کتاب صفة جهنّم، باب ما جاء فی صفة شراب اهل النار، ٢٦٢/٤، الحديث: ٢٥٩٢.

2 ...... خازن، الكهف، تحت الآية: ٢٩، ٢٠٩/٣.

3 ...... مسلم، کتاب الايمان، باب اهون اهل النار عذاباً، ص١٣٤، الحديث: ٣٦١(٢١١).

4 ...... مسلم، کتاب الايمان، باب اهون اهل النار عذاباً، ص١٣٤، الحديث: ٣٦٤(٢١٣).

اے مالک!۔میں نے کہا: آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟ اس نے کہا: عالَمِ مَلکوت میں میری روح نے آپ کی روح سے ملاقات کی تھی تو اس نے مجھے پہچان کروادی جو زندہ ہے اور اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ میں نے کہا: نفس اور عقل میں فرق کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: نفس وہ ہے جس نے آپ کو سلام کرنے سے منع کیا اور عقل وہ ہے جس نے آپ کو سلام کرنے پر ابھارا۔ میں نے کہا: تم مٹی سے کیوں کھیل رہے ہو؟ اس نے کہا: میں مٹی سے اس لئے کھیل رہا ہوں کہ ہم اسی سے پیدا ہوئے اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ میں نے کہا: تم کبھی روتے اور کبھی ہنستے کیوں ہو؟ اس نے کہا: جب مجھے اپنے رب کا عذاب یاد آتا ہے تو میں رونا شروع کر دیتا ہوں اور جب مجھے اس کی رحمت یاد آتی ہے تو میں ہنسنے لگتا ہوں۔ میں نے کہا: اے میرے بچے! تمہارے نامہ اعمال میں تو کوئی گناہ نہیں جس کی وجہ سے تم رُوؤ، کیونکہ تم تو مُکلَّف ہی نہیں ہو۔ اس نے کہا: آپ ایسی بات نہ کریں کیونکہ میں نے اپنی والدہ کو دیکھا ہے کہ وہ بڑی لکڑیوں کو چھوٹی لکڑیوں کے ذریعے ہی جلاتی ہے۔[1]

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴿٣٠﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ ۚ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾

ع ۹ / ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ہم ان کے نیگ ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں۔ ان کے لیے بسنے کے باغ ہیں ان کے نیچے ندیاں بہیں وہ اس میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز کپڑے

[1] ......روح البیان، الکہف، تحت الآیۃ: ۲۹، ۵/۲۴۲.

کریب اور قنادیز کے پہنیں گے وہاں تختوں پر تکیہ لگائے کیا ہی اچھا ثواب اور جنت کیا ہی اچھی آرام کی جگہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ہم ان کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے عمل کرنے والے ہوں۔ان کے لیے ہمیشگی کے باغات ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں،انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گےاور وہ سبز رنگ کے باریک اور موٹے ریشم کے کپڑے پہنیں گے وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ یہ کیا ہی اچھا ثواب ہے اور جنت کی کیا ہی اچھی آرام کی جگہ ہے۔

﴿**جَنّٰتُ عَدْنٍ: ہمیشگی کے باغات۔**﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے بلکہ اُنہیں اُن کی نیکیوں کی جزا دیتے ہیں اور ان کا اجر جَنّاتِ عدن یعنی ہمیشہ بسنے کے باغات ہیں کہ نہ وہاں سے نکالے جائیں اور نہ کسی کو موت آئے۔ پھر مزید یہ کہ ہر جنتی کو سونے اور چاندی اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے (جیسا کہ دیگر آیات میں ہے)۔[1] صحیح حدیث میں ہے کہ وضو کا پانی جہاں جہاں پہنچتا ہے وہ تمام اَعضاء جنتی زیورات سے آراستہ کئے جائیں گے۔[2] مزید فرمایا کہ وہ انتہائی خوبصورت قسم کے ریشمی لباس پہنے ہوں گے کوئی باریک ہوگا اور کوئی موٹا ریشم اور وہ جنت میں تختوں پر تکئے لگائے ہوئے ہوں گے اور شاہانہ شان وشکوہ کے ساتھ ہوں گے۔

ریشمی لباس اور سونے چاندی کا زیور دنیا میں صرف عورتوں کے لئے حلال ہے

یاد رہے کہ ریشمی لباس اور سونے چاندی کے کنگن جنتی لباس ہیں، دنیا میں عورتوں کیلئے حلال اور مردوں کیلئے حرام ہیں۔اس بارے میں بکثرت اَحادیثِ مبارکہ ہیں،ان میں سے 4 اَحادیث درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’سونا اور ریشم میری اُمت کی عورتوں کے لیے حلال ہے اور مَردوں پر حرام۔[3]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو دنیا میں ریشم پہنے گا، وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔[4]

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ٣٠-٣١، ٣/٢١٠، روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ٣١، ٥/٢٤٣، ملتقطاً.
2 ......مسلم، کتاب الطھارۃ، باب تبلغ الحلیۃ حیث یبلغ الوضوء، ص١٥١، الحدیث: ٤٠(٢٥٠).
3 ......نسائی، کتاب الزینۃ، تحریم لبس الذھب، ص٨٣٦، الحدیث: ٥٢٧٥.
4 ......بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر وافتراشہ للرّجال... الخ، ٤/٥٩، الحدیث: ٥٨٣٢.

(3)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ریشم پہننے کی ممانعت فرمائی، مگر اتنا۔ اور رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دو انگلیاں بیچ والی اور کلمہ کی انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا۔[1]

(4)......صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خطبہ میں فرمایا: رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ریشم کی ممانعت فرمائی ہے، مگر دو یا تین یا چار اُنگلیوں کے برابر۔[2] یعنی کسی کپڑے میں اتنی چوڑی ریشم کی گوٹ لگائی جا سکتی ہے۔

ریشم کے لباس سے متعلق چند مسائل

یہاں ریشم کے لباس سے متعلق چند شرعی مسائل ملاحظہ ہوں:

(1)......ریشم کے کپڑے مرد کے لیے حرام ہیں، بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حائل ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی خالص ریشم کے کپڑے حرام ہیں، ہاں اگر تانا (یعنی لمبائی کے رخ) سوت ہو اور بانا (یعنی چوڑائی کے رخ) ریشم تو لڑائی کے موقع پر پہننا جائز ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو تو ہر شخص کے لیے ہر موقع پر جائز ہے۔ مجاہد اور غیر مجاہد دونوں پہن سکتے ہیں۔ لڑائی کے موقع پر ایسا کپڑا پہننا جس کا بانا ریشم ہو اس وقت جائز ہے جبکہ کپڑا موٹا ہو اور اگر باریک ہو تو ناجائز ہے کہ اس کا جو فائدہ تھا، اس صورت میں حاصل نہ ہوگا۔[3]

(2)......عورتوں کو ریشم پہننا جائز ہے اگرچہ خالص ریشم ہو اور اس میں سوت کی بالکل آمیزش نہ ہو۔[4]

(3)......مَردوں کے کپڑوں میں ریشم کی گوٹ چار انگل تک کی جائز ہے اس سے زیادہ ناجائز، یعنی اس کی چوڑائی چار انگل تک ہو، لمبائی کا شمار نہیں۔ اسی طرح اگر کپڑے کا کنارہ ریشم سے بُنا ہو جیسا کہ بعض عمامے یا چادروں یا تہبند کے کنارے اس طرح کے ہوتے ہیں، اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر چار انگل تک کا کنارہ ہو تو جائز ہے، ورنہ ناجائز۔[5]

---

1 ......بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر وافتراشه للرّجال... الخ، ۴/۵۸، الحدیث: ۵۸۲۸.

2 ......مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم اناء الذهب والفضّة علی الرّجال والنساء... الخ، ص۱۱۴۹، الحدیث: ۱۵ (۲۰۶۹).

3 ......هدایه، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، ۲/۳۶۵-۳۶۶، در مختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، ۹/۵۸۰.

4 ......عالمگیری، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی اللبس ما یکره من ذلك وما لا یکره، ۵/۳۳۱.

5 ......در مختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، ۹/۵۸۱.

(4)......ریشم کا لحاف اوڑھنا ناجائز ہے کہ یہ بھی پہننے میں داخل ہے۔ ریشم کے پردے دروازوں پر لٹکانا مکروہ ہے۔[1]

نوٹ: مزید مسائل کی معلومات کے لئے بہار شریعت حصہ **16** سے ''**لباس کا بیان**'' مطالعہ فرمائیں۔

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَیْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَیْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَیْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوران کے سامنے دو مَردوں کا حال بیان کرو کہ ان میں ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیئے اوران کو کھجوروں سے ڈھانپ لیا اوران کے بیچ بیچ میں کھیتی رکھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران کے سامنے دو آدمیوں کا حال بیان کرو کہ ان میں سے ایک آدمی کیلئے ہم نے انگوروں کے دو باغ بنائے اوران دونوں باغوں کو کھجوروں سے ڈھانپ دیا اوران کے درمیان میں کھیتی بھی بنادی۔

﴿وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَیْنِ: اوران کے سامنے دومردوں کا حال بیان کرو۔﴾ اس پورے رکوع میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دو آدمیوں کا یعنی ایک مسلمان اور ایک کافر کا حال بیان کیا ہے اور ہر کافر و مومن دونوں کو دعوتِ فکر دی ہے کہ اس واقعے میں غور کرکے اپنا اپنا انجام سمجھیں۔ اب اصل بیان شروع ہوتا ہے چنانچہ فرمایا کہ ان دومردوں کا حال یہ ہے ان میں سے ایک آدمی یعنی کافر کیلئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انگوروں کے دو باغ بنا دیئے اوران دونوں باغوں کو کھجوروں سے ڈھانپ دیا اور ان کے درمیان میں کھیتی بھی بنادی یعنی اُنہیں نہایت بہترین ترتیب کے ساتھ مُرتَّب کیا۔ آس پاس سبز باغ ہو اور بیچ میں ہرا بھرا کھیت ہو تو دیکھنے میں بہت ہی خوشنما معلوم ہوتا ہے اور اس سے مالک اپنی تمام ضروریات پوری کر لیتا ہے، کھیت سے غذا اور باغ سے پھل حاصل ہوتے ہیں۔

مُجتہد کا قیاس برحق ہے

اس آیت میں مسلمان اور کافر کو دو آدمیوں کے احوال پر اپنی حالت کو قیاس کرنے کا فرمایا گیا اس سے معلوم ہوا

---

1 ......عالمگیری، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع فی اللبس ما یکرہ من ذلک وما لا یکرہ، ٣٣١/٥.

کہ قیاسِ مجتہد برحق ہے۔

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَ لَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْــٴًـا ۙ وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ ۙ وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دونوں باغ اپنے پھل لائے اور اس میں کچھ کمی نہ دی اور دونوں کے بیچ میں ہم نے نہر بہائی۔ اور وہ پھل رکھتا تھا تو اپنے ساتھی سے بولا اور وہ اس سے ردوبدل کرتا تھا میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں اور آدمیوں کا زیادہ زور رکھتا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دونوں باغوں نے اپنے اپنے پھل دیدیئے اور اس میں کچھ کمی نہ کی اور دونوں کے بیچ میں ہم نے ایک نہر جاری کردی۔ اور اس آدمی کے پاس پھل تھے تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ اس سے فخر وغرور کی باتیں کرتا رہتا تھا۔ (اس سے کہا) میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور افراد کے اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوں۔

﴿ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ: دونوں باغ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ دونوں باغوں نے اپنے اپنے پھل دیدیئے اور اس میں کچھ کمی نہ کی اور دونوں کے بیچ اللہ تعالیٰ نے ایک نہر جاری کردی۔ یعنی کھجور اور انگور، دونوں باغوں میں ہی خوب بہار آئی، پھل خوب لگے جبکہ باغ کے بیچ میں موجود نہر نے باغ کی خوبصورتی اور زینت میں بھی اضافہ کردیا اور وہ باغ کے تروتازہ رہنے کا باعث بھی ہوئی۔

﴿ وَ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ: اور اس کے پاس پھل تھے۔﴾ مزید فرمایا کہ اس باغ والے کافر آدمی کے پاس باغ کے علاوہ اور بھی بہت سامال واَسباب جیسے سونا، چاندی وغیرہ ہر قسم کا مال تھا تو وہ اپنے مسلمان ساتھی سے اتراتے ہوئے اور اپنے مال پر فخر کرتے ہوئے کہنے لگا اور وہ اس سے فخر وغرور کی باتیں کرتا رہتا تھا۔ کہنے لگا کہ میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور افراد کے اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوں یعنی میرا کنبہ قبیلہ بڑا ہے اور ملازم، خدمت گار، نوکر چاکر بھی میرے پاس بہت ہیں۔[1]

[1]......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۳۴، ۳/۲۱۱، ملخصاً۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیخی مارنا کفار کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت پر حمدِ الٰہی کرنا مومن کا کام۔ اسی طرح مومن کو ذلیل جاننا کفار کا کام ہے۔

وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًاۙ (۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے باغ میں گیا اور اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا بولا مجھے گمان نہیں کہ یہ کبھی فنا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے باغ میں گیا حالانکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا، کہنے لگا: میں گمان نہیں کرتا کہ یہ (باغ) کبھی فنا ہوگا۔

﴿وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ: اور وہ اپنے باغ میں گیا۔﴾ یہاں سے اس کافر کی غافلانہ باتوں کی ابتداء ہوتی ہے چنانچہ وہ باغات کا مالک مسلمان کا ہاتھ پکڑ کر اس کو ساتھ لے کر باغ میں گیا، وہاں اسے فخریہ طور پر ہر طرف لے کر پھرا اور مسلمان کو ہر ہر چیز دکھائی اور پھر باغ کی زینت وزیبائش اور رونق و بہار دیکھ کر مغرور ہو گیا اور کہنے لگا: میں گمان نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی فنا ہوگا یعنی ساری عمر مجھے پھل دیتا رہے گا۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ وہ کافر بھی تھا، ناشکرا بھی اور متکبر بھی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیاوی دولت غافل کے لئے زیادہ جرم کرنے کا باعث ہو جاتی ہے۔

وَّ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىٕمَةًۙ وَّ لَىٕنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا (۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہو اور اگر میں اپنے رب کی طرف پھر کر گیا بھی تو ضرور اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پاؤں گا۔

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۳۵، ۳/۲۱۱، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر مجھے میرے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو میں ضرور اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پالوں گا۔

﴾وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىٕمَةً: اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے۔﴿ باغ کے کافر مالک نے کہا کہ مجھے تو اس بات کا گمان بھی نہیں ہے کہ قیامت قائم ہوگی جیسے تیرا گمان ہے بلکہ مجھے یقین ہے کہ قیامت نہ آئے گی اور اگر بالفرض قیامت آبھی گئی تو مجھے آخرت میں بھی اس دنیوی باغ سے بہتر باغ دیا جائے گا کیونکہ دنیا میں بھی میں نے بہترین جگہ پائی ہے۔[1]

آیت ''وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ'' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... برے اعمال کر کے جنت کی آس لگانی کافروں کا شیوہ ہے، جو کاشت کر کے گندم کاٹنے کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔

(2)...... دنیا میں مال ملنے کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی علامت سمجھنا کفار کا کام ہے۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ یُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًاؕ(۳۷) لٰكِنَّاۡ هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا(۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اس کے ساتھی نے اس سے اُلٹ پھیر کرتے ہوئے جواب دیا کیا تو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا پھر نتھرے پانی کی بوند سے پھر تجھے ٹھیک مرد کیا۔ لیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کرتا ہوں۔

[1]...... خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۳۶، ۳/۲۱۱، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کے ساتھی نے اس کی فخر وغرور کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا: کیا تو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے پھر تجھے بالکل صحیح مرد بنادیا۔ لیکن (میں تو یہی کہتا ہوں کہ) وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کرتا۔

﴿قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ: اس کے ساتھی نے اسے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب باتیں سن کر اس کافر کے مسلمان ساتھی نے اس کی فخر وغرور کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا: کیا تو اس خداوندِ قدوس عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا، پھر نطفہ سے اور پھر تجھے بالکل صحیح مرد بنادیا یعنی اس نے تجھے عقل و بلوغ، قوت وطاقت عطا کی اور تو سب کچھ پا کر کافر ہوگیا۔ لہٰذا تو اس کو مان یا نہ مان لیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا شریک نہیں کرتا۔[1]

وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۳۹﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں گیا تو کہا ہوتا جو چاہے اللہ ہمیں کچھ زور نہیں مگر اللہ کی مدد کا اگر تو مجھے اپنے سے مال واولاد میں کم دیکھتا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں گیا تو کہتا: (یہ سب وہ ہے) جو اللہ نے چاہا، ساری قوت اللہ کی مدد سے ہی ہے۔ اگر تو مجھے اپنے مقابلے میں مال اور اولاد میں کم دیکھ رہا ہے۔

﴿قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ: تو کہتا: جو اللہ نے چاہا۔﴾ مسلمان نے اس کافر کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ تو اس سارے باغ اور اَسباب پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت ونعمت کا مُعترف ہوتا اور اگر تو باغ دیکھ کر مَاشَآءَ اللّٰہ کہتا اور اعتراف کرتا کہ یہ باغ اور اُس کے تمام محَاصل ومَنافع اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت اور اس کے فضل وکرم سے ہیں اور سب کچھ اس کے

1 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ٣٧-٣٨، ٣/٢١١، مدارك، الكهف، تحت الآية: ٣٧-٣٨، ص٦٥٢، ملتقطاً.

اختیار میں ہے، چاہے اس کو آباد رکھے اور چاہے ویران کرے، ایسا کہتا تو یہ تیرے حق میں بہتر ہوتا۔ اگر تو مجھے اپنے مقابلے میں مال اور اولاد میں کم سمجھ رہا تھا اور اس وجہ سے تکبر میں مبتلا تھا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا تھا تو تو نے ایسا کیوں نہیں کہا جو اوپر بیان ہوا۔ (1)

مسلمان اور کافر کا فرق

یہاں سے مسلمان اور کافر کا فرق واضح ہوا کہ کافر اپنے مال و دولت اور کامیابی کو اپنی کوششوں کا نتیجہ سمجھتا ہے جبکہ مسلمان اپنی ہر کامیابی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم کی طرف منسوب کرتا ہے اور یہی توکّل ہے کہ اَسباب تو اختیار کئے جائیں لیکن نتیجہ اور ثمرہ کی توقّع اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کی جائے اور مُؤثِّرِ حقیقی اسی کی ذات کو سمجھا جائے۔

آفات سے بچنے کا وظیفہ

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو شخص کوئی پسندیدہ چیز دیکھ کر ’’**مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه**‘‘ کہے تو اسے نگاہ، نقصان نہیں پہنچائے گی۔ (2)

حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ کسی بندے کو کوئی نعمت عطا کرے اور وہ چاہے کہ نعمت باقی رہے تو وہ کثرت سے ’’لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه‘‘ کہے، پھر حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ’’وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَاشَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ‘‘(3)

فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۙ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾

---

1 ...... خازن، الکہف، تحت الآیۃ: ۳۹، ۳/۲۱۱، ملخصاً.

2 ...... کنز العمال، کتاب السحر والعین والکہانۃ، قسم الاقوال، الفصل الثانی، ۳/۳۱۶، الحدیث: ۱۷۶۶۶، الجزء السادس.

3 ...... معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ احمد، ۱/۵۸، الحدیث: ۱۵۵.

ترجمۂ کنزالایمان: تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے اچھا دے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں اتارے تو وہ پٹ پر میدان ہو کر رہ جائے۔ یا اس کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کر سکے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرمادے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں گرادے تو وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے۔ یا اس باغ کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کر سکے۔

﴿ فَعَسٰى: تو قریب ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان نے مزید کہا کہ قریب ہے یعنی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرمادے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں گرادے تو وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے کہ اس میں سبزہ کا نام و نشان باقی نہ رہے اور اپنی زندگی ہی میں تو اس باغ کو برباد ہوتا ہوا دیکھے اور کفِ افسوس ملتا رہ جائے یا اس باغ کا پانی زمین میں دھنس جائے اور نیچے چلا جائے کہ کسی طرح نکالا نہ جاسکے۔(1)

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عذاب آ گیا اور اگلی آیات میں اسی کا بیان ہے۔

وَ اُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ كَفَّیْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِیْهَا وَ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا(۴۲) وَ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مُنْتَصِرًاؕ(۴۳) هُنَالِكَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّؕ هُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ عُقْبًا۠(۴۴)

ع ۵ ۱۳ ۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے پھل گھیر لیے گئے تو اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا اس لاگت پر جو اس باغ میں خرچ کی تھی اور وہ اپنی ٹٹیوں (چھپروں) پر گرا ہوا تھا اور کہہ رہا ہے اے کاش میں نے اپنے رب کا کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔ اور اس کے پاس کوئی جماعت

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۴۰-۴۲، ۳/۲۱۱-۲۱۲، ملخصاً.

نہ تھی کہ اللہ کے سامنے اس کی مدد کرتی نہ وہ بدلہ لینے (کے) قابل تھا۔ یہاں کھلتا ہے کہ اختیار سچے اللہ کا ہے اس کا ثواب سب سے بہتر اور اسے ماننے کا انجام سب سے بھلا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کے پھل گھیر لیے گئے تو وہ ان اخراجات پر اپنے ہاتھ ملتارہ گیا جو اس باغ میں خرچ کئے تھے اور وہ باغ اپنی چھتوں کے بل اوندھے منہ گرا ہوا تھا اور وہ مالک کہہ رہا ہے، اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔ اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے سامنے اس کی مدد کرتی اور نہ ہی وہ خود بدلہ لینے کے قابل تھا۔ یہاں پتہ چلتا ہے کہ تمام اختیار سچے اللہ کا ہے، وہ سب سے بہتر ثواب دینے والا اور سب سے اچھا انجام عطا فرمانے والا ہے۔

﴿وَ اُحِیۡطَ بِثَمَرِهٖ: اور اس کے پھل گھیر لئے گئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اس کافر کے باغ پر عذاب آ گیا اور باغ کے ساتھ ساتھ اس کے دیگر ہر طرح کے مال و اَسباب پھل ہلاکت میں گھیر لیے گئے اور باغ بالکل ویران ہوگیا تو وہ حسرت کے ساتھ ان اخراجات پر اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا جو اس نے باغ کی دیکھ بھال میں خرچ کئے تھے اور وہ باغ اپنی چھتوں کے بل اوندھے منہ گر گیا، پھر اس حال کو پہنچ کر اسے مومن کی نصیحت یاد آئی اور وہ سمجھا کہ یہ اُس کے کفر و سرکشی کا نتیجہ ہے اور اس وقت وہ کہنے لگا کہ اے کاش! میں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔ (1)

﴿هُنَالِكَ: یہاں پتہ چلتا ہے۔﴾ آیت کے آخر میں اس واقعے کا سبق بیان فرمایا ہے کہ یہاں پتہ چلتا ہے اور ایسے حالات میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام اختیارات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دستِ قدرت میں ہیں۔ وہی چاہے تو پھلوں سے لدے ہوئے باغات عطا فرما دے اور وہ چاہے تو ایک لمحے میں سب کچھ تہس نہس کر دے۔

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ فَاَصۡبَحَ هَشِيۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى

(1) ......خازن، الکہف، تحت الآیۃ: ۴۲، ۳/۲۱۲.

كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوران کے سامنے زندگانی دنیا کی کہاوت بیان کروجیسے ایک پانی ہم نے آسمان سے اتاراتو اس کے سبب زمین کا سبزہ گھنا ہوکر نکلا کہ سوکھی گھاس ہوگیا جسے ہوائیں اڑائیں اور اللہ ہر چیز پر قابو والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران کے سامنے بیان کروکہ دنیا کی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے ایک پانی ہو جسے ہم نے آسمان سے اتاراتو اس کے سبب زمین کا سبزہ گھنا ہوکر نکلا پھر وہ سوکھی گھاس بن گیا جسے ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا: اوران کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کرو۔﴾ اِس رکوع میں دُنْیَوی زندگی کے قابلِ فنا ہونے اور قیامت کے حساب کتاب کے بارے میں سمجھایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، لوگوں کے سامنے دنیا کی حقیقت بیان کرواوراس کے سمجھانے کیلئے اس مثال کا سہارا لوکہ دنیوی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے زمین کی ہریالی اور سرسبزی وشادابی، جو ہمارے نازل کئے ہوئے پانی کے سبب زمین سے نکلی ہواوراس پانی کی وجہ سے زمین پر وہ شادابی اور تازگی پھیل جائے لیکن پھر کچھ ہی عرصے کے بعد وہ سبزہ فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے اور سوکھی ہوئی گھاس میں تبدیل ہوجاتا ہے جسے ہوائیں اِدھر سے اُدھر اڑائے پھرتی ہیں اور اس کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی۔ فرمایا کہ دنیاوی زندگی کی مثال بھی ایسے ہی ہے کہ جس طرح سبزہ خوشنما ہونے کے بعد فنا ہوجاتا ہے اور اس کا نام ونشان باقی نہیں رہتا، یہی حالت دنیا کی بے اعتبار حیات کی ہے اس پر مغرور وشیدا ہونا عقل مند کا کام نہیں اور یہ سب فنا وبقا اللہ کی قدرت سے ہے۔[1]

نوٹ: اس آیت میں بیان کی گئی مثال مزید تفصیل کے ساتھ سورۂ یونس کی آیت نمبر 24 میں گزر چکی ہے۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ

1 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیة: ٤٥، ٥/٢٤٩-٢٥٠، مدارك، الکھف، تحت الآیة: ٤٥، ص٦٥٣، ملتقطاً.

رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار ہے اور باقی رہنے والی اچھی باتیں ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی رونق ہیں اور باقی رہنے والی اچھی باتیں تیرے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے زیادہ بہتر اور امید کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں۔

﴿زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: دنیا کی زندگی کی زینت۔﴾ دنیا کے مال واَسباب کے بارے میں مزید فرمایا کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی رونق ہیں کہ ان کے ذریعے دنیا میں آدمی فخر کرتا ہے اور انہیں دنیا کی سہولیات ولذّات حاصل کرنے کا ذریعہ بناتا ہے حالانکہ انہی چیزوں کو آخرت کا زادِراہ تیار کرنے کا ذریعہ بھی بنایا جاسکتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ مال واولاد دنیا کی کھیتی ہیں اور اعمالِ صالحہ آخرت کی اور اللّٰہ تعالیٰ اپنے بہت سے بندوں کو یہ سب عطا فرماتا ہے۔ (1) دوسری چیز باقیاتِ صالحات ہیں، ان سے نیک اعمال مراد ہیں جن کے ثمرے انسان کے لئے باقی رہتے ہیں، جیسا کہ پنج گانہ نمازیں اور تسبیح وتحمید اور جملہ عبادات۔ حدیث شریف میں ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے باقیاتِ صالحات کی کثرت کا حکم فرمایا۔ عرض کی گئی: وہ کیا ہیں؟ فرمایا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھنا۔ (2) البتہ یہ یاد رہے کہ مال اور اولاد فی نَفْسِہٖ تو اگرچہ دنیا ہیں لیکن یہی دو چیزیں آخرت کیلئے عظیم زادِراہ بھی بن سکتی ہیں کیونکہ اگر مال کو راہِ خدا میں خرچ کیا اور خصوصاً کوئی صدقہ جاریہ کا کام کیا تو یہی مال نجات کا ذریعہ بنے گا اور یونہی اگر اولاد کی اچھی تربیت کی اور نیکی کے راستے پر لگایا تو ان کی نیکیوں کا ثواب بھی ملے گا اور اس کے ساتھ اولاد کی دعائیں بھی ملتی رہیں گی۔

---

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۴۶، ۳/۲۱۲-۲۱۳.

2 ......مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ، ۴/۱۵۰، الحدیث: ۱۱۷۱۳.

وَ یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی دیکھو گے اور ہم انہیں اٹھائیں گے تو ان میں سے کسی کو چھوڑ نہ دیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی دیکھو گے (جس پر پہاڑ وغیرہ کچھ بھی نہ ہوگا) اور ہم لوگوں کو اٹھائیں گے تو ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔

﴿وَ یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ: اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے۔﴾ دنیا کی فنائیت اور اسبابِ دنیا کی حقیقت بیان کرنے کے بعد اب قیامت کی ہولناکی کا بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ یاد کرو جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے کہ وہ اپنی جگہ سے اُکھڑ کر بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی دیکھو گے جس پر نہ کوئی پہاڑ ہوگا، نہ درخت، نہ عمارت بلکہ ایک چٹیل میدان ہوگا۔ اور ہم لوگوں کو قبروں سے اٹھائیں گے اور میدانِ قیامت میں حاضر کردیں گے۔ (1)

وَ عُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ ۫ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور سب تمہارے رب کے حضور پَرا باندھے پیش ہوں گے بیشک تم ہمارے پاس ویسے ہی آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار بنایا تھا بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم ہرگز تمہارے لیے کوئی وعدہ کا وقت نہ رکھیں گے۔

---

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۴۷، ۳/۲۱۳، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سب تمہارے رب کی بارگاہ میں صفیں باندھے پیش کئے جائیں گے، بیشک تم ہمارے پاس ویسے ہی آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم ہرگز تمہارے لیے کوئی وعدے کا وقت نہ رکھیں گے۔

﴿وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ: اور سب تمہارے رب کی بارگاہ میں پیش ہوں گے۔﴾ یہاں قیامت واقع ہونے کے بعد کی منظر کشی کی گئی ہے کہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں صفیں باندھے پیش کئے جائیں گے، ہر ہر امت کی جماعت کی قطاریں علیحدہ علیحدہ ہوں گی اور اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائے گا: بیشک تم ہمارے پاس ویسے ہی ننگے بدن، ننگے پاؤں، مال وزر سے خالی ہوکر آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور پھر جو قیامت کے منکرین ہوں گے ان سے کہا جائے گا کہ تمہارا تو گمان یہ تھا کہ قیامت نہیں آئے گی اور تمہارے لئے حساب و کتاب کا کوئی وعدہ نہیں ہے اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو تمہیں اِس وعدے سے خبردار کیا تھا اسے تو تم نے تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔[1]

غافل مسلمانوں کے لئے نصیحت

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عزت وعظمت اور اس کے قہر وجلال کی صفت کے اظہار اور اس کے عدل کے آثار کی طرف اشارہ ہے تاکہ جو لوگ سو رہے ہیں وہ اپنی غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائیں اور غفلت کے شکار لوگ قیامت کے دن نجات پانے کے اسباب اختیار کر کے اور اپنے پوشیدہ و اعلانیہ معاملات درست کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والے خطاب کا جواب دینے کی تیاری کریں کیونکہ اسی کی طرف ہر ایک کو لوٹنا ہے اور جو پیشی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہوگی وہی سب سے بڑی پیشی ہے اور وہ کسی بادشاہ کے سامنے پیش ہونے کی طرح نہ ہوگی۔ حضرت عتبہ خواص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میرے پاس حضرت عتبہ غلام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ایک رات ٹھہرے تو وہ اتنا روئے کہ ان پر غشی طاری ہوگئی۔ میں نے ان سے کہا: آپ کو کس چیز نے رلایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کی یاد نے محبت کرنے والوں کی رگیں کاٹ کر رکھ دی ہیں۔

مروانی خلفاء میں سے ساتویں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے حضرت ابو حازم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے کہا ’’ہم آخرت کو کیوں ناپسند کرتے ہیں؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ’’کیونکہ تم نے اپنی دنیا کو آباد کیا اور اپنی آخرت کو ویران

---

1 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ٤٨، ص ٦٥٤، ملخصاً.

کر دیا اس لئے تم آبادی سے ویرانی کی طرف منتقل ہونے کو ناپسند کرتے ہو۔ سلیمان بن عبد الملک نے کہا: اے ابو حازم! رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ، آپ نے سچ کہا، اے کاش میں جان سکتا کہ کل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے لئے کیا ہوگا! حضرت ابو حازم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ''اگر تم چاہو تو یہ بات جان سکتے ہو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے۔ اس نے کہا: میں اسے (اللہ تعالیٰ کی کتاب میں) کس جگہ پا سکتا ہوں؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک نیک لوگ ضرور چین میں (جانے والے) ہیں۔ اور بیشک بدکار ضرور دوزخ میں (جانے والے) ہیں۔

سلیمان بن عبد الملک نے کہا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کس طرح ہوگی؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ''نیک لوگ تو ایسے پیش ہوں گے جیسے وہ پیش ہی نہیں ہوئے اور وہ اپنے اہل و عیال کی طرف شاداں و فرحاں واپس آجائیں گے اور گناہگار اس طرح پیش ہوں گے جیسے بھاگے ہوئے غلام کو اس کے آقا کے سامنے باندھ کر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ سن کر سلیمان بن عبد الملک بہت رویا۔[2]

وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی | جہاں تاک میں ہر گھڑی ہو اَجل بھی

بس اب اپنے اس جَہل سے تُو نکل بھی | یہ جینے کا انداز اپنا بدل بھی

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے | یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ وَ یَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّ لَا كَبِیْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَاۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًاؕ وَ لَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾

ع ۶ ۱۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور نامہ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس کے لکھے سے ڈرتے ہوں گے اور کہیں

1 ......انفطار: ۱۳، ۱۴۔

2 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۴۸، ۵/ ۲۵۳۔

گے ہائے خرابی ہماری اس نوشتہ کو کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا جسے گھیر نہ لیا ہو اور اپنا سب کیا انہوں نے سامنے پایا اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور نامہ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس میں جو (لکھا ہوا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! اس نامہ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے اور لوگ اپنے تمام اعمال کو اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ: اور نامہ اعمال رکھا جائے گا۔﴾ یہاں قیامت کا وہ اہم اور نازک ترین مرحلہ بیان کیا گیا ہے جہاں جنتی اور جہنمی ہونے کا اعلان ہونا ہے کہ ہر بندے کا نامۂ اعمال اس کو دیا جائے گا، مومن کا دائیں ہاتھ میں اور کافر کا بائیں میں۔ اس وقت نامہ اعمال کو دیکھ کر جو برے لوگوں کی حالت ہوگی وہ دہشت انگیز ہوگی کہ وہ نامہ اعمال دیکھ کر ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! اس نامہ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے، ایک ذرے کے برابر بھی کوئی گناہ ہوگا تو وہ نامہ اعمال میں درج ہوگا اور لوگ اپنے تمام اعمال کو اپنے سامنے موجود پائیں گے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ **تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا**، نہ کسی پر بغیر جرم عذاب کرے گا اور نہ کسی کی نیکیاں گھٹائے گا۔ حضرت فضیل بن عیاض رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب اس آیت کی تلاوت فرماتے تو کہتے: ہائے بربادی، اے لوگو! کبیرہ گناہوں سے پہلے صغیرہ گناہوں کے بارے میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں رجوع کرلو۔ (1)

صغیرہ گناہوں سے بھی بچیں

اس آیتِ مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ خاص طور پر کبیرہ گناہوں سے بچے اور اس کے ساتھ ساتھ صغیرہ گناہوں سے بھی خود کو بچانے کی کوشش کرے کیونکہ قیامت کے دن صغیرہ اور کبیرہ ہر طرح کے گناہ نامہ اعمال میں لکھے ہوئے ملیں گے اور اس دن ہر شخص اپنے اعمال کے درخت کا پھل پائے گا۔ کثیر اَحادیث میں صغیرہ گناہوں سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اے

(1)……قرطبی، الکہف، تحت الآیۃ: ۴۹، ۵/۲۰۳، الجزء العاشر.

عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا، ان گناہوں سے تم بھی پرہیز کرو جنہیں تم حقیر سمجھتی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بھی سوال ہوگا۔ [1]

حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم ان گناہوں سے بچو جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو، ان گناہوں کی مثال اس قوم (کے لوگوں) کی طرح ہے جو ایک وادی میں اترے تو ایک شخص ایک لکڑی لے آیا اور دوسرا شخص دوسری لکڑی لے آیا یہاں تک کہ انہوں نے اتنی لکڑیاں جمع کر لیں جنہیں جلا کر انہوں نے اپنی روٹیاں پکا لیں (یعنی لکڑیوں کو آگ لگانے کیلئے چھوٹی لکڑیوں کو آگ لگائی جس سے بڑی لکڑیوں کو بھی آگ لگ گئی، گویا یہی حال صغیرہ گناہوں کے اِرتکاب سے کبیرہ تک جانے کا ہے)، اور بے شک صغیرہ گناہ کرنے والے کا جب مُؤاخذہ کیا جاتا ہے تو یہ گناہ اسے ہلاک کر دیتے ہیں۔ [2]

علامہ عبد الرؤف مناوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’(اس حدیث میں چھوٹے گناہوں سے بچنے کا فرمایا گیا) کیونکہ جس طرح چھوٹی نیکیاں بڑی نیکیاں کرنے کا سبب بن جاتی ہیں اسی طرح صغیرہ یعنی چھوٹے گناہ، کبیرہ یعنی بڑے گناہوں کے اِرتکاب کا سبب بن جاتے ہیں، امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’صغیرہ گناہوں میں سے بعض گناہ دوسرے گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں حتّٰی کہ اصل سعادت فوت ہو جاتی ہے اور خاتمہ کے وقت ایمان سے ہی محرومی ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جسے چاہے صغیرہ گناہ پر عذاب دیدے اور جس کے لئے چاہے کبیرہ گناہ بخش دے۔ [3]

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ۝۵۰

1 ……ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب، ٤/٤٨٨، الحديث: ٤٢٤٣.

2 ……معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه محمد، ٥/٢٧٨، الحديث: ٧٣٢٣.

3 ……فيض القدير، حرف الهمزة، ٣/١٦٤، تحت الحديث: ٢٩١٦.

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کہ قومِ جن سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا بھلا کیا اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو اور وہ تمہارے دشمن ہیں ظالموں کو کیا ہی برا بدل ملا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا: آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، وہ جنوں میں سے تھا تو وہ اپنے رب کے حکم سے نکل گیا تو (اے لوگو!) کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، ظالموں کیلئے کیا ہی برا بدلہ ہے۔

﴿وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ : **اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا: آدم کو سجدہ کرو۔**﴾ اس پورے رکوع میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شیطان کے ابتدائی کردار کا بیان کیا اور لوگوں کو سمجھایا کہ جس طرح وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کر کے مردود ہوا، تم اس طرح نہ کرنا اور اس کی اطاعت واتباع سے بچنا۔ **اب آیت کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔ ارشاد فرمایا،** یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعظیم کے طور پر انہیں سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جو جِنّوں کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا اور ابلیس نے حکمِ الٰہی کے باوجود حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ نہ کیا بلکہ تکبر (وحسد) کا راستہ اختیار کیا اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے نکل گیا تو (اے لوگو!) کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو اور اُن کی اطاعت اختیار کرتے ہو اور وہ یوں کہ بجائے میری بندگی کے ان کی بندگی میں مبتلا ہوتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ اور جب وہ تمہارے دشمن ہیں تو تمہیں تو ان سے ہوشیار اور دور رہنا چاہیے نہ کہ تمہیں ان سے دوستی کرنی چاہئے اور یاد رکھو کہ شیطان، اس کی اولاد اور شیطان کے فرمانبردار سب ظالم ہیں اور ظالموں کیلئے بہت برا بدلہ ہے۔[1]

مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ۪ وَ مَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾

1 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۵۰، ۵/۲۵۵، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: نہ میں نے آسمانوں اور زمین کو بناتے وقت انہیں سامنے بٹھالیا تھا نہ خود ان کے بناتے وقت اور نہ میری شان کہ گمراہ کرنے والوں کو بازو بناؤں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نہ میں نے انہیں آسمانوں اور زمین کو بناتے وقت حاضر رکھا تھا اور نہ خود ان کے بناتے وقت اور نہ میں گمراہ کرنے والوں کو مددگار بنانے والا ہوں۔

﴿مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ: میں نے انہیں حاضر نہ رکھا تھا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ شیطان، اس کی اولاد نیز جن بتوں یا چیزوں کو مشرکین اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہراتے ہیں ان میں سے کسی کو نہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آسمانوں اور زمین کو بناتے وقت حاضر رکھا تھا اور نہ خود ان کے بناتے وقت حاضر رکھا تھا۔ مراد یہ ہے کہ اَشیاء کے پیدا کرنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات مُتَفَرِّد اور یگانہ ہے۔ نہ اس کا کوئی شریکِ عمل ہے، نہ کوئی مشیرِ کار، پھر اس کے سوا اور کسی کی عبادت کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ (1)

وَ یَوْمَ یَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ وَ جَعَلْنَا بَیْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَ رَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَ لَمْ یَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾

ع ۱۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن فرمائے گا کہ پکارو میرے شریکوں کو جو تم گمان کرتے تھے تو انہیں پکاریں گے وہ انہیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان کر دیں گے۔ اور مجرم دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کریں گے کہ انہیں اس میں گرنا ہے اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جس دن اللہ فرمائے گا: میرے ان شریکوں کو پکارو جنہیں تم (میرا شریک) گمان کرتے

1 ......خازن، الکهف، تحت الآیة: ۵۱، ۳/۲۱۵، مدارك، الکهف، تحت الآیة: ۵۱، ص۶۵۵، ملتقطاً.

تھےتو وہ انہیں پکاریں گے تو وہ شریک انہیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان بنادیں گے۔ اور مجرم دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کرلیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔

﴿وَيَوْمَ: اور جس دن۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اور یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا: اب تم میرے ان شریکوں کو پکارو جنہیں تم میرا شریک سمجھتے تھے تو وہ انہیں پکاریں گے لیکن ان کے شریک انہیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان بتوں اور بت پرستوں کے درمیان اور اہلِ حق اور گمراہوں کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان بنادیں گے جس میں وہ اہلِ باطل اور ان کے بت پڑے رہیں گے۔ مَوْبِق یا تو دوزخ کا ایک طبقہ ہے یا اس سے مراد مُطْلَقاً ہلاکت کی جگہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ مَوبِق جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔[1]

﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ: اور مجرم دوزخ کو دیکھیں گے۔﴾ یعنی جب مجرموں کو جہنم کی طرف چلایا جائے گا تو وہ جہنم کو دیکھ کر یقین کرلیں گے کہ اب وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے کیونکہ جہنم ہر طرف سے انہیں گھیر لے گی۔[2]

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثل طرح طرح بیان فرمائی اور آدمی ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال طرح طرح سے بیان فرمائی اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔

---

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیة: ۵۲، ۳/۲۱۵، مدارک، الکھف، تحت الآیة: ۵۲، ص۶۵۵، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیة: ۵۳، ۵/۲۵۹.

﴿فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ: اس قرآن میں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال مختلف انداز سے بیان فرمائی تاکہ لوگ انہیں سمجھیں اور نصیحت حاصل کریں لیکن اکثریت کی حالت یہ ہے کہ وہ نصیحت قبول نہیں کرتے بلکہ آگے سے فضول میں بحث مُباحثہ کرنا شروع کردیتے ہیں۔ آیت میں فرمایا کہ انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔ یہ آیت اگرچہ بطورِ خاص نضر بن حارث نامی کافر یا اُبی بن خلف کافر کے بارے میں نازل ہوئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں تمام کفار داخل ہیں جو حق کو تسلیم کرنے کی بجائے آگے سے صرف بحث و مباحثہ ہی کرتے ہیں اور اس آیت کے عموم میں تمام لوگ ہی داخل ہیں کیونکہ یہ انسان کی عمومی عادت ہے کہ وہ فوراً بات کو تسلیم نہیں کرتا اگرچہ وہ حق بات ہی کیوں نہ ہو بلکہ بحث مباحثہ کرتا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آدمیوں کو کس چیز نے اس سے روکا کہ ایمان لاتے جب ہدایت ان کے پاس آئی اور اپنے رب سے معافی مانگتے مگر یہ کہ ان پر اگلوں کا دستور آئے یا ان پر قسم قسم کا عذاب آئے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو انہیں ایمان لانے اور اپنے رب سے مغفرت مانگنے سے کس چیز نے روکا سوائے اس کے کہ ان پر بھی پہلے لوگوں کا طریقہ آجائے یا ان پر بہت سی قسموں کا عذاب آجائے۔

﴿اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى: جب ان کے پاس ہدایت آگئی۔﴾ یہ کلام اس انداز میں ہے جیسے کوئی شخص سمجھانے کے باوجود بار بار غلط حرکتیں کرتا رہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ لگتا ہے کہ جناب کو صرف جوتوں کی ضرورت ہے۔ مراد یہ ہوتا ہے کہ اب تمہارا علاج یہی ہے۔ یہی بات کفار سے کہی گئی کہ ہدایت کی تعلیم آجانے کے بعد اب انہیں ایمان لانے اور استغفار کرنے سے صرف اسی بات نے روکا ہوا ہے کہ ان پر بھی پہلے لوگوں جیسا عذاب آئے۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَۚ وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا(۵۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوشی اور ڈر سنانے والے اور جو کافر ہیں وہ باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں کہ اس سے حق کو مٹاویں اور انہوں نے میری آیتوں کی اور جو ڈر انہیں سنائے گئے تھے ان کی ہنسی بنالی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور ڈر کی خبریں سنانے والے بنا کر ہی بھیجتے ہیں اور کافر باطل باتوں کے ذریعے جھگڑا کرتے ہیں تا کہ اس کے ذریعے سے حق بات کو مٹادیں اور انہوں نے میری نشانیوں کو اور جس سے انہیں ڈرایا جاتا تھا اسے مذاق بنالیا۔

﴾وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ: اور ہم رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور ڈر کی خبریں سنانے والے بنا کر ہی بھیجتے ہیں۔﴿ ارشاد فرمایا کہ ہم رسولوں کو ان کی امتوں کی طرف بھیجتے ہیں تا کہ وہ ایمان والوں اور اطاعت گزاروں کو ثواب اور جنت کے دَرجات کی خوشخبری دیں جبکہ کافروں اور گناہگاروں کو عذاب اور جہنم کے دَرکات سے ڈرانے والی خبریں سنائیں لیکن کافر باطل باتوں کے ذریعے ان رسولوں سے جھگڑا کرتے ہیں، مثلاً اُن سے کہتے ہیں کہ تم تو ہماری طرح بشر ہو اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیج دیتا، اور وہ یہ جھگڑا اس لئے کرتے ہیں تا کہ اِس کے ذریعے سے اُس حق بات کو مٹادیں جو رسولوں کے ساتھ ہے، چنانچہ اس طرزِ عمل کے ذریعے کافروں نے میری وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کو اور جس عذاب سے انہیں ڈرایا جاتا تھا اسے مذاق بنالیا۔[1]

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًاؕ

1 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۵۶، ۵/۲۶۰.

وَ اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ یَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا(۵۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اوراس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو وہ ان سے منہ پھیر لے اوراس کے ہاتھ جو آگے بھیج چکے اسے بھول جائے ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کردیئے ہیں کہ قرآن نہ سمجھیں اوران کے کانوں میں گرانی اوراگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو جب بھی ہرگز کبھی راہ نہ پائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے اوران اعمال کو بھول جائے جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ بیشک ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کردیئے ہیں تاکہ قرآن کو نہ سمجھیں اوران کے کانوں میں بوجھ رکھ دیئے ہیں اوراگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو جب بھی ہرگز کبھی ہدایت نہ پائیں گے۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ: اوراس سے بڑھ کر ظالم کون۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کے کلام قرآنِ مجید کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے اوران آیات میں سوچ بچار اور غور وفکر نہ کرے اور کفر وغیرہ ان اعمال کے انجام کو بھول جائے جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ بیشک ہم نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر غلاف کردیئے ہیں تاکہ قرآن کو نہ سمجھیں اوران کے کانوں میں بوجھ رکھ دیئے ہیں تاکہ وہ حق کو سن نہ سکیں اور اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ انہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو جب بھی ہرگز کبھی ہدایت نہ پائیں گے کیونکہ ان کی قسمت میں ہی کفر کرنا لکھا ہوا ہے۔(1)

وَ رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِؕ لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىٕلًا(۵۸)

1 ......روح البيان، الكهف، تحت الآية: ٥٧، ٥/٢٦٠-٢٦١، مدارك، الكهف، تحت الآية: ٥٧، ص٦٥٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا رب بخشنے والا مہر والا ہے اگر وہ انہیں ان کے کئے پر پکڑتا تو جلد ان پر عذاب بھیجتا بلکہ ان کے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے جس کے سامنے کوئی پناہ نہ پائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارا رب بڑا بخشنے والا، رحمت والا ہے۔ اگر وہ لوگوں کو ان کے اعمال کی بنا پر پکڑ لیتا تو جلد ان پر عذاب بھیج دیتا بلکہ ان کے لیے ایک وعدے کا وقت ہے جس کے سامنے کوئی پناہ نہ پائیں گے۔

﴿وَ رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ : اور تمہارا رب بڑا بخشنے والا، رحمت والا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور مہلت کا بیان ہے کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے کہ کروڑوں گناہ کرنے کے بعد بھی اگر کوئی مغفرت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو وہ بخش دیتا ہے اور ساری زندگی گناہوں میں گزارنے کے باوجود بھی اگر کوئی زندگی کے آخری لمحات میں توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالٰی اسے معاف فرما دیتا ہے۔ یہ شانِ مغفرت بھی ہے اور شانِ رحمت بھی، اور شانِ رحمت میں یہ بھی داخل ہے کہ اس نے مہلت دی ہوئی ہے اور عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ کفر و گناہ کے باوجود لوگوں کو دنیا کا رزق دیتا رہتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اگر وہ لوگوں کو دنیا ہی میں ان کے اعمال کی بنا پر پکڑ لیتا تو جلد ان پر عذاب بھیج دیتا لیکن اس کی رحمت ہے کہ اُس نے مہلت دی اور عذاب میں جلدی نہ فرمائی۔ بلکہ ان کے لیے ایک وعدے کا وقت مقرر کر دیا یعنی قیامت کا دن۔ اس دن البتہ ساری مہلتیں ختم ہو جائیں گی اور اس دن کوئی پناہ نہ ہوگی۔

وَ تِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَ جَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع

ع ۸ ۲۰

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جب انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کی بربادی کا ایک وعدہ رکھا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جب انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کی بربادی کیلئے ایک وعدہ کر رکھا تھا۔

﴿وَ تِلْكَ الْقُرٰۤى: اور یہ بستیاں۔﴾ کفار کو سمجھانے کیلئے اب پچھلی قوموں کے انجام کو اِجمالی طور پر بیان کیا جا رہا ہے چنانچہ فرمایا کہ ان بستیوں کے رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور وہ بستیاں ویران ہو گئیں۔ ان بستیوں سے قومِ لوط، عاد

اور ثمود وغیرہ کی بستیاں مراد ہیں۔تو جیسے وہ بستیاں اپنے کفر اور سرکشی کی وجہ سے برباد ہوئی ہیں ایسے تم بھی ہو سکتے ہو۔

سورۂ کہف کی آیت نمبر 57 تا 59 سے حاصل ہونے والی معلومات

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’ان آیات سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... ہدایت کے اسباب اگرچہ مکمل طور پر جمع ہوں اس کے باوجود لوگ ان سے اس وقت تک ہدایت حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی ایمان لا سکتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی عنایت شاملِ حال نہ ہو۔صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی تو نہ ہم ہدایت پاتے، نہ صدقہ کرتے اور نہ ہی نماز پڑھ سکتے۔ [1]

(2)...... اہلِ باطل حق کو باطل اور باطل کو حق دیکھتے ہیں اور یہ ان کے قلبی اندھے پن اور عقلوں کے کمزور ہونے کی وجہ سے ہے تو وہ انبیاء اور اولیاء کے مقام سے جاہل اور گمراہ ہونے کی وجہ سے ان سے جھگڑتے ہیں اور حق کو باطل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ اہلِ حق انبیاء اور اولیاء کے سامنے اپنی گردن جھکا دیتے ہیں اور کسی عناد اور جھگڑے کے بغیر سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتے ہیں تو انہیں حق حق نظر آتا ہے اور وہ اس کی پیروی کرتے ہیں اور باطل باطل نظر آتا ہے اور وہ اس سے بچتے ہیں۔

(3)...... دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت مومن اور کافر دونوں کو عام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے ان کا رزق مُنْقطع کر کے ان کا مُؤاخذہ نہیں فرماتا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت مومن کے ساتھ اور عذاب کافر کے ساتھ خاص ہے۔ [2]

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾

1 ......بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهی الاحزاب، ۵۲/۳، الحدیث: ۴۱۰۴.

2 ......روح البیان، الکهف، تحت الآیة: ۵۹، ۲۶۲/۵.

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں چلا جاؤں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا: میں مسلسل سفر میں رہوں گا جب تک دو سمندروں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں یا مدتوں چلتا رہوں گا۔

﴿وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى: اور یاد کرو جب موسیٰ نے فرمایا۔﴾ اس رکوع سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس علم سیکھنے کے لئے جانے والے قصے کو بیان کیا گیا ہے۔ آیت میں جن کا ذکر ہے وہ مشہور پیغمبر اور جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ بن عمران عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے تورات اور کثیر معجزات عطا فرمائے تھے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خادم کا نام حضرت یوشع بن نون ہے، یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت وصحبت میں رہتے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے علم حاصل کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد حضرت یوشع ہی آپ کے ولی عہد بنے۔ آیت میں مذکور واقعے کا پسِ منظر یہ ہے کہ ایک بار حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کی جماعت میں بہت شاندار وعظ فرمایا، اس کے بعد کسی نے پوچھا کہ آپ سے بڑا عالم بھی کوئی ہے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ ''اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تم سے بڑے عالم حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے ان کا پتہ پوچھا تو ارشاد فرمایا: مَجمعِ بَحرَین میں رہتے ہیں، وہاں کی نشانی یہ بتائی، کہ جہاں بھنی مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی جائے اور پانی میں سرنگ بن جائے، وہاں حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہوں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے خادم سے فرمایا: میں مسلسل سفر میں رہوں گا جب تک کہ مشرق کی جانب دو سمندروں یعنی بحرِ فارس اور بحرِ روم کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں یا اگر وہ جگہ دور ہو تو مدتوں تک چلتا رہوں گا۔ پھر یہ حضرات روٹی اور نمکین بھنی مچھلی زنبیل میں توشہ کے طور پر لے کر روانہ ہوئے۔[1]

1 ......تفسیر کبیر، الکھف، تحت الآیۃ: ۶۰، ۷/۴۷۷، روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۶۰، ۵/۲۶۲-۲۶۳، مدارک، الکھف، تحت الآیۃ: ۶۰، ص۶۵۷، ملتقطاً.

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے سے حاصل ہونے والی معلومات

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......علم کے لئے سفر کرنا اللہ تعالیٰ کے نبی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

(2)......استاد کے پاس جانا اور اسے گھر نہ بلانا سنت ہے۔

(3)......علم کی زیادتی چاہنا بہتر ہے۔

(4)......سفر میں توشہ ساتھ رکھنا اچھا ہے۔

(5)......سفر میں اچھا ساتھی ہونا بہتر ہے۔

(6)......استاد کا ادب کرنا ضروری ہے۔

(7)......استاد کی بات پر اعتراض نہ کرنا چاہیے۔

(8)...... جہاں تک ہو سکے پیرِ کامل کے فعل کی تاویل کرنی چاہیے اور اس سے بدظن نہیں ہونا چاہیے جبکہ وہ واقعی پیرِ کامل اور شریعت کا سچا عامل ہو۔

(9)......علم صرف کتاب سے نہیں آتا بلکہ استاد کی صحبت سے بھی آتا ہے۔

(10)......بزرگوں کی صحبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے۔

(11)......اپنے آپ کو استفادہ کرنے سے مُستغنی نہیں سمجھنا چاہیے۔

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے اور اس نے سمندر میں اپنی راہ لی سرنگ بناتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ دونوں دوسمندروں کے ملنے کی جگہ پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے اور اس مچھلی نے سمندر

میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنالیا۔

﴿فَلَمَّا بَلَغَا: پھر جب وہ دونوں پہنچے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت یوشع بن نون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دو سمندروں کے ملنے کی جگہ پہنچے، وہاں ایک پتھر کی چٹان اور چشمۂ حیات تھا۔ اس جگہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آرام فرمایا اور حضرت یوشع عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وضو کرنے لگے۔ اسی دوران بھنی ہوئی مچھلی زنبیل میں زندہ ہوگئی اور تڑپ کر دریا میں گری، اس پر سے پانی کا بہاؤ رک گیا اور ایک محراب سی بن گئی۔ حضرت یوشع عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بیدار ہوئے تو حضرت یوشع عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان سے مچھلی کا واقعہ ذکر کرنا یاد نہ رہا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ اپنی مچھلی بھول گئے اور اس مچھلی نے سمندر میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنالیا۔ [1]

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا٘ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہاں سے گزر گئے موسیٰ نے خادم سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے اس سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ وہاں سے گزر گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا: ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے اس سفر سے بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے۔

﴿فَلَمَّا جَاوَزَا: پھر جب وہ وہاں سے گزر گئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پھر جب وہ دونوں اس جگہ سے گزر گئے اور چلتے رہے یہاں تک کہ دوسرے روز کھانے کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے خادم سے فرمایا: ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے اس سفر سے بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے۔ تھکان بھی ہے بھوک کی شدت بھی ہے۔ اور یہ بات جب تک مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن پہنچے تھے پیش نہ آئی تھی اور جب منزلِ مقصود سے آگے بڑھ گئے تو تھکن اور بھوک معلوم ہوئی، اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ وہ مچھلی یاد کریں اور اس کی طلب میں منزلِ مقصود کی طرف واپس ہوں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ

1 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ٦١، ٥/٢٦٤-٢٦٥.

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے یہ فرمانے پر خادم نے معذرت کی اور یہ کہا، جو اگلی آیت میں مذکور ہے۔[1]

قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ٘ وَ مَاۤ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗۚ وَ اتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ ﳓ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ﳓ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی تو بیشک میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا مذکور کروں اور اس نے تو سمندر میں اپنی راہ لی اچنبا ہے۔ موسیٰ نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے۔ تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خادم نے عرض کی: سنئے! جب ہم نے اس چٹان کے پاس (آرام کیلئے) ٹھکانہ بنایا تھا تو بیشک میں مچھلی (کے متعلق بتانا) بھول گیا تھا اور مجھے شیطان ہی نے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا اور (ہوا یہ ہے کہ) مچھلی نے سمندر میں اپنا راستہ بڑا عجیب بنایا۔ موسیٰ نے فرمایا: یہی تو ہم چاہتے تھے پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے واپس لوٹ گئے۔ تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے خاص رحمت دی تھی اور اسے اپنا علم لدنی عطا فرمایا۔

﴿قَالَ: موسیٰ نے فرمایا۔﴾ حضرت یوشع بن نون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''مچھلی کا جانا ہی تو ہمارے مقصد حاصل ہونے کی علامت ہے۔ جن کی طلب میں ہم چلے ہیں ان کی ملاقات وہیں ہوگی۔ چنانچہ پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے واپس لوٹے۔[2]

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ٦٢، ٣/٢١٨، ملخصاً.

2 ......مدارک، الکھف، تحت الآیۃ: ٦٤، ص٦٥٨، ملخصاً.

﴿فَوَجَدَا: تو انہوں نے پایا۔﴾ یعنی جب وہ دونوں بزرگ واپس اسی جگہ پہنچے تو وہاں انہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جو چادر اوڑھے آرام فرما رہا تھا۔ یہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے۔ لفظ خضر لغت میں تین طرح سے آیا ہے۔ (1) ''خا'' کے نیچے زیر اور ضاد کے اوپر جزم کے ساتھ یعنی خِضْر۔ (2) ''خا'' کے اوپر زبر اور ضاد کے اوپر جزم کے ساتھ یعنی خَضْر۔ (3) ''خا'' کے اوپر زبر اور ضاد کے نیچے زیر کے ساتھ یعنی خَضِر۔ یہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا لقب ہے اور اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جہاں بیٹھتے یا نماز پڑھتے ہیں وہاں اگر گھاس خشک ہو تو سرسبز ہو جاتی ہے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نام بلیا بن ملکان اور کنیت ابو العباس ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شہزادے تھے اور آپ نے دنیا ترک کر کے زہد اختیار فرما لیا تھا۔[1]

حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان

اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان میں مزید دو باتیں ارشاد فرمائیں۔

ایک یہ کہ اسے ہم نے اپنے پاس سے خاص رحمت دی تھی۔ اس رحمت سے نبوت مراد ہے یا ولایت یا علم یا لمبی زندگی۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ولی تو بالیقین ہیں جبکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''سیدنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام جمہور کے نزدیک نبی ہیں اور ان کو خاص طور سے علمِ غیب عطا ہوا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا''[2] ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ''معتمد و مختار یہ ہے کہ وہ (یعنی حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) نبی ہیں اور دنیا میں زندہ ہیں۔[3]

دوسری یہ کہ اسے اپنا علمِ لدُنی عطا فرمایا۔ علمِ لدنی سے مراد غیب کا علم ہے۔[4] بعض مفسرین نے فرمایا علمِ لدنی وہ ہے جو بندے کو اِلہام کے ذریعے حاصل ہو۔[5]

---

1 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ٦٥، ٥/٢٦٧، خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ٦٥، ٣/٢١٨، ملتقطاً.

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۶/۴۰۱۔

3 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۸/۶۱۰۔

4 ......بیضاوی، الکھف، تحت الآیۃ: ٦٥، ٣/٥١٠، جلالین، الکھف، تحت الآیۃ: ٦٥، ص٢٤٩، مدارک، الکھف، تحت الآیۃ: ٦٥، ص٦٥٨.

5 ......مدارک، الکھف، تحت الآیۃ: ٦٥، ص٦٥٨.

حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے نام کی برکت

بزرگانِ دین فرماتے ہیں ''جو حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نام ان کی ولدیت اور کنیت کے ساتھ (یعنی ابو العباس بلیا بن ملکان) یاد رکھے گا اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا۔ [1]

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس سے موسیٰ نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس سے موسیٰ نے کہا: کیا اس شرط پر میں تمہارے ساتھ رہوں کہ تم مجھے وہ درست بات سکھا دو جو تمہیں سکھائی گئی ہے۔

﴿ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى: اس سے موسیٰ نے کہا۔﴾ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا کہ سفید چادر میں لپٹے ہوئے ہیں تو آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تمہاری سرزمین میں سلام کہاں؟ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں۔ انہوں نے کہا کہ بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ آپ نے فرمایا کہ جی ہاں۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے کہا: کیا اس شرط پر میں آپ کے ساتھ رہوں کہ آپ مجھے وہ درست بات سکھا دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔ [2]

آیت '' هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ '' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئی

(1)......آدمی کو علم کی طلب میں رہنا چاہئے خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم ہو۔

1......صاوی، الکھف، تحت الآیۃ: ۶۵، ۴/۱۲۰۷.

2......بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الکھف، باب واذ قال موسی لفتاہ لا ابرح حتّٰی ابلغ مجمع البحرین ... الخ، ۳/۲۶۵، الحدیث: ۴۷۲۵.

(2)......آدمی کو چاہئے کہ اپنے سے بڑے علم والے کے ساتھ (خواہ وہ استاد ہو یا کوئی اور) عاجزی اور ادب سے پیش آئے۔[1]

حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جو جواب دیا وہ اگلی آیت میں مذکور ہے۔

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَ كَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جواب دیا: آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ اور آپ اس بات پر کس طرح صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ اس لئے فرمایا کہ وہ جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کچھ ناپسندیدہ اور ممنوع کام دیکھنا پڑیں گے اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ممکن ہی نہیں کہ وہ ممنوع کام دیکھ کر صبر کر سکیں۔[2]

﴿وَكَیْفَ تَصْبِرُ: اور آپ کس طرح صبر کریں گے۔﴾ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُس ترکِ صبر کا عذر بھی خود ہی بیان فرما دیا اور فرمایا ''اور آپ اس بات پر کس طرح صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں اور ظاہر میں وہ ممنوع ہیں۔[3]

حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا علم

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے

1 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ٦٦، ص٦٥٨.
2 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ٦٧، ٢١٩/٣.
3 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ٦٨، ٢١٩/٣، مدارك، الكهف، تحت الآية: ٦٨، ص٦٥٨، ملتقطاً.

فرمایا کہ ایک علم اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسا عطا فرمایا جو آپ نہیں جانتے اور ایک علم آپ کو ایسا عطا فرمایا جو میں نہیں جانتا۔[1] مفسرین و محدثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے لئے خاص فرمایا وہ باطن اور مُکاشَفَہ کا ہے اور یہ اہلِ کمال کے لئے باعثِ فضل ہے۔[2]

قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ؑ

ترجمۂ کنزالایمان: کہا عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا۔ کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے کہا: اگر اللہ چاہے گا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا پاؤ گے اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا۔ کہا، تو اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو مجھ سے کسی شے کے بارے میں سوال نہ کرنا جب تک میں خود آپ کے سامنے اس کا ذکر نہ کردوں۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ یعنی حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو آپ میرے کسی ایسے عمل کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرنا جو آپ کی نظر میں ناپسندیدہ ہو جب تک میں خود آپ کے سامنے اس کا ذکر نہ کردوں۔[3]

شاگرد اور مرید کے لئے ایک ادب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شاگرد اور مرید کے آداب میں سے ہے کہ وہ اپنے استاد اور پیر کے اَفعال پر زبانِ

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الکھف، باب واذ قال موسی لفتاہ لا ابرح حتّی ابلغ مجمع البحرین... الخ، ۳/۲۶۵، الحدیث: ۴۷۲۵.

2 ......جمل، الکھف، تحت الآیۃ: ۶۸، ۴/۴۴۱.

3 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۷۰، ۳/۲۱۹.

اعتراض نہ کھولے اور منتظر رہے کہ وہ خود ہی اس کی حکمت ظاہر فرما دیں۔ [1]

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَاؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَاۚ لَقَدْ جِئْتَ شَیْــٴًـا اِمْرًا(۷۱) قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا(۷۲) قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَ لَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا(۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اب دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے اس بندہ نے اسے چیر ڈالا موسیٰ نے کہا کیا تم نے اسے اس لیے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبا دو بیشک یہ تم نے بری بات کی۔ کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ کہا مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس نے کشتی کو چیر ڈالا۔ موسیٰ نے کہا: کیا تم نے اسے اس لیے چیر دیا تاکہ کشتی والوں کو غرق کردو، بیشک یہ تم نے بہت برا کام کیا۔ کہا: کیا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ موسیٰ نے کہا: میری بھول پر میرا مواخذہ نہ کرو اور مجھے میرے کام کی طرف سے مشکل میں نہ ڈالو۔

﴿فَانْطَلَقَا: پھر وہ دونوں چلے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کشتی کی تلاش میں ساحل کے کنارے چلنے لگے۔ جب ان کے پاس سے ایک کشتی گزری تو کشتی والوں نے حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پہچان کر بغیر معاوضہ کے سوار کر لیا، جب کشتی سمندر کے بیچ میں پہنچی تو حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کلہاڑی کے ذریعے اس کا ایک تختہ یا دو تختے اکھاڑ ڈالے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خاموش نہ رہ سکے اور فرمایا: کیا تم نے اس کشتی کو اس لیے چیر دیا تاکہ کشتی

1 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ۷۰، ص۶۵۸، ابو سعود، الكهف، تحت الآية: ۷۰، ۳/۳۹۴، ملخصاً.

والوں کو غرق کر دو، بیشک یہ تم نے بہت برا کام کیا۔ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: کیا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ (1)

﴿قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ: کہا: میرا مواخذہ نہ کرو۔﴾ یعنی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عذر خواہی فرمائی کہ میں آپ سے کیا وعدہ بھول گیا تھا لہٰذا اس پر میرا مواخذہ نہ کریں۔

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا اس بندہ نے اسے قتل کر دیا موسیٰ نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بے کسی جان کے بدلے قتل کر دی بیشک تم نے بہت بری بات کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب انہیں ایک لڑکا ملا تو اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: کیا تم نے کسی جان کے بدلے کے بغیر ایک پاکیزہ جان کو قتل کر دیا۔ بیشک تم نے بہت ناپسندیدہ کام کیا ہے۔

﴿فَانْطَلَقَا: پھر دونوں چلے۔﴾ یعنی کشتی سے اتر کر وہ دونوں چلے اور ایک ایسے مقام پر گزرے جہاں لڑکے کھیل رہے تھے۔ وہاں انہیں ایک لڑکا ملا جو کافی خوبصورت تھا اور حدِ بلوغ کو نہ پہنچا تھا۔ بعض مفسرین نے کہا وہ لڑکا جوان تھا اور رہزنی کیا کرتا تھا۔ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پھر نہ رہا گیا اور آپ نے فرمایا: کیا تم نے کسی جان کے بدلے کے بغیر ایک پاکیزہ جان جس کا کوئی گناہ ثابت نہ تھا کو قتل کر دیا؟ بیشک تم نے بہت ناپسندیدہ کام کیا ہے۔ (2)

---

1 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۷۱-۷۲، ۵/۲۷۷، ملخصاً.

2 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۷۴، ۳/۲۱۹-۲۲۰، ملخصاً.

نمبرشمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	
1	كنز الإيمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	كنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابوالصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التفسیر وعلوم القرآن

نمبرشمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	تفسیرِ طبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	تفسیر ابن ابی حاتم	حافظ عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم، متوفی ۳۲۷ھ	مکتبہ نزار مصطفٰی الباز، ریاض ۱۴۱۷ھ
3	تاویلاتِ اهل السنّه	امام ابومنصور محمد بن منصور ماتریدی، متوفی ۳۳۳ھ	پشاور
4	تفسیرِ سمرقندی	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
5	تفسیرِ ثعلبی	ابواسحاق احمد ثعلبی، متوفی ۴۲۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
6	تفسیرِ بغوی	امام ابومحمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
7	تفسیرِ کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسیرِ قرطبی	ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	تفسیرِ بیضاوی	ناصر الدین عبداللہ بن ابوعمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
10	تفسیرِ مدارك	امام عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
11	تفسیرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
12	البحرُ المحيط	ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
13	تفسیر ابن کثیر	ابوفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

14	تفسیرِ جلالین	امام جلال الدین محلی ،متوفی ۸۶۴ھ وامام جلال الدین سیوطی ،متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
15	تفسیرِ دُر منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
16	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ ، بیروت ۱۴۰۶ھ
17	الاتقان	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۳ھ
18	الاکلیل	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ ، بیروت ۱۴۲۸ھ
19	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابوسعود محمد بن مصطفٰی عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دارالفکر، بیروت
20	حاشیة الشهاب علی البیضاوی	قاضی شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ	دارالکتب العلمیہ ، بیروت ۱۴۱۷ھ
21	تفسیراتِ احمدیہ	شیخ احمد بن ابی سعید ملّا جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
22	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
23	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
24	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
25	روح المعانی	ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
26	خزائن العرفان	صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی
27	نورالعرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی، مرکز الاولیاء لاہور

کتب الحدیث ومتعلقاته

1	کتاب الجامع	حافظ معمر بن راشد ازدی، متوفی ۱۵۳ھ	دارالکتب العلمیہ ، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	مصنف ابن ابی شیبہ	حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی ، متوفی ۲۳۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
4	دارمی	امام حافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ

5	بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
6	مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
7	ابن ماجه	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	ابوداود	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
9	ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
10	مسند البزار	امام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ
11	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
12	سنن الكبرى	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۱ھ
13	مسند ابو یعلی	امام ابویعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
14	معجم الكبير	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
15	معجم الأوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
16	معجم الصغير	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۳ھ
17	مستدرك	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
18	حلية الاولياء	حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
19	مسند الشهاب	امام ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قضاعی، متوفی ۴۵۴ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۰۵ھ
20	سنن الكبرى	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
21	شعب الإيمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
22	مسند الفردوس	ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
23	شرح السنة	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
24	ابن عساكر= تاريخ دمشق	امام ابوقاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ

25	الترغيب والترهيب	امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
26	مشكاة المصابيح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
27	المطالب العاليه	حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
28	جامع صغير	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
29	جمع الجوامع	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
30	كنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

كتب شروح الحديث

1	عمدة القاري	امام بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
2	فيض القدير	علامہ محمد عبدالرءُوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
3	مراٰۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبۂ اسلامیہ، مرکز الاولیاء لاہور

كتب العقائد

1	المعتمد المستند	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	برکاتی پبلشرز، کراچی ۱۴۲۰ھ
2	الدولة المكية	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مؤسسۂ رضا، لاہور ۱۴۲۲ھ

كتب الفقه

1	هدايه	امام برہان الدین علی بن ابی بکر مَرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت
2	تبيين الحقائق	امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی، متوفی ۷۴۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
3	درّ مختار	علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
4	عالمگيرى	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱۶۱ھ وجماعۃ من علماء الہند	دارالفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
5	ردّ المحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ

6	فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
7	بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التصوف

1	رسائل ابن ابی الدنیا	حافظ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد قُرَشی، متوفی ۲۸۱ھ	مکتبۃ العصریہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
2	احیاء العلوم	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء
3	منهاج العابدين	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسۃ السیر وان، بیروت ۱۴۱۶ھ
4	کیمیائے سعادت	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	انتشارات گنجینہ، تہران

کتب السيرة والطبقات

1	سیرت ابن هشام	ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری معافری، متوفی ۲۱۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
2	الطبقات الكبرى	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد، متوفی ۲۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
3	طبقات الصوفية	ابو عبد الرحمٰن محمد بن حسین سلمی، متوفی ۴۱۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
4	بهجة الاسرار	نور الدین ابو الحسن علی بن یوسف لخمی شطنوفی، متوفی ۷۱۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳
5	طبقاتِ اولیاء	ابو حفص عمر بن علی بن احمد مصری شافعی المعروف بابن ملقن، متوفی ۸۰۴ھ	مکتبۃ الخانجی، قاہرہ ۱۴۱۵ھ
6	المواهب اللدنية	شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی، متوفی ۹۲۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
7	الطبقات الكبرى	عبد الوہاب بن احمد بن علی احمد شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۹ھ
8	سیرتِ مصطفیٰ	مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

الكتب المتفرقة

1	معرفة الصحابه	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
2	عيون الحكايات	ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
3	صفة الصفوة	جمال الدین ابو الفرج ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ

ضمنی فہرست

عنوان	صفحہ

دینِ اسلام

اسلامی تعلیمات وترغیبات

ایمان ومومن

عقائد متعلقہ انبیاء وسید الانبیاء عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

عنوان	صفحہ

معراج

نظریات و معمولات اہلسنّت

تقلید

قرآنِ کریم

تلاوتِ قرآنِ کریم

فرشتے

شیاطین

مسلمان

کفار

عنوان	صفحہ

فضائل ومناقب

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

عنوان	صفحہ

پچھلی سورت کے ساتھ مناسبت

آیات سے حاصل ہونے والی معلومات

آیات سے معلوم ہونے والے مسائل

دل

علم وعلماء

قرآنِ مجید سے متعلق ایمان والوں کو نصیحت

حضرت عبیدہ مُلَیْکِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے قرآن والو! قرآنِ مجید کو تکیہ نہ بناؤ اور دن رات اس کی ایسے تلاوت کرو جیسے تلاوت کرنے کا حق ہے اور اسے پھیلاؤ، اسے خوش آوازی سے پڑھو، اس کے معنی میں غور کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اس کا ثواب جلدی نہ مانگو کیونکہ اس کا ثواب بہت ہے۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوۃ ودروس القرآن، الفصل الثالث، ١/٤١٣، الحدیث: ٢٢١٠)

قرآنِ مجید کو تکیہ نہ بنانے سے مراد یہ ہے کہ اسے سر کے نیچے رکھ کر لیٹ نہ جاؤ، یا اس سے بے فکر نہ ہو جاؤ کہ اس کی تلاوت کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے میں سستی کرنے لگو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تلاوتِ قرآن کس طرح کرنی چاہئے؟

حضرت محمد بن کعب قرظی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جس کے پاس قرآنِ مجید پہنچ گیا تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس سے کلام کیا۔

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں جب وہ اس (تصور کو قائم کرنے پر) پر قادر ہو جائے (کہ اللہ تعالیٰ اس سے خطاب فرما رہا ہے) تو اسے چاہئے کہ تلاوتِ قرآن کرنے کو ہی اپنا عمل قرار نہ دے بلکہ اِس طرح تلاوتِ قرآن کرے جس طرح کوئی غلام اپنے مالک کے لکھے ہوئے خط کو پڑھتا ہے تاکہ وہ اس میں غور وفکر کرے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب آداب تلاوۃ القرآن، الباب الثالث فی اعمال الباطن فی التلاوۃ، ۱/۳۷۸)

MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)

UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 1284

Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net